دینی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا
ہزاروں مستند فتاوی جات کا پہلا مجموعہ

جامع الفتاویٰ

تقاریظ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ
فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری رحمہ اللہ
مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری رحمہ اللہ
ودیگر مشاہیر امت

مرتب اول
حضرۃ مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ

جدید ترتیب
اشرفیہ مجلس علم وتحقیق

مقدمہ
حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
(مرتب "خیر الفتاویٰ" جامعہ خیر المدارس ملتان)

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

فهرست عنوانات

کتاب النکاح

نکاح کا شرعی طریقہ

سوال: نکاح کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب: نکاح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ خود عورت یا اس کے ولی سے اجازت لے کر دو گواہوں کے سامنے عقد کرلیا جائے۔ خواتین کے فقہی مسائل ص ۱۵۷۔

ماں کا کرایا ہوا نکاح لڑکی کے باپ کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے

سوال: ایک لڑکی ۴/۵ سال کی تھی۔ جب اس کا نکاح کیا لیکن اس وقت اس لڑکی کا باپ موقع پر موجود نہیں تھا' صرف لڑکی کی ماں تھی' اب لڑکی جوان ہوگئی ہے' اب اس کا نکاح دوسری جگہ درست ہے یا نہیں؟ اور اب اس لڑکی کا باپ جو نکاح کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ماں کا کرایا ہوا نکاح لڑکی کے باپ کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر باپ نے نکاح کا علم ہوجانے کے بعد اس نکاح کی اجازت دی ہو تو یہ نکاح صحیح اور لازم ہوگیا۔ لڑکی دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی اور اگر باپ نے اس نکاح کو رد کردیا ہے تو نکاح کالعدم ہوگیا ہے اور لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر باپ بلوغ تک خاموش رہا تو بلوغ کے بعد لڑکی کی مرضی ہے۔ اگر اجازت دے دے نکاح صحیح شمار ہوگا اور اگر رد کردے تو رد ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۴ص ۴۷)

مرد اور عورت کیلئے شادی کی عمر کیا ہے؟

سوال: مسلمان مرد اور عورت پر کتنی عمر میں شادی کرنی واجب ہے؟ میں نے سنا ہے کہ لڑکی کی عمر ۱۹ سال ہو اور لڑکے کی عمر ۲۵ سال تو اس وقت ان کی شادی کرنی چاہیے؟

جواب: شرعاً شادی کی کوئی عمر مقرر نہیں' والدین بچے کا نکاح نابالغی میں بھی کرسکتے ہیں اور بالغ ہوجانے کے بعد اگر شادی کے بغیر گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو شادی کرنا واجب ہے ورنہ کسی وقت بھی واجب نہیں۔ البتہ ماحول کی گندگی سے پاک دامن رہنے کے لیے شادی کرنا افضل ہے۔

درمختار وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر نکاح کے بغیر گناہ میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو نکاح فرض ہے۔ اگر غالب گمان ہو تو نکاح واجب ہے۔ (بشرطیکہ مہر اور نان ونفقہ پر قادر ہو) اگر یقین ہو کہ نکاح کر کے ظلم و ناانصافی کرے گا تو نکاح کرنا حرام ہے اور اگر ظلم و ناانصافی کا غالب گمان ہو تو نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اور معتدل حالات میں سنت مؤکدہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھ کر بلا عذرِ شرعی ان کا نکاح نہ کرنا

سوال:۔ کیا جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور بلا کسی شرعی رکاوٹ کے ان کے نکاح نہ کرنے سے سرپرست یا والد کی شرعی حیثیت متاثر ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ کفو ملنے کی صورت میں جوان بیٹیوں کا نکاح جلد از جلد کر دینا ضروری ہے تاہم موزوں رشتہ کی تلاش میں تاخیر ہو جانا ممنوع نہیں اور اس سے سرپرست یا والد کی شرعی حیثیت متاثر نہیں ہوتی' البتہ موزوں رشتہ ملنے کی صورت میں سازگار حالات کے باوجود بیٹیوں کو رسمی غیرت کی وجہ سے نکاح سے محروم رکھنا زیادت علی الشرع کے مترادف ہے۔

قال الله تبارک و تعالیٰ: وانکحوا الایامیٰ منکم. (سورة النور: ۳۲)

قال ابن عابدینؒ: ویزوجها کفواً فان خطبها الکفو لایؤخرها وهو کل مسلم تقی. (ردالمحتار ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب النکاح) و علی رضی الله عنه مرفوعاً: ثلاث لاتؤخر: الصلوٰة اذا أتت والجنازة اذا حضرت والأیم' اذاوجدت لها کفؤا. اخرجه الترمذی والحاکم باسناد ضعیف. قلت حسنه السیوطی فی الجامع الصغیر و صححه الحاکم والذهبی کلاهما فی المستدرک.(اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۷۶ فصل فی الکفاءة . باب مراعاة الکفاءة وجواز النکاح) وعن عمر بن الخطابؓ وانس بن مالک عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فی التوراة مکتوب من بلغت ابنته اثنتے عشرة سنة ولم یزوجها فاصابت اثمافاثم ذٰلک علیه. رواه البیهقی فی الشعب.

(مشکوٰة المصابیح ج ۲ ص ۲۷۱ کتاب النکاح) (فتاویٰ حقانیہ ج۴ ص۲۹۶)

شادی کے معاملے میں والدین کا حکم ماننا

سوال: بعض گھرانوں میں جبکہ اولاد بالغ' سمجھدار اور پڑھ لکھ جاتی ہے لیکن والدین اپنی خاندانی روایات کو نبھانے کی خاطر یا پھر دولت جائیداد کی خاطر اولاد کو جہنم میں جھونک دیتے ہیں بغیر ان کے

رائے جانے ان کی زندگی کے فیصلے کر دیتے ہیں۔ بے شک اولاد کا فرض ہے کہ ماں باپ کی فرمانبرداری واطاعت کرے لیکن کیا خدا نے اولاد کو اس قدر بے بس بنادیا ہے کہ وہ والدین کے غیر اسلامی فیصلہ جو کہ ان کے زندگی کے متعلق کیے جاتے ہیں ان پر بھی خاموش تماشائی بن کر زندگی ان کے حوالے کر دیں کیا اولاد کو یہ حق نہیں کہ وہ یہ اہم فیصلہ خود کر سکیں؟

جواب: شریعت نے جس طرح اولاد کے ذمہ والدین کے حقوق رکھے ہیں اس طرح والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق رکھے ہیں اور جو بھی ان حقوق کو نظرانداز کرے گا اس کا خمیازہ اسے بھگتنا ہوگا۔ مثلاً شادی کے معاملے میں اولاد کی رضا مندی لازم ہے۔ اگر والدین کسی غیر مناسب جگہ رشتہ تجویز کرے تو اولاد کو انکار کا حق ہے اور اگر وہ اپنی ناگواری کے باوجود محض والدین کی رضاجوئی اوران کے احترام کی بناء پر اس کو ہنسی خوشی قبول کریں اور پھر نبھا کر دکھادے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم اجر کا مستحق ہے لیکن اگر وہ قبول نہ کرے تو والدین کو اس پر جبر کرنے کا کوئی حق نہیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۲۹ ج ۵)

والدین اگر شادی پر تعلیم کو ترجیح دیں تو اولاد کیا کرے؟

سوال: میرے والدین اگرچہ ہم سب کو بڑی محنت اور توجہ سے تعلیم دلوا رہے ہیں لیکن انہوں نے سوچ رکھا ہے کہ سب کچھ تعلیم ہی ہے، میں اگرچہ بہت چھوٹا ہوں لیکن میری بڑی بہنیں ہیں جنہیں اعلیٰ تعلیم دلوائی جارہی ہے لیکن میرے والدین کو ذرا بھی ان کی شادی کی فکر نہیں جبکہ وہ خود بوڑھے ہورہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آج کل کا زمانہ کتنا خراب ہے اور میں ابھی بہت چھوٹا ہوں اور جب میں بڑا ہوں گا تو اس وقت تک میری بہنیں ادھیڑ عمر کی ہوچکی ہوں گی، پھر تو رشتہ ملنا ہی بہت مشکل ہوگا جبکہ اس وقت رشتے آرہے ہیں لیکن میرے والد صاحب سب سے ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں جبکہ میں جانتا ہوں میری بہنیں ان رشتوں پر خوش ہیں۔ اگر والدین کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہے تو کیا اولاد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سول میرج کرلیں؟ جبکہ دونوں ہی مسلمان ہیں اور اسلام میں یہ بات جائز بھی ہے؟

جواب: آج کل اعلیٰ تعلیم کے شوق نے والدین کو اپنے اسی فریضہ سے غافل کر رکھا ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کی عمر کالج اور یونیورسٹیوں کے چکر میں ڈھل جاتی ہے اور جب وقت گزر جاتا ہے تو ماں باپ کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ مجھے اسی طرح کے سینکڑوں خطوط موصول ہوچکے ہیں کہ لڑکی کی عمر ۳۰۔۳۵ برس کی ہوگئی، کوئی رشتہ نہیں آتا اور جو آتا ہے وہ بھی دیکھ کر چپ سادھ لیتا ہے، کوئی تعویذ وظیفہ اور عمل

بتاؤ کہ بچیوں کی شادی ہو جائے' لڑکی پڑھی لکھی قبول صورت اور سگھڑ ہے مگر رشتہ نہیں ہو پاتا وغیرہ۔

خدا جانے کتنے خاندان اس سیلاب میں ڈوب چلے ہیں اور کتنے لڑکے لڑکیاں غلط راستے پر چل نکلی ہیں اس لیے آپ نے جو لکھا ہے وہ ایک دل خراش حقیقت ہے۔ حدیث میں ہے کہ:

ترجمہ: "جب اولاد بالغ ہو جائے اور والدین ان کے نکاح سے آنکھیں بند کیے رکھیں اس صورت میں اگر اولاد کسی غلطی کی مرتکب ہو تو والدین اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷۱)

باقی رہا یہ سوال کہ اگر والدین غفلت برتیں تو کیا لڑکا لڑکی خود اپنا نکاح بذریعہ عدالت کر سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دونوں ہر حیثیت سے برابر ہوں تو یہ نکاح صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔ البتہ لڑکے کا کسی جگہ خود شادی کر لینا تو کوئی مسئلہ نہیں لیکن لڑکی کے لیے مشکل ہے۔ بہر حال اگر لڑکی خود شادی کرنا چاہے تو اس کو یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا کہ جس لڑکے سے وہ عقد کرنا چاہتی ہے وہ ہر حیثیت سے لڑکی کے جوڑ کا ہو۔ اس کو فقہ کی زبان میں کفو کہتے ہیں۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ص ۳۰ ج ۵)

لڑکی بٹھائے رکھنا اور شادی نہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: جو شخص لڑکی بالغہ کو عرصہ دراز تک بٹھائے رکھے بدون نکاح کے تو اس کی کیا سزا ہے؟

جواب: اگر باجود ملنے کفو کے نکاح دختر بالغہ میں تاخیر کرے گا تو گناہگار ہوگا اور حدیث شریف میں ہے کہ لڑکا یا لڑکی جب بالغ ہو جاوے اور ان کا باپ ان کا نکاح نہ کرے اور ان سے کوئی گناہ یعنی زنا سرزد ہو جاوے تو وہ گناہ باپ کو بھی ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ جس کی لڑکی بارہ برس کو پہنچ جاوے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اور اس سے کوئی معصیت سرزد ہو تو وہ معصیت باپ کے ذمہ ہے۔ لفظ حدیث یہ ہیں:

وعن عمر بن الخطابؓ وانس بن مالکؓ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال فی التوراۃ مکتوب من بلغت ابنتہ اثنتی عشرۃ سنۃ ولم یزوجھا فاصابت اثماً فاثم ذٰلک علیہ رواہ البیھقی۔ (مشکوٰۃ باب الولی ص ۲۷۱-۲۷۲) دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم **من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ (ایضاً) ظفیر)**

اور غرض بارہ برس کو پہنچنے سے بالغ ہونا ہے اور یہ تہدید اور زجراً فرمایا ہے تا کہ لوگ نکاح دختر بالغہ میں بے وجہ تاخیر نہ کریں۔ فقط۔ فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۷ ص ۴۸۔

شادی میں والدہ کی خلاف شرع خواہشات کا لحاظ نہ کیا جائے

سوال: میرے چھوٹے بھائی کی شادی ہونے والی ہے' وہ کہتا ہے کہ براہ راست نکاح پڑھا دیا جائے لیکن والدہ بضد ہیں کہ پہلے چھوٹی منگنی اور اس کے بعد نکاح مع رسوم کے ہوگا' گھر کی عمارت کو سجاوٹ اور چراغاں بھی کرنا چاہتی ہیں کیونکہ پھر ان کا کوئی بیٹا نہیں۔ بتایئے والدہ کی جھوٹی خواہشات کا احترام کیا جائے یا سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے؟

جواب: سنت کی پیروی لازم ہے اور والدہ کی خلاف شریعت خواہشات کا پورا کرنا ناجائز ہے مگر والدہ کی بے ادبی نہ کی جائے ان کو مؤدبانہ لہجے میں مسئلہ سمجھایا جائے۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ص ۳۱ ج ۵)

عدالتی نکاح (کورٹ میرج) کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی اور لڑکے نے اپنے ورثاء اور اولیاء کو بتائے بغیر چپکے سے عدالت میں جا کر کورٹ میرج (نکاح) کرلیا جبکہ مجلس نکاح میں سرکاری خطیب صاحب کے علاوہ صرف دو اور آدمی بطور گواہ موجود تھے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس نکاح سے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں یا نہیں؟

جواب: احادیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ عقد نکاح خوب ظاہر کر کے علی اعلان کیا جائے' چپکے سے بغیر گواہوں کے نکاح کرنے کو شریعت مقدسہ نے باطل قرار دیا ہے چونکہ صورت مسئولہ کے مطابق اس نکاح میں لڑکے لڑکی کے علاوہ سرکاری خطیب اور دو آدمی اور بھی بطور گواہ شریک تھے اس لیے یہ نکاح جائز اور درست ہے مگر کراہت سے خالی نہیں تاہم اس عقد نکاح کے بعد دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں۔

کمال قال العلامة ظفر احمد العثمانی : (الجواب) نکاح سر کہ ممنوع و باطل است. آن است کہ دو شاہدین علاوہ ناکح ومنکوحہ نباشد واگر شاہدین یا شہود حاضر باشند ایں چنیں نکاح نکاح سر کہ باطل نباشد اما خالی از کراہت نباشد۔

لان السنة فی النکاح الاعلان ولذاشرع له الدف ونحوه وفی الحدیث الفرق بین الحلال والحرام الدف ولان فیه القاء نفسه فی التهمة ویتهمه بالزنا من لم یعلم بالنکاح والحدیث اتقوا مواضع التهم. (امداد الاحکام ج ۲ ص ۲۳۷) (فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۳۰۳)

لڑکی اور لڑکے کی کن صفات کو ترجیح دینا چاہیے

سوال: جس وقت رشتوں کا سلسلہ ہوتا ہے یہ بات مشاہدے میں ہے کہ لڑکیوں کو اس موقع پر دیکھا جاتا ہے، کیا یہ صحیح طریقہ ہے؟ دوسری بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ چاہے لڑکی ہو یا لڑکا اس سلسلے میں معاملہ تجارتی بنیادوں پر بھی ہوتا ہے، مثلاً لڑکا کتنا امیر ہے؟ (چاہے حرام ہی کماتا ہو) لڑکی کتنا جہیز لائے گی؟ (چاہے حرام آمدنی کا کیوں نہ ہو) اس سلسلہ میں احکام کیا ہوں گے؟

جواب: اسلام کا حکم یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت لڑکے اور لڑکی دونوں کی دینداری اور شرافت وامانت کو ترجیح دی جائے جو لڑکا حرام کماتا ہو اس سے وہ لڑکا اچھا ہے جو رزق حلال کماتا ہو خواہ مالی حیثیت سے کمزور ہو اور جو لڑکی دیندار ہو عفیفہ ہو شوہر کی فرمانبردار ہو وہ بہتر ہے خواہ جہیز نہ لائے یا کم لائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۲ ج ۵)

لڑکیوں کی وجہ سے لڑکوں کی شادی میں دیر کرنا

سوال: اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہاں بیٹیاں ہوتی ہیں ان کی شادی وغیرہ کے سلسلے میں ان کے بھائیوں کو طویل فہرست انتظار میں منتقل کر دیا جاتا ہے جس کے باعث ان کی عمریں نکل جاتی ہے یا کافی دیر ہو جاتی ہے۔ کیا از روئے اسلام یہ طریقہ جائز تصور ہو گا اور یہ کہ اس دوران اگر خدانخواستہ وہ فرد گناہ کی طرف راغب ہو گیا تو اس کا وبال کس پر ہو گا؟

جواب: شرعی حکم یہ ہے کہ مناسب رشتہ ملنے پر عقد جلدی کر دیا جائے تاکہ نوجوان نسل کے جذبات کا بہاؤ غلط رخ کی طرف نہ ہو جائے ورنہ والدین بھی گناہ میں شریک ہوں گے۔ رشتہ ہی نہ ملتا ہو تو والدین پر گناہ نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۲ ج ۵)

اگر والدین ۲۵ سال سے زیادہ عمر والی اولاد کی شادی نہ کریں؟

سوال: اگر والدین اولاد کی شادی نہ کریں اور ان کی عمریں ۲۵ سال سے بھی تجاوز کر گئی ہوں تو کیا وہ اپنی مرضی سے شادی کر سکتے ہیں؟ اس طرح کہیں والدین کی نافرمانی تو نہیں ہو جائے گی؟

جواب: ایسی صورت میں اولاد کو چاہیے کہ کسی ذریعہ سے والدین کو احساس دلائیں اور ان کو اولاد کی شادی کرنے پر رضامند کریں لیکن اگر والدین اس کی پرواہ نہ کریں تو اولاد اپنی شادی خود کرنے میں حق بجانب ہے۔ لڑکے کا کسی جگہ خود شادی کر لینا تو کوئی مسئلہ نہیں لیکن لڑکی کے لیے مشکل ہے۔ بہرحال اگر لڑکی بطور خود شادی کرنا چاہیے تو اس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا کہ جس لڑکے

سے وہ عقد کرنا چاہتی ہے وہ ہر حیثیت سے لڑکی کے جوڑ کا ہو اس کو فقہ کی زبان میں کفو کہتے ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۲ ج ۵)

شوہر بیوی سے کتنے عرصہ تک جدا رہ سکتا ہے؟

سوال: حضرت مفتی صاحب مدظلہ بعد سلام مسنون۔ یہاں دبئی میں ہندوستان کے بہت سے مسلمان بغرض ملازمت آئے ہوئے ہیں۔ بعض مقروض ہیں' شادی شدہ ہیں۔ ان کی عورتیں دیندار ہیں جن پر پورا اعتماد ہے اور خاندانی عزت کا پورا خیال ہے۔ اپنے خویش واقارب کے ساتھ رہتی ہیں تاہم ان کے حقوق کا مسئلہ درپیش رہتا ہے جس سے پریشانی ہوتی ہے۔ قرض داری کا بوجھ ہلکا نہ ہو اور اپنی پوزیشن اچھی نہ ہو جائے اس وقت تک یہاں پر بلانا بھی مشکل ہے' وقتاً فوقتاً آمدورفت بھی دشوار ہے جس بناء پر سال دوسال بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک ان سے دور رہنا پڑتا ہے اس لیے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان حالات میں بیویوں سے دور رہنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب: عزیزان من! سلمکم اللّٰہ تعالیٰ: بعد سلام مسنون عافیت طرفین مطلوب۔ بے شک عورت کی حاجت اور خواہش اور حقوق کا لحاظ از بس ضروری ہے۔ جس طرح مرد کو عورت کی خواہش ہوتی ہے عورت کو بھی مرد کی خواہش ہوتی ہے بلکہ نسبتاً بہت زیادہ۔

فان لم تشتق نفسه الی الجماع لایجوز له ترکه لان لها حقاً فی ذٰلک وعلیها مضرةً فی ترکه لان شهوتها اعظم من شهوته
و قدروی ابو هریرة رضی اللّٰه عنه ان النّبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال فضلت شهوة النساء علی الرجل بتسعة وتسعین الا ان اللّٰه تعالیٰ القیٰ علیهن الحیاء وقیل الشهوة عشرة اجزاء تسعة منها للنساء وواحدة للرجل. والقدر الذی لایجوز ان یؤخر. الوطء عنه اربعة اشهر الا ان یکون له عذر ...... التاقیت الذی وقته عمر ابن الخطاب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه للناس فی مغازیهم لیسبرون شهراً ویقیمون الشهر ویسیرون راجعین الیٰ اهلهم شهرا. (غنیة الطالبین ص ۳۳ ج ۱)

یعنی مرد کو جماع کی خواہش نہ ہو تب بھی جماع کا ترک کر دینا روا نہیں ہے اس لیے کہ عورت کا مرد پر اس بات کا حق ہے اور ترک جماع میں عورت کو ضرور نقصان پہنچتا ہے کیونکہ عورت کی خواہش بہ نسبت مرد کے زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں ننانوے ۹۹ درجہ زیادہ خواہش ہوتی ہے۔ مگر حق تعالیٰ نے ان پر شرم وحیاء کا پردہ ڈال دیا ہے (اس وجہ سے شہوت مغلوب اور دبی رہتی ہے) بعض لوگوں کا قول ہے کہ شہوت کے دس حصے ہیں، عورتوں کو نو حصے اور ایک حصہ مردوں کو اور بدون عذر کے عورتوں سے چار ماہ تک علیحدگی روا نہیں ہے اور اگر مرد سفر میں چھ ماہ سے زیادہ رہے اور عورت اس کو طلب کرے اور مرد باجود استطاعت وقدرت کے نہ آوے تو حاکم کو چاہیے کہ عورت کے حسب خواہش دونوں میں تفریق کرادے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۳ ج ۱ ص فصل فی آداب النکاح)

اس لیے فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ مرد عورت کی بلا اذن ورضاء کے چار ماہ سے زائد جدا نہ رہے۔

"ویجب ان لا یبلغ له عدة الابر ضائها وطیب نفسها به الخ" (شامی ص ۵۴۷ ج ۲ باب القسم)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت مدینہ طیبہ کی گلیوں میں (گلی کوچوں میں) گشت لگاتے تھے کہ ایک مکان سے جوان عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ فراق شوہر میں یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

فو اللّٰه لو لا اللّٰه تخشٰی عواقبه لزحزح من هذا السریر جوانبه

"یعنی قسم بخدا، اگر مجھ کو خوف خدا نہ ہوتا تو آج چارپائی کی چولیں ہلتی ہوئی ہوتیں۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگی کہ کافی عرصہ ہوا میرا شوہر جہاد میں گیا ہے۔ اس کے فراق میں یہ شعر پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ محزون ہوئے۔ گھر آ کر اپنی بیٹی اُم المؤمنین حضرت حفصہؓ سے دریافت کیا کہ عورت شوہر کے بغیر کتنی مدت تک صبر کر سکتی ہے؟ عرض کیا کہ چار ماہ۔ چنانچہ آپؓ نے فرمان جاری کیا کہ شادی شدہ فوجی کو چار ماہ ہونے پر اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی جائے۔

"ثم قوله وهو اربعة اشهر یفید ان المراد ایلآء الحرة ویؤید ذالک وان عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه لما سمع فی اللیلٰی امرأةً تقول:

فو اللّٰه لو لا اللّٰه تخشٰی عواقبه لزحزح من هذا السریر جوانبه

فسئل عنها فاذا زوجها فی الجهاد، فسئل بنته حفصة رضی اللّٰه تعالٰی عنها. کم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت اربعة اشهر. فامر امراء الا جناد ان لایتخلف المتزوج عن اهله اکثر منها ولو لم یکن فی هذه المدة زیادة مضارة بها لما شرع اللّٰه تعالٰی الفراق بالا یلآء فیها.

(شامی ص ۵۴۸ ج ۲ باب القسم) واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیه ج ۸ ص ۲۳۸)

شادی کیلئے قرض لینا

سوال: لڑکی اور لڑکا بالغ ہوگئے ہوں اور شادی کے قابل نہ ہوں مگر شادی کرنے کی حیثیت باپ کی نہیں تو قرض لے سکتا ہے یا نہیں؟ یا حیثیت ہونے تک شادی مؤخر کردے؟

جواب: اپنی یا بچوں کی شادی مؤخر کرنے میں معصیت کا ارتکاب ہونے کا اندیشہ ہو تو تاخیر نہ کی جائے۔ بقدر ضرورت (جو مسنون طریقہ سے شادی کرنے کے لیے کافی ہوا تنا) قرض لینے کی شرعاً اجازت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں نکاح کر کے عفت کی زندگی گزارنے والے کے لیے اللہ پر حق بیان کیا گیا ہے۔ (نسائی' ابن ماجہ' ترمذی)

اسی حدیث پر شامی میں ہے کہ قرض لینا اس شخص کے لیے جائز ہے کیونکہ اس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود پر لی ہے۔ (صفحہ ۳۶۰/۲) واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۸ ص ۲۴۰)

ٹیلیفون پر نکاح کی جائز صورت

سوال: کیا ٹیلیفون پر نکاح کرنا جائز ہے؟

جواب: ٹیلی فون پر نکاح کئی وجوہات کی بناء پر جائز نہیں ہے۔ البتہ ایک صورت ایسی ہے کہ ٹیلی فون کے ذریعے نکاح کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ٹیلی فون پر نکاح کرنے والا (دُلہا) اپنے کسی جاننے والے کو جو اس کی آواز پہچانتا ہو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل بنادے اور وکیل اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے تو یہ نکاح بالکل صحیح اور درست ہو جائے گا۔ جیسا کہ عالمگیری اور شامی میں غائب کے نکاح میں' نکاح بالکتابت اور توکیل کی صورتیں لکھی ہیں' ان کے مطابق اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم (ملخص)

تبلیغی اجتماعات میں نکاح کرنا

سوال: عقد نکاح کے لیے بہترین جگہ کون سی ہے؟ آج کل یہ طریقہ چل رہا ہے کہ جہاں تبلیغی اجتماع ہوتا ہے وہاں دُلہا اور لڑکی کا وکیل اور شاہدین پہنچ جاتے ہیں۔ اس طرح ہر اجتماع میں کئی نکاح ہوتے ہیں' کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ یہ بدعت تو نہیں ہوگا؟ کہ اپنی بستی اور اپنے محلّہ کو چھوڑ کر جہاں اجتماع ہوتا ہے وہاں جاتے ہیں اس کو سادگی کہا جاتا ہے وہاں علماء بھی ہوتے ہیں مگر کچھ نہیں کہتے' آپ اس پر روشنی ڈالیں؟ بینوا توجروا

جواب: بہتر تو یہی ہے کہ اپنے گھر پر خوشی کی تقریب ہو قریبی رشتہ دار بھی آسانی سے شریک

ہوسکتے ہیں نکاح مسجد میں کیا جائے کہ یہ مستحب ہے مگر آج کل شادی کے رسوم ورواج اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اکثر مستورات کی نماز قضا ہوتی ہے اور فضول خرچی ہوتی ہے۔ بسا اوقات اس کی وجہ سے انسان مقروض بھی ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اگر تبلیغی اجتماعات میں عقد نکاح کیا جائے تو غلط نہیں ہے، بہت سی خرابیوں سے بچ جاتے ہیں، اجتماعات عموماً مساجد میں ہوتے ہیں اور جہاں مسجد میں گنجائش نہیں ہوتی اس جگہ اجتماع گاہ میں دو تین دن تک اذان اور اقامت کے ساتھ پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھی جاتی ہے اس لیے اس جگہ نکاح کرنا مسجد میں نکاح کرنے کے مانند ہوسکتا ہے۔ غالباً اسی لیے علماء کچھ نہیں کہتے۔ فقط واللہ اعلم۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۲۴۳)

غیر مقلد لڑکے سے سنی لڑکی کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال: فرقہ غیر مقلدین کے لڑکوں کے ساتھ اہل سنت والجماعت کی لڑکیوں کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ہمارے ہاں بعض لوگ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس کے بارے میں شرعی فتویٰ صادر فرمائیں؟

جواب: مقلدین اور غیر مقلدین میں بہت سے اصولی وفروعی اختلافات ہیں۔ یہ لوگ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معیار حق نہیں مانتے۔ آئمہ اربعہ پر سب وشتم کرتے ہیں اور ان کی تقلید کو، جس کے وجوب پر علماء اُمت کا اجماع ہوچکا ہے ناجائز اور بدعت بلکہ بعض تو شرک تک کہہ دیتے ہیں۔ بہت سے اجماعی مسائل کے منکر ہیں، صحابہ کا اجماع ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت ہیں یہ لوگ اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بدعت کہتے ہیں۔ جمعہ کی پہلی اذان کو حضرت عثمانؓ کی بدعت کہتے ہیں۔ ایک مجلس میں تین طلاق کا وقوع جس پر جمہور صحابہ وجمہور علماء کا اجماع ہے انکار کرتے ہیں اور ایک طلاق کا فتویٰ دے کر زناکاری وبدکاری میں مبتلا کرتے ہیں۔

صحابہ نے عورتوں کو نماز کے لیے مسجد میں آنے سے روکا ہے اور اس پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہے، یہ لوگ اسے ٹھکرا دیتے ہیں، بعض چار سے زائد شادیاں بیک وقت کرنے کو جائز کہتے ہیں اور یہ لوگ خود ہر معاملے میں ہم سے الگ رہتے ہیں۔ ان کے علماء ہماری علمی مجلسوں میں شرکت کرنا گوارا نہیں کرتے، ان کی مسجدیں الگ، ان کی عیدگاہ الگ ہوتی ہیں، اور بعض جگہوں پر جمہور مسلمانوں سے ہٹ کر دوسرے دن عید کرتے ہیں۔

ان چیزوں کے علاوہ (آئمہ اربعہ کی خصوصاً امام ابوحنیفہ اور بعض صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) کے بارے میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں اور اکابرین اہلسنت اور بزرگان دین کی گستاخی کرتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ان سے نکاحی تعلق رکھنا کیسے گوارہ ہوسکتا

ہے۔ یہ فتنہ وفساد کا باعث ہے' لڑکی مرد کے ماتحت ہوتی ہے اس لیے اس کے عقائد واعمال یقیناً خراب ہوں گے۔ لہٰذا مصلحتاً اس کا دروازہ ہرگز نہ کھولا جائے۔

کتابی عورتوں سے نکاح درست تھا مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے سختی سے منع فرمایا اور فرمایا کہ میں اسے حرام نہیں قرار دیتا مگر مسلمانوں کی عمومی مصلحت ہے کہ ان سے نکاح نہ کیا جائے کیونکہ یہ بدعقیدگی اور بداخلاقی وبداعمالی کا موجب ہے۔ مفتی اعظم' مفتی عزیز الرحمٰن فرماتے ہیں کہ ان سے اگر نکاح کیا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا لیکن ایسے فرقوں اور متعصب لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناکحت ومشاربت وغیرہ کو منع فرمایا ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں سے بیاہ شادی کے تعلقات قائم نہ کیے جائیں۔ (فتاویٰ دار العلوم صفحہ ۱۷۵/۷) (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۸ ص ۲۰۵)

نابالغ بچوں کے نکاح کا مسئلہ

سوال: نابالغ اور نابالغہ سے ایجاب وقبول کس طرح کرایا جائے؟ اگر کسی نے درج ذیل طریقے سے ایجاب وقبول کرایا تو درست ہے یا نہیں؟ مجلس نکاح میں نکاح خواں دو گواہوں کے سامنے اور حاضرین مجلس کے روبرو نابالغہ لڑکی کے باپ کو خطاب کر کے یوں کہتا ہے کہ آپ نے اپنی لڑکی کو بعوض مہر اتنے میں فلاں صاحب کے لڑکے کے نکاح میں بیوی بنا کر دی' نابالغہ کے باپ نے کہا ہاں دی' پھر نکاح خواں نے لڑکے کے باپ سے کہا کہ آپ نے فلاں صاحب کی لڑکی کو اپنے لڑکے کے نکاح میں بیوی بنا کر قبول کی تو نابالغ کے باپ نے کہا قبول کی' اس طریقہ سے ایجاب قبول کرایا ہوا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ کیا اس میں دونوں سے ''نکاح کیا اور قبول کیا'' کے الفاظ کہلائے جائیں یا نہیں؟ نابالغہ سے اجازت لیں یا نہیں؟ اور دستخط کون کرے؟

جواب: صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہو گیا' ایجاب وقبول کا مذکورہ طریقہ درست ہے۔ لڑکے اور لڑکی کے والد وکیل نہیں بلکہ ولی ہیں اور ان دونوں (نابالغ اور نابالغہ) سے قبول کیا نکاح کی کہلوانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی نابالغہ سے رسمی اجازت کی ضرورت ہے کیونکہ اس کی اجازت معتبر ہی نہیں ہے اور دستخط والد کریں بقلم ولی لکھ دیں اور اوپر نام بچوں کے لکھ دیں۔ واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۸ ص ۲۲۲)

مرض الموت میں بیوی سے مہر معاف کرانا

سوال: ہندہ بیمار تھی اس کے مرنے سے پہلے اس کے خاوند نے اس سے کہا کہ میرا کہا سنا معاف کر دو اور جو تمہارا مہر ہے وہ بھی معاف کر دو' اس نے کہا میں معاف کرتی ہوں' اس کے چند لمحات کے بعد وہ انتقال کر گئی۔ کیا اس کے اس وقت معاف کرنے سے مہر معاف ہو جائے گا؟

جواب: مرض الوفات میں معاف کرنا وصیت کے حکم میں ہے اور وارث کے لیے وصیت بغیر ورثاء کی رضامندی کے درست نہیں۔ لہٰذا اگر سارے ورثاء اس معافی پر رضامند ہوں تو خاوند کو مہر کی ادائیگی لازم ہے اور یہ اس متوفیہ کا ترکہ شمار ہوگا جس میں بحیثیت وارث خاوند کو بھی حصہ ملے گا۔
(لیکن اگر یہ عورت حالت صحت میں معاف کردیتی تو پھر یہ حکم نہ ہوتا' شوہر کے لیے مہر معاف ہوجاتا)

نکاح سے پہلے منگیتر سے ملنا جائز نہیں

سوال: ایک صاحب فرما رہے تھے کہ "منگیتر سے ملاقات کرنا' اس سے ٹیلی فون وغیرہ پر بات کرنا اور اس کے ساتھ گھومنا پھرنا صحیح نہیں" میں نے ان صاحب سے عرض کیا کہ "یہ تو ہمارے معاشرے میں عام ہے اس کو تو کوئی بھی برا نہیں سمجھتا" پھر میرے جواب کا وہ صاحب واضح جواب نہ دے سکے جس کی وجہ سے میں الجھن میں پڑ گیا کہ کیا واقعی یہ صحیح نہیں ہے؟
جواب: نکاح سے پہلے منگیتر اجنبی ہے۔ لہٰذا نکاح سے پہلے منگیتر کا حکم بھی وہی ہوگا جو غیر مرد کا ہے کہ عورت کا اس کے ساتھ اختلاط جائز نہیں اور آپ کا یہ کہنا کہ "یہ تو ہمارے معاشرے میں عام ہے کوئی برا نہیں سمجھتا" اول تو مسلم نہیں کیونکہ شریف معاشروں میں اس کو نہایت برا سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں معاشرے میں کسی چیز کا رواج ہوجانا کوئی دلیل نہیں' ایسا غلط رواج جو شریعت کے خلاف ہو خود لائق اصلاح ہے۔ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لڑکیاں غیر لڑکوں کے ساتھ آزادانہ گھومتی پھرتی ہیں' کیا اس کو جائز کہا جائے گا؟ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۳۴۔

نکاح سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنے کا حکم

سوال: کیا دُلہا دُلہن نکاح سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں؟ یعنی منگنی سے پہلے یا بعد میں؟
جواب: جس عورت کی طرف پیغام نکاح بھیجنے کا ارادہ ہے اسے ایک نظر دیکھ لینا چاہیے اور دیکھنے کا معاملہ چوری چھپے ہونا چاہیے' باقاعدہ زیب وزینت کے ساتھ پیش کرنا اور دیگر خرافات غیرت وشرافت کے منافی ہیں' اس سے احتراز واجب ہے یا پھر بالواسطہ معلوم کرلیا جائے۔ دیکھنے کے متعلق فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقل حضرت جابرؓ کا اپنا عمل ابوداؤد شریف میں مروی ہے کہ انہوں نے ایک لڑکی کے متعلق نکاح کا پیغام بھیجا اور چھپ کر اسے دیکھ لیا پھر اس سے نکاح کرلیا' مرد کے لیے دیکھنے کی اجازت متعدد روایات میں منقول ہے' عورت دیکھ سکتی ہے یا نہیں؟ اس کی تصریح نہیں۔ البتہ ایک حدیث میں دیکھنے کی جو علت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ بظاہر عورت کو بھی شامل ہے۔ الحاصل دیکھنے کی گنجائش ہے لیکن حیاء اور شرافت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ (خیر الفتاویٰ)

خون دینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال: عورت بیمار ہوگئی' خاوند نے اپنی بیوی کو خون دیا تو کیا نکاح میں کوئی خرابی نہیں ہوئی؟ یا خون دینے سے محرم تو نہیں ہو جاتے؟

جواب: بیوی کو خون دینے کی وجہ سے نکاح میں کوئی نقص نہیں آتا اور جسے خون دیا ہو اس سے بعد میں نکاح بھی ہوسکتا ہے اس سے محرمیت کا رشتہ پیدا نہیں ہوتا۔ (مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

جس سے شادی کا ارادہ ہو لڑکی کا اس کو اپنا فوٹو بھیجنا؟

سوال: لڑکا انگلینڈ میں ہے اور لڑکی ہندوستان میں' وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو لڑکی اپنا فوٹو کھنچوا کر لڑکے کے پاس بھیج سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

جواب: فوٹو کی اجازت نہیں' خود آ کر دیکھ لے یا کسی اور جائز طریقہ سے اطمینان حاصل کر لے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۱۵۲۔

بیوہ کے نکاح کا حکم

سوال: بیوہ کا نکاح کرنا افضل ہے یا جوانی کی حالت میں یونہی بیٹھی رہے؟

جواب: اگر بیوہ صاحب اولاد نہ ہو تو اس کو نکاح کر لینا افضل ہے اور دوسرے نکاح کو عیب سمجھنا تو سخت گناہ ہے اور اگر صاحب اولاد ہو اور دوسرے نکاح سے ان بچوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے کہ شوہر ثانی کی خدمت وغیرہ کی وجہ سے ان بچوں کی پرورش بخوبی نہیں کر سکے گی تو نکاح نہ کرنا بہتر ہے اور اگر بچوں کی پرورش پر نکاح ثانی سے کوئی اثر نہ پڑتا ہو (یعنی کسی قریبی رشتہ دار سے شادی کر لی جائے) تو اس صورت میں بھی نکاح کر لینا افضل ہے اور یہ افضل اور غیر افضل ہونے کا مسئلہ اس وقت ہے جبکہ بیوہ کو نکاح نہ کرنے کی صورت میں اپنے نفس پر پورا قابو ہو اور گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو ورنہ بہر صورت نکاح کر لینا لازم ہے۔ (علامہ ظفر احمد عثمانیؒ)

زنا سے حاملہ عورت کا حمل گرانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: ایک مسلمان کنواری عورت کو ناجائز حمل ٹھہر گیا' چھ سات مہینہ کے بعد ایک شخص نے باوجود حمل کا علم ہونے کے اس سے نکاح کر لیا اور رسوائی کے خوف سے اس کا حمل ضائع کرا دیا' کیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور حمل ساقط کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس کے لیے کونسی تعزیر ہے؟

جواب: ناجائز طور پر حاملہ ہونے والی کا نکاح درست ہے چاہے زانی سے ہی نکاح ہو یا کسی

اور سے اگر زانی سے ہوتو اس سے مباشرت کرنا بھی اس کے لیے حلال ہے غیر زانی کو حلال نہیں۔ لہٰذا موجودہ صورت میں نکاح درست ہو گیا۔ دوسرے نکاح کی ضرورت نہیں لیکن چھ سات ماہ کا حمل گرانا ایک روایت کے بموجب گناہ ہے جس کا کفارہ توبہ استغفار ہے اور ایک روایت کے مطابق گناہ نہیں ہوا۔ جیسا کہ عالمگیری میں تفصیل ہے جس کے آخر میں ہے کہ ہمارے زمانے میں ہر حال میں ناجائز حمل کو ساقط کرنا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ الخ (علامہ ظفر احمد عثمانیؒ)

کم عمر بیوی کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کا حکم

سوال: (۱) شوہر کو اپنی نابالغہ منکوحہ کے ساتھ جسے مباشرت سے تکلیف ہوتی ہو صحبت کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۲) اگر کسی کی منکوحہ اس قدر کم سن ہو کہ صحبت سے کوئی سخت تکلیف ہو جانے یا جان جانے کا اندیشہ ہو تو خاوند کا اس سے صحبت کرنا جرم ہے یا نہیں؟ اور اگر جرم ہے تو شرعاً اس کے لیے کیا سزا ہے؟ اور ایسی صورت میں نابالغہ خود یا اس کا ولی شوہر کو صحبت سے منع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر شوہر اس صورت میں جبراً ہم بستر ہو جائے اور وہ لڑکی مر جائے یا کسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو جائے تو شرعاً اس کے شوہر کو کیا سزا دی جائے گی؟

جواب: الدرالمختار فتاویٰ حامدیہ خیر الرملی ذخیرہ اور عالمگیری وغیرہ میں اس بارے میں جو عبارت منقول ہیں ان کی روشنی میں یہ جوابات معروض ہیں کہ نابالغہ اگر بدن اور اُٹھان کی اچھی ہو کہ اس کو جماع سے ناقابل برداشت تکلیف نہ ہو تو اس سے جماع کرنا جائز ہے اور اگر ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہو تو جائز نہیں اور ایسی صورت میں صحبت کرنا جرم ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اگر وہ نابالغہ اس وجہ سے مر جائے تو اس کے شوہر کے خاندان پر دیت لازم ہو گی جو ایک ہزار دینار ہے اور شوہر کے ذمہ مہر لازم ہے اور اگر عورت کو سخت تکلیف پہنچی ہو اور وہ مری نہیں تو شوہر کے ذمہ اس کا علاج اور معالجہ لازم ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے جب بیوی اتنی کمسن و کمزور ہو کہ جماع برداشت کرنے کی اہل نہ ہو۔ لیکن اگر اُٹھان ایسی ہو کہ جماع کو برداشت کر سکے تو شوہر پر کچھ ضمان نہیں نہ دیت نہ کچھ تعزیر وغیرہ۔

اور اس صورت میں لڑکی کے اولیاء یا وہ خود اسے صحبت سے منع کر سکتے ہیں لیکن اگر شوہر یہ دعویٰ کرے کہ منکوحہ جماع برداشت کرنے کی اہل ہے اور نابالغہ کا ولی یہ دعویٰ کرے کہ وہ ایسی نہیں ہے تو اس اختلاف کا فیصلہ شرعی حاکم کرے گا۔ وہ معتبر عورتوں سے کہے کہ اس لڑکی کو دیکھ کر بتائیں کہ وہ جماع برداشت کر سکتی ہے یا نہیں۔ واللہ اعلم (علامہ ظفر احمد عثمانی احمد)

نکاح اور رخصتی کے درمیان کتنا وقفہ ہونا ضروری ہے

سوال: کسی لڑکی کے نکاح اور رخصتی میں زیادہ سے زیادہ کتنا وقفہ جائز ہے؟ بشرطیکہ کوئی معقول' شرعی عذر موجود نہ ہو' صرف جہیز وغیرہ کے انتظامات کا مسئلہ ہو؟

جواب: شریعت نے کوئی کم سے کم وقفہ تجویز نہیں کیا' البتہ جلدی رخصتی کی ترغیب دی ہے اس لیے جہیز کی وجہ سے رخصتی کو ملتوی کرنا غلط ہے۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۴۵۔

رخصتی کتنے سال میں ہونی چاہیے

سوال: لڑکی کی رخصتی کر دی جاتی ہے جبکہ لڑکے کی عمر صرف ۱۶ سال' لڑکی کی عمر ۱۴ یا ۱۵ سال ہوتی ہے اس عمر میں رخصتی کے انتہائی تباہ کن نتائج دیکھنے میں آئے ہیں جن کی تفصیل یہاں ممکن نہیں' آپ مہربانی فرما کر یہ بتائیے کہ کیا اتنی کم عمر میں رخصتی جائز ہے؟

جواب: شرعاً جائز ہے اور اگر کوئی خاص رکاوٹ نہ ہو تو لڑکے لڑکی کے جوان ہو جانے کے بعد۔ اسی میں مصلحت بھی ہے ورنہ بگڑے ہوئے معاشرہ میں غلط کاریوں کے نتائج اور بھی تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔ حلال کے لیے تباہ کن نتائج (جو محض فرضی ہیں) پر نظر کرنا اور حرام کے لیے تباہ کن نتائج (جو واقعی اور حقیقی ہیں) پر نظر نہ کرنا نظر وفکر کی غلطی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۶ ج ۵)

بغیر ولی کی اجازت کے نکاح

سوال: ایک لڑکی کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی اس نے عدت کے بعد تایا زاد بہن کے لڑکے سے نکاح کیا' اس نے بھی طلاق دے دی اور عدت گزرنے کے بعد اس نے پہلے شوہر سے نکاح کر لیا' دوبارہ نکاح میں لڑکی کے رشتہ دار شامل نہ ہو سکے کیونکہ صرف ماں راضی تھی' گو بھائی شامل نہ ہوا اور گواہ میں کوئی دوسرے شامل نہ ہوں تو نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: جو صورت آپ نے لکھی ہے اس کے مطابق پہلے شوہر سے نکاح صحیح ہے خواہ بھائی یا رشتہ دار اس نکاح میں شامل نہ ہوئے ہوں' تب بھی یہ نکاح صحیح ہے۔ اولیاء کی رضامندی پہلی بار نکاح کے لیے ضروری ہے۔ اسی شوہر سے دوبارہ نکاح کے لیے ضروری نہیں کیونکہ وہ ایک بار اس شوہر سے نکاح پر رضامندی کا اظہار کر چکے ہیں بلکہ اگر لڑکی پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو اولیاء کو اس سے روکنے کی قرآن کریم میں ممانعت آئی ہے۔ اس لیے اگر بھائی راضی نہیں تو وہ گناہگار ہیں' لڑکی کا نکاح پہلے شوہر سے صحیح ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۶ ج ۵)

ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کی شادی کی نوعیت

سوال: محترم کیا دین اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ایک بالغ لڑکی اپنی پسند کے مطابق کسی لڑکے سے شادی کر سکے جبکہ والدین جبراً کسی دوسری جگہ چاہتے ہوں جہاں لڑکی تصور ہی نہ کر سکے اور مرنا پسند کرے؟

جواب: لڑکی کا والدین سے بالا نکاح کر لینا شرافت وحیاء کے خلاف ہے تاہم اگر اس نے نکاح کر لیا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ لڑکا اس کی برادری کا تھا اور تعلیم' اخلاق' مال وغیرہ میں بھی اس کے جوڑ کا تھا' تب تو نکاح صحیح ہو گیا۔ والدین کو بھی اس پر راضی ہونا چاہیے کیونکہ ان کے لیے یہ نکاح کسی عار کا موجب نہیں اس لیے انہیں خود ہی لڑکی کی چاہت کو پورا کرنا چاہیے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ لڑکا خاندانی لحاظ سے لڑکی کے برابر کا نہیں' اس میں بھی کچھ تفصیل ہے یا تو اس کی برادری کا مگر عقل وشکل' مال ودولت' تعلیم اور اخلاق ومذہب کے لحاظ سے لڑکی سے گھٹیا ہے تو اس صورت میں لڑکی کا اپنے طور پر نکاح کرنا شرعاً لغو اور باطل ہو گا۔ جب تک والدین اس کی اجازت نہ دیں۔ آج کل جو لڑکیاں اپنی پسند کی شادی کرتی ہیں آپ دیکھ لیجئے کہ وہ اس شرعی مسئلہ کی رعایت کہاں تک کرتی ہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۸ ج ۵)

ولی کی اجازت کے بغیر اغوا شدہ لڑکی سے نکاح

سوال: کسی شخص نے کسی بالغہ لڑکی کو اغوا کر کے دو گواہوں کی موجودگی میں مہر مقرر کر کے نکاح کر لیا ہے جبکہ یہ نکاح دونوں کے والدین ورشتہ داروں کے لیے بدنامی کا باعث ہے' نیز دونوں ہم کفو بھی نہیں' کیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب: دوسرے آئمہ کے نزدیک تو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح ہوتا ہی نہیں اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کفو میں تو ہو جاتا ہے اور غیر کفو میں دو روایتیں ہیں۔ فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح نہیں ہوتا۔ اس لیے اغوا شدہ لڑکیاں جو غیر کفو میں والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح کر لیتی ہیں چاروں فقہائے اُمت کے مفتی بہ قول کے مطابق ان کا نکاح فاسد ہے۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۵۰۔

نکاح وعدت اور پردے سے متعلق اقوال وافعال

باپ کی منگیتر سے اس کے انتقال کے بعد خود نکاح کرنے کا حکم

سوال: زید کی بیوی وفات پا گئی' اسی بیوی سے زید کا ایک لڑکا خالد ہے' زید نے دوسری جگہ منگنی کی' ایجاب وقبول ہو چکا ہے' اب زید انتقال کر گیا' کیا زید کا لڑکا اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے جس سے زید نے منگنی کی تھی؟

جواب: اگر زید نے اس لڑکی سے صرف منگنی کی تھی باقاعدہ نکاح نہیں ہوا تھا تو زید کے لڑکے کے لیے اس سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن اگر نکاح ہو گیا تھا تو جائز نہیں خواہ رخصتی نہ ہوئی ہو اور نکاح کا مطلب یہ ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں مرد وعورت میں سے کوئی یا ان کا وکیل یہ کہے کہ "میں نے فلاں سے نکاح کیا' یا کرایا" اور دوسرا جواب میں کہے "میں نے قبول کیا" اور منگنی صرف وعدہ نکاح کو کہتے ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم: (فتاویٰ عثمانی ج دوم ص ۲۳۹)

غیر ثابت النسب لڑکی سے نکاح کا حکم

سوال: ایک صاحب اپنے لڑکے کی شادی ایسی لڑکی سے کرنا چاہتے ہیں جس کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ لڑکی اپنے والدین کی ناجائز یعنی حرامی اولاد ہے' اس کی ماں کا نکاح اس کے باپ کے ساتھ نہیں ہوا تھا' از روئے شریعت اسلامی ایک حرامی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہوگا کہ نہیں؟

جواب: اگر حرمت کی کوئی اور وجہ نہ ہو تو محض لڑکی کے غیر ثابت النسب ہونے کی بنیاد پر اس سے نکاح حرام نہیں' نکاح ہو سکتا ہے۔ (کیونکہ یہ محرمات میں داخل نہیں۔ "واحل لکم ماوراء ذالکم" سورۃ النساء:۲۵)
واللہ سبحانہ اعلم (فتاویٰ عثمانی ج ۲ ص ۲۴۹)

مرتد کا نکاح

سوال: ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اولیاء کرام کے وسیلہ سے مدد مانگنا جائز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ماکان وما یکون کا دیا گیا ہے اور یا رسول اللہ پکارنا جائز ہے اور قبور اولیاء اللہ پر بوسہ دینا جائز ہے اور نذر و نیاز اولیاء کرام کا ماننا جائز ہے' اس کا نکاح درست نہیں اور نہ وہ شخص مسلمان ہے بلکہ مشرک ہے' لہٰذا اگر وہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ وہ مذکورہ عقیدوں کی بناء پر مسلمان نہ تھا' اور مندرجہ بالا عقیدہ سے توبہ کرا کر بلا حلالہ وغیرہ صرف تجدید نکاح کر دیتا ہے' کئی تین طلاق والی آ آ کر تجدید نکاح کرا رہی ہیں' حکم شرع کیا ہے؟

جواب: یہ شخص گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے' اس سے فتویٰ دریافت کرنا ناجائز ہے' اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اس کا نکاح فسخ ہو کر بیوی بائنہ ہو جاتی ہے' عورتوں کا یہ طریقہ اختیار کرنا مطلقاً غلط ہے اور ان کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں' اگر شوہر نے تین طلاقیں دی ہوں تو بغیر حلالہ کے تجدید نکاح کافی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۳۶۱)

جو مسلمان عیسائی ہو جائے اس کا نکاح

سوال: جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں اور مرتدین عیسائیوں سے رشتہ مناکحت قائم کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ مرتد لوگ بھی اہل کتاب کے حکم میں ہیں اور ان مرتدین سے تعلقات رکھنا مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں؟ جو امام مسجد ایسے لوگوں کے ساتھ موالات رکھے ان کا کھانا کھائے' اس کا کیا حکم ہے؟ جو شخص مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا تو کیا ان کی لڑکیوں کا رشتہ لینا جائز ہے؟ واضح فرمائیں؟

جواب: جو شخص مسلمان تھا پھر مذہب عیسائی اختیار کر لیا' تو یہ شخص مرتد ہے' ایسے شخص کا نکاح کسی مسلم کافرہ' مرتدہ سے جائز نہیں اور جو عورت ارتداد اختیار کرے اس کا بھی نکاح کسی سے درست نہیں' مرتد عیسائی کی لڑکی بھی اگر عیسائی ہو تو اس سے بھی نکاح ناجائز ہے' مرتد سے موالات حرام ہے مگر یہ کہ نرمی سے اس کے اسلام کی توقع ہو تو حسن تدبیر سے اس کو تبلیغ کی جائے اور محاسن اسلام پر متوجہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۲۱۰)

کفار، اہل کتاب اور گمراہ فرقوں سے نکاح کا بیان

عیسائی عورت سے نکاح کا حکم

سوال: میرے ایک عزیز کی شادی ایک عیسائی لڑکی سے ہوئی ہے، لڑکی کا باپ مسلمان ہے اور ماں عیسائی، باپ چونکہ ہندوستانی فوج میں میجر تھا اور مذہب کی بیگانگی اور شرافت سے بیگانگی کیوجہ سے لڑکی سے محبت ہوگئی، انہوں نے بزرگوں کی مرضی سے سول میرج کرلی، لڑکی کی ماں کہتی تھی کہ میں نکاح نہیں کرنے دوں گی، لڑکے کا باپ نکاح کرنے پر مصر تھا، لڑکی کے باپ نے کہا کہ ''ابھی تو لڑکی کی ماں کا کہا مان لیں کیونکہ وہ بہت ضدی ہے، آپ اپنے گھر لے جا کر نکاح پڑھوالیں'' چنانچہ ایسا ہی ہوا، سب نے یہی سمجھا کہ لڑکا مسلمان ہے، لہٰذا لڑکی بھی مسلمان ہوگی، جب دو بچے پیدا ہوگئے تو معلوم ہوا کہ لڑکی اپنی ماں کے مذہب پر ہے، یعنی عیسائی ہے اور لڑکی نے بھی اقرار کیا کہ عیسائی ہوں، اب شرعاً کیا یہ شادی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عیسائی عورت سے مسلمان کا نکاح شرعاً منعقد ہوجاتا ہے، شرط یہ ہے کہ عورت واقعتہً عیسائی مذہب پر ہو۔ (وفی الدرالمختار ج:۳ص:۴۵ (طبع ایچ ایم سعید) (وصحّ نکاح کتابیة) وان کرہ تنزیھا (مؤمنة بنبی) مرسل (مقرة بکتاب) منزل وان اعتقدوا المسیح الھا، وفی الشامیة (قولہ مقرة بکتاب) فی النھر عن الزّیلعی، وأعلم أن من اعتقد دینا سماویًا ولہ کتاب منزل کصحف ابراھیم وشیث وزبور داؤد فھو من أھل الکتاب، فتجوز مناکحتھم)

آج کل کے عیسائیوں کی طرح نہ ہو جو نام کے تو عیسائی ہوتے ہیں اور ان کے عقائد دہریوں کے عقائد ہوتے ہیں کہ خدا، رسول کسی کو نہیں مانتے، نیز دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح شرعی طریقے پر دو

گواہوں کے سامنے ہوا ہو۔ (وینعقد بایجاب من احدھما وقبول من الآخر ...... وشرط حضور شاھدین حرین او حر و حرتین مکلفین سامعین قولھما معًا. (الدرالمختار کتاب النکاح ج:۳ص: ۹و ۲۱ طبع سعید) اگر یہ دونوں شرطیں موجود ہیں تو وہ نکاح درست ہو چکا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم: (فتاویٰ عثمانی ج ۲ص ۲۵۷)

شوہر کے ظلم سے نجات کیلئے کلمہ کفرادا کرنا اوراسلام قبول کرنے کیلئے شرط پیش کرنا

سوال: شوہر نے اپنی عورت سے سامان جہیز جبراً لے کر کچھ فروخت کر دیا اور کچھ گروی رکھ دیا' جب اس کی بیوی نے اس سے یہ کہا کہ میرے ماں باپ کا دیا ہوا سامان ہے' میں اس کو ضائع کرنا نہیں چاہتی' اس کی مالک میں ہوں تو اتنا کہنے پر شوہر نے اپنی زوجہ کو خوب مارا اور کہا کہ جب میں تیرے جہیز کا مالک نہیں تو پھر میں تیرا بھی مالک نہیں بنتا' اب میرے گھر سے تو نکل' میں نے تجھ کو طلاق دی' یہ لفظ سات آٹھ بار کہا' بعد میں شوہر طلاق سے منکر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ زندگی بھر مقید رکھنے کی ضرورت سے طلاق نہ دوں گا' بعد ازاں عورت نے ارتکاب زنا اور شوہر کے مظالم کے خوف سے کلمات کفر ادا کیے کہ میں قرآن کو کلام الٰہی ہرگز نہیں مانتی اور مذہب اسلام سے بیزار ہوں' تجدید ایمان کے بعد عورت کہتی ہے کہ اگر اس ظالم شوہر کی حوالگی میں رکھے جانے کی کوشش کی جاوے گی تو عیسائی یا آریہ کے ساتھ شامل ہو جاؤں گی ورنہ بہتر ہے کہ میرا نکاح کسی متقی خداترس سے کر دیا جائے؟

جواب: کلمات کفریہ زبان سے ادا کرنا بالکل حرام ہے' شوہر سے جدا ہونے کے لیے مفتی بہ قول کے مطابق کلمات کفریہ زبان سے نکالنا کافی نہیں بلکہ طلاق کا ثبوت پیش کر کے عدالت یا پنچایت کے ذریعے فیصلہ حاصل کیا جائے' نیز اسلام قبول کرنے کے لیے شرط پیش کرنا سخت جہالت ہے "بلاشرط تجدید اسلام فرض ہے" (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ص ۱۴۳)

کافرہ کو نکاح میں رکھنا

سوال: زید نے ایک کافرہ عورت کو قریب اٹھارہ سال بلا مسلمان کیے اور بلا نکاح کیے رکھا تھا اور بعد میں اس کو چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ دنیا داری بھی کی؟ جواب: زید جب تک خالص توبہ و استغفار نہ کرے اس وقت تک اس کے ساتھ میل جول رکھنا جائز نہیں۔ (احیاء العلوم ج ۱ص ۸۶)

عورت مرتد ہوگئی پھر بعد میں اسلام لاکر دوسرا نکاح کرلیا' کیا حکم ہے؟

سوال: بعض عورتیں حقیقت میں ترک اسلام نہیں کرتیں بلکہ تبدیلی مذہب سے خاوند کو چھوڑنا مقصود ہوتا ہے' ایسی عورت کو مرتد کہا جائے گا یا نہیں اور نکاح فسخ ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اور اگر مرتدہ اسلام کی طرف لوٹ آوے تو پہلے ہی خاوند کو دلائی جاوے گی یا اس کو اختیار ہے جہاں چاہے نکاح کرلے؟

جواب: ظاہر المذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کا مرتد ہوجانا نکاح کے باطل ہونے کا سبب ہے لیکن فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو عورت اس لیے مرتد ہو کہ شوہر اول کے نکاح سے نکل جاوے اس کے لیے یہ حکم ہے کہ اس کو مجبور کیا جاوے گا اسلام پر اور شوہر اول سے نیا نکاح کرنے پر۔

اور مشائخ بلخ کا فتویٰ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے پر نکاح فسخ نہ ہوگا اور وہ بعد اسلام کے شوہر اول کے نکاح میں رہے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۳۳۶)

میاں بیوی میں سے کسی ایک کے مرتد ہوجانے سے نکاح باطل ہوجاتا ہے

سوال: ایک شخص مسلمان ایک ہندو حجام سے مرید ہوا اور نماز روزہ سب احکام شریعت چھوڑ کر ہندوؤں کی طرح پیشانی میں سندور' چندن' دیگر درخت تلسی کو پوجتا ہے' اس کی زوجہ اس کے نکاح میں ہے یا نکاح ثانی اس کا جائز ہے؟

جواب: مرتد ہونا احد الزوجین کا سبب فسخ نکاح کا ہے اور امور مذکورہ جن کا ارتکاب شوہر نے کیا' پرستش وغیرہ یہ سب امور موجب ارتداد ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۳۴۰)

''اس لیے شخص مذکور کی زوجہ کا نکاح فسخ ہوگیا'' (م'ع)

کافر کے زنا سے پیدا ہونے کی وجہ سے بچوں کو تحقیراً قتل کرنا

سوال: کسی انقلاب کی وجہ سے مسلمان کی بالغ لڑکی کافر کے ہاتھ قید ہوگئی ہے' یہاں تک کہ مسلمان عورت سے کافر کے بچے پیدا ہوئے' پھر وہ کافر کی قید سے چھوٹ گئی اور وہ بچے جو کافر کے نطفہ سے پیدا ہوئے تھے اسی عورت کے ساتھ مسلمانوں کے پاس آئے چونکہ وہ بچے ابھی تک نابالغ ہیں اس لیے یہ امر دریافت طلب ہے کہ وہ بچے ماں کے تابع ہوکر مسلمان ہوجائیں گے یا نہیں؟ یا ان بچوں کو کافر کے زنا سے ہونے کی وجہ سے تحقیراً قتل کردیا جائے؟

جواب: وہ بچے مسلمان ہیں مگر یہ کہ بڑے ہو کر کفر اختیار کریں' ماں کے ذمہ حفاظت اور پرورش ضروری ہے' ان بچوں کو قتل کرنا حرام ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج۹ ص۱۴۹)

نکاح اور بچہ ہونے کے بعد شوہر نے کہا میں تو عیسائی ہوں

سوال: ایک شخص جو اندرونی عیسائی تھا لیکن ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان بنا کر ایک مسلمان لڑکی سے نکاح کر لیا' گیارہ بارہ ماہ کے بعد جب کہ اس کا ایک لڑکا پیدا ہوا اب وہ شخص اپنے آپ کو عیسائی بتاتا ہے اور مذہب اسلام کو جھوٹا بتاتا ہے

۱۔ عندالشرع وہ نکاح فاسد ہو گیا یا نہیں؟ ۲۔ لڑکا کس کو ملنا چاہیے؟

۳۔ حق عہد وہ لڑکی لے سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں نکاح فسخ ہو گیا' عدت گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔

۲۔ وہ بچہ مسلمان ہے اور والدہ کی پرورش میں رہے گا' والد اس کو والدہ سے جدا کر کے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔

۳۔ پورا مہر واجب ہے اور لڑکی کو اس کے لینے کا حق حاصل ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج۸ ص۱۹۵)

کافر شوہر کے نکاح سے نکلنے کا طریقہ

سوال: ایک غیر مسلم عورت مسلمان ہونا چاہتی ہے' اس عورت کا شوہر بھی زندہ ہے وہ بھی غیر مسلم ہے' اس کا ایک لڑکا ہے جو شراب نوشی کر کے ماں کو مارتا ہے' عورت شوہر کو کہتی ہے کہ لڑکے کو سمجھاؤ تو شوہر کہتا ہے میں نہیں کہوں گا' آپ جدھر جانا چاہیں چلی جائیں' اس عورت نے مسلمان ہو کر کسی مسلمان سے شادی کرنے کا اقرار کر لیا ہے' اس کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور عدالت میں دعویٰ دائر کرے' پھر عدالت شوہر کو مسلمان ہونے کی پیشکش کرے اور شوہر مسلمان ہو جائے تو دونوں کا نکاح برقرار رہے گا اور عدت طلاق گزار کر کسی بھی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے' لوگوں کو بھی اس کے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا ہے' اب اس کو جان سے مار دیں گے' لہٰذا عدت گزارنا اور عدالت میں مقدمہ پیش کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے' کیا یہ عورت مسلمان ہو کر کسی مسلمان سے نکاح کرے' یہ صورت جائز ہو گی یا نہیں؟

جواب: کافر شوہر کے نکاح سے نکلنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ عدالت میں دعویٰ کر کے شوہر پر اسلام پیش کیا جائے وہ انکار کرے تو قاضی تفریق کر دے۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے: تفسیر معارف القرآن ج:۸ ص:۴۱۳ اور حیلہ ناجزہ

ص:۱۰۵، وفی الدرالمختار ج:۳، ص:۱۸۸ واذا اسلم احد الزوجین المجوسیین او امرأة الکتابی عرض الاسلام علی الآخر، فان اسلم فبھا والا بان ابی او سکت فرق بینھما ، وکذا فی الھدایة علی فتح القدیر ج:۳ص:۲۸۸، والتاتارخانیة ج:۳ص:۱۸۱، والھندیة ج:۱ص: ۳۳۸، وفی اعلاء السنن ج:۱۱ص:۹۸ .... اذا اسلمت المرأة فی دارالاسلام وفیھما دلالة علی انھا فی نکاح زوجھا حتیٰ یعرض علیه الاسلام فیابی فیفرق القاضی او الامام بینھما وراجع ایضاً للتفصیل فتح القدیر ج:۳ص:۱۸۸، والبحرالرائق ج:۳ص:۲۱۱، والنتف فی الفتاویٰ ج:۱ص:۳۰۹)۔

اس کے بغیر عورت کا دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا اور عورت کو شوہر سے جان کا خطرہ ہو تو مسلمانوں کی پناہ حاصل کرلے۔"ومالم یفرق القاضی فھی زوجته"(شامی ج:۲ص:۳۸۹) (ج:۳، ص:۱۸۹، طبع سعید) ہاں! اگر شوہر نے خود طلاق دے دی ہو تو اسلام لاتے ہی نکاح کرسکتی ہے لیکن محض گھر سے نکال دینے سے طلاق نہ ہوگی تاوقتیکہ شوہر کے مذہب میں اس کو طلاق نہ سمجھا جاتا ہو اور اگر ملکی قوانین کی رو سے کوئی ایسا طریق کار موجود نہ ہو جس کے ذریعے عدالت شوہر کو بلا کر اس پر اسلام پیش کرے تو اس صورت میں عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کی گنجائش ہوگی۔"اما لانه فی حکم دارالکفر فی ھذہ الجزئیة بخصوصھا واما عملاً بمذھب الائمة الاخریٰ عندالضرورة"

(امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک جب کسی غیر مسلم کی بیوی مسلمان ہوجائے تو اس کی عدت گزرتے ہی اس کا نکاح اس کے سابق شوہر سے خود بخود فسخ ہوجائے گا، فسخ کے لیے عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں۔"فی المغنی لابن قدامة مع الشرح الکبیر ج:۷، ص:۵۳۶ (طبع دارالفکر بیروت) میں ہے: اذا اسلم احد الزوجین وتخلف الاخر حتٰی انقضت عدة المرأة انفسخ النکاح فی قول عامّة العلماء ......الخ. اس مسئلہ کی تحقیق اور آئمہ اربعہؒ کے مذاہب کی تفصیل کے لیے حضرت والا دامت برکاتہم کا اس موضوع پر عدالتی فیصلہ ملاحظہ فرمائیں جو P.L.D ۱۹۸۸ء ص:۱۰۷ تا ۲۱۷ میں موجود ہے۔محمد زبیر حق نواز)

واللہ سبحانہ اعلم: (فتاویٰ عثمانی ج دوم ص ۲۶۵،۲۶۶)

حلالہ کے منکر کا حکم

سوال: اگر کوئی حلالہ کے حکم کو تسلیم نہ کرے اور یہ کہے کہ یہ حکم شریعت اسلام کا نہیں ہوسکتا' میں اس کو تسلیم نہیں کرسکتا ہوں تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: وہ جاہل و ناواقف ہے' گمراہ ہے اس کو فوراً توبہ لازم ہے ورنہ اس کا ایمان سخت خطرے میں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۱۷۴)

حلالہ کی نیت سے کیے گئے نکاح کی شرعی حیثیت اور اسے مورد لعنت قرار دینے کا حکم

سوال: اگر حلالہ کرنے والے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کی نیت کا علم ہے مگر عقد میں اس کی تصریح نہیں کرتے تو کیا یہ نکاح بھی ناجائز اور مورد لعنت ہے؟ "احسن الفتاویٰ ج:۵'ص:۱۵۵" میں ہے:

ایسے نکاح کی حرمت اور مورد لعنت ہونے کے لیے شرط تحلیل کی تصریح ضروری نہیں بلکہ ایک دوسرے کی نیت کا علم بھی باقاعدہ "المعروف کالمشروط" اسی میں داخل ہے: "وھو مفھوم قولہ: اما اذا اضمر ذلک لایکرہ" حضرت والا کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

مولانا محمد عامر (استاد جامعۃ الرشید کراچی)

جواب: احوط تو بیشک وہی ہے جو حضرت نے "احسن الفتاویٰ" میں لکھا ہے لیکن اس کو مورد لعنت قرار دینا محل نظر ہے۔ (حوالہ کیلئے ص:۴۲۰ کا حاشیہ نمبر ۱ اور ص:۴۲۷ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں) فقہاء کے کلام سے اس کی تائید نہیں ہوتی علم ہونے اور "معروف کالمشروط" (وفی الشامیۃ ج:۳ص:۱۳۰ (طبع سعید) ان المعروف کالمشروط: وکذا فی البحرالرائق ج:۶ ص:۲۴' طبع دارالمعرفۃ بیروت) ہونے میں بظاہر فرق ہے۔ معروف اس وقت کہیں گے جب کسی عرف کی بناء پر کوئی بات بغیر صراحت کے بھی مشروط سمجھی جاتی ہو' محض متعاقدین کے علم سے یہ بات حاصل نہیں ہوتی' تمام حیل مباحہ میں متعاقدین کو علم ہوتا ہے مگر اسے مشروط نہیں سمجھا جاتا۔

واللہ اعلم (فتاویٰ عثمانی ج دوم ص ۲۷۸)

بیوہ کے نکاح ثانی کو عیب سمجھنا

سوال: جو شخص نکاح ثانی کے باوجود علم اس امر کے کہ یہ قرآن شریف سے ثابت ہے اور حضرت کی سنت ہے' عیب اور بے عزتی سمجھتا ہو اور اس کے کرنے والے کو بے عزت اور کمینہ کہتا ہو یا یوں کہتا ہو

کہ ہم اس کو حق جانتے ہیں اور حضرت کی سنت سمجھتے ہیں مگر چونکہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں اس واسطے ہم اس کو عار و ننگ جانتے ہیں اب ان دونوں صورتوں میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ اس شخص کیساتھ معاملہ رشتہ ناطے کا کرنا یا شادی غمی میں اس کا شامل ہونا اسکے جنازے کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: حکم حق تعالیٰ یا کسی طریقہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب اور موجب بے عزتی کا جانے یا اس کے کرنے والے کو بے عزت کہے وہ بلاشبہ ملعون و کافر ہے اور مخالف حق تعالیٰ کا اور جہنمی ہے اور مرتد ہے اس سے رشتہ وقرابت ہرگز جائز نہیں اس کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھے کہ وہ کافر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۰)

کیا شوہر کو قتل کروانے کے بعد عورت کا دوسری جگہ نکاح ہو جائے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں؟ فتویٰ چاہتا ہوں مسئلہ: فرض کیا اگر میری بیوی اور اس کے گھر والے وغیرہ یہ محسوس کر لیتے ہیں کہ اب کسی بھی طریقے سے اور بذریعہ عدالت بھی اس خاوند سے جان نہیں چھوٹ سکے گی تو اگر میری بیوی اور اس کے گھر والے اپنی لڑکی یعنی میری بیوی کی دوسری شادی کرنے کے لیے مجھے قتل کروا دیتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ان حالات میں قتل کا گناہ کبیرہ تو میری بیوی اور اس کے گھر والوں وغیرہ پر ہوگا ہی لیکن کیا مجھے قتل کروانے کے بعد میری بیوی جو بیوہ ہوگی اس کا نکاح کسی دوسرے مرد کے ساتھ جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: قتل کا سخت گناہ ہوگا مگر عدت گزارنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح ہو جائے گا۔

واللہ سبحانہ اعلم (فتاویٰ عثمانی ج ۲ ص ۲۷۴، ۲۷۵)

مرد کیلئے تعدد ازدواج کی حکمت

سوال: تعدد ازدواج کے مسئلہ میں چار بیویوں تک کی اجازت میں کیا حکمت نظر آتی ہے؟

جواب: چونکہ انسان قوت علمیہ اور عملیہ کا حاصل ضرب ہے اور زوجیت مساوات کو مقتضی ہے (عقلاً و عرفاً) اس لیے عورت کی مساوات بالرجل چار ہی سے ہو سکتی ہے کیونکہ احادیث بتلاتی ہیں کہ عورت کی قوت علمیہ نصف رجل ہے جس پر نصاب شہادت دلالت کرتا ہے: **قولہ تعالیٰ فان لکم یکونا رجلین فرجل وامرأتان** (الآیہ) یہ نص ہے اور قوت عملیہ بھی نصف ہے جس پر لفظ شطر دینھا الحدیث دلالت کرتا ہے دین عمل سے ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا عورت نصف قوت علمیہ اور نصف قوت عملیہ کی حاصل ضرب ہوئی اگر ۱/۲ x ۱/۲ ضرب دیں تو حاصل ضرب ۱/۴ نکلتا ہے اس لیے چار عورتیں

ایک مرد کے مساوی اپنی فطری قوت سے ہو سکیں گی۔ (مکتوبات ۲/۲۹۳) (فتاویٰ شیخ الاسلام ص ۹۴)

جس عورت کو اس کا شوہر نہ رکھتا ہو اس کو ہندو کے حوالے کرنا

سوال: ایک عورت کو نکاح کیے چار سال ہو گئے نہ اس کو شوہر طلاق دیتا ہے، نہ گھر میں رکھتا ہے، ایک بچہ اس عورت کا آوارہ گردی میں ہو چکا ہے، اس کے بعد وہ عورت تین سال کے بعد ایک شخص کے یہاں چلی گئی، تقریباً آٹھ ماہ اس کے پاس رہی جس شخص کے گھر میں رہتی تھی وہ شخص قصاص دینے کو تیار ہے تو ایک جگہ شادی کا سلسلہ تھا، بہت دور دور سے لوگ اکٹھے ہوئے، اس جگہ پر اس شخص کو بلایا گیا جس شخص کے گھر میں عورت موجود تھی جو لوگ پہلے اکٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک شخص پریذیڈنٹ مقرر کیا گیا، پریذیڈنٹ نے اس شخص کے لیے عورت کو بلایا تو عورت ایک ہندو کے سپرد کر دی گئی، اسلام اس کو بہت برا محسوس ہوتا ہے، پریذیڈنٹ نے یہ بھی حکم جاری کیا تو اس شخص سے سب رشتہ برادری نے قطع کر دیئے ہیں، اب اس عورت کے واسطے شریعت اسلامیہ کیا کہتی ہے کہ عورت اسی طرح رہے گی یا اسلام میں لائی جائے گی؟

جواب: اصل میں جس کی وہ عورت ہے اس پر زور دینا چاہیے کہ وہ اس کو رکھے یا اس کو طلاق دے، عورت کا کسی غیر شخص کے پاس رہنا حرام ہے، عورت کو کسی ہندو کے سپرد کر دینا نہایت سخت ترین اور خطرناک گناہ ہے، اگر عورت نے مذہب اسلام ترک کر کے ہندو مذہب اختیار کر لیا ہے تو اس کے ذمہ فرض ہے کہ دوبارہ اسلام قبول کرے، ایسا رہنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

اگر عورت خود ہندو کے یہاں سے آنے کو تیار نہ ہو تو برادری اور پریذیڈنٹ کے ذمہ واجب ہے کہ وہ کوشش کر کے زبردستی عورت کو وہاں سے نکال کر شوہر کے حوالہ کریں اور جس نے اس عورت کو ہندو کے حوالہ کیا ہے اس کے ذمہ فرض ہے کہ علی الاعلان توبہ کرے اور جس شخص کے یہاں وہ رہتی ہے اس کو بھی توبہ کرنا واجب ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۰۰)

غیر مسلم کیساتھ چلے جانے سے نکاح کا حکم اور یہ کہنا کہ میں تو چوہڑی ہو گئی ہوں؟

سوال: ایک مسلمان عورت ایک خاکروب کے گھر میں تیرہ روز رہی اور اس نے اس خاکروب کے گھر سے کھانا بھی کھایا اور زنا بھی کیا، بعد میں تھانیدار کے جبر کرنے کے بعد میں اس عورت نے خاوند کا رخ کیا اور پھر اس عورت نے یہ بھی کہا کہ میں تو چوہڑی ہو گئی ہوں اور منشاء یہ تھا کہ میں

خاکروب کے ساتھ مخلوط ہوئی ہوں اب یہ عورت اسلام ہی میں رہنا چاہتی ہے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اگر اس عورت نے مذہب اسلام نہیں چھوڑا تھا بلکہ خواہش نفسانی کی وجہ سے اس خاکروب کے گھر بھاگ گئی تھی تو اس کا نکاح نہیں ٹوٹا' البتہ اپنی ناشائستہ حرکت پر سچے دل سے توبہ کرنا نہایت ضروری ہے' سوال کے بعض الفاظ مبہم ہیں' اس لیے تجدید ایمان و نکاح کر لینا بہتر اور مناسب ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۱۷۲)

شوہر لاپتہ کی بیوی مرتد ہوگئی

سوال: مسماۃ جنت بی بی کی شادی فضل الدین سے ہوئی تھی' وہ کچھ واقعہ کر کے اس کو چھوڑ کر کسی جگہ چلا گیا' بعد میں عورت نے اہل ہنود مذہب اختیار کر لیا' بعد کو مذہب اسلام پھر قبول کر لیا' اس کے بعد دین محمد سے نکاح کر لیا' مسماۃ کا یہ معاملہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: عورت کے شدھی ہونے سے نکاح مفتی بہ قول کے مطابق نہیں ٹوٹا بلکہ مسمی فضل الدین کے نکاح میں بدستور باقی ہے اور دوسرے شخص سے نکاح جائز نہیں ہوا' عورت کو لازم ہے کہ دوسرے شخص سے بالکل علیحدہ رہے' اگر شوہر اول کہیں مارا گیا اور اس کا کوئی پتہ معلوم نہیں اور عورت ضبط نہیں کر سکتی تو اس کو چاہیے کہ حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے" وہاں سے شرعی ضابطہ سے فیصلہ ہو تب نکاح ثانی جائز ہوگا" ورنہ نکاح ثانی جائز نہ ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۱۹۰)

عقد نکاح حکومت کے قانون کے مطابق کرنے سے خارج عن الاسلام نہیں ہوگا

سوال: ملک افریقہ میں "ربون" نامی حکومت فرانس کے تابع ایک جزیرہ ہے' وہاں عقد نکاح حکومت فرانس کے قانون کے مطابق کرنا ہوتا ہے اور وہاں حکومت شریعت اسلامیہ کے موافق عقد نکاح کا اعتبار نہیں کرتی' یعنی عورت کو غیر منکوحہ قرار دیتی ہے اور اولاد کو میراث کی تقسیم میں مشکل درپیش ہوتی ہے' نیز اولاد کے وہاں کی پیدائش کے حقوق کو نقصان پہنچتا ہے۔

ہندوستان سے جو مسلمان وہاں پر تجارت وغیرہ کے لیے مقیم ہیں ان میں سے بعض اہل اغراض نکاح شرعی کے قبل یا بعد نکاح قانونی مذکور کر لیتے ہیں' اب ایسے شخص کے بارے میں یہ امر قابل دریافت ہے کہ کیا اس کو بوجہ عقد قانونی خارج عن الاسلام سمجھا جائے گا اور کیا اس کو کلمہ طیبہ پڑھ کر تجدید نکاح ضروری ہوگا؟

جواب: اگر نفس نکاح جائز اور مشروع طریقہ پر ہو اور اس میں کوئی کام اعتقاداً وعملاً وقولاً خلاف شرع نہ کرنا پڑے تو یہ قانونی نکاح کرنے سے آدمی خارج عن الاسلام نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۹ص۱۸۳)

ارتداد کے بعد تجدید نکاح کے وقت بھی گواہوں کی ضرورت ہے

سوال: احتیاطاً اگر نکاح کو دہراتا ہے تو اس وقت بھی کیا شاہد ومہر کی ضرورت ہے یا میاں بیوی دونوں کا ایجاب وقبول کافی ہوگا؟

جواب: اس وقت بھی شاہدوں کا ہونا ضروری ہے' صرف شوہر و بیوی کا تنہائی میں ایجاب و قبول کرنا کافی نہیں' مہر بھی متعین ہوگا' گزشتہ مہر کافی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۹ص۱۸۹)

معتدہ کے نکاح اور وطی کو حلال سمجھنے والا فاسق ہے

سوال: مسماۃ اصغری بیوہ معتدہ کا نکاح تین ماہ کے اندر اس کے والدین نے کر کے رخصت کر دیا' گویا معتدہ کی وطی کو حلال جانا اور شوہر کے لیے حلال جانا' حالانکہ وطی اور نکاح ناجائز ہے اب مسماۃ کے والدین اور شرکاء نکاح کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: اس نکاح کے گواہ اور نکاح پڑھنے والے سخت گنہگار اور فاسق ہیں اور خوف کفر کا ہے اور تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا' البتہ احتیاطاً کر لیں تو بہتر ہے۔ (امداد المفتیین ص۱۱۱)

عدت کے اندر نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: کسی شخص نے عدت کے اندر نکاح کر لیا اور اس کے حرام ہونے کا اس کو علم نہیں تھا' اس واسطے اس کو حلال جان کر کیا' بعد میں معلوم ہوا کہ یہ نکاح شرعاً حرام ہے' ایسے شخصوں کا جو اس میں شریک تھے کیا حکم ہے؟

جواب: چونکہ عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے اور حرام قطعی کے حلال جاننے سے کفر عائد ہوتا ہے اور اس کی حرمت کا علم نہ ہونا اگرچہ بعض کے نزدیک عذر ہے لیکن اکثر کے نزدیک جہل عذر نہیں' لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ جو جو لوگ اس امر میں شریک تھے سب کے سب اپنا نکاح دوبارہ کرا دیں۔ (فتاویٰ قادریہ ص۵۹)

''جبکہ تمام شرکاء نے حلال جانا ہو اور تجدید ایمان بھی کریں'' (م'ع)

پردہ کو برا سمجھنا کفر ہے

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کو پردہ شرعی کا حکم دیا' عورت نے جواب میں کہا کہ آخر عمر میں یہ لعنت قبول نہ کروں گی' اس عورت کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ جواب: یہ کلمہ کفر ہے اس میں نص صریح سے ثابت شدہ حکم کا انکار بلکہ اہانت ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۱ص۳۹)

پردہ کے احکام

بوڑھے سے پردہ کے معاملہ میں زیادہ احتیاط کرنا چاہیے

فرمایا: بوڑھے سے زیادہ پردہ اور احتیاط کرنا چاہیے کیونکہ اس میں جس طرح اور قویٰ کمزور ہیں ایسا ہی شہوت کے مقاومت بھی کمزور ہے اور تقاضا اور میلان اس کو بھی ہوتا ہے اور مقاومت کر نہیں سکتا۔ دوسرا یہ کہ اس کو عروض شہوت کا تقاضا سمجھتا ہی نہیں۔ تیسرے یہ کہ اس کو تجربہ کی وجہ سے دقائق حسن کا ادراک بہت ہوتا ہے تھوڑے ہی خیال سے یہ مادہ متحرک ہو جاتا ہے۔ چوتھا یہ کہ جوان تو فراغت کے بعد سرد ہو جاتا ہے اور بوڑھے کو چونکہ فراغت ہوتی نہیں اس واسطے اس میں میلان قوی رہتا ہے جس کو سوچ کے مزے لیتا رہتا ہے جو قلب کا زنا ہے۔ (الکلام الحسن ص ۲۸۳)

نامحرم مردہ کو دیکھنا

فرمایا: کہ شریعت نے تو یہاں تک احتیاط کی ہے کہ نامحرم مردہ کو بھی دیکھنا ناجائز کر دیا ہے ہاں خاوند کو اتنی اجازت ہے کہ مردہ بیوی کو دیکھ لے لیکن ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ (عندالاحناف) اور بیوی کو اجازت ہے کہ شوہر مردہ کو ہاتھ لگا دے (یا غسل دے) (خیر الحیات بحوالہ جواہر اشرفیہ ص ۸۷)

بے پردہ عورت کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے کا حکم

فرمایا: کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک عورت ہے جو بے پردہ ہے بھنگی چماروں تک کے سامنے آتی ہے اور آوارہ پھرتی ہے اور خاوند بھی ایسا ہی ہے اس عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کیسا ہے؟ میں نے لکھ دیا ہے کہ جب کافر کے ہاتھ کا کھانا جائز ہے وہ تو مسلمان ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ باعتبار فتویٰ کے کیا حکم ہے؟ اور باعتبار تقویٰ کے کیا حکم ہے؟ میں نے لکھ دیا ہے کہ کسی متقی سے پوچھو اس پر فرمایا خود تو کوئی کام خلاف شرع کرتے ہی نہیں معلوم ہوتے' جنید وقت معلوم ہوتے ہیں۔ یہ خناس لوگوں کے دماغوں میں بھرا ہے' فتویٰ حاصل کر کے مسلمانوں کو ذلیل سمجھنا یا ذلیل کرنا مقصود ہے سو میرے جواب سے بحمد اللہ اس قسم کی گنجائش نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ

میرے جواب سے خوش نہیں ہوتے بلکہ پچھتاتے ہیں کہ فضول اڑھائی آنے (قیمت لفافہ) بھی کھوٹے کیے' ان متکبروں کی یہ حالت ہے کہ دوسروں پر تو اگر مکھی بھی بیٹھ جائے تو اعتراض' بڑا فتنہ ہے اسی لیے حضرات فقہاء نے غیر محرم مردوں کے سامنے عورت کو چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں دی۔ اس مسئلے کے متعلق حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کی نص قطعی میں ہے: "ولا یضربن بار جلهن" یعنی عورتوں کو حکم ہے کہ اپنے پاؤں کو زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ اس سے زیور وغیرہ کی آواز نکلے اور غیر محرموں تک پہنچے۔ یہ ظاہر ہے زیور عورت کا کوئی جزو نہیں بلکہ ایک منفصل چیز ہے اور اس کی آواز سے اتنا فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ بھی نہیں جتنا چہرہ کھولنے سے ہے تو جب ایک منفصل چیز کی آواز سے پیدا ہونے والے فتنہ کو اس نص قرآنی میں روکا گیا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ عورت کے زینت کے ممتاز حصے یعنی چہرہ کھولنے کی اجازت دے دی جائے۔ (مجالس حکیم الامت ص ۱۷۰)

خالہ زاد سے پردہ کو معیوب سمجھنا کفر ہے

سوال: خالہ' ماموں' پھوپھی اور چچا کے لڑکوں سے پردہ کو معیوب سمجھنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: خالہ زاد وغیرہ سے پردہ فرض ہے اور شریعت کے کسی حکم کو برا سمجھنا کفر ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۴)

اپنی بیوی کو بغیر پردہ کے نچوانا

سوال: ایک مجلس میں دو عالم نے وعظ کہا' پہلے عالم پردہ کے متعلق وعظ فرما کر چلے آئے' اس کے پیچھے دو شخصوں نے ان عالم صاحب کو برا بھلا کہا اور یہ بھی کہا کہ وہی پڑھ کر آیا ہے اور کوئی عالم نہیں' ہم اپنی بیوی کو لوگوں کے سامنے بغیر کپڑے کے نچوائیں گے' اس بات کو دوسرے عالم صاحب نے سن کر قرآن و حدیث پڑھ کر بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانے' اس پر اس عالم صاحب نے کفر کا حکم فرمایا' یہ حکم صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: شریعت کا حکم معلوم ہونے پر اس طرح اس کا انکار کرنا' یہ شریعت کا مقابلہ کرنا ہے جو کہ مسلمان کا کام نہیں' کافروں جیسا کام ہے اس لیے اس معنی کو کفر کہنا بھی درست ہے کیونکہ اس کا انجام عامۃً یہ ہوتا ہے کہ آدمی قرآن وحدیث کی بھی بے ادبی اور گستاخی کر بیٹھتا ہے اس لیے تجدید ایمان اور توبہ کر لینی چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۹۵)

اجنبی عورت اور امرد کی آواز کا حکم

فرمایا: امرد اور عورت کی آواز بلا قصد بھی کان میں پڑے تو کانوں کو بند کرے۔ (انفاس عیسیٰ ج ۱ ص ۳۲۵)

صوت عورت کا حکم

فرمایا: کہ بعض فقہاء نے صوت عورت کو عورت کہا ہے گو بدن مستور ہی ہو کیونکہ گفتگو اور کلام سے بھی میلان عشق پیدا ہوتا ہے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ ص ۷۹)

عمل کا ماذون ہونا شرط ہے

فرمایا: کہ اجر مطلق نیت پر موعود نہیں بلکہ عمل کا ماذون فیہ ہونا بھی شرط ہے۔ مثلاً کوئی ناچ اس لیے کرائے کہ لوگ جمع ہوں تو وعظ کہلاؤں گا تو ناجائز ہوگا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۳۱)

کسی اجنبی عورت یا بے ریش لڑکے سے گانا سننا بدکاری میں شامل ہے

فرمایا: اجنبی عورت یا امرد مشتہی سے گانا سننا یہ بھی ایک قسم کی بدکاری ہے حتیٰ کہ اگر کسی لڑکے کی آواز سننے میں نفس کی شرکت ہو اس سے قرآن شریف سننا بھی جائز نہیں' اکثر لوگ لڑکوں کو نعت کی غزلیں یاد کرا دیتے ہیں' یہ بھی جائز نہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بے ریش لڑکا مرغوب طبع ہو تو اس کی امامت بھی مکروہ ہے اور نابالغ کے پیچھے تو نماز ہی نہیں ہوتی تو جب امام بنا کر کھڑا کرنا جائز نہیں حالانکہ قرآن شریف ہی پڑھے گا تو گانا یا نعت وغیرہ سننا کیوں کر جائز ہوگا۔ (الاتعاظ بالغیر ص ۱۸)

لڑکیوں کے کان ناک چھدوانا جائز ہے

ایک صاحب نے ناک چھدوانے کے متعلق دریافت کیا' فرمایا کہ اس کے متعلق صاحب درمختار نے یہ لکھا ہے لم اراہ اور شامی نے اس کو کان پر قیاس کر کے جائز لکھا ہے یعنی چونکہ کان اور ناک میں کوئی فرق بظاہر نہیں اور کان کے متعلق نص ہے لہٰذا اس کو بھی جائز کہا جائے گا لیکن ناک کا چھدوانا خلاف اولیٰ ہے۔ (مقالات حکمت ص ۲۹۸)

نابالغ اولاد کا نکاح

بالغ ہوتے ہی نکاح فوراً مسترد کرنے کا اختیار

سوال: کیا نابالغ لڑکی کا نکاح نابالغ لڑکے سے ہو جاتا ہے جبکہ وہ دونوں اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ اپنی والدہ کا دودھ پی رہے ہوتے ہیں؟ بعض خاندانوں میں ایسے نکاح کا رواج عام ہے اور اس نکاح کے تمام فرائض لڑکی کی ماں اور لڑکے کا باپ انجام دیتا ہے' کیا یہ نکاح شریعت کی رو سے جائز ہے؟

جواب: نابالغی میں بچوں کا نکاح نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کے بالغ ہونے کے بعد ان کے رجحان کا لحاظ کرتے ہوئے کرنا چاہیے۔ تاہم بعض اوقات والدین ازراہ شفقت اسی میں بھلائی دیکھتے ہیں کہ نابالغی میں بچے کا عقد کردیا جائے۔ اس لیے شریعت نے نابالغی کے نکاح کو بھی جائز رکھا ہے۔ پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر نکاح باپ نے یا دادا نے کیا ہو تو بچوں کو بالغ ہونے کے بعد اختیار نہیں بلکہ لڑکا اگر اس رشتہ کو پسند نہیں کرتا تو طلاق دے سکتا ہے اور اگر لڑکی پسند نہیں کرتی تو خلع لے سکتی ہے اور اگر باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے نابالغ کا نکاح کردیا تھا تو بالغ ہونے کے بعد ان کو اس نکاح کے رکھنے یا مسترد کرنے کا اختیار ہے مگر اس کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ جس مجلس میں وہ بالغ ہوئے ہوں اسی مجلس میں بالغ ہوتے ہی اس کو مسترد کردیں اور اگر بالغ ہونے کے بعد فوراً اسی مجلس میں نکاح کو مسترد نہیں کیا بلکہ مجلس کے برخاست ہونے تک خاموش رہے تو نکاح پکا ہو جائے گا۔ بعد میں اس کو مسترد نہیں کر سکتے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۷ ج ۵)

نابالغ کا نکاح اور بلوغت کے بعد اختیار

سوال: ہمارے گاؤں میں نکاح کا ایک طریقہ رائج ہے جو کہ کم و بیش ہی پایا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی ابھی چھوٹی عمر کے ہی ہوتے ہیں یعنی بالکل نابالغ بچے ہوتے ہیں کہ ان کے والدین ان نابالغ بچوں کے نکاح کا آپس میں ایک معاہدہ کر لیتے ہیں۔ میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ کیا یہ نکاح اسلام میں جائز ہے؟ ہماری مقامی زبان میں اسے جابہ قبولہ کہتے ہیں کیونکہ میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ نکاح میں لڑکے اور لڑکی کی رضامندی ہونا نہایت ہی ضروری ہے ورنہ جبراً نکاح نہیں ہوتا۔ اگر یہ جابہ قبولہ جائز ہے تو اس کی شرائط کیا ہیں؟ اور یہ معاہدہ کون کر سکتا ہے؟ نیز بالغ ہونے پر لڑکے اور لڑکی کی رضامندی نہ ہو تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟ اور اس معاہدہ یعنی جابہ قبولہ کا شریعت کی رو سے نام کیا ہے؟

جواب: نابالغی کا نکاح جائز ہے پھر اگر باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور نے کرادیا تھا تو بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اختیار ہوگا کہ وہ اسے رکھے یا مسترد کردے مگر شرط یہ ہے۔ جس مجلس میں لڑکی بالغ ہو اسی مجلس میں اعلان کردے ورنہ نکاح لازم ہو جائے گا اور بعد میں مسترد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا اور باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح کو مسترد کرنے کا اختیار نہیں۔ الا یہ کہ واضح طور پر یہ نکاح اولاد کی رعایت وشفقت کی بناء پر نہیں بلکہ کسی لالچ کی بناء پر کیا ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۹ ج ۵)

نابالغ لڑکی کا نکاح والد کی اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک نابالغ لڑکی بعمر ۹، ۱۰ سال جس کا والد

ٹی بی کا مریض تھا' سال ۱۹۶۶ء میں چند زمیندار اور بااثر و رسوخ آدمیوں نے مل کر لڑکی مذکورہ کا نکاح جس آدمی سے کرایا وہ اس کے رشتہ دار نہ تھے۔ لڑکی بوقت نکاح انکار کرتی رہی بلکہ اس کا والد جو کہ بیمار تھا کی بھی رضامندی نہ تھی۔ لڑکی کا والد چونکہ زمیندار کا ہمسایہ تھا اور زمیندار مذکور نے زبردستی نکاح لڑکی کو مار پیٹ کر کرا دیا۔ پھر مبلغ پانچ سو روپے لڑکی کے والد کو زبردستی دے دیا۔ بعد از واقعہ لڑکی کا والد وہاں سے ترک سکونت کر گیا لیکن فریق دوم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا لڑکی مذکورہ سے نکاح ہے اور ہر جگہ عدالتوں میں مقدمہ دائر کر کے فریق اول کو پریشان کر رہے ہیں۔ نیز لڑکی مذکورہ کا نکاح زبردستی اس لیے کیا گیا تھا کہ جس آدمی سے لڑکی کا نکاح کرایا گیا وہ آدمی زمیندار مذکور کو اپنی عورتیں عیش وعشرت کے لیے نذر کرتا تھا۔ لڑکی اب چونکہ عاقلہ بالغہ ہو چکی ہے وہ اب بھی وہاں جانا پسند نہیں کرتی اور جس وقت نکاح ہوا تھا اس وقت بھی چوری سے اپنے گھر بھاگ کر آئی تھی۔ اس کے متعلق حکم شرعی فرمایا جائے کہ نکاح ہو چکا ہے یا نہیں؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تحقیق کی جائے کہ اگر سائل کا سوال درست ہو کہ لڑکی نابالغہ ہے اور والد کی اجازت کے بغیر زبردستی نکاح پڑھا گیا ہو' والد نے نکاح سے قبل اور نہ بعد اجازت دی ہو بلکہ اس نکاح سے انکاری رہا ہو تو پھر نکاح منعقد نہیں ہوا اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے اور اگر والد سے اجازت حاصل کی گئی ہو پھر تو دوسری جگہ نکاح جائز نہیں۔ (وفی الشامیۃ ص۸۱ ج۳ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔ فضولی کا بھی یہی حکم ہے۔) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۴ ص۹۰۔

اگر والدین کورٹ کے نکاح سے خوش ہوں تو نکاح صحیح ہے

سوال: لڑکا لڑکی کی حیثیت کے برابر ہے' لڑکی کے والدین اس نکاح سے خوش ہیں لیکن یہ نکاح کورٹ کے ذریعے ہوا ہے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

جواب: صحیح ہے۔ بشرطیکہ نکاح کی دیگر شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔ آپ کے مسائل ج۵ ص۵۲۔

باب کفو وغیر کفو

کفو کا کیا مفہوم ہے؟

سوال: کیا لڑکا اور لڑکی سول میرج کر سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا تھا کہ اگر دونوں ہر حیثیت سے برابر ہوں تو نکاح صحیح ہے ورنہ نہیں' آپ ہر حیثیت سے برابر کی وضاحت کریں؟

جواب: لڑکا ہر حیثیت، سے لڑکی کے برابر ہو اس سے مراد یہ ہے کہ دین، دیانت، مال ونسب، پیشہ اور تعلیم میں لڑکا لڑکی سے کم نہ ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۶۱ ج ۵)

غیر کفو میں نکاح باطل ہے

سوال: اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور لڑکی والوں کا یہ قانون یا رواج ہے کہ وہ خاندان سے یا برادری سے باہر لڑکی نہیں دیتے اور جس لڑکے کو لڑکی پسند کرتی ہے وہ غیر برادری کا ہے اور تعلیم، اخلاق اور مالی حیثیت میں لڑکی سے کم نہیں ہے اور وہ دونوں گھر والوں سے چھپ کر شادی کر لیتے ہیں تو کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر لڑکا ہر طرح لڑکی کی حیثیت کے برابر کا ہے کہ لڑکی کے وارثوں کو اس نکاح سے کوئی عار نہیں لاحق ہوتی تو نکاح صحیح ہے۔

سوال: اگر باپ دادا اور بھائی کی غیر موجودگی میں نکاح باطل ہے تو شریعت کے مطابق اس نکاح کی اہمیت کیا ہے جو والدین سے چھپ کر کرتے ہیں یعنی کورٹ میرج؟

جواب: اگر کفو میں ہو تو جائز ہے اور اگر غیر کفو میں ہو تو باطل۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۶۳ ج ۵)

غیر برادری میں شادی کرنا شرعاً منع نہیں

سوال: بعض مسلمان برادریاں اپنے سوا دوسری مسلمان برادریوں میں شادی بیاہ کرنا بہ منزلہ حرام کے سمجھتی ہیں۔ برائے مہربانی تحریر فرمایئے کہ ان کا یہ فعل شرعی لحاظ سے کیسا ہے؟ اس قسم کے ایک نکاح کی ایک ایسے صاحب شدید مخالفت کر رہے ہیں جن کے والد کے نکاح میں غیر برادری کی دو خواتین تھیں اور بیٹے کے گھر میں بھی غیر برادری کی خاتون ہے ان صاحب کی اس مخالفت کی کیا شرعی حیثیت ہے؟

جواب: برادری کے محدود دائرے میں شادی بیاہ کرنے پر بعض برادریوں کی طرف سے جو زور دیا جاتا ہے اور بعض دفعہ اس پر ہرجانہ یا بائیکاٹ تک کی سزا دی جاتی ہے یہ تو شرعاً بالکل غلط ہے اور حرام ہے۔ لڑکی اور اس کے والدین کی رضامندی سے دوسری اسلامی برادریوں میں بھی نکاح ہو سکتا ہے اور اس میں شرعاً کوئی عیب کی بات نہیں اور اگر دوسری برادری کا لڑکا نیک ہو اور اپنی برادری میں ایسا رشتہ نہ ہو تو غیر برادری کے ایسے نیک رشتے کو ترجیح دینی چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۶۳ ج ۵)

لڑکی کا غیر کفو خاندان میں بغیر اجازت کے نکاح منعقد نہیں ہوا

سوال: ایک لڑکی نے والدین کی رضامندی کے بغیر کورٹ سے مختار نامہ لے کر اپنے سابقہ

ڈرائیور سے شادی کرلی۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے یا والد کو فسخ کرنے کا حق ہے؟ جبکہ لڑکی میمن خاندان کی ہے' لڑکا پٹھان ہے' عادت و اخلاق کے اعتبار سے لڑکی والے اور لڑکا والوں میں بڑا فرق ہے' مالی اعتبار سے بھی لڑکے کی کچھ حیثیت نہیں ہے' لڑکی کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچہ بھی نہیں دے سکتا' والدین کا خیال ہے کہ موجودہ نکاح غیر قانونی اور غیر شرعی ہے' لڑکی والوں کے خاندان پر بدنما داغ ہے جبکہ لڑکے کی ایک بیوی پہلے سے موجود بھی ہے اب کیا صورت ہوگی؟

جواب: اگر لڑکا اور لڑکی کے درمیان نسب کے اعتبار سے مال کے اعتبار سے دین کے اعتبار سے یا پیشے کے اعتبار سے جوڑ نہ ہو تو والدین کی رضامندی کے بغیر کیا گیا نکاح شرعاً صحیح نہیں ہے اور ان دونوں کے درمیان تفریق کرا دینا واجب ہے۔ مذکورہ سوال میں چونکہ پیشہ اور مال کے اعتبار سے لڑکا لڑکی کی ہم پلہ نہیں ہے اس لیے نکاح منعقد نہیں ہوا' دونوں کے درمیان علیحدگی ضروری ہے' لڑکی اور لڑکا اگر علیحدگی پر رضامند نہیں تو لڑکی کے والدین کو شرعاً قانونی و عدالتی کارروائی کرنے کا حق ہے۔ بہرحال لڑکی کی رضامندی پر والدین کی مرضی کے خلاف غیر خاندان میں جو نکاح ہوا وہ صحیح نہ ہوا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۶۴ ج ۵)

بالغہ لڑکی اولیاء کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو نکاح باطل ہے

سوال: کیا کوئی عورت بالغہ اپنی مرضی سے اور اپنے اولیاء کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں شادی کرلے تو نکاح ہوگا یا نہیں؟ اور اس کے اولیاء کو حق فسخ حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: عورت کے اولیاء کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔ یعنی اگر کوئی شریف' سید' شیخ' مغل یا پٹھان عورت اپنے اولیاء کی اجازت کے بغیر جولاہے سے نکاح کرلے تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا بلکہ ابتداء ہی سے باطل ہے' فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔ (علامہ ظفر احمد عثمانیؒ)

سید کا نکاح غیر سید سے

سوال: ہمارے ملک پاکستان میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو سید ہیں وہ دوسرے گھرانوں یعنی اہلسنّت والجماعت وغیرہ کے ہاں یا جو اہلسنّت ہیں سید خاندان کے ہاں شادی کرلیتے ہیں' کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اس کی تفصیل بیان کریں؟

جواب: لڑکی اور اس کے والدین کی رضامندی سے ہر مسلمان کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔ خواہ لڑکی اعلیٰ ترین شریف خاندان کی ہو اور لڑکا فرض کیجئے نو مسلم ہو لیکن اگر والدین یہ نکاح لڑکی کی اجازت کے بغیر

کرتے ہیں یا لڑکی والدین کی اجازت کے بغیر کر لیتی ہے تو جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل ج۵ص ۶۵)

اولیاء نے دھوکہ میں آ کر لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر دیا

سوال: ایک بالغہ لڑکی کا نکاح اس کے سوتیلے باپ نے زید کے ساتھ کیا جس نے اپنے کو شیخ انصاری بتایا' نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ زید جولاہا ہے چونکہ یہ نکاح لاعلمی میں غیر کفو میں ہو گیا تھا کیا شرعاً درست اور جائز ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں نکاح تو منعقد ہو گیا لیکن چونکہ زید نے ہندہ اور اس کے اولیاء کو دھوکہ دیا اور اپنے کو انصاری ظاہر کیا اور وہ لوگ یہی سمجھ کر نکاح پر راضی ہوئے اس لیے ہندہ اور اس کے اولیاء کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے' وہ عدالت میں دعویٰ کر کے نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں۔ عدالت اس نکاح کو فسخ کر دے گی تو شرعاً نکاح فسخ ہو جائے گا جس کے بعد ہندہ دوسری جگہ اپنا نکاح کفو میں کر سکے گی۔ تفصیل کے لیے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ" مطالعہ کریں۔ واللہ اعلم (علامہ ظفر احمد عثمانی)

نابالغہ کا ولی معاف کر دے تو معاف نہ ہوگا

سوال: ایک نابالغہ یتیم لڑکی کا نکاح زید سے ہوا' رخصتی ہوئی مگر نابالغ ہونے کی بناء پر خلوت وغیرہ نہ ہوئی اور ہندہ کسی کے بہکانے سے دن کے وقت بلا اجازت اپنے شوہر کے والدہ کے گھر چلی گئی اور بعد میں آپس میں پنچایت کے سامنے معاملہ ہوا تو یہ طے ہوا کہ لڑکی فارغ خطی چاہتی ہے۔ لہٰذا لڑکی کے بھائی نے مہر کی معافی لکھ دی اور زید نے فارغ خطی پر دستخط کر دیئے' سوال یہ ہے کہ ہندہ بالغ ہو کر اگر زید پر مہر کا دعویٰ کر دے تو اسے مہر کا شرعاً استحقاق ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں زید کی طلاق واقع ہو گئی لیکن ہندہ کے بھائی نے جو ہندہ کی طرف سے مہر کی معافی لکھی ہے اس سے مہر کی معافی نہیں ہوئی' ہندہ اپنے نصف مہر کی شرعاً مستحق ہے۔ جیسا کہ الدرالمختار اور شامی میں ہے۔ واللہ اعلم (علامہ ظفر احمد عثمانیؒ)

چاہت میں خفیہ شادی کرنا غلط ہے

سوال: ایک لڑکے لڑکی نے چاہت میں غیر کفو میں شادی کر لی' دونوں کے والدین کو علم نہیں ہوا' بعد ازاں لڑکی کے چچا نے پولیس کے ذریعے لڑکی واپس منگوائی اور یہ کہہ کر اس کا دوسرا نکاح کر دیا کہ پہلا نکاح نابالغی میں ہوا تھا' اب اگر لڑکا ثبوت پیش کرے کہ جب میں نے نکاح کیا تھا تو لڑکی بالغ تھی تو ایسی صورت میں کون سا نکاح صحیح ہوا پہلا یا دوسرا؟

جواب: لڑکی اگر اپنے اولیاء کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں شادی کرنا چاہے تو یہ نکاح نہیں ہوتا' والدین کے علم کے بغیر جو شادیاں کی جاتی ہیں وہ عموماً ایسی ہی ہوتی ہیں اس لیے صورت مسئولہ میں پہلا نکاح غلط تھا' دوسرا صحیح ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۶۵ ج ۲)

نکاح کا وکیل

وکیل نکاح کی شرائط

سوال: جو نکاح وکیل کے ذریعے باندھا جائے تو اس کے انعقاد کے لیے وکیل میں کون کون سی شرائط ہونی چاہئیں؟

جواب: نکاح کا انعقاد وکلاء کے ذریعے ہوسکتا ہے بشرطیکہ وکلاء عاقل و بالغ ہوں ورنہ نکاح صحیح نہیں ہوگا تاہم اگر وکیل نابالغ ہو مگر اچھے برے اور نفع نقصان میں تمیز کرسکتا ہو تو بایں صورت حنفیہ کے نزدیک نکاح صحیح ہوگا۔

قال العلامة داماد افندیؒ: فیصح توکیل الحرالبالغ العاقل بقرینة الاتی اوالمأ ذون الصبی اوالبالغ من جهة الولی اوالمولٰی حراً بالغاً اومأذوناً. (درالمنتقی علٰی هامش مجمع الانهٰر ص ۲۲۲ ج ۲ کتاب الوکالة) وفی مجمع الانهٰر: الصّبیّ العاقل الذی اذن له الولی والعبد الذی اذن له المولٰی ای یصح توکیل کل منهما. (مجمع الانهٰر ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الوکالة) (قال العلامة الحصکفیؒ: ثم ذکر شرط التوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل ولو صبیًا اوعبداً محجوراً لایخفی ان الکلام الآن فی صحة الوکالة. (الدرالمختار علٰی صدر ردالمحتار ج ۵ ص ۵۱۱ کتاب الوکالة) وَمِثْلُهٗ فی ردالمحتار ج ۵ ص ۵۱۱ کتاب الوکالة) فتاویٰ ج ۴ ص ۳۸۳.

کیا ایک ہی شخص لڑکی لڑکے دونوں کی طرف سے قبول کرسکتا ہے؟

سوال: اگر کسی شادی میں لڑکی کا باپ نکاح میں کہے کہ میں لڑکی کے والد کی حیثیت سے اپنی لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے سے کرتا ہوں' پھر کہے کہ لڑکے کے سرپرست کی حیثیت سے میں قبول کرتا ہوں' تین بار کہے تو کیا نکاح ہوگیا یا کہ نہیں؟

جواب: جو شخص لڑکے اور لڑکی دونوں کی جانب سے وکیل یا ولی ہو اگر وہ یہ کہہ دے کہ میں نے فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کر دیا تو نکاح ہو جاتا ہے۔ یعنی اس بات کی بھی ضرورت نہیں کہ ایک بار یوں کہے کہ میں فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کرتا ہوں اور دوسری بار یوں کہے کہ اس لڑکے کی طرف سے قبول کرتا ہوں اور تین بار دُہرانے کی بھی ضرورت نہیں، صرف ایک بار گواہوں کے سامنے کہہ دینے سے نکاح ہو جائے گا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۴ ج ۵)

اجنبی اور نامحرم مردوں کو لڑکی کے پاس وکیل بنا کر بھیجنا خلاف غیرت ہے

سوال: ہمارے یہاں رواج ہے کہ جب کسی گھر میں لڑکی کی منگنی کی جاتی ہے تو دس بیس آدمی یا کم بیش لڑکے کے گھر والوں کی طرف سے لڑکی والے کے گھر جاتے ہیں، ساتھ ہی کافی مقدار میں مٹھائی وغیرہ اور لڑکی کے لیے کئی جوڑے کپڑا اور جوتے اور انگوٹھی لڑکی کو پہناتے ہیں جو تھوڑی دیر کے بعد اُتار دیتے ہیں اس کے بعد لڑکے کے والوں کی آمد و رفت خلاف معمول کسی تکلف کے بغیر رہتی ہے۔

پھر شادی سے دو چار دن پہلے لڑکی کو کچھ مستورات لڑکے کے گھر سے آ کر مایوں بٹھاتی ہیں اور لڑکی کے والدین لڑکی کے لیے جہیز وغیرہ بناتے ہیں۔ عرض مدعا یہ ہے کہ یہ سب باتیں ہوتی ہیں اور لڑکی کو اپنے رشتے اور نسبت کا پورا پورا علم ہوتا ہے اور وہ تمام معاملے میں خاموش رہتی ہے اور ان تمام باتوں کو لڑکی منظور کرتی ہے اس کی صاف دلیل یہ ہے کہ لڑکی کسی بات پر انکار نہیں کرتی تو بوقت نکاح بعض حضرات لڑکی کے پاس اجازت کے لیے دو گواہ بھیجتے ہیں جو کہ غیر محرم ہوتے ہیں اور غیر محرم عورتوں میں بلا جھجک جاتے اور لڑکی سے اجازت نکاح اور وکیل کا سوال کرتے ہیں، اکثر و بیشتر لڑکی خود نہیں بولتی، پڑوس والی عورتوں میں سے کوئی عورت کہہ دیتی ہے کہ لڑکی نے فلاں کو وکیل مقرر کیا ہے جب کہ لڑکی کا باپ، بھائی، چچا وغیرہ مجلس میں موجود ہوتے ہیں، بعض اوقات ایسے نام بھی وکالت کے لیے سامنے آتے ہیں جن کی ولی اقرب کی موجودگی میں وکالت جائز بھی نہیں ہوتی، کیا یہ سب کچھ جائز ہے؟

جواب: اجنبی اور نامحرم لوگوں کا لڑکی کے پاس اجازت کے لیے جانا خلاف غیرت ہے۔ معلوم نہیں لوگ اس خلاف غیرت وحیاء رسم کو کیوں سینے سے چمٹائے ہیں۔ باپ لڑکی کا ولی ہے، وہی اس کی جانب سے نکاح کرنے کا وکیل اور مجاز بھی ہے۔ البتہ رشتہ طے کرنے اور مہر وغیرہ کے سلسلے میں لڑکی سے مشورہ ضرور ہونا چاہیے اور یہ مشورہ لڑکی کی والدہ اور دوسری مستورات کے ذریعہ ہو سکتا

ہے اور آج کل تو نکاح کے فارم میں تمام اُمور کا اندراج ہوتا ہے' نکاح کے فارم پر دستخط کرنے سے لڑکی کی اجازت بھی معلوم ہو جاتی ہے اس لیے اجنبی نامحرم اشخاص کو دُلہن کے پاس بھیجنے (اور ان کے دُلہن سے بے حجابانہ ملنے) کی رسم قطعاً موقوف کردینی چاہیے' شادی کی تیاری کے باوجود کنواری لڑکی کا اس پر خاموش رہنا اس کی طرف سے اجازت ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۵ ج ۵)

کونسا نکاح جائز ہے؟

بھتیجے کی بیوہ سے نکاح کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوہ بھاوج سے شادی کرلی' اس عورت سے اس کے پچھلے خاوند یعنی اس کے بھائی سے ایک لڑکا ہے' اس لڑکے کا نکاح ایک لڑکی سے ہوا' اب یہ لڑکا اور اس کی ماں دونوں مرگئے ہیں' کیا اس لڑکے کی عورت سے اس کے باپ کی شادی ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟ یعنی رنڈی بہو اس شخص کے نکاح میں آسکتی ہے یا کہ نہیں؟ میل نہیں ہوا' لڑکی بالغ ہے اور میکے ہے؟

جواب: یہ شخص اپنے بھتیجے متوفی کی بیوہ سے شادی کرسکتا ہے۔ بھاوج یعنی اس بھتیجے کی ماں سے نکاح کرنے سے یہ لڑکا اس کا بیٹا نہیں بنتا۔ لہٰذا کوئی شبہ جواز نکاح میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم

بھتیجے کی بیوہ سے نکاح کرنا جائز ہے

سوال: ایک شخص کے بھتیجے کا انتقال ہوگیا' اس نے زوجہ بیوہ چھوڑی' اب اس شخص کے لیے اپنے بھتیجے کی بیوہ سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر بھتیجے کی بیوہ سے اس شخص کی اور کوئی قرابت محرمہ نہ ہو' مثلاً وہ بیوہ خود اس شخص کی سگی بھتیجی یا بھانجی نہ ہو تو محض بھتیجے کی بیوی ہونے سے وہ اس پر حرام نہ ہوگی بلکہ اس سے نکاح درست ہے۔ بشرطیکہ بیوہ دل سے راضی ہو اس پر کسی قسم کا جبر نہ کیا جائے۔ جیسا کہ بعض قوموں میں رواج ہے کہ ان کے خاندان میں کوئی عورت بیوہ ہو جائے تو وہ اپنے اختیار سے خود اپنا نکاح نہیں کرسکتی بلکہ خاوند کے خاندان والے جہاں چاہیں نکاح کردیتے ہیں۔ چاہے بیوہ راضی ہو یا نہیں اور اگر یہ بھتیجے کی بیوہ اس شخص کے ساتھ قرابت محرمہ رکھتی ہے یعنی اس کی سگی بھتیجی یا بھانجی ہے تو اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم (علامہ ظفر احمد عثمانیؒ) فتاویٰ مفتی محمود ص ۳۸۷۔

بہن کے سوتیلے بیٹے سے نکاح درست ہے

سوال: لڑکا اپنی سوتیلی ماں کی بہن سے یا یوں کہہ لیں کہ عورت اپنی بہن کے سوتیلے بیٹے سے شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: سوتیلی ماں کی بہن سے لڑکے کا نکاح درست ہے اور سوتیلی ماں یعنی باپ کی وہ بیوی جو اپنی سگی ماں نہیں ہے اس لڑکے پر اس لیے حرام ہے کہ وہ باپ کی موطوءۃ (باپ نے اس سے ہمبستری کی ہے) ہے لیکن اس کی بہن میں وہ علت نہیں ہے اس لیے سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ واللہ اعلم (علامہ ظفر احمد عثمانی)

سگی والدہ کی چچازاد' پھوپھی زاد اور ماموں زاد بہنوں سے نکاح درست ہے

سوال: کیا والدہ کی چچا' ماموں اور پھوپھی زاد بہنوں سے نکاح کرنا جائز ہے؟ حالانکہ وہ بھی عرف عام میں خالہ کہلاتی ہیں بلکہ بعض جگہ تو ان کے ساتھ سگی خالاؤں جیسا سلوک ہوتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے نکاح کو درست نہیں کہتے؟

جواب: سگی والدہ کی خالہ زاد یا ماموں زاد یا پھوپھی زاد بہنوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اور کوئی وجہ حرمت نہ ہو یعنی مثلاً یہ لڑکی اس لڑکے کی پھوپھی وغیرہ یا رضاعی خالہ وغیرہ نہ ہو تو نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ایسے نکاح کرنے کو معیوب جاننا درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم (ملخص)

والد کے چچازاد' ماموں زاد بھائیوں سے یا بہنوں سے نکاح کرنا درست ہے

سوال: اگر کوئی شخص اپنے چچا کے بچوں سے اپنے بچوں کا نکاح کرنا چاہے تو کیسا ہے؟ کیونکہ یہ عرف میں اس کے بچوں کے چچا اور پھوپھی کہلاتے ہیں؟

جواب: ایسے نکاح شرعاً جائز ہیں۔ بشرطیکہ کوئی اور وجہ حرمت (رضاعت یا نسب کی) نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کیا تھا۔ واللہ اعلم

جبراً نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ؟

گواہ نکاح نمبر ۱: منکہ دوست محمد خان ولد مراد خان قوم بلوچ امیر خان ولد محمد بخش خان قوم بلوچ کے نکاح کے گواہوں میں سے گواہ ہوں۔ عورت نے ایجاب وقبول نہ کیا اور عورت سے انگوٹھا جبراً لگوایا گیا۔ میں یہ بیان مسجد میں بیٹھ کر سچ بول رہا ہوں کہ ایک گواہ نور خان اور دوسرا میں خود دوست محمد اور تیسرا محمد نواز خان بلوچ ہے اور عورت کا والی بھی بنا کیونکہ میں عورت کا چچا ہوں۔

گواہ نمبر ۲: منکہ نور خان ولد محمد بخش خان حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ آج ذی الحجہ کی ۹ اور عصر کا وقت ہے۔ مجھے جس چیز کا پتہ ہے عرض کرتا ہوں۔ یہ لڑکی جس طرف نکاح کے لیے تیار تھی اس طرف ہماری دشمنی تھی ہم سب نے مل کر اس پر جبر کیا' عورت نے ایجاب وقبول نہیں کیا اور رجسٹرڈ پر انگوٹھا بھی زدوکوب کر کے لگوایا گیا۔

گواہ نمبر ۳: منکہ محمد نواز خان ولد محمد خان قوم بلوچ حلفیہ بیان کرتا ہوں جبکہ میں اس وقت مسجد میں بیٹھا ہوں کہ میں امیر ولد محمد بخش کے نکاح میں موجود تھا اور امیر خان میرا چچازاد بھائی ہے۔ میں جانتا ہوں سچ عرض کروں گا کہ اس عورت کا انگوٹھا جبراً لگوایا گیا' اس عورت نے ایجاب وقبول نہیں کیا۔

تو کیا ان گواہوں کی گواہی سے نکاح کا ثبوت ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: گواہوں کے شرعاً معتبر ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ تو شرعی اصول کے مطابق ثالث کر سکتا ہے۔ اگر گواہ شرعاً معتبر ہوں اور لڑکی نے صراحتہً یا دلالتہً نکاح کی اجازت نہیں دی بلکہ زبردستی اس کا انگوٹھا لگوایا گیا ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صورت مسئولہ میں یہ نکاح فضولی کا ہے۔ پس اگر عورت مذکورہ نے نکاح پڑھنے کے بعد اُسے رَد کر دیا ہے تو نکاح رَد ہو گیا ہے اور اگر قبول کر لیا ہے تو پھر یہ نکاح صحیح ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ مفتی محمود ص ۵۸)

بیٹے کی منکوحہ باپ کے نکاح میں نہیں آ سکتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک لڑکا پاگل ہو گیا' اس کے نکاح میں ایک لڑکی ہے' ان کی خلوت صحیحہ ثابت نہیں ہوئی' کیا یہ نکاح فسخ کرانے کے بعد یہ لڑکی اس کے والد کے نکاح میں آ سکتی ہے؟ واضح ہو کہ پاگل اپنے والد کو بھی اینٹیں مارتا ہے؟

جواب: مذکورہ عورت عدالت سے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے جس کا طریقہ عندالضرورۃ دریافت کر لیں۔ عدالت سے فسخ کرانے کے بعد مذکورہ عورت اپنے خاوند کے والد کے عقد میں نہیں ہو سکتی۔

وزوجةُ أصله وفرعه مطلقا ولو ...... (درمختار علی الشامیہ' صفحہ ۳۰۲ رج ۲)

وحلائل ابناكم الذين ...... (درالمختار' صفحہ ۲ ج ۲) (مفتی انور عفا اللہ عنہ)

مجنونہ کے نکاح کا حکم

سوال: مجنونہ کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مجنونہ کا نکاح باپ کی ولایت سے ہوسکتا ہے۔

وللولی انکاح الصغیر...... (الدرالمختار صفحہ ۱۹۲ ج ا شامیہ صفحہ ۱۴۷ ج ۲)

بیوی خاوند کو پیشاب پلا دے تو نکاح کا حکم

سوال: اگر ایک عورت اپنے خاوند کو اپنے تابع کرنے کے لیے اپنا پیشاب پلائے اور تعویذ پلائے تو کیا ایسا فعل کرنے والی عورت کا نکاح رہے گا یا نہیں؟ اور اس پر شرعی حد کیا ہوگی؟ کیا وہ عورت مسلمان رہے گی یا کافر ہوجائے گی؟

جواب: صورت مسئولہ میں پیشاب پلانے سے نکاح تو نہیں ٹوٹا البتہ بہت بڑا گناہ کیا ہے توبہ و استغفار بہت ضروری ہے۔ تعویذ ایسا کرنا جس سے دوسرا بے اختیار تعویذ کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہوجائے ناجائز ہے۔ ہاں جائز محبت و تعلق کی حد تک بیوی خاوند کے لیے ایسا کرسکتی ہے۔ (خیرالفتاویٰ)

حلالہ کیلئے دوسرے خاوند کا ہم بستری کرنا شرط ہے

سوال: کیا نکاح کے بعد دوسرے خاوند کا بیوی کے پاس جانا ضروری ہوتا ہے اگر دوسرے خاوند سے ہم بستری نہ کی ہو تو پہلا خاوند نکاح کرسکتا ہے؟

جواب: دوسرے خاوند کا ہم بستری کرنا شرط ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں پہلا خاوند اس عورت سے نکاح جدید نہیں کرسکتا۔

ان عائشہؓ اخبرته ان امرأة ...... (الحدیث بخاری صفحہ ۷۹۱ ج ۲) (خیرالفتاویٰ)

لڑکے کا سوتیلی ساس سے نکاح درست ہے

سوال: ہندہ زید کی بیوی کی سوتیلی والدہ ہے نیز پہلے خاوند کی وفات کے بعد دوسری جگہ نکاح بھی کرچکی ہے اب زید ہندہ کو بھگا کر لے گیا ہے اور نکاح کرنا چاہتا ہے کیا زید اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں جبکہ زید کی بیوی بھی زندہ ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ درست نہیں کیونکہ اس ہندہ کا دوسرے شخص سے پہلے بھی نکاح ہے اور نکاح پر نکاح حرام ہے۔ اگر یہ مانع نہ ہوتا تو ویسے سوتیلی ساس سے نکاح درست ہے۔ ویجوز بین امرأة وبنت زوجها...... (عالمگیری صفحہ ۲۷۷) (فتاویٰ حقانیہ جلد ۴ ص ۳۳۲)

باپ کی منکوحہ کی لڑکی سے نکاح کا حکم

سوال: زید کے ہاں دو بیویاں پہلے سے تھیں، پھر تیسری بیوی سے نکاح کیا جس کی بھانجی اس کے نکاح میں موجود تھی۔ منکوحہ ثالث اس نکاح سے راضی نہ تھی اس لیے وطی وغیرہ نہیں ہوئی۔ ایک مہینہ کی پوری کشمکش کے بعد جب مسئلہ کی حیثیت سے ناکح کو مجبور کیا گیا تو ناکح نکاح سے دستبردار ہوگیا اور تیسری عورت کو اپنی زوجیت سے علیحدہ کردیا۔ اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کیا، دوسرے ناکح سے اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی، اب پہلے ناکح زید کا لڑکا جو اس کی دوسری بیوی یعنی اس عورت کی بھانجی کے بطن سے ہے جسے اس نے زوجیت سے علیحدہ کردیا تھا چاہتا ہے کہ اس لڑکی سے شادی کرے کیونکہ لڑکی کی ماں سے صرف عقد ہوا تھا، وطی نہیں ہوئی تھی جس کی شہادت گھر والے بھی دیتے ہیں اور خود ناکح کا بھی بیان بھی ہے کہ غلطی سے عقد ہوا تھا، صحبت خلوت وغیرہ نہ ہوئی تھی۔ جب شرعی مسئلہ معلوم ہوگیا تو اسے علیحدہ کردیا تھا؟

جواب: لاباس یتزوج الرجل ...... (عالمگیری ص ۲۶) مطبوعہ کان پور

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ منکوحۃ الاب کی اولاد سے نکاح کرنا درست ہے۔ پس صورت مسئولہ میں زید کے لڑکے کا نکاح اس کی سابقہ منکوحہ کی لڑکی سے درست ہے۔

کسی عورت کا جن مرد سے نکاح کرنا

سوال: اگر کوئی عورت کسی جن مرد سے اپنا نکاح کرالے تو کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شریعت مقدسہ میں نکاح کرنے کے لیے دونوں کا ایک جنس ہونا ضروری ہے۔ مختلف الاجناس میں نکاح جائز نہیں، اس لیے جن مرد سے اس عورت کا نکاح شرعاً جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: وفی الاشباہ عن السراجیة لا تجوز المناکحة بین بنی ادم والجنّ وانسان ای لاختلاف الجنس ومفادالمفاعلة انهٗ لایجوز للجنّی ان یتزوّج انسیة ایضاً ...... عن شرح الملتقی عن زواهر الجواهر الاصح انهٗ لایصح نکاح آدمی جنّیة کعکسه لاختلاف الجنس فکانوا کبقیة الحیوانات. (ردّالمحتار ج ۲ ص ۲۸۱ اوائل کتاب النکاح).

(قال العلامة علی بن عثمان سراج الدین رحمه اللّٰه: لایجوز المناکحة بین بنی ادم والجنّ الانسان المائی لاختلاف الجنس اذا مسّ بشهوة تثبت حرمة المصاهرة. (الفتاویٰ السراجیة ص ۳۷ کتاب النکاح باب

نکاح المحارم) فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۳۴۴.

اجازت طلب کرنے پر چیخ چیخ کر رونا اجازت نہیں بلکہ نکاح کو رَد کرنا ہے

سوال: گزارش ہے کہ میرا نام مسماۃ رقیہ بی بی ہے' میں آپ حضرات سے اپنے نکاح کے بارے میں دینی لحاظ سے پوچھتی ہوں کہ میرا نکاح شریعت کی رو سے ہوا ہے یا نہیں؟ میں تقریباً عرصہ تین سال سے سن بلوغت کو پہنچی ہوئی ہوں' ہوش وحواس قائم ہیں' میرے والداور میرے بھائی نے میرے رشتہ کی بات چیت شروع کی تو جس آدمی کو میرا رشتہ دینا چاہا تو میں نے اپنی والدہ کو بول کر کہہ دیا کہ میرا رشتہ ہرگز اس شخص کے ساتھ نہ کرنا مجھے قبول نہیں' میرے والداور میرے بھائی کو آگاہ کردو تو میری والدہ نے انہیں کہہ دیا تو میرے والد' چچا' بھائی وغیرہ نے مجھے منانا شروع کیا کہ ہماری عزت کا سوال ہے تو میں نے بدستور انکار کیا لیکن والد صاحب نے اپنی مرضی پوری کی' لڑکے والوں کو بلا کر میرا عقد نکاح شروع کردیا' میرے پاس خود والد صاحب اور دو حقیقی چچے اور میرا بھائی میرے باپ کا دوست بھائی اور ایک دوسرا آدمی مسمی عبدالحمید اجازت کے لیے آئے تو میری والدہ اور چند عورتیں موجود تھیں' میں نے انکار کا اظہار بلند آواز سے رونے سے کیا' اتنا بلند کہ کسی دوسرے کی بات بھی سنائی نہ دے اور کمرہ سے باہر بھی سنائی دے لیکن چاروں آدمی صبر کرنے اور بس بس کا جواب دے کر چلے گئے اور نکاح کردیا' میں ابھی تک والد کے گھر ہوں' میری رخصتی نہیں ہوئی اور نہ میں رضامند ہوں' شرعاً میرا نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب: اگر واقعی عورت اجازت نکاح مانگنے پر چیخ چیخ کر روئی ہے تو یہ اجازت نہیں بلکہ رَد نکاح ہے۔ لہٰذا یہ عورت آزاد ہے۔ قال فی الفتح الاوجد عدم الصحة و ان بکت

(عالمگیری صفحہ ۲۸۷ ج ۱) (خیر الفتاویٰ)

باپ نے بے بس ہو کر نابالغ بچی کا نکاح نامناسب جگہ کردیا تو خیار بلوغ کا حکم

سوال: محمد حسین نامی شخص کے بیٹے پر غلط الزام عائد کیا گیا اس نے ہرچند اپنی برأت پیش کی مگر جھوٹا الزام لگانے والوں نے نہیں مانا' پھر برادری کے لوگوں نے اس لڑکے کے باپ کو یہ فیصلہ کرکے دیا کہ اپنی دو لڑکیوں کا نکاح اس شخص کے بیٹوں سے کرو (اور وہ شخص ان لڑکیوں اور لڑکے کا ماموں ہے) چنانچہ محمد حسین نے اپنی مظلومیت اور بے چارگی کے باعث اپنی دو نابالغ لڑکیوں کا

نکاح کر دیا' اگر ایسا نہ ہوتا تو سلسلہ قتل وقتال تک پہنچ جاتا' نکاح کے بعد سے لے کر آج تک مسلسل دشمنی اور ناچاقی چلی آ رہی ہے' ان حالات میں نابالغہ بچیوں کا نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: بظاہر اس نکاح میں یقیناً شفقت کو ملحوظ نہیں رکھا گیا' بچیوں کا مستقبل بھی مخدوش ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں بچیوں کو خیار بلوغ حاصل ہوگا۔ (جیسا کہ فتاوی خیریہ کے حوالے سے جواہر الفقہ میں مذکور ہے) (خیر الفتاوی)

ساڑھے گیارہ برس کی لڑکی بلوغ کا دعویٰ کر سکتی ہے

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر ساڑھے گیارہ برس تھی اس کے والد نے لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دیا' بوقت نکاح لڑکی کا بھائی بھی موجود تھا تو نکاح کے بعد بھائی نے آ کر بہن کو بتایا کہ والد صاحب نے تیرا نکاح فلاں جگہ کر دیا ہے تو یہ سنتے ہی لڑکی نے اپنے دو بڑے بالغ بھائیوں اور والد کے سامنے کہہ دیا کہ یہ نکاح مجھے نامنظور ہے میں بالغ ہوں' اگر یہ لڑکی اس کے بعد نکاح دوسری جگہ کرے تو یہ نکاح شرعاً نافذ ہے یا نہیں؟

جواب: اگر لڑکی کا ظاہری حال اقرار بلوغ کی تکذیب نہ کرتا ہو تو اس کا دعویٰ بلوغ معتبر ہے اور اسی بناء پر نکاح کو رد کرنا بھی صحیح ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔ لڑکی بلوغ کی ادنیٰ مدت نو سال ہے۔ اگر وہ اس عمر کو پہنچ کر کہے کہ میں بالغ ہوں تو اس کا دعویٰ سچ سمجھا جائے گا۔ اگر ظاہری حال خلاف نہ ہو۔ (خیر الفتاویٰ)

کیا ایام مخصوص میں نکاح جائز ہے

سوال: بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ ایام مخصوص میں عورت کا نکاح نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی جائے تو پھر دوبارہ نکاح پڑھانا پڑتا ہے' آپ یہ بتائیں کہ کیا ایام مخصوص میں نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: نکاح ہو جاتا ہے مگر میاں بیوی کی یکجائی صحیح نہیں' رخصتی ان ایام کے ختم ہونے کے بعد کی جائے گی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۶۷ ج ۵)

ناجائز حمل والی عورت سے نکاح کرنا

سوال: ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا جس سے حمل ٹھہر گیا' حمل ٹھہرنے کے فوراً بعد دونوں نے نکاح کر لیا' شرعی طور سے یہ بتائیے کہ بچہ حلال کا ہوگا یا حرام کا؟ اور دونوں کا نکاح قبول ہوگا کہ نہیں' اگر ہوگا تو کس طرح؟

جواب: یہ بچہ چونکہ نکاح سے پہلے کا ہے اس لیے یہ تو صحیح النسب نہیں مگر یہ نکاح صحیح ہے پھر

جس کا حمل تھا اگر نکاح بھی اسی سے ہوا تو صحبت جائز ہے اور اگر نکاح کسی دوسرے سے ہوا تو اس کو وضع حمل تک صحبت نہیں کرنی چاہیے۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۷۶۔

جیٹھ سے نکاح کب جائز ہے

سوال: کیا جیٹھ سے نکاح جائز ہے؟

جواب: شوہر نے طلاق دے دی ہو یا انتقال ہو گیا ہو تو عدت کے بعد اس کے بڑے بھائی سے نکاح جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل)

دو سگے بھائیوں کی دو سگی بہنوں سے اولاد کا آپس میں رشتہ

سوال: زید اور بکر دو بھائیوں کو دو سگی بہنیں بیاہی گئیں' زید کا لڑکا ہے بکر کی لڑکی ہے' بکر کے ذہن میں ہے کہ زید اس کی لڑکی کا رشتہ مانگے گا' زید کا کہنا ہے کہ دو سگے بھائیوں کو دو سگی بہنیں بیاہی گئیں ہوں تو ہم نے پڑھا ہے اور بزرگوں سے سنا ہے کہ انہیں اپنے بچوں کی شادیاں آپس میں نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان کی اولاد ٹھیک ٹھاک پیدا نہیں ہوتی۔ (خدا نہ کرے) ہمارا مذہب اس سلسلے میں کیا کہتا ہے؟

جواب: شرعی نقطہ نگاہ سے یہ بات بالکل غلط ہے۔ (آپ کے مسائل اورانکا حل ص ۸۳ ج ۵)

لے پالک کی شرعی حیثیت

سوال: زید کے ہاں اولاد نہیں ہے اس نے محمود سے بیٹی گود لے لی' زید کا محمود سے کوئی رشتہ نہیں ہے' اب زید کے ہاں وہ لڑکی جوان ہوتی ہے' آپ یہ بتائیں کہ وہ لڑکی زید کے لیے محرم ہے یا غیر محرم' وہ اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: شریعت میں لے پالک بنانے کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ لڑکی اس کے لیے نامحرم ہے اور اس سے عقد بھی جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۸۳ ج ۵)

خالہ زاد بھانجی سے شادی

سوال: میرے گھر والے جہاں میری شادی کرنا چاہتے ہیں اس لڑکی کے والد میرے والد صاحب کے چچا زاد بھائی ہیں اور اس کی والدہ میری سگی خالہ زاد بہن ہیں' کیا یہ شادی ہو سکتی ہے؟ اور یہ شادی جائز ہے یا نہیں؟ جواب: بلاشبہ جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۸۶ ج ۵)

خالہ کے نواسے سے نکاح جائز ہے

سوال: میری ایک سگی خالہ ہیں' ان کا سگا نواسہ ہے' وہ میرا بھانجا ہوا تو کیا خالہ اور بھانجے کا نکاح جائز ہے؟

جواب: خالہ کا نواسہ رشتہ کا بھانجا کہلاتا ہے' سگا بھانجا نہیں۔ اس کے ساتھ نکاح جائز ہے یا یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح خالہ کے لڑکے سے نکاح ہوسکتا ہے اسی طرح خالہ کے نواسے سے بھی ہوسکتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۸۶ ج ۵)

بھتیجے اور بھانجے کی بیوہ' مطلقہ سے نکاح جائز ہے

سوال: جس طرح بھتیجا یا بھانجا اپنے چچا اور ماموں کی بیوہ یا مطلقہ اپنی (چچی اور ممانی) کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں اسی طرح ایک چچا یا ماموں بھی اپنے بھتیجے یا بھانجے کی بیوہ یا مطلقہ عورت کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جی ہاں کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی اور رشتہ محرمیت کا نہ ہو۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ص ۸۶ ج ۵)

بھتیجے کی بیوہ سے نکاح جائز ہے مگر بیٹے کی بیوہ سے نہیں

سوال: زید کا چچی (چچا کی بیوی) کے ساتھ نکاح تو چچا کے فوت ہونے کے بعد جائز ہے' کیا زید کے مرنے کے بعد زید کا چچا اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو زید کا باپ اپنے بھائی کے فوت ہونے پر اس کی بیوہ سے نکاح کی صورت میں گویا اپنی بہو سے نکاح کا مرتکب ہو جاتا ہے؟

جواب: بھتیجے کی بیوہ سے نکاح جائز ہے مگر بیٹے کی بیوہ سے نکاح جائز نہیں چونکہ اس صورت میں اس کے بھائی کی بیوی بیٹے کی بھی بیوہ ہے اس لیے اس کا اس بھائی کی بیوہ سے نکاح درست نہیں ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۵ ص ۸۷)

بیوی کے مرنے کے بعد سالی سے جب چاہے شادی کر سکتا ہے

سوال: کیا یہ بات درست ہے کہ سالی سے شادی کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ بیوی کے انتقال کے ۳ ماہ ۲۰ دن بعد کی جائے' ورنہ حرام ہوگی؟

جواب: نہیں شوہر پر ایسی کوئی پابندی نہیں' البتہ بیوی کو طلاق دینے کی صورت میں جب تک اس کی عدت نہیں گزر جاتی اس کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا' بیوی کے انتقال سے نکاح فوراً ختم ہو جاتا ہے اس لیے بیوی کی وفات کے بعد جب بھی چاہے سالی سے نکاح کر سکتا ہے اس کے لیے کسی مدت کی پابندی شرط نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۸۷ ج ۵)

بیٹے کا باپ کی پھوپھی زاد بہن سے نکاح جائز ہے

سوال: میرے والد کی سگی پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ میرا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ مجھے فوراً

بتائیں، مہربانی ہوگی اور میرا اس لڑکی کے ساتھ کیا رشتہ بنتا ہے؟

جواب: باپ کی پھوپھی زاد بہن سے نکاح جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۸۸ ج ۵)

پھوپھی کے انتقال کے بعد پھوپھا سے نکاح جائز ہے

سوال: جناب میری ہمشیرہ کا ۲ برس ہوئے انتقال ہو گیا وہ بے اولاد تھیں، کیا یہ جائز ہے کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بہنوئی سے کروں؟

جواب: جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۸۹ ج ۵)

بیوہ کا بھتیجے سے نکاح جائز ہے

سوال: ایک شخص نے ایک غیر مسلم عورت کو مسلمان کر کے اس سے شادی کی، اس عورت سے اس شخص کے چار بچے ہوئے، پھر وہ شخص انتقال کر گیا، اس شخص کے مرنے کے دو سال بعد بچوں کے مستقبل کی خاطر اس شخص کے سگے بھتیجے نے اس عورت سے شادی کر لی، کیا اسلام کی رُو سے یہ شادی جائز ہے؟

جواب: شوہر کا بھتیجا عورت کا محرم نہیں اس سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور رشتہ محرمیت کا نہ ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۸۹ ج ۵)

بھائی کی بیوی کی پہلی اولاد سے شادی ہو سکتی ہے

سوال: میرے بھائی نے ایک بیوہ خاتون سے نکاح کیا، ان خاتون سے ایک لڑکی پہلے شوہر سے تھی، اب میرے بھائی سے بھی ماشاء اللہ دو بچے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں بچے تو میرے سگے بھتیجے ہوئے اور اسی رشتے سے پہلے شوہر سے جو لڑکی ہے وہ میری بھتیجی ہوئی۔ مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ آیا میں لڑکی سے (جو پہلے شوہر سے ہے) شادی کر سکتا ہوں؟

جواب: آپ کے بھائی کی بیوی کی پہلی اولاد سے آپ کی شادی میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں۔ (آپ کے مسائل ج ۵ ص ۸۸)

بیوہ چچی سے نکاح جائز ہے

سوال: ایک شخص نے ایک غیر مسلم عورت کو مسلمان کر کے اس سے شادی کی۔ اس عورت سے اس شخص کے چار بچے ہوئے، پھر وہ شخص انتقال کر گیا، اس شخص کے مرنے کے دو سال بعد بچوں کے مستقبل کی خاطر اس شخص کے سگے بھتیجے نے اس عورت سے شادی کر لی، کیا اسلام کی رُو سے یہ شادی جائز ہے؟

جواب: شوہر کا بھتیجا عورت کا محرم نہیں، اس سے نکاح جائز ہے۔ بشرطیکہ کوئی اور رشتہ محرمیت کا نہ ہو۔

جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں

سگی بھانجی سے نکاح کو جائز سمجھنا کفر ہے

سوال: میرے ایک سگے ماموں ہیں جو کہ عمر میں مجھ سے ۱۰ سال بڑے ہیں انہوں نے مجھے ایک بزرگ کا دھوکہ دیا اور کہا کہ ایک بزرگ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ماموں کی سگی بھانجی سے شادی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا انہوں نے مجھ کو بیوقوف بنا کر مجھ سے شادی کرلی' میں انٹر کی طالبہ ہوں مجھے ان کی دھوکہ بازیوں کا بعد میں علم ہوا' انہوں نے مجھ سے اپنا نکاح نامہ بھی لکھوالیا ہے۔ اب میں بے حد پریشان ہوں میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اب میں کیا کروں؟ میرے گھر والے یعنی امی' ابا' بہن بھائی اس بات سے بے خبر ہیں' میں نے کہا کہ ماموں یہ تو گناہ ہے' تو کہنے لگے کہ نہیں کوئی گناہ نہیں ہے' یہ جائز ہے اب مجھے ذرا یہ بھی بتادیں کہ اگر یہ ناجائز ہے' گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیسے ادا ہوگا؟ آپ مجھے یہ بتادیں کہ کیا یہ شادی جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب: ماموں بھانجی کا نکاح قرآن کریم کی نص قطعی سے حرام ہے جو شخص اس کو جائز کہے جیسا کہ آپ کے بدمعاش ماموں نے کہا وہ کافر و مرتد ہے۔ اس کو چاہیے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے اور اس کفر سے توبہ کرے۔ آپ کو لازم تھا کہ آپ ان سے کہتیں کہ کسی مستند عالم کا فتویٰ لاؤ تب میں اس شادی کے لیے تیار ہوسکوں گی' بہرحال یہ نکاح نہیں ہوا نہ ہوسکتا ہے' آپ اپنے والدین کو اس کی اطلاع کردیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۹۷ ج ۵)

بھانجے کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: کریم بخش کی بڑی بہن کا ایک ہی لڑکا ہے جس نے غیر خاندان میں شادی کی ہے جس سے اس کی ایک لڑکی ریحانہ ہے اس طرح یہ لڑکی ریحانہ کریم بخش کے بھانجے کی لڑکی اور بڑی بہن کی پوتی ہے' مولانا صاحب کیا قانون خداوندی کے تحت لڑکی ریحانہ اور کریم بخش کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بھانجے کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں' دوسرے لفظوں میں جس طرح بہن سے نکاح حرام ہے اسی طرح بہن کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے بھی نکاح حرام ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۹۷ ج ۵)

سوتیلی خالہ سے شادی جائز نہیں

سوال: کیا زید کی شادی اس کی سوتیلی خالہ سے اور زید کی بہن کی شادی اس کے سوتیلے

ماموں سے ہوسکتی ہے؟ جبکہ زید کے نانا تو سگے ہیں لیکن نانی سوتیلی ہیں؟

جواب: سوتیلی خالہ اور سوتیلے ماموں سے بھی نکاح اسی طرح حرام ہے جس طرح حقیقی خالہ اور حقیقی ماموں سے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۹۷ ج ۵)

سوتیلی پوتی کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ہاں پہلے ایک عورت موجود ہے۔ اب دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ دوسری عورت جس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے وہ اس کی پہلی بیوی کے رشتہ میں سوتیلی پوتی لگتی ہے جو عورت زید کے نکاح میں ہے وہ اس کی دوسری بیوی کے رشتے سے سوتیلی دادی کہلاتی ہے۔ کیا شرعی صورت میں ان دونوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: صورت مسئولہ میں جمیلہ اور حلیمہ دونوں کو زید کے نکاح میں جمع کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۴ ص ۵۷۳)

سوتیلے والد سے نکاح جائز نہیں

سوال: رضیہ کی والدہ کی شادی پچیس سال پہلے ہوئی تھی اور ایک سال بعد رضیہ نے جنم لیا لیکن جب رضیہ کی عمر دس سال ہوئی تو اس کے والدین میں کچھ ناچاقی پیدا ہوئی جس سے رضیہ کے والد نے رضیہ کی والدہ کو طلاق دے دی اور رضیہ کو مہر کی جگہ والد کو لکھ کر دے دیا۔ کچھ عرصہ گزرا تو رضیہ کی والدہ نے اپنے سے پندرہ سال کم عمر لڑکے سے شادی کرلی' رضیہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ رہتی رہی لیکن خدا کو کچھ منظور نہ تھا اس لیے دوسری بھی کامیاب نہ رہی اور طلاق ہوگئی۔ اس وقت رضیہ کی عمر ۲۴ سال ہے اور اس کے سوتیلے باپ کی عمر ۳۵ سال ہے۔ رضیہ کا خیال ہے کہ وہ اس آدمی سے شادی کرلے جبکہ پہلے رشتہ سے وہ رضیہ کا سوتیلا باپ لگتا تھا لیکن اب کوئی رشتہ نہیں کیونکہ اس نے رضیہ کی والدہ کو طلاق دے دی ہے اور نہ یہ آدمی خاندان میں سے ہے' ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیے کہ کیا رضیہ کا نکاح اس آدمی سے ہوسکتا ہے؟

جواب: سوتیلا باپ ہمیشہ کے لیے باپ رہتا ہے خواہ لڑکی کی والدہ مرگئی ہو یا اسے طلاق دے دی ہو۔ رضیہ کا نکاح اس کے سوتیلے باپ سے نہیں ہوسکتا۔ سوتیلا باپ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح سگا باپ حرام ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۹۸ ج ۵)

نکاح پر نکاح کرنا

سوتیلی بیٹی اور ماں کو نکاح میں جمع کرنے کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ایک لڑکی کے ساتھ شادی کی ہوئی ہے۔ اس لڑکی کی سوتیلی ماں ہے، اس کی سوتیلی ماں کا شوہر فوت ہو چکا ہے، یہ شخص اسی خسر کی منکوحہ کو اپنے خسر کی حقیقی لڑکی کے ساتھ جمع کر سکتا ہے یا نہیں؟ ایک لڑکی اور اس کی سوتیلی ماں ایک نکاح میں آ سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: نکاح مذکور درست ہے۔ ایک لڑکی اور اس کی سوتیلی ماں ایک آدمی کے نکاح میں بیک وقت جمع ہو سکتی ہے۔

کما قال فی الدرالمختار علی هامش تنویر الابصار ص ۳۹ ج ۳ مطبوعه مصر (فجاز الجمع بین امرأة ابنها وبنت زوجها) او امرأة او امة ثم سیدتها لانه لو فرضت المرأة او امرأة الابن اوالسیدة ذکر الم یحرم بخلاف عسکه. فقط واللہ تعالیٰ اعلم: فتاویٰ مفتی محمود ج ۴ ص ۵۶۸۔

کسی کی منکوحہ سے نکاح، نکاح نہیں بدکاری ہے

سوال: میرے دو بچے ہیں۔ ۱۲ سال قبل شادی ہوئی تھی مجھ سے پہلے میری بیوی کی شادی ایک دوسرے شخص سے ہوئی تھی اس شخص کو ایک مقدمہ میں ۱۶ سال سزائے قید ہو گئی تھی۔ دو سال کے بعد میں نے اس کی بیوی سے عدالت میں نکاح کر لیا جبکہ پہلے شوہر نے ابھی تک طلاق نہیں دی، اس سے بھی میری بیوی کے چار بچے ہیں، اب اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا ہے کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے، خدا کے لیے قرآن کی روشنی میں بتائیے کہ یہ میری بیوی ہے یا پہلے شوہر کی یا اب ہم کیا کریں؟

جواب: یہ تو ظاہر ہے کہ جب یہ عورت پہلے ایک شخص کی منکوحہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی تو یہ عورت اسی کی بیوی ہے اور یہ مسئلہ ہر عام و خاص کو معلوم ہے کہ جو عورت کسی کے نکاح میں ہو اس سے دوسرے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس لیے یہ عورت آپ کی بیوی نہیں بلکہ پہلے شوہر کی بیوی ہے۔ آپ اس کو علیحدہ کر دیں اور وہ عدت گزار کر پہلے شوہر کے پاس چلی جائے یا پہلے شوہر سے طلاق لے لی جائے اور عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے دوبارہ صحیح نکاح کریں۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۱۰۴۔

نکاح پر نکاح کو جائز سمجھنا کفر ہے، مفقود کا حکم

سوال: ایک عورت جس کا شوہر عرصہ پندرہ سال سے انڈیا میں رہتا ہے اس عورت نے پاکستان میں کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے جبکہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی ہے اس میں بھی کئی اشخاص شامل تھے جبکہ دوسری مرتبہ نکاح پڑھوایا اور ان لوگوں کو علم بھی ہے کہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی ہے اس کے متعلق بھی یہی سنا ہے کہ نکاح میں شامل ہونے والوں کا نکاح ٹوٹ گیا ہے کیا یہ شادی درست ہے؟ کیا ان لوگوں کا نکاح فسخ ہو گیا؟ اور اگر شوہر لاپتہ ہو جائے تو کتنے عرصے کے بعد عورت نکاح کرے یا علم بھی ہو اور شوہر طلاق نہ دیتا ہو تو بھی عورت کتنے عرصے کے بعد نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: جو عورت کسی کے نکاح میں ہو جب تک وہ اسے طلاق نہ دے اور اس کی عدت نہ گزر جائے دوسری جگہ اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس کو جائز سمجھ کر دوسرے نکاح میں شریک ہونے والے اسلام سے خارج ہو گئے ان کو لازم ہے کہ توبہ کریں اور اپنے ایمان و نکاح کی تجدید کریں۔

جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو گیا ہو اس کو چاہیے کہ عدالت سے رجوع کرے۔ عدالت میں اپنے نکاح کا ثبوت اور شوہر کی گمشدگی کا ثبوت پیش کریں اس ثبوت کے بعد عدالت اس عورت کو مزید چار سال انتظار کرنے کا حکم دے اور اس دوران اس کے لاپتہ شوہر کا پتہ چلانے کی کوشش کرے اگر اس عرصہ میں شوہر کا سراغ نہ مل سکے تو عدالت اس کی موت کا فیصلہ کر دے۔ اس فیصلہ کے بعد عورت اپنے شوہر کی موت کی عدت (چار مہینے دس دن) پوری کرے۔ عدت پوری ہونے کے بعد یہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے لیکن جب تک عدالت سے اس کے لاپتہ شوہر کی موت کا فیصلہ نہ کرا لیا جائے عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی جو شوہر نہ اپنے بیوی کو آباد کرتا ہو نہ اسے طلاق دیتا ہو وہ عورت عدالت سے رجوع کرے اور عدالت تحقیق و تفتیش کے بعد شوہر کو حکم دے کہ وہ یا تو دستور کے مطابق بیوی کو آباد کرے یا اسے طلاق دے دے اگر وہ کسی بات پر آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر یا اس کے وکیل کی موجودگی میں فسخ نکاح کا خود فیصلہ کر دے۔ اس فیصلے کے بعد عورت عدت گزارے عدت کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کر سکے گی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۰۴ ج ۵)

جبر و اکراہ سے نکاح

سوال: زید کا نکاح ایسی جگہ کیا جا رہا ہے کہ نہ تو زید اس سے رضامند ہے اور نہ ہی زید کا والد راضی ہے، صرف والدہ زید اس پر اصرار کر رہی ہے۔ ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب زید رشتہ پر راضی نہیں ہے تو اس پر جبر و اکراہ صحیح نہیں ورنہ آج اس نے اگر نکاح کا ایجاب

قبول کر بھی لیا تو کل جب موافقت نہیں ہوگی تو طلاق دے دے گا۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل ص ۱۱۲ ج ۵)

کیا والدین بالغہ لڑکی کی شادی زبردستی کر سکتے ہیں؟

سوال: والدین نے لڑکی کی شادی اس کی مرضی کے خلاف کردی' لڑکے نے لڑکی کو خوش رکھنے کی کوشش کی لیکن لڑکی کے دل میں لڑکے کی جگہ نہ بن سکی تو اس سلسلے میں لڑکے کو کیا کرنا چاہیے؟ برائے مہربانی اس کا جواب شریعت کی رو سے ارسال فرمائیں؟

جواب: عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کرنا جائز نہیں' اگر لڑکی نے والدین کے کہنے کی وجہ سے نکاح منظور کرلیا تھا تو نکاح تو ہوگیا لیکن چونکہ دونوں میاں بیوی کے درمیان الفت پیدا نہیں ہوسکی اس لیے لڑکے کو چاہیے کہ اگر لڑکی خوش نہیں تو اسے طلاق دے کر فارغ کردے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۱۲ ج ۵)

رضامند نہ ہونے والی لڑکی کا بیہوش ہونے پر انگوٹھا لگوانا

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً ۱۹ سال ہوگی اس کی شادی ایک ۳۵ سال سے زیادہ عمر کے شخص سے ہوئی۔ اس شخص کی پہلی بیوی سے بھی اولاد تھی جو اس لڑکی سے بھی زیادہ عمر کی تھی' نکاح کے وقت جب لڑکی سے اجازت نامہ پر دستخط کروانے گئے تو اس نے انکار کردیا کیونکہ لڑکی اس شادی پر تیار نہ تھی وہ مسلسل رو رو کر انکار کر رہی تھی اور روتے روتے بیہوش ہوگئی اور بے ہوشی کی حالت میں اجازت نامہ پر انگوٹھا لگوایا گیا' یعنی گواہوں نے ہاتھ پکڑ کر لگایا آپ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا یہ نکاح ہوگیا؟ اگر نہیں تو ان کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: نکاح کے لیے لڑکی کا اجازت دینا شرط ہے۔ آپ نے جو واقعات لکھے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو اس لڑکی کی طرف سے نکاح کی اجازت ہی نہیں ہوئی' اس لیے نکاح نہیں ہوا۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۱۳ ج ۵)

غیر حافظ لڑکے کا نکاح حافظ لڑکی سے

سوال: غیر حاضر لڑکے کا حافظ قرآن لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں ایک شخص کہتا ہے کہ قرآن پر کسی اور چیز کو رکھنا جائز نہیں لہذا نکاح نہیں ہوسکتا' آپ وضاحت فرمائیں؟

جواب: غیر حافظ لڑکا جب کہ دیندار متشرع ہو تو وہ حافظ لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے' عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے' لڑکی کے حفظ اور اس کے دینداری کی وجہ سے اس کے مرتبہ میں اضافہ ہو جائے گا اور حفظ قرآن کی نسبت سے اس کا احترام بھی کرنا ہوگا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے نکاح جائز نہ ہو اور

عورت مرد پر حاکم ہو جائے اور الرجال قوامون علی النساء کا حکم بدل جائے۔

سوال میں جو دلیل ذکر کی گئی ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ قرآن مجید محسوس صورت میں ہو تو اس وقت قرآن مجید پر کوئی اور کتاب یا کوئی اور چیز رکھنا جائز نہ ہوگا اور صورت مسئولہ میں یہ بات نہیں ہے ورنہ اس شخص کی دلیل کے پیش نظر اس حافظہ لڑکی کا بیت الخلاء میں جانا اور استنجاء کرنا بھی جائز نہ ہونا چاہیے کہ قرآن کو بیت الخلاء میں لے جانا اور قرآن کے سامنے ستر کھولنا لازم آئے گا حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں، بلا تکلف اس کے لیے یہ چیزیں جائز ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (مفتی عبدالرحیم لاجپوری)

دوسری شادی کر کے پہلی بیوی سے قطع تعلق کرنا جرم ہے

سوال: ایک شخص شادی شدہ جس کے تین بچے ہیں دوسری شادی کا خواہش مند ہے، پہلی بیوی سے شروع ہی سے ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے، جس کی وجہ سے گھر میں سکون نہیں ہے، دنیا کی نظر میں دونوں ساتھ رہتے ہیں مگر تین سال سے دونوں میں علیحدگی ہو چکی ہے اس عرصے میں اس شخص کو ایک ایسی لڑکی ملی ہے جس میں ایک اچھی اور گھریلو بیوی کی تمام خوبیاں موجود ہیں اور وہ اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تاکہ باقی زندگی سکون سے گزار سکے۔ (اس شخص کی شادی ۲۰ برس کی عمر میں خاندانی دباؤ کے تحت ہوئی تھی) یہ شخص صاحب حیثیت ہے اور دونوں بیویوں کی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے اور خرچہ برداشت کر سکتا ہے۔ اب مسئلہ لڑکی کا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہے۔ مہربانی فرما کر آپ بتائیے کہ کیا دوسری بیوی جو (عام طور پر لوگوں کی نظر میں بری تصور کی جاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پہلی بیوی کا ''حق مارنے'' کی وجہ سے مجرم تصور کی جائے گی؟ کیا ہمارا مذہب ایسی صورت میں دوسری شادی کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: دوسری شادی میں شرعاً کوئی عیب نہیں لیکن پہلی بیوی کے برابر کے حقوق ادا کرنا شوہر کے ذمہ فرض ہے۔ اگر دوسری شادی کر کے پہلی بیوی سے قطع تعلق رکھے گا تو شرعاً مجرم ہوگا۔ البتہ یہ صورت ہو سکتی ہے کہ وہ پہلی بیوی سے فیصلہ کر لے کہ میں تمہارے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ اگر تمہاری خواہش ہو تو میں تمہیں طلاق دے سکتا ہوں اور اگر طلاق نہیں لینا چاہتی ہو تو حقوق معاف کر دو۔ اگر پہلی بیوی اس پر آمادہ ہو کہ اسے طلاق نہ دی جائے وہ اپنے شب باشی کے حقوق چھوڑنے پر آمادہ ہے تو اس کو خرچ دیتا رہے۔ شب باشی اس کے پاس نہ کرے۔ اس صورت میں گنہگار نہیں ہوگا پھر بھی جہاں تک ممکن ہو دونوں بیویوں کے درمیان عدل و مساوات کا برتاؤ کرنا لازم ہے۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۱۴۱۔

دوسری شادی حتی الوسع نہ کی جائے' کرے تو عدل کرے

سوال: کیا پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کر سکتا ہوں' آیا اس میں بیوی کی رضا مندی ضروری ہے یا کہ شرعاً ضرورت نہیں؟ اس بارے میں جواب تفصیل سے دیں؟

جواب: دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کی رضامندی شرعاً شرط نہیں لیکن دونوں بیویوں کے درمیان عدل و مساوات رکھنا ضروری ہے چونکہ عورتوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اور گھریلو جھگڑا فساد سے آدمی کی زندگی اجیرن ہوتی ہے اس لیے عافیت اسی میں ہے کہ دوسری شادی حتی الوسع نہ کی جائے اور اگر کی جائے تو دونوں کو الگ الگ مکان میں رکھے اور دونوں کے حقوق برابر ادا کرتا رہے' ایک طرف جھکاؤ اور ترجیحی سلوک کا وبال بڑا ہی سخت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری نہ کرے تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ ساقط اور مفلوج ہوگا۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۹) (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۴۱ ج ۵)

اسلام نے تعدد ازدواج (ایک سے زیادہ شادیاں کرنے) کی اجازت دی ہے' اس میں بہت سی مصلحتیں بھی ہیں

سوال: اسلام نے تعدد ازواج کی اجازت کیوں دی؟

جواب: اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ مثلاً

(۱) عام طور پر عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے' متعدد نکاح جائز ہونے میں عورتوں کے نکاح کا مسئلہ حل ہونے میں بہت آسانی ہو سکتی ہے۔ خاص طور پر عورت بیوہ یا مطلقہ ہو تو اس سے جلدی کوئی نکاح نہیں کرتا' متعدد نکاح کے جواز میں ان کے نکاح کا با آسانی انتظام ہو سکے گا اور ایسی عورتیں باعفت زندگی گزار سکیں گی اور ان عورتوں کے نان نفقہ اور گزر بسر کے مسائل بھی با آسانی حل ہو سکیں گے اور درحقیقت عورتوں اور مردوں کے لیے نکاح بہت ضروری ہے۔ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں حدیث نقل فرمائی ہے:

ترجمہ: ''مسکینہ ہے مسکینہ ہے وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ عورت مالدار ہو تب بھی مسکینہ ہے؟ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تب بھی وہ مسکینہ ہے۔'' (غنیۃ الطالبین' عربی صفحہ ۹۴ ج ۱) دوسری حدیث میں ہے:

ترجمہ: ''یعنی عورت کے لیے آغوش شوہر یا گوشہ قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔''

(غنیۃ الطالبین عربی صفحہ ۹۴ ج ۱)

(۲) بعض مرتبہ بیوی ہونے کے باوجود اولاد نہیں ہوتی' وہ بانجھ ہوتی ہے یا ایسی کوئی بیماری ہوتی ہے جس کی وجہ سے اولاد ہونا بظاہر مشکل ہوتا ہے اور شوہر اولاد کا خواہش مند ہوتا ہے' تعدد ازدواج کے جواز میں اس مسئلہ کا بھی حل نکل سکتا ہے۔

(۳) بعض مردوں میں قوت باہ زیادہ ہوتی ہے' ایک عورت سے اسے شکم سیری نہیں ہوتی' اگر اسے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت نہ دی جائے تو وہ زنا کاری اور بے نکاحی داشتاؤں کے چکر میں پھنس کر حرام کاری میں مبتلا ہو سکتا ہے' زنا کاری کے انسداد کا بہترین علاج تعدد ازدواج ہے۔

معارف القرآن میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں ایک مرد کے لیے متعدد بیویاں رکھنا اسلام سے پہلے بھی تقریباً دنیا کے تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا۔ عرب' ہندوستان' ایران' مصر' بابل وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں کثرت ازدواج کی رسم جاری تھی اور اس کی فطری ضرورتوں سے آج بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دور حاضر میں یورپ نے اپنے متقدمین کے خلاف تعدد ازدواج کو ناجائز کرنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ بے نکاحی داشتاؤں کی صورت میں برآمد ہوا۔ بالآخر فطری قانون غالب آیا اور اب وہاں کے اہل بصیرت حکماء خود اس کو رواج دینے کے حق میں ہے۔

مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے' تعدد ازدواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے: ان آیتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ تعدد ازدواج صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا نے اس میں خاصی برکت دی ہے۔

اسی طرح پادری نکس اور جان ملٹن اور ایزک ٹیلر نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے۔ اسی طرح ویدک تعلیم غیر محدود تعدد ازدواج کو جائز رکھتی ہے اور اس سے دس دس' تیرہ تیرہ' ستائیس ستائیس بیویوں کو ایک وقت میں جمع رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

کرشن جو ہندوؤں میں واجب التعظیم اوتار مانے جاتے ہیں ان کی سینکڑوں بیبیاں تھیں جو مذہب اور قانون عفت و عصمت کو قائم رکھنا چاہتا ہو اور زنا کاری کا انسداد ضروری جانتا ہو اس کے لیے کوئی چارہ نہیں کہ تعدد ازدواج کی اجازت نہ دے' اس سے زنا کاری کا بھی انسداد ہے' اور مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی کثرت بہت سے علاقوں میں پائی جاتی ہے' اس کا بھی علاج ہے۔ اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو داشتہ اور پیشہ ور عورتوں کی افراط ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جن قوموں میں تعدد ازدواج کی اجازت نہیں ان میں زنا کاری کی کثرت ہے۔

یورپین اقوام کو دیکھ لیجئے ان کے یہاں تعدد ازدواج پر تو پابندی ہے مگر بطور دوستانہ جتنی بھی

عورتوں سے مرد زنا کرتا ہے اس کی پوری اجازت ہے۔ کیا تماشا ہے کہ نکاح ممنوع اور زنا جائز۔

غرض اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کی رسم بغیر کسی تحدید کے رائج تھی، ممالک اور مذاہب کی تاریخ سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے کسی مذہب اور کسی قانون نے اس پر حد نہ لگائی تھی نہ یہود و نصاریٰ نے، نہ ہندوؤں اور آریوں نے اور نہ پارسیوں نے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی یہ رسم بغیر کسی تحدید کے جاری رہی لیکن اس غیر محدود کثرت ازدواج کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ اول اول تو حرص میں بہت سے نکاح کر لیتے تھے مگر پھر ان کے حقوق ادا نہ کر سکتے تھے اور یہ عورتیں ان کے نکاح میں ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی گزارتی تھیں۔

پھر جو عورتیں ایک شخص کے نکاح میں ہوتیں ان میں عدل و مساوات کا کہیں نام و نشان نہ تھا جس سے دلبستگی ہوئی اس کو نوازا گیا جس سے رخ پھر گیا اس کے کسی حق کی پروا نہیں۔

اسلام نے تعدد ازدواج پر ضروری پابندی لگائی اور عدل و مساوات کا قانون جاری کیا

قرآن نے عام معاشرہ کے اس ظلم عظیم کو روکا، تعدد ازدواج پر پابندی لگائی اور چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام قرار دیا اور جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح کے اندر ہیں ان میں مساوات حقوق کا نہایت مؤکد حکم اور اس کی خلاف ورزی پر وعید سنائی۔ الی قولہ چار بیویوں تک کی اجازت دے کر فرمایا: فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدۃ: یعنی اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی پر بس کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اسی صورت میں جائز اور مناسب ہے جب کہ شریعت کے مطابق سب بیویوں میں برابری کر سکے اور سب کے حقوق کا لحاظ رکھ سکے۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ایک ہی بیوی رکھی جائے۔ الی قولہ

حاصل یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم نے چار عورتوں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت دے دی۔ اگر اس کے حد کے اندر جو نکاح کیے جائیں گے وہ صحیح اور جائز ہوں گے لیکن متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں ان میں عدل و مساوات قائم رکھنا واجب ہے اور اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے۔ اس لیے جب ایک سے زیادہ نکاح کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لو کہ سب کے حقوق عدل و مساوات کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ احتمال غالب ہو کہ عدل و مساوات قائم نہ رکھ سکو گے تو

ایک سے زائد نکاح پر اقدام کرنا اپنے آپ کو ایک گناہ عظیم میں مبتلا کرنے پر اقدام ہے۔اس سے باز رہنا چاہیے اور اس حالت میں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرنا چاہیے۔الی قولہ

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہوں اور وہ ان کے حقوق میں برابری اور انصاف نہ کر سکے تو وہ قیامت میں اس طرح اُٹھایا جائے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔(مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۸)

البتہ یہ مساوات ان امور میں ضروری ہے جو انسان کے اختیار میں ہیں۔مثلاً نفقہ میں برابری' شب باشی میں برابری' رہا وہ جو انسان کے اختیار میں نہیں مثلاً قلب کا میلان کسی کی طرف زیادہ ہو جائے تو یہ غیر اختیاری معاملہ میں اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔بشرطیکہ اس میلان کا اثر اختیاری معاملات پر نہ پڑے۔(معارف القرآن' صفحہ ۲۸۶۔۲۸۷۔۲۹۴ جلد دوم)

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مسئلہ پر بہت عمدہ مضمون تحریر فرمایا ہے وہ مضمون بھی پیش کیا جاتا ہے۔سیرت مصطفیٰ میں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۸ ص ۱۷۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں فرمائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ورطۂ ہلاکت اور گرداب مصیبت سے نکالیں۔اس کے لیے حق جل شانہ نے ایک مکمل قانون اور دستور العمل یعنی قرآن نازل فرمایا کہ جس کے بعد قیامت تک کسی قانون کی ضرورت نہ رہے اور دوسری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو لوگوں کے لیے اسوہ اور نمونہ بنایا کہ اس کو دیکھ کر عمل کریں اس لیے کہ محض قانون لوگوں کی اصلاح کے لیے کافی نہیں۔جب تک کوئی عملی نمونہ سامنے نہ ہو کہ جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکے اور دنیا یہ دیکھ لے کہ اللہ کا نبی جس چیز کی دعوت دے رہا ہے اس کے قول اور فعل میں ذرہ برابر اختلاف نہیں۔

کما قال تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۱۸۰)

منگنی

عورت کتنی شادی کر سکتی ہے؟

سوال: اسلام میں مرد تو چار شادیاں کر سکتا ہے اور عورتیں کتنی کر سکتی ہیں؟

جواب: شرعاً و عقلاً عورت ایک ہی شوہر کی بیوی رہ سکتی ہے' زیادہ کی نہیں۔(آپ کے مسائل ج ۵ ص ۱۴۳)

کیا بغیر عذر شرعی منگنی کو توڑنا جائز ہے

سوال: رشتہ یا منگنی طے ہوجانے کے بعد کسی شرعی عذر کے بغیر منسوخ یا توڑ دینا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: منگنی، وعدہ نکاح کا نام ہے اور بغیر عذر کے وعدہ پورا نہ کرنا گناہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منافق کی علامتوں میں شمار فرمایا ہے۔ ہاں! اگر اس وعدہ کے پورا کرنے میں کسی معقول مضرت کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو شاید اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ فرمائیں۔

منگنی ہونے کے دو سال بعد لڑکے کا انکار

سوال: میری بٹی کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ طے ہوا تھا، اس بات کو آج دو سال ہو رہے ہیں لیکن آج تک لڑکے والوں نے پیسوں کی تنگی کی وجہ سے عقد نہیں کیا۔ شادی سے پہلے لڑکی ایک حادثہ میں گر جانے کی وجہ ہسپتال میں داخل ہوگئی تھی ابھی الحمدللہ تندرست ہے لیکن لڑکے والوں کے یہاں جب شادی پوچھنے کے لیے گئے تو انہوں نے نیز لڑکے نے آمادگی ظاہر نہیں کی بلکہ انہوں نے کہا کہ تم اور ہم آج سے بے تعلق ہیں، تم اپنی بیٹی کی شادی اپنی مرضی کے موافق کردو، ہماری برادری میں لڑکوں کی کمی ہے.. ان حالات میں سوال یہ ہے کہ اب ہم از روئے شرع لڑکے والوں سے لڑکی کا علاج کرانے میں جو خرچہ ہوا ہے اس میں سے کچھ خرچہ مانگ سکتے ہیں یا شادی کے لیے مجبور کر سکتے ہیں یا نہیں یا اس سلسلے میں کورٹ کا سہارا لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مفصل جواب مرحمت فرمائیں؟

جواب: منگنی یعنی شادی کرنے کا وعدہ اور قول و اقرار اس پر دونوں جماعتوں کا قائم رہنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا" (یعنی اور عہد (قول و قرار) پورے کرتے رہو۔ بے شک عہد کے متعلق پرسش ہونے والی ہے۔) (سورہ بنی اسرائیل)

لہٰذا کسی شرعی سبب کے بغیر قول و قرار سے پھر جانا اور دو سال تک امید دلا کر پھر انکار کر دینا گناہ کا کام ہے، برادری کے ذمہ دار لوگوں کا فرض ہے کہ رشتہ کرانے کی پوری کوشش کریں لیکن مجبور نہ کیا جائے، کورٹ کا سہارا لینا اور خرچ مانگنا غلط ہے۔ (فقط واللہ اعلم بالصواب) (مفتی عبدالرحیم لاجپوری)

ایک جگہ منگنی کر کے بلا وجہ توڑ دینا گناہ ہے

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی کا ناطہ گواہوں کے سامنے افضل الٰہی کے بیٹے سے کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرنا جائز تھا یا ناجائز ہے؟ جو عالم ایسا نکاح کرے اس کے اور گواہوں کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: ناطہ جس کو منگنی کہتے ہیں ایک وعدہ ہے اور وعدہ کر کے بلاوجہ پھر جانا ناجائز ہے اور اگر شروع دن سے وعدہ پورا نہ کرسکا ارادہ ہو تو نفاق کی علامت ہے جو سخت گناہ ہے۔ حدیث میں وعدہ خلافی کرنے کو منافق کی نشانی کہا گیا ہے۔ الغرض اگر اس شخص نے بلاوجہ وعدہ خلافی کی ہے تو سخت گنہگار ہوا' اس کو توبہ کرنی چاہیے اور اگر عذر پیش آیا تو مضائقہ نہیں لیکن جو نکاح دوسری جگہ کیا ہے وہ بلاشبہ درست و صحیح ہے' اس نکاح کے پڑھنے والے اور گواہوں پر کوئی گناہ نہیں۔ (مفتی محمد شفیع)

منگنی کے بعد لڑکی کی شادی دوسری جگہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ فاطمہ خاتون جس کی رسمی منگنی (نہ کہ شرعی نکاح) مسمی دوست محمد سے ہوئی۔ بعدازاں مسماۃ فاطمہ کا شرعی نکاح اس کے والدین اور بھائیوں نے مسمی حضور بخش سے کیا' بعدازاں مسماۃ فاطمہ کے والدین اور بھائیوں نے حضور بخش سے شرعی نکاح ہوئے مسماۃ فاطمہ کو رات کے وقت چوری چھپے مسمی دوست محمد کے حوالے کر دیا اور رات ہی میں وہ مسماۃ فاطمہ کو نکال کر لے گیا۔ صبح مسماۃ فاطمہ کے والدین اور بھائیوں نے مسماۃ فاطمہ کا نکاح قانونی نہ کہ شرعی دوست محمد سے کرادیا۔ مسماۃ کے اغوا کنندگان اور نکاح قانونی کرانے والوں میں سے ان کا ایک بڑا بھائی عالم اور ایک قاری ہے۔ اب وضاحت یہ فرمائیں کہ اس قاری اور عالم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

نیز اغوا کنندگان اور ناجائز نکاح کرنے والوں کے ساتھ خواہ وہ والدین ہوں یا بھائی ان کے ساتھ قربانی کا حصہ رکھنا کیسا ہے؟ نیز اس ناجائز نکاح قانونی کے گواہوں کے ساتھ قربانی کا حصہ رکھنا کیسے ہے؟ نیز مسماۃ فاطمہ کے اغوا کنندگان اور ناجائز نکاح کرانے والوں میں سے ایک میرا بہنوئی ہے اس کے پاس میری ہمشیرہ کا رہنا کیسا ہے؟ اور کیا میری ہمشیرہ کا نکاح تو نہیں ٹوٹ گیا؟ نیز یہ فرمائیں کہ ان لوگوں کے ساتھ آئندہ رشتہ کرنا کیسا ہے؟ بالتفصیل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

جواب: شرعاً مسماۃ فاطمہ کے بھائی اور والدین اگر پہلے فاطمہ کا نکاح حضور بخش کے ساتھ کر چکے تھے تو اس خاوند کے نکاح شرعی ہوتے ہوئے فاطمہ کو دوست محمد کے پاس حوالہ کرنے' پھر بعد میں اس کے ساتھ نکاح کر دینے میں سخت گنہگار ہیں اور ایسا شخص اگر کسی مسجد کا امام ہو تو امامت کے لائق نہیں اور اہل علاقہ کو ایسے لوگوں سے بائیکاٹ کرنا اور قربانی میں شریک نہ کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۴ ص ۶۳۸۔

لڑکا دیندار نہ ہو تو کیا منگنی توڑ سکتے ہیں؟

سوال: (۱) ہماری ایک بیٹی ہے' ہمارے گھرانہ کو الحمدللہ دیندار کہہ سکتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی بیٹی کی منگنی دیندار لڑکے کے بجائے ایک دنیادار لڑکے سے کی ہے' میں سمجھتی ہوں کہ اگر ایک دیندار لڑکے سے کرتے تو ان کی اولاد انشاء اللہ حافظ قرآن اور باعمل عالم ہوتی اس کے برعکس ان کے گھر میں ٹی وی' وی سی آر اور ہر طرح کے لغویات ہیں جس کی وجہ سے ہماری بیٹی کے اعمال بھی خراب ہوں گے' مجھے یہ خوف دامن گیر ہے اس رشتہ کے ذمہ دار ہم ہیں تو کیا آخرت میں ہماری بیٹی کے متوقع گناہوں کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی؟ کیونکہ ایک باشرع رشتہ کے موجود ہوتے ہوئے دوسری جگہ کا انتخاب کیا جارہا ہے' کیا اس بارے میں قرآنی آیات یا احادیث مبارک ہے۔ اگر ہے تو ازراہ کرم مجھ کو مطلع فرمائیں؟

(۲) اور شرعی لحاظ سے رشتہ کے سلسلے میں کیا چیزیں دیکھنا ضروری ہیں کہ جن کا خیال رکھا جائے؟

(۳) کیا منگنی وعدہ کے ضمن میں ہے' اگر نہیں تو کیا اس کو ختم کر سکتے ہیں اور اگر میں ختم کروں تو گناہگار تو نہ ہوں گی؟

جواب: (۱) یہ تو ظاہر ہے کہ جب آپ اپنی بیٹی کا رشتہ ایک ایسے لڑکے سے کریں گی جو دین سے بے بہرہ ہے تو متوقع گناہوں کا وبال آپ پر بھی پڑے گا اور قیامت کے دن ان گناہوں کا خمیازہ آپ کو بھی بھگتنا ہوگا۔ قرآن کریم اور احادیث میں یہ مضمون بہت کثرت سے آیا ہے جو شخص کسی نیکی کا ذریعہ بنے اس کو اس نیکی میں برابر کا حصہ ملے گا اور نیکی کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص کسی گناہ اور برائی کا ذریعہ بنے گا اس کو اس میں بھی برابر کا حصہ ملے گا اور گناہ کرنے والوں کے بوجھ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (۲) رشتہ تجویز کرتے ہوئے والدین خود ہی بہت سی چیزوں کو ملحوظ رکھتے ہیں حسب ونسب' مال ومتاع اور ذریعہ معاش کے علاوہ اخلاق وکردار کو بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ شریعت نے اس بات پر زور دیا ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی دینداری کو بطور خاص ملحوظ رکھا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے اس کے حسب نسب' اس کے حسن وجمال' مال ومتاع اور دین کی خاطر نکاح کیا جاتا ہے تم دین دار کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ (۳) منگنی وعدہ ہے اور اگر لڑکا دیندار نہ ہو تو اس رشتہ کو ختم کرنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۷ ج ۵)

قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر بیوی ماننے سے بیوی نہیں بنتی

سوال: میں ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں، اتنی محبت کہ میں نے روحانی طور پر اسے اپنی بیوی مان لیا ہے اور کچھ عرصہ پہلے باقاعدہ قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی بیوی مانا ہے، آپ بتایئے کہ کیا وہ لڑکی ایسا کرنے سے میری بیوی ہوگئی، اگر نہیں تو کیا کہیں اور شادی کرتے وقت مجھے اسے طلاق دینا ہوگی یا اس کی کوئی عدت وغیرہ کرنی ہوگی؟

جواب: قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر بیوی ماننے سے بیوی نہیں ہوجاتی چونکہ قرآن کریم پر ہاتھ رکھنے سے دونوں کا نکاح نہیں ہوا اس لیے اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے اور آپ بھی والدین کی خواہش کے مطابق شادی کرسکتے ہیں۔ البتہ قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر آپ نے جو قسم کھائی تھی وہ ٹوٹ جائے گی۔ لہٰذا نکاح کے بعد دونوں اپنی قسم کا کفارہ ادا کردیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۶۵ ج ۵)

جہیز

جہیز کی شرعی حیثیت

سوال: جناب مفتی صاحب! آج کل ہم اکثر لوگوں سے یہ الفاظ سنتے رہتے ہیں کہ جہیز کی لعنت ہمارے سروں پر سوار ہے تو کیا واقعی ایک لعنت ہے؟ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب: ایک باپ جب اپنی بیٹی کے لیے کہیں شادی کا ارادہ رکھتا ہو تو سنت یہ ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق کچھ نہ کچھ سامان بیٹی کو جہیز میں دینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شادی کے موقع پر جہیز دیا تھا تاہم اپنی وسعت سے زیادہ کام کرنا مناسب نہیں۔

عن عليّ رضي الله عنه: انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم: لما زوّجه فاطمةً بعث معها بخميلة ووسادة اُدمٍ حشوها ليف ورحائين و سقائين ...... الحديث (الاصابة ج ۴ ص ۳۷۹)

حضرت علیؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی میرے ساتھ کی تو جہیز میں ساتھ ایک چادر اور ایک گدا جس کے اندر کھجور کے پتے بھرے تھے اور دو چکیاں اور دو مشکیں بھیجی تھیں۔ (امداد الاحکام جلد ۲ ص ۳۷۱ باب المہر)

(عن عليّ رضي الله تعالٰى عنه قال: جهّز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمةً في خَمِيْل وقِربة ووسادة حشوها ادخر. (سنن النسائى

ج ۲ ص ۹۲ جهاز الرجل ابنته) فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۳۶۴.

موجودہ دور میں جہیز کی لعنت

سوال: ٹی وی پروگرام تفہیم دین میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مقرر نے غیر مشروط طور پر جہیز کو کافرانہ رسم اور رسم بد قرار دیا ہے۔

(۱) کیا قرآن وسنت کی رو سے جہیز کو کافرانہ رسم اور رسم بد کہنا صحیح ہے؟

(۲) کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کو جہیز دیا تھا؟

جواب: جہیز ان تحائف اور سامان کا نام ہے جو والدین اپنی بچی کو رخصت کرتے ہوئے دیتے ہیں۔ یہ رحمت ومحبت کی علامت تھی' بشرطیکہ نمود ونمائش سے پاک ہو اور والدین کے لیے کسی پریشانی و اذیت کا باعث نہ بنتا ہو لیکن مسلمانوں کی شامت اعمال نے اس رحمت کو زحمت بنا دیا ہے۔ اب لڑکے والے بڑی ڈھٹائی سے یہ دیکھتے ہی نہیں بلکہ پوچھتے بھی ہیں کہ جہیز کتنا ملے گا ورنہ ہم رشتہ نہیں لیں گے۔ اسی معاشرتی بگاڑ کا نتیجہ ہے کہ غریب والدین کے لیے بچیوں کا عقد کرنا وبال جان بن گیا ہے۔ فرمائیے کیا اس جہیز کی لعنت کو کافرانہ رسم اور رسم بد سے بھی زیادہ سخت الفاظ کے ساتھ یاد نہ کیا جائے؟

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت فرمایا ہے کہ کیا آپؐ نے اپنی صاحب زادیوں کو جہیز دیا تھا۔ جی ہاں دیا تھا لیکن کسی سیرت کی کتاب میں یہ پڑھ لیجئے کہ آپؐ نے اپنی چہیتی بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کیا جہیز دیا تھا' دو چکیاں' پانی کے لیے دو مشکیزے' چمڑے کا گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک چادر۔ کیا آپ کے یہاں بھی بیٹیوں کو یہی جہیز دیا جاتا ہے۔ کاش ہم سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں اپنی سیرت کا چہرہ سنوارنے کی کوشش کریں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۱۳۸ ج ۵)

جہیز کی نمائش کرنا جاہلانہ رسم ہے

سوال: ہمارے قبیلے کا یہ رواج ہے کہ ماں باپ لڑکی کو جو جہیز دیتے ہیں اسے سرعام دکھاتے ہیں جس میں عورت کے کپڑے بھی دکھائے جاتے ہیں اور یہاں بہت سے مرد بھی جہیز دیکھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں' کیا عورت کے کپڑے اور زیور نامحرموں کو سرعام دکھانا دین اسلام میں جائز ہے؟

جواب: لڑکی کو دیئے جانے والے جہیز کا سرعام دکھانا جاہلی رسم ہے۔ جس کا منشاء محض نمود و نمائش ہے اور مستورات کے زیور اور کپڑے غیر مردوں کو دکھانا بھی بری رسم ہے۔ شرفاء کو اس سے غیرت آتی ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۱۳۸ ج ۵)

لڑکی کو ملنے والے تحفے تحائف اس کی ملکیت ہیں یا شوہر کی

سوال: لڑکی کو جو ماں باپ نے تحفے تحائف دیئے تھے وہ کس کی ملکیت ہیں؟ ان کی حق دار لڑکی ہے یا شوہر؟

جواب: ہر وہ چیز جو لڑکی کو والدین اور شوہر والوں کی طرف سے ملی ہے وہ اس کی ملکیت ہے' شوہر کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔

عورت کی وفات کے بعد جہیز کس کو ملے گا؟

سوال: میرے دوست نے اپنی بیوی کی معذوری کے باعث دوسری شادی کی جس کی اجازت اس نے خود دی۔ پہلی بیوی کا حال ہی میں زندگی اور موت کی کشمکش میں رہنے کے بعد انتقال ہو گیا جس سے اس کے ۴ بچے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں' میرے دوست کی پہلی (مرحومہ) بیوی کے والدین اپنی بیٹی کے جہیز کی اشیاء کی واپسی کا تقاضا کر رہے ہیں جبکہ جہیز میں کوئی قیمتی چیز نہیں تھی' شریعت کی رو سے جواب عنایت فرمائیں کہ یہ حضرات اپنے مطالبے میں کہاں تک حق بجانب ہیں؟ اور میرے دوست کو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: والدین کا جہیز کی واپسی کا مطالبہ غلط ہے۔ مرحومہ کی ملکیت میں جو چیزیں تھیں ان کو شرعی وارثوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ مرحومہ کا ترکہ ۷۲ حصوں پر تقسیم ہو گا ان میں سے ۱۲۔۱۲ حصے مرحومہ کے والدین کے ہیں' ۱۸ حصے شوہر کے' ۱۰۔۱۰ حصے دونوں لڑکوں اور ۵۔۵ دونوں لڑکیوں کے۔ نقشہ حسب ذیل ہے۔

۷۲: والد ۱۲' والدہ ۱۲' شوہر ۱۸' بیٹا ۱۰' بیٹا ۱۰' بیٹی ۵' بیٹی ۵

لڑکے دونوں اپنے والد کے پاس رہیں گے اور لڑکیاں جوان ہونے تک اپنی نانی اور نانی نہ ہو تو خالہ کے پاس رہیں گی۔ جوان ہونے کے بعد والد کے سپرد کر دی جائیں۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۱۳۸۔

زوجیت کے حقوق

لڑکی پر شادی کے بعد کس کے حقوق مقدم ہیں؟

سوال: لڑکی پر شادی کے بعد ماں باپ کے حقوق مقدم ہیں یا شوہر نامدار کے؟

جواب: شوہر کا حق مقدم ہے۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۱۷۰۔

بغیر عذر عورت کا بچے کو دودھ نہ پلانا ناجائز ہے

سوال: خداوند کریم رازق العباد ہے اس نے بچے کا رزق (دودھ) اس کی ماں کے سینے میں اتارا' اگر اس کی ماں بلا کسی شرعی عذر کے جبکہ ڈاکٹر نے بھی منع نہ کیا ہو بلکہ صرف اس عذر پر کہ وہ ملازمت کرتی ہے' بچے کو دودھ پلانے سے کمزوری واقع ہوگی' یا حسن میں بگاڑ پیدا ہوگا' بچے کو اپنا دودھ نہ پلائے تو کیا ایسی ماں کا شمار عاصیوں میں نہ ہوگا اور کیا وہ سزاوار نہ ہوگی۔ آپ از روئے شرع فرمائیے کہ ایسی عورت کو کیا سزا ملے گی؟

جواب: بچے کو دودھ پلانا دیانتاً ماں کے ذمہ واجب ہے' بغیر کسی صحیح عذر کے اس کا انکار کرنا جائز نہیں اور چونکہ اس کے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں اس لیے ملازمت کا عذر معقول نہیں' اسی طرح حسن میں بگاڑ کا عذر بھی صحیح نہیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۷۰ اج ۵)

شوہر سے انداز گفتگو

سوال: اگر بیوی شوہر کو ناحق بات پر ٹوکے اور وہ بات صحیح ہو لیکن شوہر برا مان جائے تو کیا یہ گناہ ہے اور وہ بات بے دھڑک اسی وقت کہہ دیں یا بعد میں آرام سے کہیں؟

جواب: شوہر اگر غلط کام کرے تو اس کو ضرور ٹوکا جائے مگر لب ولہجہ نہ تو گستاخانہ ہو نہ تحکمانہ اور نہ طعن و تشنیع کا انداز ہو بلکہ انداز گفتگو بے حد پیار و محبت کا اور دانشمندانہ ہونا چاہیے' پھر ممکن نہیں کہ اس کی اصلاح نہ ہو جائے۔ (آپکے مسائل اوران کا حل ص ۷۳ اج ۵)

بیوی سے ماں کی خدمت لینا

سوال: باپ کی خدمت تو اس کے کام میں ہاتھ بٹا کر اور اس کا حکم مان کر کی جا سکتی ہے' اگر ماں بوڑھی ہو اور گھر کا پورا کام کاج نہ کر سکتی ہو تو کیا بیوی سے یہ نہ کہا جائے کہ وہ ماں کے کام میں ہاتھ بٹائے' اس طرح ماں کی خدمت ہو سکتی ہے لیکن آپ پہلے فرما چکے ہیں کہ اگر بیوی ساس سے خوش نہ ہو تو اس کو الگ گھر میں لے جاؤ' اس طرح تو خدمت کرنے کا ذریعہ ختم ہو جائے گا' تو کیا اس صورت میں بیوی سے یہ نہ کہا جائے کہ وہ ماں کی خدمت کرے یا اس صورت میں بھی اس کو الگ گھر میں لے جایا جائے' اگر ایسا ہو تو پھر ماں کی خدمت کیسے ہوگی کیونکہ صرف حکم ماننے سے تو ماں کی خدمت نہ ہوگی؟

جواب: بیوی اگر اپنی خوشی سے شوہر کے والدین کی خدمت کرتی ہے تو یہ بہت اچھی بات ہے اور بیوی کے لیے موجب سعادت ہے لیکن یہ اخلاقی چیز ہے قانونی نہیں۔ اگر بیوی شوہر کے

والدین سے الگ رہنا چاہے تو شوہر شرعی قانون کی رو سے بیوی کو اپنے والدین کی خدمت پر مجبور نہیں کر سکتا۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۵۷۱ ج ۵)

ایک بیوی سے زیادہ محبت رکھنا دوسری بیویوں کی حق تلفی نہیں

سوال: اگر ایک آدمی کی تین یا چار بیویاں ہوں اور ان میں کسی ایک کی طرف اُس کا قلبی میلان اور اس کے ساتھ محبت زیادہ ہو تو کیا اس سے دوسری بیویوں کی حق تلفی لازم آتی ہے یا نہیں؟

جواب: تین یا چار بیویوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کسی وجہ سے قلبی محبت زیادہ ہو اور دیگر حقوق میں سب کے ساتھ برابری اور عدل کرتا ہو تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں' شریعت مطہرہ کی نظر میں خاوند ایسے حقوق کا مکلّف ہے جو اس کے دائرہ اختیار میں ہوں جبکہ ایک سے زیادہ بیویوں میں سے کسی ایک کے ساتھ قلبی محبت اس کی قدرت سے باہر ہے۔

قال فی الهندية: وممّا يجب على الازواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه والبيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لافيما لا يملك وهوالحبّ والجماع (الفتاویٰ الهندية ج ۱ ۳۴۱ الباب السابع عشر فی النفقات)

(قال الشيخ الكاسانی رحمه الله عليه: وروی عن ابی قلابة أنّ النّبیّ صلی اللّٰه عليه وسلم كان يعدل بين نساء ه فی القسمة ويقول اللهم هٰذه قسمتی فيما أملک فلاتؤاخذنی فيما تملک ولاأُملک (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۲ باب النفقات) وَمِثْلُهٗ فی الدرالمختار علٰى هامش ردّالمحتار ج ۲ ص ۴۳۲ كتاب النكاح باب النفقات) (فتاویٰ حقانيه ج ۴ ص ۴۳۴.

میاں بیوی کے درمیان تفریق کرانا گناہ کبیرہ ہے

سوال: شوہر کو اس کی بیوی سے بدظن کرنا کیسا فعل ہے؟

جواب: حدیث میں ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے۔ (ابوداوٗد' صفحہ ۲۹۴' ج ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے درمیان منافرت پھیلانا اور ایک دوسرے سے بدظن کرنا گناہ کبیرہ ہے اور ایسا کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا یہ فعل مسلمانوں کا نہیں اور قرآن کریم میں میاں بیوی کے درمیان تفریق پیدا کرنے کو یہودی جادوگروں کا فعل بتایا ہے۔ (فتاویٰ شامیہ میں ہے کہ ایسے شخص کی سزا

عمر قید ہے۔مؤلف) (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۵۷ اج ۵)

بے نمازی بیوی کا گناہ کس پر ہوگا؟

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے اہل وعیال کونماز کی تاکید کرواور خود بھی اس کی پابندی کرو۔ اگر کوئی شخص خود پابندی سے نماز پڑھتا ہواور اپنی بیوی کونماز کی تاکید کرے اس کے باوجود بیوی نماز نہ پڑھے تواس کا گناہ کس کو ملے گا بیوی کو یا شوہر کو؟ مہربانی فرما کر میرے سوال کا جواب تفصیل سے دیں؟

جواب: شوہر کی تاکید کے باوجود اگر بیوی نماز نہ پڑھے تو وہ اپنے عمل کی خود ذمہ دار ہے شوہر گناہ گار نہیں مگر ایسی نالائق عورت کو گھر میں رکھا ہی کیوں جائے؟ (آپ کے مسائل اور انکا حل ص ۷۶ اج ۵)

کیا شوہر مجازی خدا ہوتا ہے؟

سوال: ایک ہفت روزہ میں مسائل کے کالم میں ایک عورت نے لکھا ہے کہ اس کا شوہر بدصورت ہونے کی وجہ سے اسے ناپسند ہے۔لہٰذا اس شخص کے ساتھ رہنے میں لغزش ہوسکتی ہے اور وہ خلع چاہتی ہے جبکہ اس عورت کے والدین کہتے ہیں کہ شوہر کو بدصورت کہنا گناہ ہوتا ہے تو اسے جواباً بتایا گیا کہ شوہر کو خدا سمجھ لینے کا تصور ہندو عورتوں کا ہے ورنہ اسلام میں نکاح طرفین کی خوشی سے ہوتا ہے اور اگر وہ عورت چاہے تو لغزش سے بچنے کے لیے خلع لے سکتی ہے کیونکہ نکاح کا مقصد ہی معاشرتی برائی سے بچنا ہے۔ آگے اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی شوہر کو مجازی خدا سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں نے اب تک اپنی اطاعت گزار بیوی پر خود کو مجازی خدا اور باحیثیت مرد حاکم سمجھ کر جو ظلم کیے ہیں کیا میں گنہگار رہا ہوں یا اپنی لاعلمی کی وجہ سے بے قصور ہوں یا مجھے اپنی بیوی سے معافی مانگنا ہوگی کہ خدا مجھ کو معاف کردے یا میں حق پر ہوں اور یہ بات غلط ہے کہ شوہر کو مجازی خدا سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہے؟

جواب: اللہ نے مرد کو عورت پر حاکم بنایا ہے مگر نہ وہ حقیقی خدا ہے اور نہ وہ مجازی خدا۔ حاکم کی حیثیت سے اسے بیوی پر ظلم وستم توڑنے کی اجازت نہیں نہ ہی اس کی تحقیر وتذلیل ہی روا ہے جو شوہر اپنی بیویوں سے زیادتی کرتے ہیں وہ بدترین قسم کے ظالم ہیں۔ آپ کو اپنی بیوی سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا چاہیے اور جو ظلم وزیادتی کر چکے ہیں اس کی تلافی کرنی چاہیے۔ شوہر کو خدائی منصب پر فائز سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہو تو ہو اسلام کا طریقہ بہرحال نہیں۔ البتہ عورت کو

شوہر کی عزت واحترام کا یہاں تک حکم ہے کہ اس کا نام لے کر بھی نہ پکارے اور اس کے کسی بھی جائز حکم کو مسترد نہ کرے اور اگر شوہر سے عورت کا دل نہ ملتا ہو خواہ شوہر کی بدصورتی کی وجہ سے، خواہ اس کی بدخلقی کی وجہ سے، خواہ اس کی بددینی کی وجہ سے، خواہ کسی اور وجہ سے تو اس کو خلع لینے کی اجازت ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ۱۷۷ ج ۵)

کیا مرد اپنی بیوی کو زبردستی اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟

سوال: کیا شوہر اپنی بیوی کو زبردستی اپنے پاس رکھ سکتا ہے جب کہ بیوی رہنے کو تیار نہ ہو، یہ جانتے ہوئے بھی کہ بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، شوہر اسے جبراً رکھے ہوئے ہے، ایسے مردوں کے لیے اسلام میں کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح سے مقصود ہی یہ ہے کہ میاں بیوی ساتھ رہیں اس لیے شوہر کا بیوی کو اپنے پاس رکھنا تقاضائے عقل وفطرت ہے اگر بیوی اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اس سے علیحدگی کرالے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۱۸۱ ج ۵)

کن چیزوں سے نکاح نہیں ٹوٹتا

بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنا

سوال: کیا خاوند اپنی بیوی کا برہنہ بدن جماع کے وقت یا اس کے علاوہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن کریم کے انداز بیان "هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ" سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان رشتہ ازدواج کی وجہ سے پردہ کی کیفیت باقی نہیں رہتی اس لیے میاں بیوی کے لیے ایک دوسرے کے بدن پر نظر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں تاہم فقہاء کرام نے شرمگاہ پر نظر ڈالنے سے اجتناب کرنے کو بہتر لکھا ہے۔

قال الطوریؒ تحت قول النسفیؒ: "وینظر الرجل الٰی خرج أمته وزوجته" یعنی عن شهوة وغیرشهوة قال علیه الصّلوٰة والسّلام غرض بصرک اِلاَّ عن زوجتک وامتک وما روی عن عائشةؓ قالت کُنت أغتسل أنا و رسول الله صلی الله علیه وسلم من انا واحد. (البحرالرائق ج۸ص ۱۹۳ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر)

(قال فی الھندیۃ: أما النظر الٰی زوجتہ ومملوکتہ فھو حلال من قرنھا الٰی قدمھا عن شھوۃ و غیر شھوۃ وھٰذا ظاھر الاّ ان الأولٰی أن لاینظر کل واحدٍ منھما الٰی عورۃ صاحبہ کذا فی الذخیرۃ. (الفتاویٰ الھندیۃ ج۵ص۳۲۷ الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر الیہ) وَمِثْلُہٗ فی بدائع الصنائع ج۵ص۱۱۹ کتاب الاستحسان) (فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۴۴۰)

سالی سے زنا کرنے کے بعد بیوی سے کب تک الگ رہا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ اگر ایک آدمی اپنی سالی کے ساتھ زنا کرے تو اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اگر نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو پھر آدمی کو دوبارہ کیسے نکاح پڑھنا چاہیے؟ اگر رات کو آدمی اپنی عورت کے پاس جانے کا ارادہ رکھ کر اُٹھتا ہے تو اُونگھ کی وجہ سے وہ اپنی عورت کے بجائے اپنی سالی کے بستر پر چلا جاتا ہے کہ جب وہ ہاتھ لگاتا ہے تو اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ میری عورت نہیں ہے وہ پھر واپس چلا جاتا ہے' کیا ہاتھ لگانے سے بھی نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی اس کا جواب تفصیل سے دیں؟ ایک بات اور ہے وہ یہ کہ اگر آدمی نکاح ہونے سے ۳۶ گھنٹے قبل اپنی سالی سے زنا کر لیتا ہے تو اس کا کیا ہوگا؟ تفصیلاً جواب دیں؟ بینوا وتوجروا من اللہ

جواب: سالی کے ساتھ زنا کرنے سے زانی شخص پر اپنی بیوی حرام نہیں ہو جاتی۔ بیوی اس کے لیے حلال ہے اور اس کا نکاح بدستور قائم ہے' ویسے زنا گناہ کبیرہ ہے اور اس سے توبہ تائب ہونا لازم ہے۔

قال فی البحر ولو وطی اخت امرأۃ بشبھۃ تحرم امرأۃ مالم تنقض عدت ذات الشبھۃ وفی الدرایۃ عن الکامل ولو زنٰی باحدی الاختین لایقرب الاخری حتّٰی تحیض الاخری حیضۃ وفی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ قال فی الشامیۃ فالمعنی لاتحرم حرمۃ مؤبدۃ والافتحرم الی انقضاء عدۃ الموطوئۃ. (الدرالمختار علی ھامش تنویر الابصار ص ۳۴ ج ۳)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی منکوحہ اس پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوئی۔ البتہ جب تک مزنیہ کو ایک حیض نہ آچکے اس وقت تک اس کو منکوحہ بیوی سے علیحدہ رہنا واجب ہے۔ نیز جب زنا سے نکاح فاسد نہیں ہوتا تو ہاتھ لگانے سے تو یقیناً نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ ج۴ص۵۵۹)

اولاد سے گفتگو میں بیوی کو امی کہنا

سوال: اکثر لوگوں کی یہ عادت دیکھنے میں آتی ہے جب بچہ اپنے باپ سے کسی چیز کا تقاضا کرتا ہے تو باپ بچے سے کہتا ہے جاؤ بیٹا امی سے لے لو یا یوں بھی کہا جاتا ہے کہ بیٹے اپنی امی کے پاس جاؤ' بیٹے امی کہاں ہے جب کہ بیوی کو ماں کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو کیا اس قسم کے الفاظ بولنا درست ہے؟

جواب: اس سے بچے کی امی مراد ہوتی ہے اپنی نہیں اور بیوی کو امی کہنا جائز نہیں لیکن ایسا کہنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۸۷ ج ۵)

اپنے کو بیوی کا والد ظاہر کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال: زید نے سرکاری پلاٹ حاصل کرنے کی نیت سے اپنی بیوی کو اس کے حقیقی ماموں کی بیوہ ظاہر کیا اور خود کو اپنی بیوی کا والد کیونکہ زید کی عمر اپنی بیوی کی والد جتنی ہے اسی طرح زید نے حکومت سے پلاٹ حاصل کر کے اس کو فروخت کر دیا۔

اب مندرجہ ذیل امور کی وضاحت مطلوب ہے:

(الف) کیا ان حالات میں زید کا اپنی بیوی سے نکاح برقرار رہے؟

(ب) کیا تجدید نکاح کی ضرورت ہے؟

(ج) اس ناپسندیدہ طریقے سے حاصل کردہ رقم جائز ہے یا ناجائز؟

(د) شرعی اور فقہی نقطہ نگاہ سے زید کا یہ فعل کیسا ہے جب کہ زید حاجی اور بظاہر مذہبی بھی ہے؟

جواب: یہ تو ظاہر ہے کہ زید جھوٹ اور جعل سازی کا مرتکب ہوا اور ایسے غلط طریقہ سے حاصل کردہ رقم جائز نہیں ہوگی لیکن اس کے اس فعل سے نکاح نہیں ٹوٹا اس لیے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۵ ص ۱۸۷)

کیا داڑھی کا مذاق اُڑانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: کیا داڑھی کا مذاق اُڑانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں داڑھی اسلام کا شعار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت واجبہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت اور اسلام کے کسی شعار کا مذاق اُڑانا کفر ہے اس لیے میاں بیوی میں سے جس نے بھی داڑھی کا مذاق اُڑایا ہے اور ایمان سے خارج ہو گیا اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا اس کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے اپنے ایمان کی تجدید کریں اور نکاح دوبارہ کرے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۸۹ ج ۵)

ایک دوسرے کا جھوٹا پینے سے نہ بہن بھائی بن سکتے ہیں اور نہ نکاح ٹوٹتا ہے

سوال: ایک ہی ماں کا دودھ پینے والوں کو تو دودھ شریک کہتے ہیں لیکن یہاں کچھ لوگوں کو یوں بھی کہتے سنا ہے کہ میاں بیوی ایک ہی پیالہ میں ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ پی لیں تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے کیا لڑکا لڑکی دودھ شریک بہن بھائی بن جاتے ہیں؟

جواب: جس دودھ کے پینے سے نکاح حرام ہوتا ہے وہ جو بچے کو مدت رضاعی یعنی دو سال کی عمر کے دوران کوئی عورت پلائے۔عوام کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کا جھوٹا کھانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۱۹۲ ج ۵)

اپنے شوہر کو قصداً بھائی کہنے سے نکاح پر کچھ اثر نہیں ہوتا

سوال: کوئی شادی شدہ لڑکی جس کے دو بچے بھی ہیں اپنے شوہر کو سب کچھ جانتے ہوئے بھی اگر بھائی کہے اور یہ کہے کہ میں طلاق چاہتی ہوں اس سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے تو کیا نکاح باقی رہے گا جب کہ لڑکی کسی بھی صورت میں اپنے سسرال جانے کو تیار نہیں ہے؟

جواب: لڑکی کے ان الفاظ سے تو طلاق نہیں ہوگی جب تک کہ شوہر اس کو طلاق نہ دے اگر وہ اپنے شوہر کے یہاں نہیں جانا چاہتی تو خلع لے سکتی ہے۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۱۹۴ ج ۵)

بیوی کا دودھ پینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا لیکن پینا حرام ہے

سوال: جنگ کے جمعہ ایڈیشن میں آپ سے ایک سوال پوچھا گیا کہ ''ایک شوہر نے لاعلمی میں اپنی بیوی کے نکالے ہوئے دودھ کی چائے بنائی اور سب نے پی لی تو ایک صاحب نے فتویٰ دیا کہ میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ گیا ہے'' اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ''عورت کے دودھ سے حرمت جب ثابت ہوتی ہے جب کہ بچہ نے دو سال کی عمر کے اندر اس کا دودھ پیا ہو بڑی عمر کے آدمی کے لیے دودھ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی' نہ عورت رضاعی ماں بنتی ہے۔لہٰذا ان دونوں کا نکاح بدستور قائم ہے۔اس عالم صاحب نے مسئلہ قطعاً غلط بتایا ہے ان دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹا۔''

ہم نے ایک ہینڈ بل دیکھا ہے جس میں آپ کے اس جواب کا مذاق اُڑایا گیا ہے اور یہ تاثر دیا گیا ہے کہ آپ نے عورت کے دودھ کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور اس کی خرید وفروخت جائز ہے وغیرہ وغیرہ؟

جواب: ہینڈبل میں جوتاثر دیا گیا ہے وہ غلط ہے' عورت کے دودھ کا استعمال کسی کے لیے بھی حلال نہیں۔ حتیٰ کہ دودھ پینے کی مدت کے بعد خود اس کے بچے کو بھی اس کی ماں کا دودھ پلانا حرام ہے۔ میں نے جو مسئلہ لکھا تھا وہ یہ ہے کہ عورت کا دودھ پینے سے عورت اس بچے کی جو ماں بن جاتی ہے اور اس دودھ سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں۔ یہ حرمت صرف مدت رضاعت کے اندر ثابت ہوتی ہے۔ بڑی عمر کا آدمی اگر خدانخواستہ جان بوجھ کر یا غلطی سے عورت کا دودھ پی لے تو رضاعت کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر غلطی سے شوہر نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا (جیسی غلطی کہ سوال میں ذکر کی گئی تھی) تو اس سے نکاح نہیں ٹوٹا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی کا دودھ پینا حلال ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی عقلمند آدمی میرے جواب کا یہ مطلب بھی سمجھ سکتا ہے جو آپ کے ذکر کردہ ہینڈبل میں ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیوی کا دودھ پینا حرام ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۵ ص ۱۹۱۔

شادی کے متفرق مسائل

جس شادی میں ڈھول بجتا ہو اس میں شرکت کرنا

سوال: ایک جگہ شادی ہے اس میں ڈھول بجائے جاتے ہیں اور شادی والے کھانے کھلانے کا انتظام بھی کرتے ہیں جس کو خیرات کا نام دیتے ہیں' کیا ڈھول کی وجہ سے یہ کھانا حرام ہوا؟ یا کھانا جائز ہے؟

جواب: جس دعوت میں گناہ کا کام ہو رہا ہو اگر جانے سے پہلے اس کا علم ہو جائے تو ایسی دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں جو کھانا حلال ہو وہ تو ڈھول سے حرام نہیں ہوتا لیکن اس کھانے کے لیے جانا اور اس کھانے کا وہاں بیٹھ کر کھانا ضرور ناجائز ہوگا۔ آپ کے مسائل اور انکا حل ج ۵ ص ۲۰۱۔

دلہن کی رخصتی قرآن کے سائے میں کرنا

سوال: آج کل اس اسلامی معاشرہ میں چند نہایت ہی غلط اور ہندوانہ رسمیں موجود ہیں۔ افسوس اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب کسی رسم کو اجر و ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ مثلاً لڑکی کی رخصتی کے وقت اس کے سر پر قرآن کا سایہ کیا جاتا ہے حالانکہ اس قرآن کے نیچے ہی لڑکی (دلہن) ایسی حالت میں ہوتی جو قرآنی آیات کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہوا کرتی ہے یعنی بناؤ سنگھار کر کے غیر محرم کی نظر کی زینت بن کر کیمرہ کی تصویر بن رہی ہوتی ہے۔ اگر لڑکی کہتی ہے کہ یوں درست نہیں بلکہ باپردہ ہونا لازم ہے جو کہ

اسی قرآن میں تحریر ہے جس کا سایہ کیا جاتا ہے تو اسے قدامت پسند کہا جاتا ہے اور اگر کہا جاتا ہے کہ پھر قرآن کا سایہ نہ کرو تو اسے گمراہ کہا جاتا ہے۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ دلہنوں کا یوں قرآن کے سایہ میں رخصت ہونا غیر محرموں کے سامنے کیسا ہے؟ قرآن کیا اسی لیے صرف نازل ہوا تھا کہ اس کا سایہ کریں چاہے اپنے اعمال سے ان آیات کو اپنے قدموں تلے روندیں؟

جواب: دلہن پر قرآن کریم کا سایہ کرنا محض ایک رسم ہے اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اور دلہن کو سجا کر نامحرموں کو دکھانا حرام ہے اور نامحرموں کی محفل میں اس پر قرآن کریم کا سایہ کرنا قرآن کریم کے احکام کو پامال کرنا ہے۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۲۰۳ ج ۵)

کیا کسی مجبوری کی وجہ سے حمل کو ضائع کرنا جائز ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک شادی شدہ عورت جب کہ اس کے بچے زیادہ ہو جاتے ہیں اور بچوں کی پرورش عورت کے لیے مسئلہ بن جاتا ہے کیا ایسی عورت آپریشن کے ذریعے یا کسی دواء کے ذریعے حمل کو ضائع کر سکتی ہے یا عورت مسلسل بیمار ہو یا کمزور ہو یا بوڑھی ہو جائے کیا اس صورتوں میں حمل کو ضائع کر سکتی ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

جواب: حمل جب چار مہینے کا ہو جائے تو اس میں جان پڑ جاتی ہے اس کے بعد حمل کا ساقط کرنا حرام ہے جس کی وجہ سے قتل کا گناہ ہوتا ہے اس سے پہلے اگر کسی مجبوری کے تحت کیا جائے تو اگرچہ جائز ہے لیکن بغیر کسی شدید مجبوری کے مکروہ ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۲۰۳ ج ۵)

زانیہ کی وضع حمل کے بعد شادی

سوال: ایک آدمی نے ایک لڑکی سے زنا کیا جس کی وجہ سے لڑکی کو حمل ٹھہر گیا اور ایک بچی ہوئی۔ اب بعد میں اس لڑکی کے والدین اس کا نکاح کر دینا چاہتے ہیں اب جو زانی ہے وہ مالدار گھرانے کا ہے اور شراب نوش ہے اور شادی شدہ ہے، اس کے بچے بھی ہیں، وہ چاہتا ہے کہ اس کی شادی اس لڑکی سے کرادی جائے اور اس لڑکی کی دوسری جگہ بھی بات چل رہی ہے تو کس کے ساتھ شادی کرائی جائے؟ اس لڑکے کے ساتھ جو زانی ہے یا اس کے علاوہ کسی دوسرے سے اور جو بچی ہوئی ہے اس کو کرسچن (عیسائی) لے گئے ہیں اور شاید وہ اس کو کرسچن تعلیم (ان کی مذہبی تعلیم) بھی دیں گے تو بچی کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

جواب: بحالت حمل تو اسی بدکار لڑکے کے ساتھ شادی کرا دینا مناسب تھا تاکہ بچی کی بھی حفاظت ہو جاتی جبکہ یہ مصلحت نہ رہی اور لڑکا زانی شرابی بھی ہے اور عیالدار بھی ہے نباہ ہو یا نہ ہو' اس لیے دوسرے نیک لڑکے سے شادی کرادی جائے' اگر میسر نہ ہو تو اس سے کردی جائے' بچی قبضہ میں کر سکتے ہو تو کوشش کی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۲۴۲۔

دلہا کا دلہن کے آنچل پر نماز پڑھنا اور ایک دوسرے کا جھوٹا کھانا

سوال: میری شادی کو تقریباً تین سال ہونے کو ہیں' شادی کی پہلی رات مجھ سے دو ایسی غلطیاں سرزد ہوئیں جس کی چبھن میں آج تک دل میں محسوس کرتا ہوں۔

پہلی غلطی یہ ہوئی کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ دو رکعت نماز شکرانہ جو کہ بیوی کا آنچل بچھا کر ادا کی جاتی ہے نہ پڑھ سکا' یہ ہماری لاعلمی تھی اور نہ ہی میرے دوستوں اور عزیزوں نے بتایا تھا' بہرحال تقریباً شادی کے دو سال بعد مجھے اس بات کا علم ہوا تو ہم دونوں میاں بیوی نے اس نماز کی ادائیگی بالکل اسی طرح سے کی نماز کے بعد اپنے رب العزت سے خوب گڑگڑا کر معافی مانگی مگر دل کی خلش دور نہ ہو سکی۔

دوسری غلطی بھی لاعلمی کے باعث ہوئی ہماری دُور کی ممانی ہیں جنہوں نے ہمیں اس کا مشورہ دیا تھا کہ تم دونوں ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ ضرور پینا ہم (میاں بیوی) نے ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ بھی پیا مگر جب میں نے اپنے ایک دوست سے اس بات کا ذکر کیا تو پتہ چلا کہ جو لوگ ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ پیتے ہیں بھائی بھائی یا بھائی بہن کہلاتے ہیں۔

جب سے یہ بات معلوم ہوئی ہے دل میں عجیب عجیب خیالات آتے ہیں' قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیے کہ ہمارے ان افعال کا کفارہ کس طرح ادا ہو سکے گا؟ جناب کی مہربانی ہوگی؟

جواب: آپ سے دو غلطیاں نہیں ہوئیں بلکہ آپ کو دو غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ پہلی رات بیوی کی آنچل بچھا کر نماز پڑھنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب' یہ محض لوگوں کی اپنی بنائی ہوئی بات ہے۔ لہٰذا آپ کی پریشانی بے وجہ ہے آپ کے دوست کا یہ کہنا غلط فہمی بلکہ جہالت ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا جھوٹا کھا پی لینے سے بھائی بہن بن جاتے ہیں۔ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں لہٰذا آپ پر کوئی کفارہ نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۱۰ ج ۵)

شوہر کی موت کے بعد لڑکی پر سسرال والوں کا کوئی حق نہیں

سوال: ہمارے ہاں یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ عموماً شادی سے ایک دو سال پہلے نکاح پڑھ لیتے ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس عرصے کے دوران شوہر کا انتقال ہو جائے تو اب لڑکی آزاد ہو جائے گی

اور جس جگہ بھی چاہے شادی کرسکتی ہے حالانکہ لڑکے کے والدین اس کو پسند نہیں کرتے بلکہ ان کے ہاں دوسرا بیٹا بھی ہے ان کے والدین چاہتے ہیں کہ لڑکی کی شادی دوسرے بیٹے سے کرائی جائے' کیا شوہر کے مرنے کے بعد لڑکی پر کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں یا نہیں؟

جواب: شوہر کے انتقال کے بعد لڑکی کے ذمہ شوہر کی موت کی عدت ہے۔ (ایک سوتیس دن بشرطیکہ شوہر کا انتقال مہینہ کے درمیان ہوا ہو اور چار مہینہ دس دن عدت ہے۔ اگر شوہر کا انتقال چاند رات کو ہوا ہو) واجب ہے عدت کے بعد لڑکی خود مختار ہے کہ وہ عدت کے بعد جہاں چاہے اپنا عقد کرلے' سسرال والوں کا اس پر کوئی حق نہیں' اگر وہ خود دوسرے بھائی سے شادی پر راضی ہو تو اس کا نکاح ہوسکتا ہے مگر سسرال والے مجبور نہیں کرسکتے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۱۲ ج ۵)

ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ پینے سے بہن بھائی نہیں بنتے

سوال: میرے ایک دوست نے ایک لڑکی کو بہن بنایا اور اس نے قرآن اُٹھا کر کہا کہ یہ میری بہن ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کے منہ والا دودھ بھی پیا' میں نے جہاں تک سنا ہے دودھ پینے سے بہن بھائی بن جاتے ہیں اب ان دونوں کی شادی ہوگئی ہے' آپ بتائیں کہ یہ شادی جائز ہے؟

جواب: جھوٹی بات پر محض قرآن اُٹھانے اور ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ پینے سے بہن بھائی نہیں بنا کرتے اس لیے ان کی شادی صحیح ہے' جھوٹی پر بات قرآن اُٹھانا گناہ کبیرہ ہے اور یہ ایسی قسم ہے جو آدمی کے دین دنیا کو تباہ کردیتی ہے۔ مسلمانوں کو ایسی جرأت نہیں کرنی چاہیے۔

(نوٹ) بہن بھائی کا مفہوم واضح ہے یعنی جن کا باپ ایک ہو یا ماں ایک ہو یا والدین ایک ہوں یہ نسبی بہن بھائی کہلاتے ہیں اور جس لڑکے اور لڑکی نے اپنی شیر خوارگی کے زمانے میں ایک عورت کا دودھ پیا ہو وہ رضاعی بہن بھائی کہلاتے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے بہن بھائی ایک دوسرے کے لیے حرام ہیں ان کے علاوہ جو لوگ منہ بولے بھائی بہن بن جاتے ہیں یہ شرعاً جھوٹ ہے اور ایسے نام نہاد بھائی بہن ایک دوسرے پر حرام نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۱۳ ج ۵)

کیا بیوی اپنے شوہر کا جھوٹا کھا پی سکتی ہے؟

سوال: کیا اسلام کے قانون کی رو سے ایک بیوی اپنے شوہر کا جھوٹا دودھ پی سکتی ہے یا اور کوئی دوسری اشیاء کھا سکتی ہے؟

جواب: ضرور کھا پی سکتی ہے۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۵ ص ۲۱۴۔

دن میں بیویوں کے درمیان عدل کرنا واجب نہیں

سوال: بہشتی زیور سے معلوم ہوتا ہے کہ بیویوں کے درمیان رات میں برابری کرنی چاہیے دن میں برابری نہیں ہے تو اگر کسی بی بی کی باری میں اس کے یہاں دن کو کھانا کھا کر دوسری بی بی کے گھر پر جس کے یہاں باری نہیں ہے دن کو علیحدہ چارپائی پر جا کر سو جائے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت درست ہے۔ واللہ اعلم (علامہ ظفر احمد عثمانی)

عورت کو خیار بلوغ حاصل تھا مگر اسے علم نہ تھا کہ خیار ہوتا ہے تو خیار ساقط ہو گیا

سوال: مسماۃ بہاراں کا عقد نکاح تقریباً پانچ سال کی عمر میں اس کے چچا نے مسمی احمد سے کر دیا تھا' مسماۃ بہاراں نے بالغ ہونے کے ایک ماہ بعد چھ آدمیوں اور اپنی والدہ کے سامنے کہا کہ مجھے اپنے چچا کا کیا ہوا عقد منظور نہیں ہے چونکہ عورت دیہات میں رہنے والی ہے اس لیے مسائل سے واقف نہیں اس لیے بعد از بلوغ فوراً رد نہیں کر سکتی اب کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بالغ ہونے کے وقت مسماۃ بہاراں کو عقد نکاح کا علم تھا' پھر وہ جہالت کی بناء پر خاموش رہی تو خیار بلوغ باطل ہو گیا' اب اس کا نکاح کو رد کرنا معتبر نہ ہوگا اور یہ دوسری جگہ شادی نہیں کر سکتی۔ (جیسا کہ ہندیہ میں صراحت سے لکھا ہے) اور اگر بوقت بلوغ نکاح کا علم نہ تھا تو خیار باطل نہ ہوگا جب تک نکاح کا علم نہ ہو خیار باقی رہے گا۔ الخ (کما فی الهندية) واللہ اعلم۔ (خیر الفتاویٰ)

حق مہر

حق مہر عورت کس طرح معاف کر سکتی ہے؟

سوال: میں آپ سے ایک شرعی سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔ میں نے اپنے شوہر کو حق مہر اپنی خوشی سے معاف کر دیا۔ میں نے اپنی زبان سے اور سادہ کاغذ پر بھی لکھ کر دے دیا ہے' کیا اتنا کہنے اور لکھ دینے سے حق مہر معاف ہو جاتا ہے؟ اسلام اور شرعی حیثیت سے کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب: حق مہر عورت کا شوہر کے ذمہ قرض ہے۔ اگر صاحب قرض مقروض کو زبانی یا تحریری طور سے معاف کر دے تو معاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مہر بھی عورت کے معاف کر دینے سے معاف ہو جاتا ہے۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۵ ص ۱۶۰۔

مہر کی رقم ادا کرنے کا طریقہ

سوال: مہر کی رقم ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: صحیح طریقہ یہ ہے کہ بلا کم و کاست مہر زوجہ کو ادا کر دیا جائے اور مہر شب زفاف کے بعد لازم ہو جاتا ہے یا دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۱۴۵ ج۵)

مہر کی کم اور زیادہ مقدار کیا ہے؟

سوال: مہر شرع محمدی کی مقدار کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کیا ہے؟

جواب: شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہیں جو قریب تین پونے تین روپے کے ہوتے ہیں اور زیادہ کی کچھ حد نہیں ہے۔ ھکذا فی کتب الفقه

(افله (ای المهر) عشرة دراهم الخ وتجب العشرة ان سماها او دونها ویجب الاکثر عنها ان سمی الاکثر (درمختار) یجب الاکثر ای بالغاما بلغ (ردالمحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۵۲ ط س ج ۳ ص ۱۰۲) ظفیر

(یہ واضح رہے کہ دس درہم کا صحیح وزن ساڑھے اکتیس ماشے چاندی ہے۔ لہٰذا چاندی کے بھاؤ کے حساب سے دس درہم کی قیمت متعین کی جائے گی۔ مفتی غلامؒ نے تین پونے تین روپے دس درہم کی قیمت ۱۳۳۴ھ میں لکھا ہے اس وقت چاندی سستی تھی اس وقت ۱۳۹۱ھ میں چاندی کا بھاؤ تقریباً سات روپے تولہ ہے۔ اس حساب سے دس درہم کی قیمت ہمارے زمانہ میں اٹھارہ سوا اٹھارہ روپے ہوگی اس لیے سوا اٹھارہ روپے سے کم مہر نہیں ہو سکتا ہے اور جس طرح قیمت بڑھے گی روپے کی مقدار بھی زیادہ ہوگی۔ واللہ اعلم ظفیر) (فتاویٰ رحیمیہ ج۸ ص۲۲۹)

مہر کی ادائیگی بوقت نکاح ضروری نہیں

سوال: حق مہر کی بوقت نکاح نقد ادائیگی ضروری ہے یا کہ نکاح نامہ پر ایک معاہدہ کی صورت میں اس قسم کا اندراج ہی کافی ہوتا ہے یعنی بعوض اتنی رقم بطور حق مہر فلاں ولد فلاں کا نکاح فلاں بنت فلاں سے قرار پایا وغیرہ وغیرہ؟

جواب: مہر کی ادائیگی بوقت نکاح ضروری نہیں بعد میں عورت کے مطالبہ پر ادا کیا جا سکتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۱۵۵ ج۵)

مہر مرد کے ذمہ بیوی کا قرض ہوتا ہے

سوال: اگر حق مہر طے ہوا ہو اور وہ شوہر نے ادا نہ کیا ہو اور نہ بخشایا ہو تو اس کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے کیونکہ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے شادی کیے ہوئے بھی سوا سال ہو گئے ہیں اور میں نے حق مہر کے بارے میں کبھی خیال بھی نہیں کیا ہے؟

جواب: عورت کا مہر شوہر کے ذمہ قرض ہے خواہ شادی کو کتنے ہی سال ہو گئے ہوں وہ واجب الادا رہتا ہے اور اگر شوہر کا انتقال ہو جائے اور اس نے مہر نہ ادا کیا تو اس کے ترکہ میں سے پہلے مہر ادا کیا جائے گا پھر ترکہ تقسیم ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۵۶ ج ۵)

مہر جب مطلق ہو تو عورت یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ مہر دو ورنہ تمہارے پاس نہ جاؤں گی؟

سوال: ہندہ کا مہر بوقت نکاح مطلق تھا بلا قید معجّل و مؤجل اب ہندہ اپنے والدین کے یہاں ہے اور اس کی یہ خواہش ہے کہ اپنا مہر وصول کر لوں اور نفقہ وغیرہ کا انتظام ہو جائے تب زوج کے گھر جاؤں اس صورت میں ہندہ وصول کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: ہندہ کو ابھی مہر وصول کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ مہر مطلق میں عرفاً وصول مہر کا وقت موت یا طلاق ہے باقی شوہر اگر فی الحال مہر دے دے کچھ حرج نہیں ہے مگر جبراً ہندہ ابھی اس کو وصول نہیں کر سکتی اور نفقہ ہندہ کا شوہر کے ذمہ اسی وقت لازم ہے کہ ہندہ شوہر کے گھر جانے سے انکار نہ کرے شوہر جہاں رکھے وہاں رہے۔ فقط

(ولها منعه من الوطؤ و دواعيه والسفر بها الخ لاحد مابين تعجيله من المهر كله او بعضه او قدر مايعجل لمثلها عرفا (الدرالمختار على هامش ردالمحتار باب المهر ج۲ ص ۴۹۲. ط.س. ج۳ ص ۱۴۳ مطلب فى منع الزوجة نفسها لقبض المهر). ظفير. فتاوىٰ رحيميه ج ۷ ص ۲۲۹. (فيتجب للزوجة على زوجها ولو صغير الخ منعت نفسها للمهر الخ لاخارجة من بيته بغير حق وهى الناشرة حتى تعود (ايضاً باب النفقة ج۲ ص ۸۸۶ ط.س. ج۳ ص ۵۷۲ مطلب اللفظ جامد و مشتق) ظفير

کیا خلع والی عورت مہر کی حق دار ہے؟

سوال: مذہب اسلام نے عورت کو خلع کا حق دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ خلع لینے کی صورت میں عورت مقررہ مہر حق دار رہتی ہے یا نہیں؟ یعنی شوہر کے لیے بیوی کا مہر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: خلع میں جو شرائط طے ہو جائے فریقین کو اس کی پابندی لازم ہوگی۔ اگر مہر چھوڑنے کی شرط پر خلع ہوا ہے تو عورت مہر کی حق دار نہیں اور اگر مہر کا تذکرہ نہیں آیا کہ وہ چھوڑا جائے گا یا نہیں تب بھی مہر معاف ہو گیا۔ البتہ اگر مہر ادا کرنے کی شرط تھی تو مہر واجب الادا رہے گا۔

(آپکے مسائل اور انکا حل ص ۱۵۹ ج ۵)

بیوی اگر مہر معاف کر دے تو شوہر کے ذمہ دینا ضروری نہیں

سوال: میرے نکاح کا حق مہر مبلغ =/۱۵۰۰ روپے مقرر کیا گیا ہے جس میں سے آدھا معجّل اور آدھا غیر مؤجل طے پایا ہے جس کو میں فوری طور پر ادا نہیں کر سکتا تھا' شادی کی رات جب میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور سلام وکلام کے بعد میں نے یہ صورت حال اپنی بیوی کے سامنے رکھی تو اس نے اسی وقت اپنا تمام حق مہر مجھ پر معاف کر دیا۔ براہ کرم مجھے قانون شریعت کے مطابق بتائیں کہ اس کے بعد میری بیوی مجھ پر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر آپ کا بیان اور بیوی کا اقرار نامہ درست ہے تو آپ کی بیوی کی طرف سے آپ کو مہر معاف ہو گیا اور اب آپ پر مہر کی ادائیگی ضروری نہیں۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ص ۱۶۱ ج ۵)

جھگڑے میں بیوی نے کہا آپ کو مہر معاف ہے تو کیا ہوگا؟

سوال: میری بیوی نے تین یا چار مواقع پر لڑائی جھگڑے کے دوران کچھ ایسے جملے ادا کیے آپ کو مہر معاف ہے اور ایسے ہی ملتے جلتے جملے کیا ان جملوں سے مہر معاف ہو گیا یا نہیں؟

جواب: لڑائی جھگڑے میں آپ کو مہر معاف ہے کہ الفاظ کا استعمال یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ مجھے طلاق دے دیں اس کے بدلے میں مہر معاف ہے۔ پس اگر آپ نے اس کی پیشکش کو قبول کر لیا تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور مہر معاف ہو جائے گا اور اگر قبول نہیں کیا تو مہر کی معافی بھی نہیں ہوئی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۶۲ ج ۵)

مہر دینے کے بعد عورت خنثیٰ مشکل نکلی تو مہر واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: زید نے ہندہ کے ساتھ عقد کیا اور ہندہ کے والیان کو مہر وغیرہ ادا کر دیا' بعد بوقت خلوت صیحہ ہندہ خنثیٰ مشکل ثابت ہوئی' آیا زید ہندہ کے والیان سے مہر وغیرہ خرچ شدہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: خنثیٰ مشکل سے نکاح صحیح نہیں ہوتا در مختار میں اس کی تصریح ہے۔ پس جب کہ نکاح صحیح نہ ہوا تو مہر وغیرہ کچھ واجب نہ ہوگا اور شوہر نے جو کچھ دیا وہ واپس لے سکتا ہے۔ فقط

(عقد یفید ملک المتعة ای حل استمتاع الرجل من امراة لم یمنع من نکاحها مانع شرعی فخرج الذکر والخنثیٰ المشکل الخ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار کتاب النکاح ج۲ ص ۳۵۶. ط.س. ج۳ ص ۳) ظفیر. (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۱۸۸)

حرمت مصاہرت

بہو کو شہوت سے چھونے کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زید نے اپنی بہو جو کہ اس کی بھتیجی ہے اس کو بری نیت سے ہاتھ لگایا لیکن اس عورت کے شور کرنے سے زنا پر قادر نہ ہو سکا۔ آیا اس صورت میں اس کے بیٹے پر وہ عورت حرام ہوگئی ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی بہو شرعاً اس کے بیٹے پر حرام ہوگئی۔ حکم اس بات کی تحقیق کرلیں کہ اس شخص کا ہاتھ بیوی کے جسم کی کسی جگہ پر بھی لگ گیا ہو تو وہ اس کے لڑکے پر حرام ہوگئی' چاہے اس کے ساتھ جماع کرنے پر قادر نہ ہوا ہو بلکہ بری نیت سے صرف ہاتھ ہی لگا ہو تب بھی حرام ہوتی ہے لیکن یہ عورت جب تک اپنے خاوند سے طلاق نہ لے دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔ خاوند پر واجب ہے کہ اس کو طلاق دے دے اگر خاوند طلاق نہ دے تو عدالت کے ذریعے سے طلاق لینا یا تفریق حاصل کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج۴ ص ۵۰۶۔

عورت مرد کے یا مرد عورت کے جسم کے کسی حصے کو شہوت سے چھولے تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی

سوال: کیا محض دل لگی کے خیال سے یعنی لذت کے خیال سے یا جسم چھونے کی خواہش سے یا بری

نیت سے عورت مرد کے جسم کو یا مرد عورت کے جسم کو چھولے تو کیا حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے؟
جواب: شہوت جس میں مرد کا عورت کی طرف یا عورت کا مرد کی طرف میلان ہوتا ہے اور وہ خواہش یا لذت کے لیے جسم کو چھولیں اور خواہش بڑھتی ہوئی محسوس ہو تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ یعنی اب یہ مرد اس کے عورت کی ماں یا بیٹی سے اور یہ عورت اس مرد کے باپ یا بیٹے سے شادی نہیں کر سکتی۔ یہ ایک بہت نازک مسئلہ ہے جس میں بہت احتیاط کی جانی چاہیے۔ خصوصاً اولاد والوں کو اپنی بھانجیوں، بھتیجوں یا بیوی کی بھانجیوں، بھتیجیوں اور عورت کو مرد کے ان رشتوں اور دیگر رشتوں سے بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے اور اس پورے معاملے میں شرط یہ ہے کہ عورت مشتہاۃ ہو یعنی بالغ ہو یا قریب البلوغ ہو۔ ھکذا فی کتب الفقه. (ملخص)

حرمت مصاہرت کے ثبوت کی شرائط

سوال: کیا کہتے ہیں عالم دین شریعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کا ماجرا یہ ہے ایک شخص اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ اکیلے مکان میں علیحدہ علیحدہ چارپائیوں پر سوئے ہوئے تھے اور روشنی وغیرہ بھی نہیں تھی، اس کا سوکتر اُٹھا اور ماں کے متعلق حرام کاری کے لیے تیار ہو گیا جس پر عورت کو معلوم ہوا کہ میرے سوکتر کو شیطان نے بے راہ کیا ہے اور شاید جبراً مجھ سے زنا کرے تو وہ جلدی اُٹھ کر باہر چلی گئی اور دروازہ بھیڑ کر کنڈا دے دیا، خود دوسرے مکان میں جا کر سو گئی اور صبح صبح کو مکان کا دروازہ کھولا، دروازہ کھلتے ہی اس کا ساکتر دوڑ گیا اور نکل گیا جو کہ بہت دو ماہ تک کوٹ ادھر ادھر پھرتا رہا پھر اس کو منگوایا گیا اور ان سے بیان لیے گئے۔

اب عرض یہ ہے کہ مطابق شریعت محمدیؐ اس معاملہ کو سمجھ کر فتویٰ تحریر فرمائیں کہ کیا اس معاملہ میں حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ ان کے متعلق اب کیا کیا جائے۔ بینوا توجروا۔

جواب۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ مس شہوت کے ساتھ ہوا ہو اور لڑکے کے بدن کا کوئی حصہ عورت کے بدن کے کسی حصہ پر بغیر حائل کے لگ گیا ہو اور مس کرتے وقت لڑکے کو شہوت ہو یا عورت کو شہوت ہو۔ شہوت کی حد مرد جوان میں یہ ہے کہ مس کرتے وقت اس کا آلہ تناسل منتشر ہو گیا ہو اور اگر مس سے قبل منتشر ہو تو مس کرتے وقت انتشار میں اضافہ ہوا ہو اور عورت میں یہ ہے کہ اس کا دل مائل ہو گیا ہو اور اگر مس سے پہلے مائل ہو تو میلان میں اضافہ ہو گیا ہو۔

صورت مسئولہ میں اگر لڑکا یہ کہے کہ مجھے اس قسم کی شہوت نہ تھی۔ یعنی میرا آلہ منتشر نہیں ہوا

تھا اور نہ اس پر شہادت موجود ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوگی اور اگر لڑکا اس قسم کی شہوت کا مس کرتے وقت اقرار کرے تب اگر اس عورت کا شوہر یعنی اس کا باپ اس کی تصدیق کرے یعنی اس کو سچا مان لے۔ تب حرمت مصاہرت ثابت ہوگی اور اس مرد کے ذمہ لازم ہوگا کہ اپنی بیوی کو علیحدہ کر دے اور زبان سے بھی کہہ دے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ تب وہ عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکے گی اور اگر مرد اپنے بیٹے کو جھوٹا کہے تب چونکہ شہادت موجود نہیں ہے۔ لہذا حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی اور مرد بدستور اس بیوی کو آباد رکھ سکتا ہے اور قاضی وغیرہ اس میں تفریق نہیں کر سکتا۔ ہٰکذا فی الشامی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۴ ص ۵۴۵۔

کسی نے بیٹی سے بدکاری کی تو بیوی حرام ہو جائے گی

سوال: ایک شخص نے اپنی بیٹی سے بدکاری کا گناہ کر لیا ہے اور اس کی بیوی اب تک اس کے پاس ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس گناہ کا اقرار کرتا ہوں اور اس کی جو سزا میرے لیے ہو میں بھگتنے کو تیار ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ اگر علیحدگی ضروری ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس کی بیوی اسی گھر میں بچوں کی پرورش کرتی رہے اور یہ اس سے لاتعلق ہو کر رہے اور گھر کا خرچ دیتا رہے؟ اور کیا اس صورت میں بیوی اس سے پردہ کرے گی؟

جواب: بیٹی کے ساتھ بدکاری کرنے سے اس کی ماں شوہر پر حرام ہوگئی اب اس سے ازدواجی تعلقات قائم کرنا جائز نہیں ہے باقی نکاح بغیر قاضی کے فسخ کیے یا میاں بیوی میں سے کسی ایک کے متارکت کرنے کے بغیر نہیں ٹوٹتا۔ (متارکت یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے کوئی ایک کہہ دے کہ میں تجھ سے تعلق رکھنا نہیں چاہتا) لہٰذا جب تک قاضی سے تفریق نہ ہو یا متارکت کا تحقق نہ ہو نکاح نہیں ٹوٹتا۔ لہٰذا یہ شخص اپنی بیوی کو اس طرح گھر میں رکھ سکتا ہے کہ اس کے پاس نہ جائے اور نان نفقہ دیتا رہے۔ بشرطیکہ اس بات کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی وقت بیوی کے ساتھ تعلقات قائم ہو جائیں اور بیوی سے ترک تعلقات کر کے دوسرے نکاح کے بغیر اس کی عفت پر بھی اندیشہ نہ ہو اور نہ ہی بیوی کی عفت پر کوئی اندیشہ ہو۔ واللہ اعلم (علامہ ظفر احمد عثمانی)

باپ اگر بیٹے کی بیوی کو شہوت سے چھوئے تو کیا حکم ہے؟

سوال: ایک لڑکی کو اس کے سسر نے کئی بار شہوت سے چھوا' بوسہ لیا اور گلے لگایا اور سینے پر ہاتھ لگایا' کیا یہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوگئی؟ یا اس کی ساس حرام ہوئی؟

جواب: اگر فی الواقع لڑکی کا بیان درست ہے تو یہ لڑکی اپنے خاوند پر حرام ہوگئی۔ اس کی

ساس اس کے سسر پر حرام نہیں ہوئی لیکن یہ لڑکی دوسری جگہ نکاح اس وقت تک نہیں کرسکتی جب تک کہ خاوند اس کو چھوڑ نہ دے۔ یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے اور اگر وہ چھوڑنے پر راضی نہ ہو (حالانکہ اپنی بیوی کے بیان کی تصدیق کرتا ہو) تو لڑکی کو اختیار ہے کہ عدالت کے ذریعے سے یا پنچایت وغیرہ کے ذریعے سے اس کو چھوڑنے پر مجبور کرے اور اگر لڑکی کا شوہر اس کے بیان کی تصدیق نہیں کرتا تو پھر حاکم اسے چھوڑنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ (جیسا کہ شامیہ میں یہ مسئلہ تفصیل سے مرقوم ہے) واللہ اعلم۔ (مفتی محمد شفیع)

سوتیلے بیٹے سے زنا کرانے والی عورت اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے

سوال: اگر کوئی عورت اپنے سوتیلے بیٹے سے زنا کرائے تو کیا یہ عورت اب اپنے شوہر کے لیے حلال ہے یا حرام؟

جواب: جب کوئی عورت اپنے یا شوہر کے بالغ یا مراھق بیٹے سے جماع کرائے تو اس زنا کی وجہ سے اب یہ عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: قال فی البعر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علٰی اصول الزانی وفروعه نسبًا ورضاعًا وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبًا ورضاعًا. (الدرالمختار علی هامش ردّالمحتار ج۲ ص ۳۸۴ فصل فی المحرمات)(قال العلامة ابن نجیمؒ: والمحرمین وأرادبحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علٰی اصول الزانی وفروعه نسبًا ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبًا ورضاعاً (البحرالرائق ج۳ص ۱۰۱ فصل فی المحرمات) **وَمِثْلُهٗ فی** الهندیة ج ۱ ص ۲۷۵ الباب الثالث فی المحرمات) (فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۴۳)

نابالغ بچے کے ساتھ بالغہ نے صحبت کرلی تو کیا حکم ہے؟

سوال: ایک آٹھ نو سالہ بچے کا بیان ہے کہ فلاں عورت اسے ورغلا کر لے گئی اور اس کے ساتھ غلط حرکت کی اور باقاعدہ صحبت کی' دخول کرالیا تو کیا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی؟ کیا جوان ہونے پر اس عورت کی بیٹی سے اس لڑکے کا نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: الدرالمختار' خانیہ وغیرہ میں جو لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے اتنی عمر کا بچہ مراھق نہیں ہے۔ اگر بالغہ عورت اس کے ساتھ صحبت کرلے اور دخول ہو جائے تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ لہٰذا نکاح اس

لڑکے کا اس عورت کی بیٹی سے درست ہو جائے گا لیکن احتیاط یہ ہے کہ یہ نکاح نہ کیا جائے۔(مفتی محمد شفیع)

سالی کے ساتھ زنا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال: اگر زید اپنی بیوی کی بہن سے زبردستی زنا کرے تو کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: سالی سے زبردستی زنا کرنے پر زید کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی۔ البتہ سخت گنہگار ہوگا۔

قال العلامة طاهر بن عبدالرشيد البخاریؒ: وفی الفتاویٰ النسفی رجلٌ وطیٔ اُخت امرأته لاتحرم عليه امرأته اھ. (خلاصة الفتاویٰ ج۲ ص۷ کتاب النکاح. الفصل الثانی فيمن يکون محلاً للنکاح وفيما لايکون) (قال العلامة علاؤ الدين الحصکفیؒ: وفی الخلاصة وطی اخت امرأته لاتحرم عليه امرأته. قال ابن عابدينؒ (قوله فی الخلاصة) هٰذا محترز التقليلا بالاصول والفروع وقوله لاتحرم ای لاتثبت حرمة المصاهرة فالمعنیٰ لاتحرم حرمة مؤبدة والافتحرم الٰی انقضاء عدة الموطؤة لوبشبهة. (الدرالمختار علٰی صدر ردالمحتار ج۳ص۳۴ کتاب النکاح فصل فی المحرمات) وَمِثْلُهٗ فی فتاویٰ دارالعلوم ديوبند ج۷ص۳۴۴ کتاب النکاح. فصل فی حرمت مصاهرة) (فتاویٰ حقانيه ج ۴ ص ۴۲۲)

کتاب الرضاع

رضاعت یعنی بچوں کو دودھ پلانا

رضاعت کا ثبوت

سوال: میری میرے ماموں کی لڑکی کے ساتھ منگنی ہوئی۔ میری والدہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو دودھ پلایا تھا اور کسی وقت کہتی ہیں نہیں میرا میرے ماموں کی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: رضاعت کا ثبوت دو عادل مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ہوتا ہے۔ پس جب آپ کی والدہ کو بھی یقین نہیں اور دودھ پلانے کے گواہ بھی نہیں تو رضاعت ثابت نہ ہوئی اس لیے نکاح ہوسکتا ہے۔ البتہ اس نکاح سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔ (آپکے مسائل ج ۵ ص ۱۱۷)۔

عورت کے دودھ کی حرمت کا حکم کب ہوتا ہے؟

سوال: ایک میاں بیوی جو خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے تین بچوں سے نوازا ہے سب سے چھوٹی شیر خوار بچی جس کی عمر تقریباً ڈیڑھ سال ہے اور ماں کا دودھ پیتی ہے ایک روز رات کے وقت بچی نے دودھ نہیں پیا جس کی وجہ سے اس عورت کا دودھ بہت چڑھ آیا' تکلیف کی وجہ سے مجبوراً اس عورت کو اپنا دودھ خود نکالنا پڑا اس نے اپنا دودھ نکال کر کسی برتن میں اس غرض سے رکھا کہ بعد میں کسی صاف جگہ پر دودھ ڈال دیں گی یا ڈلوا دیں گی کیونکہ اس عورت نے کسی سے سن رکھا تھا کہ ویسے ہی عام جگہ یا گندی جگہ پر اس قسم کا دودھ پھینکنا گناہ ہے۔ حسب معمول وہ صبح کی چائے کے لیے بھی رات ہی کو دودھ منگوا کر رکھ لیا کرتے تھے' یعنی اس کا شوہر چائے کے لیے دودھ لا کر رکھ دیا کرتا تھا' صبح اس کے شوہر نے اُٹھ کر چائے بنائی اور غلطی سے چائے والا دودھ چائے میں ڈالنے کے بجائے اپنی بیوی کا وہ نکالا ہوا دودھ چائے میں ڈال کر چائے بنائی اور وہ چائے دونوں میاں بیوی اور بچوں نے پی لی۔ چائے پینے کے کچھ دیر بعد جب اس کی بیوی نے وہ اپنا نکالا ہوا دودھ کسی صاف جگہ ڈلوانے کے لیے اپنے شوہر کو دینا چاہا تو دیکھا کہ اس برتن میں دودھ

نہیں، اس بارے میں اس نے اپنے شوہر سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس برتن والا دودھ تو میں چائے میں ڈال چکا ہوں اور جب اس نے دیکھا تو چائے والا دودھ ویسے کا ویسا ہی پڑا تھا، بیوی یہ دیکھ کر حیران اور پریشان ہوئی تو شوہر نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو بیوی نے بتایا کہ اس برتن میں تو میں نے اپنا دودھ رات کے وقت تمہارے سامنے نکال کر رکھا تھا جو تم نے چائے میں ڈال دیا اور وہ چائے ہم سب نے پی لی ہے اب دونوں میاں بیوی سخت پریشان ہوئے تو انہوں نے ایک عالم صاحب سے اس مسئلے کے بارے میں پوچھا تمام واقعات سننے کے بعد عالم صاحب نے بتایا کہ تم دونوں میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ چکا ہے اور اب تم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے کسی صورت میں بھی نہیں رہ سکتے کیونکہ تمہاری بیوی اب تمہاری رضاعی ماں بن چکی ہے اب یہ بیوی تم پر حرام ہے۔

لہٰذا اب آپ اس مسئلہ پر قرآن وسنت کے مطابق روشنی ڈالیں کہ کیا واقعی ان دونوں میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ گیا، کیا ان دونوں میاں بیوی کے مابین طلاق ہوگئی؟ کیا اب یہ عورت اپنے میاں پر حرام ہے؟ کیا رجوع کرنے سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟ کیا حلالہ کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: عورت کے دودھ سے حرمت جب ثابت ہوتی ہے جب کہ بچے نے دو سال کی عمر کے اندر اس کا دودھ پیا ہو بڑی عمر کے آدمی کے لیے دودھ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی نہ عورت رضاعی ماں بنتی ہے۔ لہٰذا ان دونوں میاں بیوی کا نکاح قائم ہے۔ اس عالم صاحب نے مسئلہ قطعاً غلط بتایا۔ ان دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹا اس لیے نہ حلالہ کی ضرورت ہے نہ دوبارہ نکاح کرنے کی اور نہ کسی کفارے کی، اطمینان رکھیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۷۷ ج ۵)

عمر رسیدہ عورت کے پستان سے نکلنے والے سفید پانی سے رضاعت ثابت نہیں

سوال: اگر کسی بچے نے انتہائی بوڑھی عورت (جو سن ایاس کو پہنچ چکی ہے) کے پستان سے سفید پانی پیا ہو تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر کسی بوڑھی عورت کے پستان سے سفید پانی نکل آئے جو دودھ جیسا نہ ہو تو اس کے پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر واقعی بچے نے سفید پانی پیا ہو تو حرمت نہیں ورنہ ہے۔

قال العلامة الحصکفیؒ: ولبن بکر بنت تسع سنین فاکثر محرم والا

لاجوهرة. قال ابن عابدينؒ: تحت هٰذا القول اى وان لم تبلغ تسع سنين فنزل لها لبن لاتحرم جوهرة لانهم نصبوا علٰى ان اللبن لايتصور الاممن تتصور منه الولادة فيحكم بانه ليس لبناً كما لو نزل للبكرماء اصفر لايثبت من ارضاعه تحريم كما فى شرح الوهبانية (ردّالمحتار ج۲ ص ۴۳۳ باب الرضاع) (فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۴۰۰)

اگر دوائی میں دودھ ڈال کر پلایا تو اس کا حکم

سوال: ایک عورت نے ایک بچہ کو دوائی میں اپنا دودھ ڈال کر پلا دیا' اب اس کا رشتہ اس عورت کی اولاد کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اس صورت میں کہ دودھ غالب ہو؟

جواب: جائز نہیں۔

سوال: اس صورت میں کہ دودھ اور دوائی دونوں برابر ہوں؟

جواب: جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۲۳ ج ۵)

چمچہ سے بچہ کو دودھ دینا موجب رضاعت ہے

سوال: اگر کسی بچے کو چمچہ کے ذریعے کسی عورت کا دودھ پلایا جائے تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

جواب: جب دودھ بچے کے حلق کے نیچے چلا جائے چاہے کسی بھی طریقے سے ہو تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی چونکہ صورت مسئولہ میں دودھ حالت صغر میں بچے کے بدن میں پہنچ چکا ہے اس لیے حرمت رضاعت ثابت ہوگئی ہے۔

قال العلامة المرغينانيؒ: اذا اختلط اللبن بالماء واللبن هوالغالب تعلق به التحريم وان غلب الماء لم يتعلق التحريم. (الهداية ج۲ص ۳۳۱ كتاب الرضاع). (قال العلامة ابن نجيمؒ: لواختلط اللبن لما ذكر يعتبر الغالب فان كان الغالب الماء لايثبت التحريم. (البحرالرائق ج۳ص ۳۲۸ كتاب الرضاع) وَمِثْلُهٗ فى الهندية ج ا ص ۳۴۴ كتاب الرضاع) فتاویٰ حقانيه ج ۴ ص ۴۰۴.

بچہ کو دو سال سے زائد دودھ پلانا

سوال: میری بچی کی عمر تین سال ہے مگر اسے میری بیوی اپنا دودھ پلاتی ہے' میرا خیال یہ

ہے کہ دوسال کے بعد دودھ چھڑا دینا چاہیے' آپ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: احادیث کے مطابق مدت رضاعت دوسال ہے اس سے زائد عمر تک بچے کو بلا عذر دودھ پلانا گناہ ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ (کمافی کتب الفقہ)

شادی کے بعد ساس کا دودھ پلانے کا دعویٰ

سوال: میرے شوہر نے میری ماں کا دودھ پیا تھا اور میری شادی کو تقریباً ۱۴ سال ہو رہے ہیں اور ۱۴ سال سے یہ مسئلہ میرے لیے عذاب بنا ہوا ہے میری ماں کہتی ہیں کہ تیرے شوہر نے میرا دودھ تیرے اوپر نہیں پیا تھا بلکہ بڑے بھائی کے ساتھ پیا تھا اور کبھی کہتی ہیں کہ دودھ نہیں پیا تھا بلکہ اس کو بہلانے کے لیے دے دیا کرتی تھی' دودھ نہیں ہوتا تھا۔ یاد رہے کہ جب میری ماں نے میرے شوہر کو دودھ پلایا تھا اس وقت ان کی گود میں بھی بچہ تھا جو کہ دودھ پیتا تھا اور وہ میرے بڑے بھائی تھے؟

جواب: صرف آپ کی والدہ کا دعویٰ تو قابل قبول نہیں بلکہ رضاعت کا ثبوت دو ثقہ مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ہوتا ہے۔ پس اگر دودھ پلانے کے گواہ موجود ہیں تو آپ دونوں میاں بیوی نہیں' بہن بھائی ہیں اور اگر گواہ نہیں تو دودھ پلانے کا دعویٰ غلط ہے اور نکاح صحیح ہے؟ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۲۴ ج ۵)

رضاعی باپ کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: سعودی عرب میں پیش آنے والا ایک واقعہ (۲۱ برس تک بہن بیوی رہی سعودی علماء نے اس شادی کو ناجائز قرار دیا) اس بیان کے مطابق زید نے اپنی چچی کا دودھ پیا اور اس کی وہ چچی وفات پاگئی اس کے چچا نے دوسری شادی کی' دوسری چچی کی لڑکی سے زید نے شادی کی چونکہ سعودی علماء نے اس شادی کو ناجائز قرار دیا' حنفیہ عقیدے میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: یہ دوسری لڑکی بھی اس کے چچا سے تھی اس کا چچا رضاعی باپ تھا اور باپ کی اولاد بھائی بہن ہوتے ہیں اس لیے یہ لڑکی اس کی رضاعی بہن تھی' سعودی علماء نے جو فتویٰ دیا ہے وہ صحیح ہے اور چاروں مذاہب کے علماء اس پر متفق ہیں؟ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۲۶ ج ۵)

رضاعی بہن سے شادی

سوال: میری اہلیہ کے بھائی کے گھر ایک بچی کی ولادت ہوئی' بچی کی ولادت کے چند ہفتے بعد میری اہلیہ نے اس بچی کو اپنا دودھ پلایا' بچی نے مشکل سے ایک یا دو قطرے دودھ پیا ہوگا اور صرف

ایک دفعہ ہی ایسا ہوا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنے بڑے بیٹے کی شادی اپنی اہلیہ کے بھائی کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہوں آپ حدیث اور شریعت کی رو کے مطابق بتائیں کہ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: آپ کی اہلیہ نے اپنے بھائی کی جس بچی کو دودھ پلایا ہے وہ اس بچی کی رضاعی والدہ بن گئیں اور یہ لڑکی آپ کے لڑکے کی رضاعی بہن ہے اور رضاعی بہن بھائی کا نکاح آپس میں جائز نہیں ہے۔ لہٰذا آپ اپنے لڑکے کی شادی اس لڑکی سے نہیں کر سکتے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۲۷ ج ۵)

خون دینے سے حرمت کا مسئلہ

خون دینے سے حرمتِ مصاہرت کا حکم

سوال:۔ اگر خاوند اور بیوی کے خون کا گروپ ایک ہو تو خاوند کا خون بیوی کو چڑھانے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ خاوند کا بیوی کو خون دینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ جیسے کوئی شخص کسی عورت کا دودھ پی لے تو باوجود اس فعل کے حرام ہونے کے ان کے درمیان حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی حالانکہ وہ دودھ جزوِ بدن بنے گا۔

خون دینے سے حرمت مصاہرت کا حکم

سوال: اگر خاوند اور بیوی کے خون کا گروپ ایک ہو تو خاوند کا خون بیوی کو چڑھانے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: خاوند کا بیوی کو خون دینے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی جیسے کوئی شخص کسی عورت کا دودھ پی لے تو باوجود اس فعل کے حرام ہونے کے ان کے درمیان حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی حالانکہ وہ دودھ جزوبدن بنے گا۔

جس عورت کو خون دیا ہو اس کے لڑکے سے نکاح جائز ہے

سوال: ایک لڑکی نے ایک بوڑھی عورت کو خون دیا ہے اب اس عورت کا لڑکا اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: ہو سکتی ہے خون دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل ص ۳۵ ج ۵)

بیوی کا دودھ پینے کا کیا حکم ہے؟

سوال: زید صاحب اولاد نے اپنی زوجہ کا دودھ قصداً پی لیا' شرعی مقررہ ایام میں یعنی ایام رضاعت میں یعنی دو برس کے اندر' کیا اس صورت میں زید پر وہ زوجہ حرام ہو جاوے گی اور وہ دودھ زید کے لیے حلال تھا یا حرام؟

جواب: زید جو کہ صاحب اولاد ہے اس کو یہ کہنا کہ اس نے مدت رضاعت میں دودھ پیا غلط ہے' مدت رضاعت میں دودھ پینے کے یہ معنی ہیں کہ دودھ پینے والا بچہ ہو اور اس کی عمر دو برس یا اڑھائی برس سے کم ہو۔ الغرض زید صاحب اولاد نے اگر اپنی زوجہ کا دودھ پی لیا خواہ عمداً خواہ غیر عمداً تو اسکی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوئی لیکن عمداً اگر پیا تو گناہ گار ہوا' توبہ کرے کیونکہ جز انسان ہے' استعمال اس کا بلاضرورت حرام ہے۔ درمختار میں ہے: (مص رجل ثدی امرأته لم تحرم ...... الخ) (ترجمہ): ''کسی شخص نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوئی۔''

(ولم يبيح الارضاع بعد مدته لانه جزء ادمی والانتفاع به بغيره ضرورة حرام......الخ) (باب الرضاع درمختار) فقط (الدرالمختار على هامش ردالمحتار باب الرضيع ج۲ ص۵۶۹' ط.س. ج۳ ص۲۲۵ ظفير) (الدرالمختار على هامش ردالمحتار باب الرضيع ج۲ ص۵۵۵' ط.س. ج۳ ص۲۱۱) ظفير

خوشدامن نے داماد سے کہا کہ میں نے تم کو دودھ پلایا ہے کیا حکم ہے؟

سوال: زید کی خوش دامن کہتی ہے کہ میں نے تم کو طفلی میں دودھ پلایا ہے' زید نے اپنے ساتھ ایک آدمی لے کر پھر دریافت کیا کہ سچ بتاؤ پھر اس نے یہی کہا' جب زید نے منکوحہ کو علیحدہ کرنا چاہا تو خوشدامن نے انکار کر دیا کہ میں نے تو غصہ کی حالت میں کہہ دیا تھا اور جھوٹ کہہ دیا تھا اور زید کی والدہ کہتی ہے کہ میں کچھ نہیں جانتی کہ کب دودھ پلایا تھا' اب رضاعت ثابت ہے کہ نہیں؟

جواب: کتب فقہ میں لکھا ہے کہ بدون دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ پس صورت مسئولہ میں حجت شرعیہ رضاعت کی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا حکم علیحدگی کا مابین زوجین کے نہ کیا جاوے گا۔ فقط

(والرضاع حجته المال وهی شهادة عدلين او عدل وعدلتين لكن لاتقع الفرقته الا بتفريق القاضی لتضمنها حق العبد (درمختار) وما فی شرح الرهبانية عن التف من انه لاتقبل شهادة المرضعته عند ابی حنيفة واصحابه فالظاهران المراد اذا كانت وحدها (ردالمحتار باب الرضاع ج۲ص ۵٦۸'ط.س.ج۳ص ۲۲۴)ظفير (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۳۲۰.

مسلمان بچہ کو کافرہ کا دودھ پلوانا

سوال: ایک مسلمان کی بیوی فوت ہوگئی اس کی بچی دو ماہ کی ہے اس شخص نے وہ لڑکی پرورش کے لیے ایک عیسائی عورت کے حوالے کر دی ہے' کیا بچی بڑی ہو کر اگر عقائد واعمال بگاڑ لے تو کیا باپ پر اس کا گناہ نہ ہوگا؟

جواب: شیر خوار بچے کو تربیت و رضاعت کے لیے بلاضرورت کافر عورت کے سپرد کرنا مناسب نہیں ہے لیکن جائز ہے اور یہ ضروری ہے کہ جب بچہ کچھ دین و مذہب سمجھنے لگے تو اس سے بچے کو علیحدہ کر دیا جائے۔ نیز اگر یہ اندیشہ ہو کہ اس عورت کے پاس رہنے سے اس کے مزاج و طبیعت میں کفر کی محبت پیدا ہو جائے گی تو تب بھی اس عورت سے علیحدہ کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ الدرالمختار وغیرہ میں ہے کہ بچہ جب دین کو سمجھنے لگے تو اس کو غیر مسلمہ آیا حاضنہ سے اس کو الگ کر دیا جائے لیکن اگر ڈر ہو کہ وہ کفر سے محبت کرنے لگے گا تو پہلے ہی ہٹا لیا جائے۔ اگر چہ وہ دین نہ سمجھتا ہو۔ الخ۔ جو شخص اس کے خلاف کرے گا وہ گنہگار ہوگا مگر مسلمان رہے گا۔ (مفتی محمد شفیع)

آٹا گوندھتے وقت عورت کا دودھ گر کر آٹے میں مل گیا تو اس کی روٹی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: ایک عورت آٹا گوندھ رہی تھی اور اس کے پستان سے دودھ نکل کر آٹے میں گر کر مل گیا' اب وہ اس گھر کا آٹا کھا سکتی ہے یا نہیں؟ اور کون کون کھا سکتا ہے' سنا ہے کہ خاوند کو حرام ہے اور عورت کو مکروہ ہے اور بچوں کے لیے جائز ہے' شرعی مسئلہ کیا ہے؟

جواب: آٹے میں دودھ گرنے سے اس آٹے کا کھانا موجب حرمت نکاح نہ ہوگا کیونکہ یہ رضاع کے معنی میں نہیں اور خصوصاً جب کہ وہ روٹی میں مل گیا ہے اور نہ اس سے رضاعت ثابت

ہوگی۔البتہ دودھ انسانی جزو ہے جس کا استعمال قصداً جائز نہیں چاہے کھانے ہی میں ہو۔لہٰذا اس سے احتراز اولیٰ ہے لیکن چونکہ وہ پکتے میں جل جائے گا اور تھوڑا سا ہے اس لیے احتراز واجب نہیں اس کی روٹی کھانا سب کو جائز ہے کیونکہ اس طرح کی پابندی میں حرج واقع ہے اور حرج اُمت سے اُٹھایا جاچکا ہے۔واللہ اعلم (علامہ ظفر احمد عثمانی)

بھائی کی رضاعی بہن اور رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح صحیح ہے

سوال: ایک لڑکے نے اپنی چچی کا دودھ پیا ہے اب اس لڑکے کا بھائی اس چچی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ یہ نکاح حلال ہے یا حرام؟

جواب: جب دودھ پینے والے لڑکے کے بھائی نے اس چچی کا دودھ نہیں پیا تو اس کا نکاح اس چچی کی لڑکی سے صحیح ہے۔ بھائی کی رضاعی بہن کے ساتھ نکاح حلال ہے حرام نہیں۔اسی طرح رضاعی بھائی کی حقیقی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اسی طرح رضاعی بھائی کی رضاعی بہن کے ساتھ بھی نکاح درست ہے۔(وتحل اخت اخیه رضاعاً کما تحل نسبًا الخ) (فتاویٰ عالمگیری ج۱ص۳۴۳)

جس لڑکی نے دوسال دس مہینہ کی عمر میں دودھ پیا اس سے شادی جائز ہے

سوال: زید نے چھ مہینہ کی عمر میں ہندہ کا دودھ پیا تھا اور ایک لڑکی مسماۃ کریمہ نے بھی دو برس دس مہینہ کی عمر میں ہندہ کا دودھ پیا تھا تو زید کا کریمہ سے عقد تزوتج درست ہے یا نہیں؟

جواب: مدت رضاعت اڑھائی برس یا دو برس ہے امام ابوحنیفہ کا مذہب اولیٰ ہے اور صاحبین اور دیگر آئمہ کا مذہب دوسرا ہے۔ بہرحال اڑھائی برس سے زیادہ عمر میں اگر کسی بچہ نے کسی عورت کا دودھ پیا تو حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔لہٰذا اس صورت میں زید کا نکاح کریمہ سے صحیح ہے۔فقط

(هو حولان ونصف عنده حولان فقط عندهما هو الاصح (الدر المختار علی هامش ردالمحتار باب الرضاع ج۲ص ۵۵۴' ط. س. ج۳ ص۲۰۹)ظفیر (ویثبت التحریم فی المدة فقط (درمختار) اما بعد هافانه لا یوجب التحریم (ردالمحتار باب الرضاع ج۲ ص۵۵۵' ط.س.ج۳ص۲۱۱) ظفیر. فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۳۱۹.

کتاب الطلاق

طلاق، اسکی اقسام، صریح، کنایہ، عدت، ظہار، ایلاء، تنسیخ نکاح کے متعلق احکام

طلاق واقع ہونے اور اس کے موزوں وقت کا بیان

عورت کب طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

سوال: عورت کس صورت میں طلاق طلب کر سکتی ہے؟

جواب: اگر باہم زوجین میں نااتفاقی ہو اور کوئی صورت موافقت کی نہ ہو اور حقوق طرفین ادا نہ ہو سکتے ہوں تو عورت طلاق طلب کر سکتی ہے اور خلع کرا سکتی ہے۔ لیکن اس میں اختیار عورت کا کچھ نہیں ہے مرد کو اختیار ہے کہ وہ طلاق دے یا نہ دے اور خلع کرے یا نہ کرے۔

(ولا باس به عندالحاجة للشقاق بعدالوفاق بما يصلح للمهر (درمختار) اى بوجود الشقاق وهو الاختلاف والتخاصم وفى القهستانى عن شرح الطحاوى السنة اذا وقع بين الزوجين اختلاف ان يجتمع اهلهما ليصلحوا بينهما فان لم يصطلح جاز الطلاق والخلع اه وهذا هوالحكم المذكور فى الآية (وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها ان يريدا اصلاحا يوفق الله بينهما. النساء) ردالمحتار باب الخلع ج۲ ص۷۶۷، ط.س. ج۳ ص ۴۴۱) ظفير(فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به تلك حدود الله فلا تعتدوها. (البقره: ۲۹) ظفير

جب میاں بیوی میں میل نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: زوجین میں اتفاق نہیں ہے' کیا ہونا چاہیے؟

جواب: شوہر کو چاہیے اتفاق کرے ورنہ طلاق دے دے۔ فقط

(الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان (البقرہ: ۲۹)
واما سببه فالحاجة الى الخلاص عند تبائن الاخلاق و عروض البغضاء الموجبة عدم اقامة حدود الله الخ ویکون واجبا اذا فات الامساک بالمعروف (البحر الرائق کتاب الطلاق ج۳ ص ۲۵۳) ظفیر.

صرف دل میں بار بار خیال آنے سے کہ تین طلاق دے دی طلاق نہیں ہوئی

سوال: محمد ابراہیم کو ایک دن بیروزگاری کی وجہ سے یہ خیال آیا کہ میری حالت تو ایسی تنگدستی کی ہے اور میں نے اپنے ساتھی اپنی زوجہ کی حالت بھی تباہ کر دی' میں نے ناحق اپنی شادی۔ اس کے ساتھ ہی دل میں خیال آیا کہ تین طلاق دے دی لیکن زبان سے کوئی کلمہ نہیں نکالا نہ اس کی نیت طلاق کی تھی' جب یہ خیال دل میں آیا تو فوراً زبان سے استغفار اور لاحول پڑھا لیکن شیطانی خیال ہے کہ بار بار وہی خیال آتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی مگر زبان سے کوئی کلمہ نہیں نکالتا' کیا اس خیال سے نکاح میں کوئی خلل واقع ہوا یا نہیں؟

جواب: حدیث صحیح میں ہے: "ان الله تجاوز عن امتی ماوسوست به صدورها مالم تعمل بها او تتکلم بها رواه الشیخان" پس معلوم ہوا کہ اس صورت میں محمد ابراہیم کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (مشکوٰۃ باب الوسوسہ ص ۱۸ الفصل الاول.) ظفیر

(فقد افاد ان رکنه (ای الطلاق) اللفظ الدال علی ازالة حل المحلیة (البحر الرائق) کتاب الطلاق ج۳ص ۲۵۲) وشرعاً رفع قید النکاح الخ به لفظ مخصوص هو ما اشتمل علی الطلاق الخ ورکنه لفظ مخصوص (درمختار) واراداللفظ ولو حکما لیدخل الکتابة المستینة واشارة الاخرس الخ (ردالمحتار کتاب الطلاق ج۲ ص ۵۷۰ ص ۵۷۴' ط.س. ج۳ص ۲۲۶.۲۲۷)ظفیر. فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۹ ص ۳۶.

طلاق دینے کا اختیار کس کو ہے اور کتنا ہے؟

سوال: طلاق دینے کا اختیار مرد کو ہے یا عورت کو؟ اور کتنی طلاق دی جاسکتی ہیں؟

جواب: طلاق دینے کا اختیار فقط مرد کو ہے۔ جب مرد نے طلاق دے دی تو طلاق پڑگئی' عورت کا اس میں کچھ بس نہیں ہے کہ منظور کرے چاہے نہ کرے' ہر طرح طلاق ہو جاتی ہے اور عورت اپنے شوہر کو طلاق نہیں دے سکتی۔ پھر مرد کو بھی فقط تین طلاقوں کا اختیار ہے اس سے زیادہ کا نہیں۔ اگر چار' پانچ یا اور زیادہ دے دے تب بھی تین ہی طلاقیں ہوں گی۔ (مولانا اشرف علی تھانویؒ)

طلاق کا اختیار مرد کو کیوں؟

آج کل خصوصاً پڑھے لکھے طبقہ میں یہ سوال عام ہے ایوان حکومت میں بھی اس طرح کے سوالات آئے دن دہرائے جاتے رہتے ہیں۔ ۱۹۷۶ء کے شروع میں سپریم کورٹ کے ایک خلاف شرع فیصلہ سے بھی خوب واضح ہو گیا کہ شریعت کے معاملہ میں حکومت سے لے کر عدالت تک کے افراد کا ذہن صاف نہیں ہے۔ سوچنے کا یہ انداز قطعاً سیکولر نہیں کہا جا سکتا جو لوگ یکساں سول کوڈ کی آواز لگاتے ہیں انہیں حقیقت میں مذہب و ملت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور ہندوستان جیسے سیکولر ملک میں مذہب کے تصور کو کھرچ پھینکنا ممکن نہیں۔ اسلام کے علمبردار اس طرح کے غیر اسلامی قانون کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ مسلم پرسنل لاء سے متعلق اٹھائے گئے سوالات میں ایک اہم سوال جو بڑی قوت کے ساتھ ابھر کر سامنے آیا۔ یہ ہے کہ طلاق کا اختیار مرد ہی کو کیوں دیا جائے اور عورت کی محرومی کا کیا سبب ہے؟ چونکہ یہ سوال بہت سے افراد کے لئے گمراہ کن ہو سکتا ہے اس لئے کتاب وسنت کی روشنی میں اس پر مختصر گفتگو مناسب سمجھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں مردوں کو عورتوں پر برتری بخشی ہے اور ان کے حقوق کا نگہبان اور ان کے اخلاقی قدروں کی دیکھ بھال کا ذمہ دار بنایا ہے وہیں ازدواجی زندگی میں طلاق جیسی اہم اور نازک چیز کا اختیار بھی مردوں ہی کے سپرد کیا گیا ہے اور اس کے استعمال کے لئے حدود بھی متعین کر دئے گئے تا کہ اس سے تجاوز نہ کر سکے مگر آج کا نام نہاد روشن خیال طبقہ یورپ اور اہل مغرب کی تقلید میں طلاق کا اختیار شوہر سے چھین کر عدالت کو دینا چاہتا ہے چنانچہ ٹرکی میں ایسا کر بھی دیا گیا ہے لیکن یہ قطعی طور پر قرآن وسنت کے خلاف ہے خواہ کوئی بھی حکومت کرے مسلم حکومت کو بھی شریعت میں تغیر وتبدل کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن واحادیث سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ طلاق کا اختیار صرف مرد کو

ہے اور عقل بھی اسی بات کو تسلیم کرتی ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں واضح ہو جائے گا۔

قرآن پاک میں طلاق کے احکام کو بیان کرتے ہوئے فعل طلاق کو شوہر کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہوتا ہے کہ طلاق کا اختیار صرف شوہر ہی کو ہے نہ عدالت کو ہے اور نہ عورت کو۔ ارشاد ہے (۱) اذاطلقتم النساء (۲) فان طلقها (۳) وان عزموا الطلاق. دوسری جگہ قرآن پاک نے طلاق کے اختیار کو واضح طور پر شوہر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ بیده عقدة النكاح۔ (البقرة) نکاح کی کڑی شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ لہذا اس کے کھولنے اور جوڑنے کا اختیار بھی صرف شوہر کو ہوگا۔ دوسرے کو اس کا اختیار دے دینا مذکورہ حکم خداوندی سے بالکل متصادم ہے۔

احادیث کی تفصیلات سے بھی ہمیں مرد ہی کے لئے اختیار کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میرے آقا نے اپنی لونڈی کا نکاح مجھ سے کیا تھا اب وہ مجھ سے اس کو جدا کرنا چاہتا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا اور اثنائے خطبہ میں فرمایا

یایها الناس مابال احدكم يزوج عبده امته ثم يريد ان يفرق بينهما انما الطلاق لمن اخذ الساق.

لوگو یہ کیا بات ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی لونڈی سے اپنے غلام کا نکاح کرتا ہے اور پھر اس کو جدا کرنا چاہتا ہے یاد رکھو طلاق کا اختیار تو صرف شوہر ہی کو ہے۔

قرآن واحادیث کے علاوہ طلاق کے باب میں شوہر یا مرد کے اختیار کا پورے وثوق کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا اختیار مرد کو سپرد کر کے اللہ تعالیٰ نے صنف نازک پر بڑا احسان کیا ہے کیونکہ خدانخواستہ یہ اختیار اگر عورتوں کو بھی حاصل ہو جاتا تو نہ جانے اپنے اوپر کتنی مرتبہ طلاقیں کر لیتیں اور ایک ایک عورت نہ جانے کتنے شوہر بدلتی کیونکہ بیچاری صنف نازک ویسے بھی نصف عقل کی مالک ہے۔ سب سے بڑی کمزوری تو یہی ہے کہ مرد کی عقل مکمل اور عورتوں کی عقل ناقص ہے پھر سوچنے سمجھنے اور مسئلہ کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت معدوم اور خواہ اپنا معاملہ ہو یا غیر کا اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی صلاحیت عورتوں میں نہیں ہوتی اور وہ طبعاً مرد سے زیادہ عجلت پسند ثابت ہوتی ہیں۔ پھر نازک مزاجی میں تو اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ ان حالات میں ان کو طلاق کا اختیار سپرد کرنا ان کی عزت وعصمت کو پامال کرنے اور ان کی اخلاقی قدروں کو ڈھا دینے کے مترادف ہوگا۔ ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مرد جب عورت کے نان ونفقے اور اس کے

حقوق کا ذمے دار ہے تو ان حقوق سے دست بردار ہونے کا اختیار بھی اسی کو ہونا چاہئے نہ کہ دوسرے کو کیونکہ یہ تو ایسا ہوا کہ روپے خرچ کر کے سودا تو خریدے ایک شخص اور اس پر تصرف کا مالک کوئی اور ہو۔ یہ عقل و دیانت کے خلاف تو ہے ہی قانون کے بھی خلاف ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ فریق ثانی خواہ عورت ہو یا عدالت جو مفت تصرف کرنے کا اختیار حاصل کرنا چاہتا ہے اگر اس کو یہ اختیار دے دیا جائے تو وہ اس میں مال مفت کی طرح حسب منشا تصرف کرنے سے قطعاً گریز نہیں کرے گا اور ایسے شخص سے کبھی یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ تصرف کے وقت صاحب مال کی رعایت کرے گا پس مرد کو طلاق کا اختیار دینا نہ صرف زوجین کے حقوق کی حفاظت کا باعث ہے بلکہ اس میں طلاق کی کثرت سے بچنے کا فلسفہ بھی مضمر ہے۔ مسائل طلاق ص ۳۰

طلاق دینے کا شرعی طریقہ

سوال: اسلام میں طلاق دینے کا شرعی صحیح طریقہ کیا ہے؟ یعنی طلاق کس طرح دی جاتی ہے؟ عائلی قوانین میں یہ ہے کہ اپنی بیوی کو جب تین مرتبہ طلاق نہ دے اس وقت تک طلاق کو مؤثر نہیں سمجھا جاتا' کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

جواب: طلاق دینے کے تین طریقے ہیں:

(۱) سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ جب بیوی ماہواری سے پاک ہو تو اس سے جنسی تعلق قائم کیے بغیر ایک رجعی طلاق دے دے۔ (رجعی طلاق کا بیان آگے آرہا ہے) پھر اس سے رجوع نہ کرے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے۔ اس صورت میں عدت کے اندر بھی رجوع کی گنجائش ہوگی اور عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکے گا۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ تین طہروں میں تین طلاقیں دے۔ یہ صورت زیادہ بہتر نہیں اس میں بغیر حلالہ شرعی کے آئندہ نکاح نہیں ہو سکے گا۔

(۳) تیسرا طریقہ "طلاق بدعت" ہے جس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ بیوی کو ماہواری کے دوران طلاق دے' یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں صحبت کر چکا ہے یا ایک ہی لفظ سے یا ایک ہی مجلس میں یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے ڈالے یہ طلاق بدعت کہلاتی ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس طریقہ سے طلاق دینے والا گنہگار رہتا ہے مگر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اگر ایک دی تو طلاق واقع ہوئی' دو دیں تو واقع ہوئیں اور اگر تین اکٹھی طلاق دے دیں تو تینوں واقع ہو گئیں۔ خواہ ایک لفظ میں دی ہوں یا ایک مجلس میں یا ایک طہر میں' عائلی قوانین کی اتباع میں ایک ہی مرتبہ میں تین طلاقیں دینا برا

ہے اس سے میاں بیوی کا رشتہ یکسر ختم ہو جاتا ہے اور رجوع اور مصالحت کی گنجائش نہیں رہتی اور بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ نکاح نہیں ہوتا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۱۵ ج ۵)

طلاق صریح کا حکم

سوال: طلاق صریح واضح لفظ سے طلاق۔ ایک دفعہ دو دفعہ یا تین دفعہ کہنے کا کیا حکم ہے؟ کیا صرف تلفظ کرتے ہی طلاق ہو جائے گی؟ نیت کا اعتبار ہے یا نہیں؟

جواب: اگر صاف صاف لفظوں میں طلاق دی تو زبان سے نکلتے ہی طلاق پڑ گئی۔ چاہے طلاق دینے کی نیت ہو یا نہ ہو بلکہ ہنسی مذاق میں کہہ دیئے ہوں ہر طرح طلاق پڑ جائے گی۔ صاف لفظوں سے ایک یا دو مرتبہ کہنے سے اس قسم کی طلاق پڑے گی جس میں عدت کے آخر تک رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے اور ایک مرتبہ کہنے سے ایک دو مرتبہ کہنے سے دو مرتبہ طلاق پڑتی ہے اور اگر تین مرتبہ طلاق کا لفظ کہے یا یوں کہے کہ ''تین طلاقیں دیں'' تو تین طلاقیں پڑیں گی۔ (مولانا اشرف علی تھانویؒ)

جو شخص گونگا نہ ہو اس کے اشارے سے یا پتھر پھینکنے سے طلاق نہیں ہوئی

سوال: ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے طلاق دے دو تو شوہر نے تین انگلیوں سے اشارہ کیا مگر زبان سے کوئی لفظ طلاق کا نہیں کہا تو کیا تین طلاقیں ہو جائیں گی؟ خصوصاً جب کہ شوہر کی نیت بھی اشارے سے طلاق کی ہی ہو؟

جواب: اس صورت میں جب تک الفاظ زبان سے نہ کہے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگرچہ شوہر کی نیت بھی اس اشارے سے تین طلاق کی ہو یہی حکم اس صورت کا ہے کہ بیوی کی طرف تین پتھر پھینک دیئے زبان سے کچھ نہ کہے جیسے پنجاب (اور سرحد) کے بعض علاقوں میں اس عمل کو طلاق سمجھا جاتا ہے۔ (کمافی فتاویٰ القرویہ) (مفتی محمد شفیع صاحب)

اپنی عورت کو زنا کرتے دیکھے تو کیا حکم ہے

سوال۔ ایک مرد نے اپنی عورت کو بدکاری (زنا) کرتے دیکھا اب اس کو رکھے یا طلاق دے؟ طلاق نہ دے تو گنہگار ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مرد کو اس سے محبت ہو اور یقین ہو کہ دوبارہ اس فعل بد کا ارتکاب نہ کرے گی اور حقوق زوجیت میں فرق نہ آنے دے گی تو اس کو طلاق دینا ضروری اور واجب نہیں ہے۔ اس کو نکاح میں رکھے تو گنہگار نہیں۔

درمختار میں ہے (لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة) یعنی شوہر پر بدکار عورت کو طلاق دینا واجب نہیں۔

آنحضرت کی خدمت مبارکہ میں اس قسم کا مقدمہ پیش ہوا تھا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مشورہ دیا کہ اس کو چھوڑ دو۔ شوہر نے کہا کہ یہ مجھے محبوب ہے۔ تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اس کو رکھ سکتے ہو۔

قوله لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولاعلیها تسریح الفاجر الااذاخاف ان لایقیما حدود الله فلا بأس ان یتفرقا اه مجتبی والفجور یعم الزناء وغیره و قد قال صلی الله علیه وسلم لمن کانت زوجته لاترد ید لامس وقد قال انی احبها استمتع بها اه (درمختار مع الشامی ص ۳۷۷ ج ۵ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع) فقط والله اعلم بالصواب. (فتاویٰ رحیمیه ج ۸ ص ۲۵۸)

بیوی کی خبر گیری نہ کر سکے تو طلاق دینا واجب ہے

سوال: ایک صاحب ملکیت شخص نے اپنی عورت کو گھر سے الگ کر دیا ہے، خرچ بھی کچھ نہیں دیتا، اب وہ نہایت مصیبت سے زندگی کے دن کاٹ رہی ہے، اس شخص نے اپنی جائیداد بھی دوسرے کے نام کر دی ہے اس لیے انگریزی عدالت کے ذریعے کچھ چارہ جوئی بھی نہیں ہو سکتی، اب وہ عورت اس بے کسی کی حالت میں طلاق لینے کی مستحق ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یا بدستور اسی فاقہ کشی اور بے کسی میں مبتلا رہ کر اپنی جان دے دے؟

جواب: اس صورت میں بے شک شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ وہ جب امساک بالمعروف نہیں کرتا اور اپنی بیوی کو نفقہ نہیں دیتا اس کے حقوق ادا نہیں کرتا تو اس کو طلاق دے دے اور اس مصیبت سے اسے چھٹکارا دلائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ پس روکے رکھنا ہے معروف طریقے سے یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ۔ (سورۃ البقرہ آیت)

درمختار میں ہے "کہ اگر امساک بالمعروف نہ رہے تو طلاق دینا واجب ہے" لہٰذا معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں شوہر کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ طلاق دے لیکن عورت بغیر طلاق لیے خود اس کے نکاح سے علیحدہ نہیں ہو سکتی اور تفریق نہیں کرا سکتی۔ (جیسا کہ درمختار میں ہے) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۹ ص ۳۷)

اگر عورت متبع شریعت نہ ہو تو کیا شوہر طلاق دے سکتا ہے؟

سوال: اگر کوئی عورت باوجود سمجھانے کے ہر طرح سے فہمائش کرنے کے اپنے اخلاق اور اعمال درست نہ کرے اور کفر و شرک کے رسوم کو نہ چھوڑے تو کیا متبع سنت شوہر عورت کو اس بنیاد پر طلاق دے سکتا ہے؟

جواب: طلاق دینا ایسی صورت میں واجب نہیں لیکن اگر طلاق دے دے تو درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ سمجھاتا رہے اور طلاق نہ دے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۳۷ ج ۹)

بیوی شوہر کے باپ کی عزت نہ کرے' اس کا حکم

سوال: ایک عورت اپنے سسر کی بہت بے عزتی کرتی ہے اور شوہر کو اس کا والد اس کے رویے کی بناء پر دوسری شادی کے لیے اور اس عورت کو طلاق دینے کے لیے کہتا ہے' اگر شوہر اسے طلاق دے دے تو والد خوش ہوگا ورنہ ناراض ہے' عورت چھ ماہ سے اپنے بھائی کے ہاں ہے مگر زبان درازی سے باز نہیں آتی' اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اور طلاق دینے کی کیا ترکیب ہے؟

جواب: ایسی حالت میں طلاق دینا درست بلکہ مناسب ہے اور طلاق دینے کی اچھی صورت یہ ہے جب وہ عورت پاک ہو اس وقت اسے ایک طلاق دے دی جائے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۳۹ ج ۹)

بیوی کو شوہر سے نفرت ہو تو طلاق دینا گناہ نہیں

سوال: شوہر بیوی سے جس قدر محبت کرتا ہے بیوی اسی قدر نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور بھاگتی ہے سرزنش کرنے پر دن بدن رنجش بڑھتی جاتی ہے تو اگر شوہر طلاق دے تو گناہ تو نہیں؟

جواب: جب کہ یکجائی بود و باش اور باہمی اتحاد کی کوئی صورت نہیں تو مرد طلاق دے سکتا ہے۔ اس معاملہ میں اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ بہتری کی یہی شکل ہے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۴۰ ج ۹)

وہم' خیال کے تسلط اور محض خیال سے طلاق کا حکم

سوال: اگر کسی شخص کو محض خیال دل میں پیدا ہو کہ اگر میں دوسری شادی کروں تو اس پر تین طلاق یا میں بکر سے بات کروں تو بیوی کو طلاق یا وہم ہو جائے کہ منہ سے ''طلاق دی'' کا لفظ نکل رہا ہے اس صورت میں اس کی بیوی پر طلاق ہو گی یا نہیں؟

جواب: مذکورہ صورتوں میں سے کسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی اور محض بر سبیل تذکرہ

''طلاق دی'' کہنے سے جب کہ اس کی نیت بیوی کو طلاق دینے کی نہ ہو طلاق نہ ہوگی۔
(دارالعلوم دیوبند ص ۴۰ ج ۹)

بیوی کو طلاق لکھنے یا لکھوانے یا طلاق نامہ بنوانے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو کسی اور سے طلاق تحریر کرا کر دی کہ زبان سے کچھ نہ کہا' طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: تحریر طلاق واقع ہو جاتی ہے چاہے خود لکھے' کسی سے لکھوائے (طلاق نامہ بنوائے یا طلاق بنوانے کا کہہ دے سب صورتوں میں طلاق ہو جائے گی) چاہے کاغذ بیوی کے ہاتھ میں دے یا دیئے بغیر ہی ضائع کر دے۔ (دارالعلوم دیوبند)

مذاق میں طلاق واقع ہو جاتی ہے

سوال: زید کا دوست زید سے مذاق کر رہا تھا اس نے اس کی بیوی کے بارے میں مذاق کیا تو زید نے بھی از راہ مذق کہہ دیا کہ میں نے اسے طلاق دی' طلاق دی' طلاق دی تو ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ طلاق نہیں ہوئی' دوسرے مولوی صاحب نے طلاق کا فتویٰ دیا ہے' کون سا فتویٰ درست ہے؟

جواب: چونکہ پہلے سے ذکر زید کی بیوی کا ہی تھا تو ان الفاظ مذکورہ سے زید کی بیوی کو تین طلاقیں مغلظہ پڑ گئیں۔ صریح الفاظ میں نیت کی ضرورت نہیں اور اضافت صریح کی بھی ضرورت نہیں بلکہ قرائن سے واضح ہے کہ زید اپنی بیوی کے بارے میں ہی کہہ رہا تھا۔ طلاق مذاق میں بھی واقع ہو جاتی ہے کیونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا حقیقت بھی حقیقت اور مذاق بھی حقیقت شمار ہوتا ہے۔ طلاق' نکاح' عتاق (الحدیث) لہٰذا اب بغیر حلالہ شرعیہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۴۱ ج ۹)

عورت کی غیر موجودگی میں طلاق دینے سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو اس کی عدم موجودگی میں طلاق دیدی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی کیونکہ طلاق دینے کے وقت عورت کا سامنے ہونا اور پاس ہونا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۹ ص ۱۴۱)

مجنون کی طلاق کا حکم

سوال: اگر ایک شخص مجنون ہو اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: طلاق کے وقوع کے لیے خاوند کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے چونکہ مجنون عقل کی نعمت سے محروم ہوتا ہے اس لیے مجنون اگر طلاق دے دے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

لما فی الهندیة: ولا یقع طلاق الصّبیّ وان کان یعقل والمجنون. (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لایقع طلاقه) (قال العلامة صدر الشریعة: لاطلاق صبیّ ومجنون و نائم. (شرح الوقایه ج۲ ص ۷۱ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق) وَمِثْلُهُ فی فتح القدیر ج۳ص ۳۵۰ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق)

بے وقوف کی طلاق کا حکم

سوال: کسی شخص میں بالغ ہونے کے بعد کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی بلکہ شروع ہی سے سادہ اور بھولا بھالا چلا آ رہا ہے۔ والدین نے اس کی شادی کر دی، دنیا کے جس کام پر اس کو لگایا جائے تو بڑی چستی سے وہ کام کرتا ہے لیکن دنیا کے کسی بھی رسم ورواج سے واقف نہیں، کھانے پینے یا کپڑے پہننے میں عام لوگوں کی طرح ہے، کیا ایسے شخص کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا شخص سفیہ ہے اور اس کی دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس کے تصرفات شرعاً معتبر ہیں۔ البتہ جو شخص فاسد التدبیر ہو اور اس کو اپنی باتوں کا اندازہ نہ ہو عموماً بیہودہ بے ربط اور بے جوڑ باتیں کرتا ہو ایسا شخص معتوہ ہے جس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لما فی الهندیة: ولا یقع طلاق الصّبی وان کان یعقل والمجنون وکذٰلک المتعوۃ لایقع. طلاق ایضاً (الفتاویٰ الهندیه ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاق وفیمن لایقع طلاقه) (وقال العلامة ابن عابدینؒ: واحسن الاقوال فی الفرق بینهما ان المعتوۃ هو قلیل الفهم المختلط الکلام، الفاسدالتدبیر لکن لایضرب ولا یشتم بخلاف المجنون. (ردالمحتار ج۲ ص ۴۶۲ کتاب الطلاق) وَمِثْلُهُ فی

البحر الرائق شرح الکنز الدقائق ج۳ص ۲۴۹ کتاب الطلاق)

بیہوشی کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم

سوال: اگر ایک شخص حواس باختہ ہوکر ایسی کیفیت میں طلاق دے کہ اس کو یہ پتہ نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ یہاں تک کہ اس کو رات و دن کی تمیز بھی نہ ہو تو کیا ایسے شخص کی دی گئی طلاق واقع ہوجائے گی؟

جواب: طلاق دیتے وقت عقل وحواس کی موجودگی ضروری ہے۔ اگر کسی شخص کے حواس بیہوشی کی وجہ سے ختم ہوجائیں تو اس حالت میں دی ہوئی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں۔

قال العلامة الحصكفیؒ: لايقع طلاق المولیٰ علیٰ امرأة عبده والمجنون والمدهوش فتح وفی القاموس: دهش الرجل تحير ودهش بالبناء للمفعول فهو مدهوش وادهشه اللّٰه. الخ (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار ج۲ص ۴۶۳ کتاب الطلاق، مطلب طلاق المدهوش).(وفی الهندية: ولايقع طلاق الصّبیّ وان كان يعقل والمجنون والنائم والمبرسم والمغمی عليه والمدهوش. (الفتاویٰ الهندية ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه) وَمِثْلُهٗ فی البحرالرائق ج۳ص ۲۴۹ کتاب الطلاق) (فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۴۴۶)

عورت نے کہا ''میں نے شوہر سے تعلق قطع کرلیا ہے'' اس کا حکم

سوال: مطیع اللہ خان اور ان کی زوجہ زمرد بیگم کے درمیان دس بارہ سال سے ناچاقی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے میکے رہنے لگی، مطیع اللہ خان اس کو منانے اور لینے کی غرض سے اس کے میکے گئے تو وہ آنے پر رضامند نہیں ہوئی اور اس نے کہا کہ ''آج سے ہم نے مطیع اللہ سے اپنا تعلق قطع کرلیا ہے آج سے میں ان کی بہن اور وہ میرا بھائی ہے'' آیا اس صورت میں مرد کو یہ حق ہے کہ وہ عورت کو چھوڑ دے اور قطع تعلق کرے اور اس صورت میں عورت مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟

جواب: عورت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بااختیار خود اپنا زوجیت کا تعلق اپنے شوہر سے منقطع کرلے طلاق دینے اور قطع تعلق کرنے کا اختیار شرعاً شوہر کو ہی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ لہٰذا عورت کا یہ قول لغو ہے اس سے قطع تعلق نہیں ہوا اور طلاق واقع نہیں ہوئی۔ مہر مؤجل کا مطالبہ

عورت طلاق کے یا شوہر کی موت کے بعد کر سکتی ہے اور ابھی چونکہ طلاق نہیں ہوئی اور میاں بیوی بھی زندہ ہیں اس لیے عورت مہر مؤجل کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۴)

''خدا کی قسم اس کو نہیں رکھوں گا'' کہنے کا حکم

سوال: زید نے اپنی منکوحہ کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا اور یہ الفاظ کہے ''کہ خدا کی قسم اس کو میں کبھی نہیں رکھوں گا'' چنانچہ چار سال کا عرصہ ہو گیا کہ نان نفقہ نہیں دیا' تو کیا زید کے ان الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی کیا اس کی نیت کے بارے میں پوچھا جائے گا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور نیت معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ مستقبل کے صیغہ کو اگر صریح الفاظ طلاق کے ساتھ بھی کہا جائے تب بھی اس سے طلاق نہیں پڑتی۔ (کذا فی الهندیة) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۴ ج ۹)

مجنون کی طلاق کا حکم

سوال:۔ اگر ایک شخص مجنون ہو اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ طلاق کے وقوع کے لیے خاوند کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے' چونکہ مجنون عقل کی نعمت سے محروم ہوتا ہے اس لیے مجنون اگر طلاق دیدے تو اس کا اعتبار نہیں ہو گا۔

لما فی الهندیة: ولایقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون.

(الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق ' فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لایقع طلاقه)

بے وقوف کی طلاق کا حکم

سوال:۔ کسی شخص میں بالغ ہونے کے بعد کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی بلکہ شروع ہی سے سادہ اور بھولا بھالا چلا آ رہا ہے) والدین نے اس کی شادی کر دی' دنیا کے جس کام پر اس کو لگایا جائے تو بڑی چستی سے وہ کام کرتا ہے لیکن دنیا کے کسی بھی رسم و رواج سے واقف نہیں' کھانے پینے یا کپڑے پہننے میں عام لوگوں کی طرح ہے۔ کیا ایسے شخص کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ایسا شخص سفیہہ ہے اور اس کی دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے تصرفات شرعاً معتبر ہیں' البتہ جو شخص فاسد التدبیر ہو اور اس کو اپنی باتوں کا اندازہ نہ ہو۔ عموماً بیہودہ بے ربط اور بے جوڑ باتیں کرتا ہو ایسا شخص معتوہ ہے جس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لما فی الهندیة: ولایقع طلاق الصبی و ان کان یعقل والمجنون

و کذلک المعتوہ ولایقع طلاق. ایضاً. (الفتاویٰ الھندیہ ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع لطلاقہ و فیمن لایقع طلاقہ)

قال العلامۃ صدر الشریعۃ: لاطلاق صبی و مجنون و نائم. (شرح الوقایہ ج ۲ ص ۷۱ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق و مثلہ، فی فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۰ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق.

وقال العلامۃ ابن عابدینؒ: و احسن الاقوال فی الفرق بینھما ان المعتوہ ھو قلیل الفھم المختلط الکلام، القا التدبیر لکن لایضرب ولایشتم بخلاف المجنون . (ردالمحتار ج ۲ ص ۴۶۲ کتاب الطلاق) ومثلہ فی البحرالرائق شرح الکنزالدقائق ج ۳ ص ۲۴۹ کتاب الطلاق. فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۴۴۶.

تیرہ چودہ سالہ لڑکے کی طلاق کا مسئلہ

سوال: ایک لڑکے کا نکاح آٹھ نو سال پہلے ایک لڑکی سے ہوا تھا، لڑکے کی عمر اندازاً تیرہ چودہ سال ہی ہے مگر لڑکی بڑی ہے کوئی چوبیں پچیس سال کی ہوگی۔ جوان لڑکی ہے اس لیے برائی کے خدشہ کے پیش نظر سب لوگ متفق ہو چکے ہیں کہ ان کی جدائی کرادی جائے اور لڑکے کا نکاح اس لڑکی کی چھوٹی بہن سے کر دیا جائے، لڑکی کو طلاق دلا کر کسی ہم عمر لڑکے سے شادی کر دی جائے، یہ لڑکا شرعاً طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا اس کا باپ یا دادا وغیرہ دے؟

جواب: بالغ ہونے کی عمر شرعی طور پر پندرہ سال ہے اس سے پہلے اگر کوئی علامت بلوغ مثلاً احتلام انزال وغیرہ ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال پورے ہونے پر ہی وہ لڑکا بالغ ہوگا۔ اسی وقت کی طلاق واقع ہوگی، نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (کماجاء فی الحدیث عن مرفوع القلم و کما صرح بہ الفقہاء) اور نابالغ کی طرف سے باپ دادا یا کوئی عصبہ بھی طلاق نہیں دے سکتا۔ لہٰذا جب تک لڑکا بالغ نہ ہو تو تب تک اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کی منکوحہ کا نکاح کہیں اور کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ یہ مسئلہ اس وقت ہے جب کہ یہ نکاح ولی جائز نے کیا ہو، غیر ولی نے کیا تھا تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر ولی نہیں ہے تو نکاح ہی باطل ہے طلاق کی ضرورت نہیں۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۴۸ ج ۹)

بیمار کی طلاق بھی واقع ہوتی ہے

سوال: ایک بیمار شخص نے کسی وجہ سے اپنی بیوی کو گواہوں کے سامنے تین طلاقیں دے دیں' یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ وہ دوبارہ اسے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں تین طلاقیں واقع ہوگئیں اب وہ اس عورت کو بغیر حلالہ شرعی اپنے پاس نہیں لاسکتا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۵ ج ۹)

غصہ میں بغیر نیت کے کہا "تمہیں سو طلاقیں ہیں"

سوال: ایک شخص نے تکرار کے دوران اپنی بیوی کو کہا میں نے تمہیں سو طلاقیں دیں' اب وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے غصہ کی حالت میں بلانیت طلاق یہ الفاظ کہے تھے تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ صریح طلاق ہے اس میں نیت کی ضرورت نہیں' بغیر نیت کے ہی واقع ہوجاتی ہے اور طلاق تو اکثر غصہ ہی میں دی جاتی ہے' غصہ کی طلاق بھی واقع ہوتی ہے۔ بعض کنایہ کے الفاظ کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر غصہ میں کہے ہوں تو غصہ کے قرینہ سے بغیر نیت طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ (کمافی الشامیۃ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۵ ج ۹)

حالت حیض میں طلاق واقع ہوجاتی ہے

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کے حیض کے دوران اسے جھگڑے میں کہا کہ تم کو "طلاق' طلاق' طلاق" اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ شوہر پھر اس کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور عدت کب سے شمار ہوگی؟

جواب: حالت حیض میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے اگرچہ گناہ ہے لہٰذا اس صورت میں عورت کو طلاق ہوگئی اور وہ بائنہ مغلظہ ہوگئی' بغیر حلالہ شرعی کے وہ اس کے لیے حلال نہیں اور عدت طلاق دینے کے وقت سے شمار ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۷ ج ۹)

پسند نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: اگر مرد عورت کو نہ چاہے' اگر عورت مرد کو جھوٹا الزام لگادے جس سے مرد کو نقصان ہوا ہو اور مرد بدنام ہوتا ہو' مرد کی کچھ خطا نہ ہو ایسی صورت میں طلاق دیوے یا نہ دیوے؟

جواب: طلاق دے دیوے تو درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ طلاق نہ دے اور قصور اس کا معاف کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۹ ص ۴۷۔

کیا طلاق میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟

سوال: طلاق دیتے وقت گواہوں کا ہونا ضروری ہے یا تنہائی میں بھی طلاق ہوجاتی ہے؟

جواب: گواہوں کا ہونا ضروری نہیں' طلاق تنہائی میں دینے سے بھی واقع ہوجاتی ہے۔ البتہ جب شوہر طلاق دے کر مکر جائے اور معاملہ عدالت میں ہو تب گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۸ ج ۹)

''شوہر نے کہا مہر کا معافی نامہ لکھ کر بھیجو تو میں طلاق لکھ کر بھیجتا ہوں''

سوال: زید اپنی بیوی کو نو سال پہلے میکے چھوڑ کر باہر ملک چلا گیا اور پھر نان نفقہ کی کوئی خبر نہ لی' اب زید نے بذریعہ خط ہندہ کو اطلاع دی کہ اگر ہندہ بذریعہ خط اپنا مہر بخشوا کر دو گواہوں کے دستخط بھی بھجوادے تو میں طلاق لکھ کر بھیجتا ہوں' بیوی نے ایسا کر کے بھجوادیا مگر اب زید کا کوئی جواب نہیں آیا' کیا بیوی کو طلاق ہوگئی؟

جواب: زید نے جو کچھ لکھا اس کا حاصل یہ ہے کہ عورت مہر کی معافی لکھ بھیجے گی تو میں طلاق لکھ کر بھیجوں گا۔ یہ وعدہ ہوا۔ اب زید کو چاہیے کہ وہ وعدے کے مطابق طلاق لکھ کر بھیجے' جب تک زید طلاق نہیں دے گا اس وقت تک طلاق نہیں ہوگی اور نہ مہر معاف ہوگا کیونکہ مہر کی معافی طلاق دینے پر معلق ہے۔ غرض یہ کہ زید کے طلاق دیئے بغیر طلاق نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۸ ج ۹)

کسی کو طلاق نامہ لکھنے کیلئے کہا تب بھی طلاق واقع ہوگئی

سوال: زید کو اس کے بھائی نے کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو زید نے انکار کر دیا مگر بھائی ناراض ہوا تو اس نے کہا کہ بھائی تم طلاق نامہ کا مضمون بنا دو تو میں نقل کرلوں گا۔ چنانچہ اس نے مضمون بنا کر دیا اور زید نے نقل کر دیا اور زبان سے کچھ بھی نہیں کہا' کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟ (اس نے تین طلاق لکھا تھا)

جواب: اس صورت میں زید کی زوجہ پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں کیونکہ طلاق کے صریح لفظ میں نیت کی ضرورت نہیں ہے اور دوسرے کو اتنا کہنا ''کہ تو طلاق نامہ لکھ دے میں اس کی نقل کر دوں گا'' اس سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ ''تین چیزیں حقیقت اور مذاق دونوں میں واقع ہوجاتی ہیں' طلاق' نکاح' عتاق (غلام کی آزادی) (الحدیث) اور شامی میں ہے کہ اگر کاتب کو کسی نے کہا کہ میری

بیوی کو طلاق لکھ دے تو یہ کہنا بھی طلاق کا اقرار ہوگا اگرچہ وہ نہ لکھے الخ (تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی)۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

''تلاک یا تلاخ یا طلاح'' کہنے سے بھی طلاق ہوتی ہے

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ ''میں نے تلاخ دی' میں نے تلاخ دی' تلاخ دی'' اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں اس کی بیوی پر تین طلاق ہوگئیں۔ (شامیہ میں تلاق' تلاک' یا لفظ طلاق میں دوسری تبدیلی کے ساتھ کہنے سے طلاق کے وقوع کا بیان ہے۔ مرتب) (شامیہ عن البحر باب الطلاق الصریح)

پولیس کی سختی سے میں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی

سوال: ایک دفعہ عورت کسی جگہ چلی گئی اور واپس لے آئے اور وہ تنگ کرتی رہی اور تنگ ایسا کیا کہ کنویں میں چھلانگ لگائی اور میرے بارے میں کہا کہ اس نے مجھے دھکا دیا ہے اور پھر پولیس لے گئی اور اس نے میرے خلاف پرچہ دلوایا اور مجھے بہت تکلیف دلوائی اور میں نے اس عورت فاطمہ کو تنگ آ کر طلاق دی' طلاق دی' طلاق دی اور میں نے اس کو تین دفعہ طلاق دی اور میں گھر سے نکل گیا' دو سال تک گھر میں نہیں آیا اور جب آیا میں نے اپنے والد کو کہا کہ اس کو گھر سے نکال دو' تب میں گھر رہوں گا ورنہ میں نہیں رہوں گا' عرصہ ڈیڑھ سال ہو چکا ہے از روئے شریعت مسئلہ واضح فرما دیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئی ہیں۔ اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ عورت کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔ اس سابقہ خاوند کے ساتھ بغیر حلالہ دوبارہ قطعاً نکاح جائز نہیں۔ **لقوله تعالیٰ فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره الآیه.**
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۸۵۔

بیوی کو دوسرے نام سے طلاق دینا

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی چنانچہ عورت اور اس کے باپ کا نام جو بوقت نکاح کہا گیا تھا طلاق کے وقت وہ نام نہیں لیا گیا بلکہ اس نے بیوی کا اور اس کے باپ دونوں کے دوسرے نام سے طلاق دی' طلاق ہوگئی یا نہیں؟

جواب: زوجہ اور اس کے والد کا جو نام لے کر طلاق دی ہے اگر اس نام سے عورت کو پکارا جاتا ہے یا اس نام سے اس کا خیال ہوتا ہے تو اگرچہ نکاح کے وقت وہ نام نہ لیا گیا ہو اس عورت پر طلاق

واقع ہو جائے گی۔ (اگر وہ اس نام سے پہچانی نہیں جاتی تو طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس طرح وہ نام بدل جانے سے اجنبیہ کے حکم میں آ گئی۔) خلاصہ یہ کہ جب طلاق بیوی کو ہی دی اور وہ اس نام سے پہچانی جاتی ہے جس نام سے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (کمافی الشامیۃ عن البحر الرائق، باب طلاق الصریح)

شرعاً یونین کونسل طلاق کی مجاز نہیں بلکہ خاوند ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ نذیر بیگم دختر کریم بخش قوم شادی خیل سکنہ اندرون پاک گیٹ ملتان شہر کی ہوں، میرا نکاح عرصہ اٹھارہ سال پہلے مسمی محمد اقبال ولد محمد رمضان قوم بھٹی پیشہ درزی سکنہ ملتان سے ہوا تھا مگر گھریلو جھگڑے اور ناچاقی کی صورت میں مسمی مذکور نے عرصہ تقریباً دس گیارہ ماہ قبل تین بار طلاق کا لفظ کہہ کر طلاق دیدی تھی اور اس طرح ہمارے جنسی تعلقات عرصہ دس گیارہ ماہ سے بالکل ختم ہو گئے اور باہمی میل میلاپ بند تھا۔ بعدازیں مسمی مذکور محمد اقبال ولد محمد رمضان نے بمقام کچہری ملتان میں منظور شدہ عرضی نویس اور معتبر گواہان کے روبرو مبلغ دس روپے کے اسٹامپ پیپر پر تحریراً اور قانوناً باضابطہ طور پر مجھے طلاق نامہ لکھ کر دے دیا ہے اس طلاق کے عوض مسمی مذکور نے میری اپنی میکی جدی جائیداد والدین کی ملکیت رہائشی مکان ودکان بچوں یعنی دولڑکوں کے نام تملیک کے بدلے مسمی مذکور نے مجھے طلاق دی ہے۔ میں بے سہارا ہوں والد اور والدہ فوت ہو چکے ہیں، طلاق نامہ کی ایک نقل اور ایک درخواست طلاق دینے والے کو محلہ کی یونین کمیٹی میں برائے اطلاع دینی پڑتی ہے تو مسمی مذکور محمد اقبال نے نقل واطلاع مورخہ ۸ کو دفتر یونین کمیٹی نمبر ۲۳ میں جا کر دی ہے جبکہ اصل میں طلاق تحریراً مورخہ ۶۷۔۶۔۵ کو بوقت ۹ بجے صبح کچہری ملتان میں دیدی تھی۔ طلاق نامہ میرے پاس موجود ہے۔ اس عرصہ کو بارہ ماہ گزر گئے ہیں مگر اب جب میں نے نکاح ثانی کیلئے یونین کمیٹی نمبر ۲۳ مذکور سے رجوع کیا تو جواب ملا کہ طلاق دہندہ یعنی محمد اقبال نے کمیٹی کو مورخہ ۲۶ کو مطلع کیا تھا اس لیے تاریخ عدت اسی تاریخ سے شروع ہوگی تو شرع محمدی کے تحت دین اسلام کی پابندی کو لازم سمجھتے ہوئے درخواست لکھ رہی ہوں کہ میں بے سہارا ہوں، میری تمام جائیداد چھین چکی ہے، میرا ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً تین چار سال ہے وہ میرے ساتھ ہے اور اس معصوم کا بوجھ بھی مجھ پر ہے، مہنگائی کا زمانہ ہے اس کے علاوہ مجھے میری عزت کا پاس بھی نہیں، زمانہ اور ہوس پرست لوگوں کی وحشی نظریں بھی میرے تعاقب میں ہیں اس صورت میں نکاح ثانی کرنا چاہتی ہوں، اجازت بروئے شرع محمدی فتویٰ دیا جائے؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ شرعاً طلاق کا وقوع یونین کونسل کو اطلاع دینے کی تاریخ سے یا ثالثی کونسل کی اجازت سے نہیں ہوتا بلکہ طلاق کے الفاظ زبان سے نکالتے ہی شرعاً طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اسی تاریخ سے عدت شروع ہو جاتی ہے اسی طرح طلاق نامہ کی تحریر کی تاریخ سے ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اسی وقت سے عدت شروع ہو جاتی ہے۔ عدت شرعیہ غیر حاملہ عورت کے لیے طلاق کی صورت میں مکمل تین ماہواریاں ہیں۔ صورت مسئولہ میں زبانی طلاق دینے کی تاریخ سے اگر اس عورت کو مکمل تین ماہواریاں آ گئی ہیں تو وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اس کو نکاح سے روکنا شرعاً گناہ ہے۔

قال تعالیٰ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف (البقرہ آیت ۲۳۲)

وقال تعالیٰ والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء (البقرہ الآية ۲۲۸)

وفي الحديث ثلاث جدهن جد وهزلهن جدالنكاح والطلاق والعتاق او كما قالo فقط والله تعالیٰ اعلم. فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۷۸.

زبردستی کی طلاق کا حکم

سوال: زید پر سخت تشدد کیا گیا کہ وہ اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دے دے چنانچہ مجبوراً اس نے لکھ دیا کہ میں تین طلاق دیتا ہوں اور پھر یہی الفاظ اس سے زبردستی کہلوائے گئے (تلوار کی نوک پر) کیا ایسی صورت میں شرعاً طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟

جواب: اگر شوہر پر زبردستی و جبر کر کے ڈرا دھمکا کر طلاق دلوائی جائے تو واقع ہو جاتی ہے لیکن اگر جبراً طلاق لکھوائی جائے اور شوہر زبان سے کچھ نہ کہے تو طلاق واقع نہ ہو گی۔ (کمافی الشامیۃ) ''اگر کسی کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق لکھ دے اور اس نے لکھ دی تو واقع نہ ہو گی'' (الخ) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند)

دوسری شادی کیلئے دھوکہ دیا' بیوی کا نام بدل کر طلاق دی تو کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص نے دوسرا نکاح کیا تو اس سے پہلی لڑکی کے خاندان والوں نے کہا کہ پہلی بیوی کو طلاق دو گے تو ہم نکاح کر دیں گے اس نے بجائے افروزہ خاتون بنت ابومیاں کو طلاق دینے

کے کہا'' کہ میں نے عافیہ خاتون بنت ابومیاں کو تین طلاق دیں' اس طرح طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: نام کی غلطی سے جس طرح نکاح منعقد نہیں ہوتا اسی طرح طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔ پس اس صورت میں اس کی بیوی افروزہ خاتون پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۶ ج ۹)

غصہ میں اگر ہوش وحواس نہ رہیں تو ایسے میں طلاق کا کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص کی اپنے سالے سے خوب لڑائی ہوئی' نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ شخص غصہ میں بدحواس ہوگیا اور بیہودہ اور فحش الفاظ کہنے لگا' اسی دوران اس کے منہ سے طلاق کے الفاظ بھی نکل گئے اور وہ اسی بدحواسی (مدہوشی میں تھا) ایسے جنون کی حالت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

جواب: جب غصہ اس درجہ پہنچ جائے کہ کچھ ہوش وحواس نہ رہیں تو ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جیسا کہ علامہ شامی نے تحقیق فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ''دوسری وہ حالت کہ جس میں وہ اس انتہا کو پہنچ جائے کہ اس کو اپنا کہا معلوم نہ ہوا اور نہ وہ یہ الفاظ کہنا چاہتا ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا اس حالت میں کوئی قول نافذ نہیں ہوگا۔'' (الخ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۶۵ ج ۹)

طلاق میں بیوی کا سامنے موجود ہونا یا اسے مخاطب کیا جانا ضروری نہیں

سوال: طلاق میں بیوی کو مخاطب کیا جانا اور اس کا سامنے ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: خطاب ہونا اور بیوی کا روبرو ہونا شرط نہیں ہے اگر بیوی موجود نہ ہو اور اسے خطاب نہ کیا جائے اور غائبانہ طلاق دی جائے تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (کمافی ردالمختار)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۶۶ ج ۹)

اگر بیوی فسق وفجور میں مبتلا ہو جائے تو اسے طلاق دینا کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص اپنی بیوی کو پردہ میں رہنے اور نماز پڑھنے کی تاکید کرتا رہتا تھا۔ اس پر عورت ناراض ہوکر میکے چلی گئی اور وہاں فسق وفجور اور شرک وکفر کے کام کرنے لگی' جھوٹی قبر سالار مدار پر غلاف مالیدہ' گھونگی وغیرہ چڑھاوا چڑھاتی ہے' ہنود کے میلوں میں جاتی ہے' بے پردہ پھرتی ہے اور طلاق چاہتی ہے' اس کا شوہر اسے طلاق نہیں دیتا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ اور عورت ان باتوں کی وجہ سے مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی صورت میں طلاق دے دینا مناسب ہے اگرچہ واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ''فاسق فاجر بیوی کو طلاق دینا واجب نہیں' سوائے اس کے کہ انہیں ڈر ہو کہ وہ اللہ

کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ جدا ہو جائیں۔"

لیکن شامیؒ کی تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ جب امساک بالمعروف ختم ہو جائے تو طلاق دینا واجب ہے اگر یہ عورت توبہ کرلے تو پھر طلاق دینا ضروری نہیں ہے اور اگر عورت رخصتی شدہ ہے تو پورا مہر واجب ہے اور رخصتی یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے گا تو آدھا مہر دینا لازم ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۶۶ ج ۹)

جس بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا اس کی جان چھوڑنا ضروری ہے

سوال: عرصہ دو برس سے میں نے اپنی بیوی کو چھوڑ رکھا ہے طلاق نہیں دی اور وہ طلاق چاہتی ہے' کیا طلاق دینا ضروری ہے؟

جواب: درمختار میں ہے کہ جب امساک بالمعروف فوت ہو جائے یعنی بیوی کو اچھی طرح نہ رکھ سکے اور اس کے حقوق ادا نہ کرے تو اسے طلاق دینا ضروری ہے۔ فقط

یعنی عورت پر ظلم نہ کرے یا تو حقوق ادا کرے یا پھر اس کی جان چھوڑ دے۔ (مرتب)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۶۶ ج ۹)

خاوند جاہل ہے (ان پڑھ ہے) ایک دو تین طلاقوں کا علم نہیں' کے بارے میں حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسمی اللہ بخش خان کی طلاق ایک آدمی مسمی خیر محمد خان نے لکھی جو کہ اللہ بخش کی موجودگی میں لکھی گئی محرر نے اپنی طرف سے "باحکام شرعی ۳ بار طلاق دے کر اپنی منکوحہ کو آزاد کر دیا ہے" لکھ دیا اللہ بخش نے اسے سہ بار یا یکبار یا دو بار کا نہیں کہا تھا اور مسمی اللہ بخش بے علم ہے۔ نیز اس کو طلاق نامہ پڑھ کر سنایا نہیں گیا اسے یہ خاصہ علم تھا کہ یہ طلاق نامہ ہے میں اس پر دستخط کر رہا ہوں' سہ بار یا دو بار کا کوئی علم نہیں تھا اور نہ سہ بار یا دو بار کی نیت تھی' صرف طلاق کے مفہوم کو مدنظر رکھ کر دستخط کر دیئے' اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ طلاق مغلظہ ہوئی ہے یا رجعی؟ بینوا توجروا

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ صورت مسئولہ میں ظاہر تو یہی ہے جو تحریر ہے لیکن اگر اس کو سنایا نہیں گیا اور نہ اس نے وہ لکھا ہوا خود پڑھا ہے اور اس کا شرعی ثبوت موجود ہے تو ایسی صورت میں اگر زوج کہتا ہے کہ میری تین طلاق کی نیت نہیں تھی تو ایسی صورت میں زوجہ اپنے شوہر سے

اس بات کی قسم اٹھوا لے کہ اس کی تین طلاق کی نیت نہیں تھی۔

کما ھوالمذکور فی باب الکنایات من کتاب الدرالمختار شرح تنویر الابصار ص ۳۰۰ ج ۳ والقول له بیمینه فی عدم النیة ویکفی تحلیفها له فی منزله فان ابی رفعته للحاکم فان نکل فرق بینهما مجتبی.

اور جب شوہر قسم اٹھا لے کہ میری نیت تین طلاق کی نہ تھی تب وہ طلاق رجعی ہو گی۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۶۷)

طلاق رجعی

(ایک یا دو مرتبہ صاف لفظوں میں طلاق دینا)

طلاق رجعی کی تعریف؟

سوال: اسلام میں ''طلاق رجعی'' کی تعریف کی کیا صورت اور کیا حکم ہے؟

جواب: ''رجعی طلاق'' یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ صاف لفظوں میں طلاق دے دے اور اس کے ساتھ کوئی اور لفظ استعمال نہ کرے جس کا مفہوم یہ ہو کہ وہ فوری طور پر نکاح کو ختم کر رہا ہے!

''رجعی طلاق'' کا حکم یہ ہے کہ عدت کے پورا نہ ہونے تک بیوی بدستور شوہر کے نکاح میں رہتی ہے اور شوہر کو یہ حق رہتا ہے کہ وہ عدت کے اندر جب چاہے بیوی سے رجوع کر سکتا ہے اور ''رجوع'' کا مطلب یہ ہے کہ یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی یا بیوی کو ہاتھ لگا دے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں لیکن اگر عدت گزر گئی اور اس نے اپنے قول یا فعل سے رجوع نہیں کیا تو اب دونوں میاں بیوی نہیں رہے عورت دوسری جگہ اپنا عقد کر سکتی ہے اور اگر ان دونوں کے درمیان مصالحت ہو جائے تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور ''رجوع'' کے بعد اگرچہ طلاق کا اثر ختم ہو جاتا ہے لیکن جو طلاقیں دی جا چکی ہیں وہ چونکہ اس نے استعمال کر لیں۔ لہٰذا اب اس کو صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہو گا کیونکہ شوہر کو کل تین طلاقوں کا اختیار دیا گیا اگر اس نے ایک رجعی طلاق دے دی تو اب پیچھے دو اس کے پاس رہ گئے اور دو رجعی طلاقیں دی تھیں ایک طلاق دے دے گا تو بیوی حرام ہو جائے گی اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکے گا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۲۰ ج ۵)

طلاق رجعی میں عدت کے اندر بلا نکاح جدید رجوع جائز ہے

سوال: بخدمت جناب مفتی دارالقضاء مدرسہ خیر المدارس ملتان شہر گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ پر آپ کا فتویٰ مطلوب ہے۔ برائے مہربانی عطاء فرمایا جائے۔

(۱) ایک شخص مسمی محمد یار سرگانہ ساکن باگڑ تحصیل کبیر والا کا ہے عرصہ تقریباً ۲ سال کا ہوا کہ محمد یار مذکور نے اپنی بیوی مسماۃ زینب کو کسی ناراضگی کی بناء پر ایک آدمی کے ہمراہ اس کے والدین کے پاس بھیج دیا۔

(۲) اس کے بعد مسماۃ زینب مذکورہ کی غیر حاضری میں اس کو متنبہ کرنے کی خاطر کہ وہ آئندہ ناجائز حرکت نہ کرے محمد یار مذکور نے ایک کاغذ پر طلاق واحد لکھ کر دو گواہان کے دستخط کرائے' کاغذ مذکورہ کی تکمیل کے دوران میں محمد یار مذکور کا ارادہ یہ رہا کہ کاغذ کی تکمیل کر کے مسماۃ زینب مذکور کو بھیج دے گا مگر جس وقت یہ کاغذ مکمل ہو گیا تو محمد یار کا ارادہ تبدیل ہو گیا۔ چنانچہ محمد یار نے کاغذ تلف کر دیا اور عرصہ بیس یوم کے اندر جا کر مسماۃ زینب کو اپنے گھر لا کر آباد کر لیا۔ اس طلاق نامہ پر دو گواہان احمد بخش و جہی ومہر سلطان سرگانہ کے دستخط بتاتے جاتے ہیں۔

(۳) اس کے بعد کچھ عرصہ مسماۃ زینب مسمی محمد یار کے گھر آباد رہی' حقوق زوجیت ادا کرتی رہی مگر کچھ دنوں کے بعد ان کا آپس میں کسی بات پر اختلاف ہونے پر مسماۃ زینب خود بخود گھر سے چلی گئی مگر اس عرصہ میں آج تک کسی فریق کی جانب سے طلاق دینے یا لینے کا کوئی مطالبہ نہیں ہوا۔

(۴) عرصہ تین چار ماہ کا ہوا ہے کہ محمد یار مذکور نے عدالت میں مسماۃ زینب پر استقرار حق نکاح کا دعویٰ کیا اس پر مورخہ ۵۳/۴/۲۷ کو ان کا آپس میں راضی نامہ ہو گیا جس میں مسماۃ زینب نے اپنے خاوند مسمی محمد یار کے گھر آباد ہونے کی آمادگی ظاہر کی ہے۔

(۵) کیا ان کا نکاح سابق جائز و برقرار ہے اور مسمی محمد یار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسماۃ زینب کو اپنے گھر بطور زوجہ آباد کرے؟ مورخہ ۵۳/۶/۴ ملک اللہ یار ولد الٰہی بخش ڈھڈو ساکن اندرون دولت دروازہ ملتان بذریعہ نذر محمد سرگانہ سکنہ باگڑ ڈاک خانہ باگڑ والا عبدالحکیم ریلوے سٹیشن۔

بیان گواہ احمد بخش: میں مسمی احمد بخش ولد میاں محمد ذات موچی ساکن باگڑ سرگانہ حلفیہ بیان کرتا ہوں میں نے ایک طلاق نامہ پر جو مہر محمد یار کی طرف سے لکھا ہوا تھا' عرصہ تقریباً دو تین سال کا گزرا ہے اپنے دستخط بطور گواہ کیے تھے لیکن مجھے یاد نہیں کہ طلاق کس قسم کی لکھی ہوئی تھی یعنی ایک تھی یا دو یا تین تھیں اور نہ ہی میرے روبرو مہر محمد یار مذکور نے اپنی زبان سے کوئی طلاق دی تھی۔ فقط ۵۳/۶/۱۱ احمد بخش موچی بقلم خود۔

بیان گواہان مہر سلطان: میں کہ مہر سلطان ولد مہر اللہ یار قوم سرگانہ باگڑ حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں نے محمد یار کی طرف سے کسی طلاق نامہ پر کوئی دستخط نہیں کیے اور نہ ہی میں نے اس قسم کی طلاق کی بابت کبھی کچھ سنا ہے اور نہ ہی مجھے کوئی علم ہے۔ مورخہ ۵۳/۶/۱۷ سلطان بقلم خود

جواب: جبکہ طلاق واحد تھی اور تین طلاق کا کوئی ثبوت نہیں۔ پھر عرصہ بیس سال کے اندر خانہ آبادی ادائیگی حقوق زوجیت یعنی مراجعۃ بھی ہو چکی پھر دوبارہ بھی کوئی طلاق جب نہیں دی گئی تو بلاشبہ نکاح سابق جائز ہے اور برقرار ہے۔ محمد یار کو یہ حق حاصل ہے کہ مسماۃ زینب کو اپنے گھر بطور زوجہ آباد کرے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج۶ ص ۳۰۶)

''چھوڑ دیا'' کہنے سے طلاق صریح واقع ہوگی

سوال: شوہر نے غصہ میں اپنی بیوی کو ''میں نے تمہیں چھوڑ دیا'' کہہ دیا ہے اب وہ پریشان ہے کہ اس سے طلاق تو نہیں ہوگئی؟

جواب: عرف میں استعمال ہونے کی بناء پر ''چھوڑ دیا'' کہنا طلاق صریح ہے۔ لہٰذا اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔ (کمافی الھندیہ والشامیہ)

''طلاق دے چکا'' کے الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی

سوال: کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح طلاق دے کہ میں طلاق دے چکا مگر بوجہ مہر کے ظاہر نہیں کیا' بغیر گواہ کے اپنے دل سے کہہ دیا تو یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور پھر وہ عورت اپنا نکاح کسی اور سے کرلے تو درست ہے یا نہیں؟ اگر ظاہراً طلاق دے تو مہر دینا پڑتا ہے؟ طلاق کے گواہ نہیں ہیں؟

جواب: جب شوہر نے یہ لفظ کہا کہ ''میں طلاق دے چکا'' تو طلاق واقع ہوگئی۔ (کمافی الشامیہ) گواہ ہوں یا نہ ہوں اور عورت مہر وصول کرسکتی ہے لیکن اگر شوہر طلاق سے انکار کرے تو بغیر دو گواہوں کے طلاق ثابت نہ ہوگی اور جب کہ شوہر کو طلاق کا اقرار ہے تو طلاق ثابت ہے۔ عدت گزارنے کے بعد عورت کو دوسرا نکاح کرلینا بھی درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۰۴ ج ۱۰)

ایک یا دو طلاق کے بعد عدت میں ہم بستری سے رجعت ہو جاتی ہے

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو دوبار طلاق دے دی اور پھر دونوں میاں بیوی ایک مکان میں رہتے رہے' چند دن کے بعد باز نہ آئے اور ہم بستری کرلی' اب یہ فرمایئے کہ وہ ہم بستری کرنا ہی رجعت ہوگیا یا تجدید نکاح کی ضرورت ہے؟

جواب: دوطلاق بھی رجعی ہیں اور دوطلاق رجعی کے بعد عدت میں رجعت صحیح ہے۔لہٰذا اس صورت میں رجعت صحیح ہوگئی اور شوہر کا عدت میں ہم بستری کرنا یہی رجعت ہے اب دوبارہ رجعت کرنے کی ضرورت نہیں رہی' عورت بدستور نکاح میں اور اس کی بیوی ہے۔ (البتہ اب اس شخص کے پاس صرف ایک طلاق کا اختیار رہ گیا' اگر اس نے اپنی بیوی کو ایک طلاق بھی دے دی تو وہ ایک طلاق سے ہی مغلظہ ہو جائے گی اور بغیر حلالہ شرعی نکاح بھی نہ ہو سکے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۰۱ ج ۹)

''نکاح میں رہو یا طلاق لے لو' بیوی نے کہا طلاق لیتی ہوں''

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ چاہو تو تم میرے نکاح میں رہو یا طلاق لے لو تم کو اختیار ہے' بیوی نے کہا میں طلاق لیتی ہوں' اس صورت میں طلاق بائن ہوئی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں بھی طلاق رجعی واقع ہوئی۔ جیسا کہ درمختار میں ''اختاری'' کی بحث میں مذکور ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۰۲ ج ۱۰)

طلاق لکھ کر رجسٹری کر دینے سے ہی
طلاق ہو جاتی ہے اگرچہ عورت کو نہ پہنچی ہو

سوال: زید نے ایک گھرانے میں شادی کی' شادی کے ۳ ماہ بعد زید کی بیوی کے بھائی اسے زید کی غیر موجودگی میں اپنے گھر لے گئے' زید نے ایک طلاق لکھ کر رجسٹری کر دی لیکن زید کے ہمدردوں نے یہ رجسٹری منسوخ کروا کر زید کے گھر واپس بذریعہ ڈاک بھجوادی جو ابھی تک زید کے پاس محفوظ ہے۔ عرض یہ ہے کہ اس صورت میں کیا زید اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے؟ جبکہ اس طلاق کا علم زید کی بیوی کو نہیں ہے کیونکہ رجسٹری اس تک پہنچی ہی نہیں؟

جواب: اگر رجسٹری میں ایک طلاق لکھی تھی تو لکھتے ہی ایک ''رجعی طلاق'' واقع ہوگئی۔ بیوی تک رجسٹری کا پہنچنا یا اس کو علم ہو جانا کوئی شرط نہیں' رجسٹری عورت تک پہنچے یا نہ پہنچے اور اس کو طلاق بھیجنے کا علم ہو یا نہ ہو' طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر چونکہ مذکورہ صورت میں ایک رجعی طلاق ہوئی' لہٰذا عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور عدت ختم ہونے کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۵ ص ۲۲۳)

''ایک طلاق دے کر متعدد لوگوں سے کہا میں نے طلاق دے دی ہے''

سوال: زید نے اپنی سسرال میں ساس کو کہا کہ اپنی بیٹی کو کہہ دو میں نے اسے طلاق دی' پھر

سالیوں سے کہا' میں نے تمہاری بہن کو طلاق دے دی ہے' پھر باہر مردوں میں بھی کہا کہ میں نے طلاق دے دی ہے' چوتھے شخص سے بھی ایسے ہی کہا' کیا یہ سب جو اول مرتبہ کے بعد طلاق کا اقرار ہوا یہ بطور خبر و اطلاع تھی' طلاق کا تعدد مراد نہیں تھا جو حکم ہو مطلع فرمائیے؟

جواب: اگر زید کی نیت دوسری تیسری مرتبہ سے خبر دینا تھی اسی طلاق کی تو اس کی بیوی پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور حکم اس کا یہ ہے کہ عدت کے اندر رجعت بلا نکاح درست ہے اور عدت کے بعد نکاح بلا حلالہ درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۱۳۱ ج ۱۰)

رجعی طلاق میں کب تک رجوع کر سکتا ہے اور رجوع کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: رجعی طلاق میں رجوع کرنے کی میعاد ایک ماہ ہے یا زیادہ؟ رجوع کرنے سے مراد وظیفہ زوجیت ادا کرنا ضروری ہے؟ اگر دونوں میں سے ایک یا دونوں اس قابل نہ ہوں تو کس طرح رجوع کیا جائے گا؟

جواب: رجعی طلاق میں ''عدت'' کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور ''عدت'' کے لحاظ سے مطلقہ عورتوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) حاملہ: اس کی عدت وضع حمل ہے۔ بچے' بچی کی پیدائش سے اس کی عدت ختم ہو جائے گی' خواہ بچے کی پیدائش جلدی ہو جائے یا دیر سے۔

(۲) دوسری قسم وہ عورت جس کو ''ایام'' آتے ہوں اس کی عدت تین حیض ہیں۔ جب طلاق کے بعد وہ تیسری مرتبہ پاک ہو جائے گی تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔

(۳) تیسری قسم ان عورتوں کی ہے جو نہ حاملہ ہوں اور نہ ان کو ایام آتے ہوں ان کی ''عدت'' تین ماہ ہے۔

رجعی طلاق میں اگر مرد اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہے تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے رجوع کر لیا' بس رجوع ہو جائے گا اور اگر زبان سے کچھ نہ کہا مگر میاں بیوی کا تعلق قائم کر لیا یا خواہش و رغبت سے اس کو ہاتھ لگا دیا تب بھی رجوع ہو جائے گا (آپ کے مسائل ج ۵ ص ۲۲۴)

حاملہ عورت سے رجوع کس طرح کیا جائے؟

سوال: میں نے اپنی پانچ ماہ کی حاملہ بیوی کو غصے کی حالت میں طلاق دے دی اور ابھی تک

رجوع نہیں کیا ہے۔اب جبکہ ولادت قریب ہے تو رجوع کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: اگر رجعی طلاق دی تھی تو وضع حمل سے پہلے رجوع ہوسکتا ہے۔ وضع حمل کے بعد عدت ختم ہوجائے گی اس کے بعد رجوع کا حق نہیں ہوگا۔البتہ دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکے گا۔عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ زبان سے کہہ دیا جائے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کیا یا میاں بیوی کا تعلق قائم کرلیا جائے یا رجوع کی نیت سے اس کو ہاتھ لگادیا جائے۔

طلاق بائن

طلاق بائن کی تعریف

سوال: طلاق بائن کی تعریف کیا ہے اگر تین مرتبہ یا اس سے زائد مرتبہ کہا جائے کہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں یا میں نے تم کو آزاد کردیا ہے تو کیا دوبارہ اسی عورت سے نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: طلاق کی تین قسمیں ہیں:

طلاق رجعی......طلاق بائن......اور طلاق مغلظہ

طلاق رجعی یہ ہے کہ صاف اور صریح لفظوں میں ایک یا دو طلاق دی جائے اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی طلاق میں عدت پوری ہونے تک نکاح باقی رہتا ہے اور شوہر کو اختیار ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے بیوی سے رجوع کرلے۔اگر اس نے عدت کے اندر رجوع کرلیا تو نکاح بحال رہے گا اور دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر اس نے عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو طلاق مؤثر ہوجائے گی اور نکاح ختم ہوجائے گا۔اگر دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔(لیکن جتنی طلاقیں وہ استعمال کرچکا ہے وہ ختم ہوگئیں آئندہ اس کو تین میں سے صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہوگا) مثلاً اگر ایک طلاق دی تھی اور اس سے رجوع کرلیا تھا تو اب اس کے پاس صرف دو طلاقیں باقی رہ گئیں اور اگر دو طلاقیں دے کر رجوع کرلیا تھا تو اب صرف ایک باقی رہ گئی اب اگر ایک طلاق دے دی تو بیوی تین طلاق کے ساتھ حرام ہوجائے گی۔

طلاق بائن یہ ہے کہ گول مول الفاظ (یعنی کنایہ کے الفاظ) میں طلاق دی ہو یا طلاق کے ساتھ کوئی صفت ایسی ذکر کی جائے جس سے اس کی سختی کا اظہار ہو مثلاً یوں کہے کہ تجھ کو سخت طلاق یا لمبی چوڑی طلاق، طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ بیوی فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے اور شوہر کو رجوع کا حق

نہیں رہتا۔ البتہ عدت کے اندر بھی اور عدت ختم ہونے کے بعد بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

طلاق مغلظہ یہ ہے کہ تین طلاق دے دے اس صورت میں بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

شوہر کا یہ کہنا کہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں یہ طلاق کنایہ ہے اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور دوسری تیسری دفعہ کہنا لغو ہوگا اور میں نے تم کو آزاد کردیا کے الفاظ اردو محاورہ میں صریح طلاق کے ہیں اس لیے یہ الفاظ اگر ایک یا دوبار کہے تو طلاق رجعی ہوگی اور اگر تین بار کہے تو طلاق مغلظہ ہوگی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۲۷ ج ۵)

میں آزاد کرتا ہوں صریح طلاق کے الفاظ ہیں

سوال: آج سے تقریباً دو سال قبل ہم میاں بیوی میں کچھ اختلاف ہوگیا تھا اور میں اپنے میکے پنڈی چلی گئی، وہاں میرے شوہر نے میرے والد کے پاس ایک خط لکھا جس میں ان کے الفاظ یہ تھے میں نے سوچا ہے کہ میں آج سے آپ کی بیٹی کو آزاد کرتا ہوں اور یہ فیصلہ میں نے بہت سوچ بچار اور ہوش وحواس میں کیا ہے اس کے بعد جب میں نے ان سے ملنا چاہا تو انہوں نے کہلوادیا کہ آپ اب میرے لیے نامحرم ہیں اور ملنا نہیں چاہتا، پھر خاندان کے بزرگوں نے انہیں سمجھانا چاہا تو انہوں نے انہیں کہہ دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں لیکن پھر سب لوگوں کے سمجھانے سے وہ کچھ سمجھ گئے اور ان ہی بزرگوں میں سے ایک مولوی صاحب نے میرے شوہر کو کہا کہ کیونکہ تم نے طلاق کے الفاظ استعمال نہیں کیے ہیں لہٰذا تم رجوع کرسکتے ہو جب سے اب تک ہم اکٹھے رہ رہے ہیں اور ہماری چند ماہ کی ایک بچی بھی ہے؟

جواب: اردو محاورہ میں آزاد کرتا ہوں کے الفاظ صریح طلاق کے الفاظ ہیں اس لیے مولوی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ طلاق کے الفاظ استعمال نہیں کیے البتہ چونکہ یہ لفظ صرف ایک بار استعمال کیا اس لیے ایک طلاق واقع ہوئی اور شوہر کا یہ کہنا کہ اب آپ نامحرم ہیں اس بات کا قرینہ ہے کہ اس نے طلاق بائن مراد لی تھی اس لیے نکاح دوبارہ ہونا چاہیے تھا۔ بہرحال بے علمی میں جو غلطی ہوچکی ہے اس کی تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیے اور فوراً دوبارہ نکاح کرلیں۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل ص ۲۲۹ ج ۵)

کیا ”آج سے تم میرے اوپر حرام ہو“ کے الفاظ سے طلاق واقع ہوجائے گی؟

سوال: کچھ دن ہوئے میری بیوی والدہ صاحبہ سے لڑکر اپنے میکے چلی گئی اور اکثر وہ میری والدہ

سے لڑ کر میکے چلی جاتی ہے۔ اس دفعہ میں اسے لینے کے لیے گیا تو اس نے میری والدہ صاحبہ کو میرے سامنے گالیاں دیں تو میں نے وہاں پر اس کے والدین کے سامنے اس کو کہا کہ آج سے تم میرے اوپر حرام ہو؟ آپ براہ کرم مجھے بتائیں کہ آیا اسے طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟ اگر ہوگئی ہے تو ٹھیک اور اگر نہیں ہوئی تو میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں؟ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ ۷ ماہ کی حاملہ بھی ہے؟

جواب: ''آج سے میرے اوپر حرام ہے'' کے الفاظ سے ایک طلاق بائنہ ہوگئی۔ وضع حمل سے اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ اس کے بعد وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر آپ کا غصہ اُتر جائے تو آپ سے بھی دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ عدت کے اندر بھی اور عدت کے بعد بھی۔

(آپ کے مسائل ج ۵ ص ۲۲۸)

طلاق مغلظہ

تین طلاق کے بعد رجوع کا مسئلہ

سوال: ایک وقت میں تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں ہو جاتی ہیں اور پھر سوائے حلالہ کے رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ یہ حنفیہ کا مسلک ہے لیکن اہلحدیث حضرات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابورکانہ نے اُم رکانہ کو تین طلاقیں دیں جب آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجوع کی اجازت دے دی۔

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آئمہ اربعہؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ تین طلاقیں خواہ ایک لفظ میں دی گئی ہوں یا ایک مجلس میں وہ تین ہی ہوتی ہیں۔ ابورکانہ کا جو واقعہ آپ نے نقل کیا ہے اس میں بڑا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں بلکہ طلاق البتہ (ہمیشہ کے لیے طلاق) دی تھی۔ بہرحال جب دوسری احادیث میں وضاحت موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آئمہ دین بھی اس پر متفق ہیں تو اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اہلحدیث حضرات کا فتویٰ صحیح نہیں ان کو غلط فہمی ہوئی ہے اس لیے جو شخص شریعت کے حلال وحرام کی پابندی کرنا چاہتا ہو اس کو اہلحدیث کے فتویٰ پر عمل کرنا حلال نہیں۔

(تفصیلی فتویٰ آگے آرہا ہے) (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۳۲ ج ۵)

حلالہ شرعی کی تشریح

سوال: کیا حلالہ جائز ہے یا ناجائز؟ قرآن پاک وحدیث کی رو سے تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

میری والدہ کو میرے والد صاحب نے سوچ سمجھ کر تین بار لفظ طلاق دہرا کر طلاق دی اور پھر حلالہ کر کے عدت گزرنے کے بعد نکاح کروایا۔ حلالہ کچھ اس طرح کیا کہ ایک شخص کو پوری تفصیل سے آگاہ کر کے نکاح کے بعد طلاق دینے پر آمادہ کیا' اس شخص نے نکاح کے دن بغیر ہم بستری کیے اسی وقت دروازے کے قریب والدہ کے سامنے کھڑے ہو کر ۳ بار طلاق دے دی اور پھر عدت گزرنے کے بعد ہمارے والد نے ہماری ماں سے دوبارہ نکاح کروالیا اور سابقہ طریقے سے رہنے لگے' یہ حلالہ صحیح ہوا یا غلط؟ اس کی روشنی میں والدہ صاحبہ سے دوبارہ نکاح جائز ہوا یا ناجائز؟

جواب: قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ اگر شوہر بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لیے حلال نہیں رہتی۔ یہاں تک کہ وہ عورت (عدت کے بعد) دوسرے شوہر سے نکاح (صحیح) کرے اور نکاح کے بعد دوسرا شوہر اس سے صحبت کرے پھر مر جائے یا از خود طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جائے تب یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگی اور وہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکے گا۔ یہ ہے حلالہ شرعی۔

تین طلاق کے بعد عورت کا کسی سے اس شرط پر نکاح کر دینا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا یہ شرط باطل ہے اور حدیث میں ایسا حلالہ کرنے والے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے تاہم ملعون ہونے کے باوجود اگر دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے دے تو عدت کے بعد پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔

اور اگر وہ صحبت کے بغیر طلاق دے دے جیسا کہ آپ نے اپنی والدہ کا قصہ لکھا ہے تو عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی اور اگر دوسرے مرد سے نکاح کرتے وقت یہ نہیں کہا گیا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا لیکن اس شخص کا اپنا خیال یہ ہو کہ وہ اس عورت کو صحبت کے بعد فارغ کر دے گا تو یہ صورت موجب لعنت نہیں۔ اسی طرح اگر عورت کی نیت یہ ہو کہ وہ دوسرے شوہر سے طلاق حاصل کر کے پہلے شوہر کے گھر میں آباد ہونے کے لائق ہو جائے گی تب بھی گناہ نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۳۲ ج ۵)

''آج سے تم مجھ پر حرام ہو'' کے الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

سوال: کچھ دن ہوئے میری بیوی والدہ صاحبہ سے لڑ کر اپنے میکے چلی گئی اور اکثر وہ میری

والدہ سے لڑ کر میکے چلی جاتی ہے۔ اس دفعہ میں اسے لینے کے لیے گیا تو اس نے میری والدہ صاحبہ کو میرے سامنے گالیاں دیں تو میں نے وہاں پر اس کے والدین کے سامنے اس کو کہا کہ آج سے تم میرے اوپر حرام ہو؟ آپ براہ کرم مجھے بتائیں کہ آیا اسے طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟ اگر ہوگئی ہے تو ٹھیک اور اگر نہیں ہوئی تو میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں؟ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ ۷ ماہ کی حاملہ بھی ہے؟

جواب: ''آج سے میرے اوپر حرام ہے'' کے الفاظ سے ایک طلاق ہوگئی۔ وضع حمل سے اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ اس کے بعد وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر آپ کا غصہ اُتر جائے تو آپ سے بھی دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے اور عدت کے اندر بھی اور عدت کے بعد بھی اس کی رضامندی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ (اور مہر دوبارہ نیا رکھنا ہوگا) (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۲۸ ج ۵)

''میں تم کو حق زوجیت سے خارج کرتا ہوں'' کہنے کا حکم

سوال: میں نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ ''میں تم کو حق زوجیت سے خارج کرتا ہوں'' تین بار یہ الفاظ کہے کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی ہے کیونکہ بیوی طلاق مانگ رہی تھی اور میں دینا نہیں چاہتا تھا۔ بتائیے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: حق زوجیت سے خارج کرتا ہوں کے الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوگئی' دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۳۰ ج ۵)

شوہر نے کہا اگر میں نے وہ کام کیا ہو تو میری بیوی کو طلاق ہے' پھر یاد آیا کہ وہ کام کیا تھا

سوال: ایک شخص (زید) نے قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں کام کیا ہو تو میری بیوی کو طلاق ہے اور قسم کے وقت اسے یقین تھا کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ چنانچہ اسی یقین پر اس نے یہ قسم کھائی تھی' کچھ دنوں کے بعد اسے یاد آیا کہ وہ کام قسم کھانے سے پہلے کر چکا تھا۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی۔ جیسا کہ در مختار میں ہے کہ قسم کا وقوع (ہر حال میں) ہو جاتا ہے چاہے قسم زبردستی کھلائی گئی' غلطی سے کھالی یا بھول کر (وغیرہ) (کھالی جائے)۔ (مفتی عزیز الرحمٰن)

بیوی کو خودکشی کی دھمکی کے ڈر سے طلاق دے دی

سوال: ایک شخص کی بیوی کو جنوں کا اثر ہے ایک دن بیوی نے خاوند سے کہا کہ مجھے طلاق لکھ کر دو میں تمہارے ہاں نہیں رہوں گی اور تلوار ہاتھ میں لے کر کہا کہ اگر طلاق نامہ نہیں لکھو گے تو گلا کاٹ لوں گی خودکشی کرلوں گی (یا کوئی عورت کنپٹی پر پستول رکھ کر کہے کہ گولی مارلوں گی) خاوند کا ارادہ دلی طور پر طلاق دینے کا نہیں تھا' بیوی کے اصرار پر اس نے طلاق نامہ لکھ دیا اور تین طلاقیں لکھ کر بیوی کو سنادیں اور یہ کہا کہ اس پر گواہی کرادوں گا' خیال یہ تھا کہ بیوی کی حالت اس وقت مجنونانہ ہے جب جنون اور غصہ کم ہوگا خود سمجھ آجائے گا تو جب بیوی کا غصہ ختم ہوا تو افسوس کرنے لگی' اس صورت میں بیوی خاوند کے لیے حلال ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں اس شخص کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں' بغیر حلالہ شرعی کے اب وہ اپنے شوہر پر حلال نہیں ہوگی......**لقوله علیه السلام ثلث جدهن جد وهزلهن جد** (الحدیث)

تین طلاق کے بعد ہمیشہ کیلئے تعلق ختم ہوجاتا ہے

سوال: تین طلاق کے بعد کیا ہمیشہ کے لیے تعلق ختم ہوجاتا ہے یا کوئی شرعی طرح رجوع ہے کہ نہیں؟

جواب: تین طلاق کے بعد نہ رجوع کی گنجائش رہتی ہے نہ دوبارہ نکاح کی' عدت کے بعد عورت دوسرے شوہر سے نکاح (صحیح) کرکے ہم بستری کرے پھر دوسرا شوہر مرجائے یا ازخود طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جائے تب پہلے شوہر کے سابق نکاح کرسکتی ہے اس کے بغیر نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۳۴ ج ۵)

تین بار طلاق کا کوئی کفارہ نہیں

سوال: ایک شخص بے پناہ غصے کی حالت میں اپنی بیوی کو یہ کہہ دے کہ تم میری ماں بہن کی جگہ ہو میں نے تمہیں طلاق دی اور یہ جملہ وہ تین سے بھی زیادہ مرتبہ دہرائے تو یقیناً طلاق ہوجائے گی ......آپ یہ فرمائیں کہ کیا وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے بغیر کسی کفارہ کے رہ سکتے ہیں؟

جواب: تین بار طلاق دینے سے طلاق مغلظہ ہوجاتی ہے اور دونوں میاں بیوی ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتے ہیں اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ بغیر تحلیل شرعی کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ نے جس شخص کا واقعہ لکھا ہے انہیں چاہیے کہ فوراً علیحدگی اختیار کرلیں ورنہ ساری عمر بدکاری کا وبال ہوگا۔

ایک لفظ سے دی گئی
تین طلاقیں بھی
تین ہی ہیں

سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد و
منتخب تحقیقاتی کمیٹی کا متفقہ فیصلہ

مجلة البحوث الإسلامية

مجلة دورية تصدر عن الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد - الرياض

الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء

رئيس التحرير

محمد بن سعد الشويعر

مجلة فصلية تعنى بالبحوث الإسلامية

تصدر كل أربعة أشهر مؤقتاً

١١٠٣ الشارع ١/٨/١٤٠٣هـ

الرياض ص.ب ١٥٦١٧

لجنة الإشراف — سماحة الشيخ — عبد العزيز بن عبد الله بن باز

فضيلة الشيخ — عبد الله بن سليمان بن منيع

فضيلة الشيخ — محمد بن عودة

فضيلة الشيخ — عثمان الصالح

أشرف على التحرير — جمال النمري

عبد الله العبادي

محمد بن عبد الرحمن آل إسماعيل

حكم

الطلاق الثلاث

بلفظ واحد

هذا ما تيسر إعداده، وبالله التوفيق، وصلى الله على محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

حرر في ١٩/٩/١٣٩٣هـ

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

العضو	عضو	نائب الرئيس	رئيس اللجنة
عبد الله بن سليمان بن منيع	عبد الله بن عبد الرحمن بن غديان	عبد الرزاق عفيفي	إبراهيم بن محمد آل الشيخ

القرار

بعد الاطلاع على البحث المقدم من الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء والمعد من قبل اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء في موضوع «الطلاق الثلاث بلفظ واحد».

وبعد دراسة المسألة وتداول الرأي واستعراض الأقوال التي قيلت فيها ومناقشة ما على كل قول من إيراد توصل المجلس بأكثريته إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثاً. قرر في ١٢/١١/١٣٩٣هـ

''مجلس ہیئت کبار العلماء'' کے سامنے ''طَلَّقَاتُ ثَلَاثٌ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ'' کا مسئلہ پیش ہوا۔اس مسئلے کے متعلق ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ کو مجلس کا ایک اجلاس منعقد ہوا جسمیں ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے یا صرف ایک واقع ہونے کے دلائل پیش کئے گئے پھران کا تجزیہ ومناقشہ کیا گیا۔

مسلسل چھ ماہ (۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ) تک یہ مسئلہ زیر بحث رہا۔ انتہائی محنت وعرق ریزی کے ساتھ اس مسئلے سے متعلق قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر وحدیث کی سینتالیس کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد کمیٹی کی اکثریت نے واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا کہ ''ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں اگر چہ تین کی نیت نہ بھی ہو۔رجوع یا نکاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔الا یہ کہ وہ عورت حلالہ کے طور پر کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ اسے طلاق دیدے تب وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہوسکتی ہے۔اوراس طریقے پر طلاق دینا اگر چہ حرام وناجائز ہے لیکن واقع تینوں ہی طلاقیں ہوجاتی ہیں۔ یہ قانون حضرت عمر فاروقؓ کے دور مبارک میں منعقدہ اجماع صحابہ کی روشنی میں امت اسلامیہ اہلسنت کا متفقہ مسلک وموقف چلا آرہا ہے''۔اس سیر حاصل بحث کی کاروائی کا مکمل متن ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے جسکو کمیٹی کی ''ذیلی شاخ'' ''اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والا فتاء'' نے تفصیلی رپورٹ کی شکل میں مرتب کر کے کمیٹی کے ''مرکزی بورڈ'' کے سامنے پیش کیا۔اس تفصیلی رپورٹ وکاروائی کے اخیر میں ذیلی شاخ "اللجنة" کے رئیس ابراہیم بن محمد آل الشیخ کے علاوہ نائب الرئیس عبدالرزاق عفیفی نیز دیگر دوارکان عبداللہ بن سلیمان بن منیع اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن غدیان کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

اس کے بعد ۱۲ ذیقعد ۱۳۹۳ھ کو کمیٹی کے ''مرکزی بورڈ'' نے اسی تفصیلی رپورٹ کی روشنی میں ایک قرار داد پاس کی جس کے متن کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے ''طلقات ثلاث بلفظ واحد موضوع پر وہ سابقہ بحث جو ہیئت کبار العلماء کی منتخب ونامزد کمیٹی نے پیش کی ہے۔اور جس کو اللجنة الدائمه للبحوث الغلمية والافتاء نے مدون ومرتب کیا ہے، ہم نے اس پر اطلاع پائی اس مسئلے پر کامل بحث وتحقیق وتبادلہ خیالات اور جملہ اقوال ومسالک کی چھان بین اور مناقشہ وتجزیہ کے بعد ارکان کمیٹی کی اکثریت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ لفظ واحد سے طلقات ثلاث کے بارے میں تینوں ہی طلاقوں کے وقوع ونفاذ کا قول اختیار کیا جائے'' ۱۳۹۳/۱۱/۱۲ھ

یہ رپورٹ قرارداد نو صفحات پر حاوی ہے۔

یہ پوری بحث وکاروائی مع قرار داد حکومت سعودیہ نے اپنے رسالہ "مجلة البحوث الاسلامیه" (۱۳۹۷ھ، محرم ۱۴۱۳ھ) الریاض المملکۃ العربیہ السعودیہ میں شائع کی ہے۔ یہ مجلّہ اس وقت شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں شائع ہوتا تھا۔

جلالۃ الملک خادم حرمین حفظ اللہ نے جہاں توسیع حرمین، تزئین مدینہ، طباعت قرآن کریم، عالمی زبانوں کی تفاسیر کی اشاعت جیسے شاندار کارنامے انجام دے وہیں اہلسنت والجماعت کے موقف کے مطابق "طلقات ثلاث بلفظ واحد" جیسے معرکۃ الاراء اختلافی مسئلے کی تجدید واحیاء نو فرما کر اور مسلمانوں کو حرام سے محفوظ فرما کر امت اسلامیہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ **فجز اهم الله خير الجزاء**

جو اس مسئلے سے اختلاف کر کے اکٹھی تین طلاقوں کی ایک ہی طلاق ماننے پر اصرار کرتے ہیں ان حضرات پر سعودیہ عربیہ کا یہ فیصلہ حجت قاطعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

حق کے متلاشی کیلئے تردد کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اگر چہ سعودی عرب کے کبار علماء کی اس تحقیقاتی کمیٹی میں ایک بھی حنفی عالم موجود نہ تھا بایں ہمہ شاید بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو کہ اکٹھی تین طلاقوں ماننا صرف علماء احناف ہی کا مسلک ہے مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ یہ چاروں مذاہب کے آئمہ واصحاب کے ہاں قطعی متفقہ ومسلمہ ہے۔

خیر الفتاویٰ جلد پنجم سے تلخیص

کتاب الطلاق (حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْم۔ اَمَّا بَعْد:

دین اسلام خدا تعالیٰ کا کامل دین ہے اور آخری بھی ہے۔ اور صرف اور صرف ایک ہی دین ہے جو محفوظ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ احکام شرعیہ کا کلی علم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا گیا۔ ان ہی کلیات کی تعبیر وتشریح اور تفصیل آئمہ مجتہدین نے فرمائی۔ اور دین کی کاملیت کو آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر و باہر فرما دیا۔ اسلام کی کامل تعبیر وتشریح جو خیر القرون میں ہی مرتب ہوئی اور اسی دن سے آج تک شہرت عام بقائے دوام کی لازوال سعادت سے مشرف ہوئی، اس کا نام فقہ حنفی ہے۔ مشہور اور مسلم مقولہ ہے کہ وَبِضِدِ هَاتَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاء چراغ تاریکی میں چمکتا ہے۔ دوسرے ادیان کو دیکھو آپ کو ایک جز بھی طہارت، عبادات، معاملات، سیاسیات، معیشت، معاشرت کی جزئیات پر نہیں ملے گا۔ ہر طرف ظلمات بعضها فوق بعض کی طرح نہ ختم ہونے والی تاریکی ہے۔ لیکن اسلام میں ایک ایک کتاب کے سینکڑوں صفحات ملیں گے۔ جن میں ہزاروں

جزئیات ہوں گی۔آپ کوئی ٹیڑھی سے ٹیڑھی اور پیچیدہ سے پیچیدہ صورت مسئلہ بنا کر پیش کریں۔ مفتی صاحبان اصول شریعت سے اس کا حکم آپ کو بتادیں گے۔

یہ خیر الفتاویٰ کی پانچویں جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔یہ عبادات سے متعلق نہیں، معاملات سے متعلق ہے۔اور تمام معاملات بھی نہیں صرف طلاق کے مسائل پر مشتمل ہے، جو معاشرہ کا ایک اہم مسئلہ ہے۔آپ دنیا بھر کی لائبریریوں کی سیر کرلیں۔عیسائی، یہودی، ہندو، بدھسٹ، جین مت جیسے دین کے دعوے داروں کے ہاں تلاش کریں۔اس جلد کا سوواں حصہ بھی کسی مذہب میں طلاق کی جزئیات نہیں ملیں گی۔

حضرات مجتہدین اور مفتیان کرام پورے دین کے محافظ اور پہرے دار ہیں۔اور تفصیل وتشریح بھی فرماتے ہیں۔جامعہ خیر المدارس ایک بین الاقوامی یونیورسٹی ہے۔اس جامعہ کے بانی عارف کامل جامع بین الشریعۃ والطریقۃ استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہٗ تھے۔

خالق کائنات نے رنگارنگ مخلوق پیدا فرمائی۔

ع اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

ان میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔اور اس میں دو قسم کی شہوت رکھ دی۔ایک شہوت بطن، دوسری شہوت شرم گاہ۔شہوت بطن بقاء اصل کے لئے ہے۔تاکہ انسان کو بھوک لگے۔وہ کھائے پیئے اور اس مشینری کے چلنے کے لئے خون کا پٹرول پیدا ہوتا رہے۔اور شہوت شرمگاہ بقائے نسل کے لئے ہے۔

تورات اور طلاق

تورات میں ہے: ''اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے۔اور پیچھے اس میں کوئی ایسی بیہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف التفات نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے۔اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جائے تو وہ دوسرے مرد کی ہوسکتی ہے۔پھر اگر دوسرا شوہر بھی اس سے ناخوش رہے اور اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے یا وہ دوسرا شوہر جس نے اس سے بیاہ کیا ہو مر جائے تو اس کا پہلا شوہر جس نے اسے نکال دیا تھا، اس عورت کے ناپاک ہو جانے کے بعد پھر اس سے نکاح نہ کرنے پائے۔کیونکہ ایسا کام خداوند کے ہاں مکروہ ہے۔(استثناء (۲۴:۱۔۴) دیکھئے یہاں نہ طلاق کی تعداد معین ہے اور نہ ہی طلاق کی کوئی عدت ہے جس میں دونوں کو سوچ بچار کا موقع ہو۔یا برادری واحباب ان کو سمجھا سکیں۔

انجیل اور طلاق

اور فریسیوں نے پاس آکر اسے آزمانے کے لئے ان سے پوچھا کیا یہ روا ہے کہ مرد اپنی

بیوی کو چھوڑ دے؟ اس نے ان سے جواب میں کہا کہ موسیٰ نے تم کو حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں۔ مگر یسوع نے ان سے کہا کہ اس نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تمہارے لئے یہ حکم لکھا تھا۔ لیکن خلقت کے شروع سے اس نے انہیں مرد اور عورت بنایا۔ اسلئے مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور وہ اور اس کی بیوی دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے۔ اور گھر میں شاگردوں نے اس سے اس کی بابت پھر پوچھا۔ اس نے ان سے کہا جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اس پہلی کے برخلاف زنا کرتا ہے۔ اور اگر عورت اپنے خاوند کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی ہے۔'' (مرقس ۱۰:۲۔۱۲) جناب یسوع نے طلاق کا جواز ہی ختم کر دیا۔

اسلام اور طلاق

یہود کے ہاں طلاق پر کوئی پابندی نہیں اور عیسائیوں کے ہاں طلاق جائز ہی نہ تھی۔ اسلام نے طلاق کو نہایت ناپسندیدہ تو فرمایا، بوقت ضرورت اس کو حلال بھی فرمایا۔ مگر یہ پابندی لگا دی کہ مرد کو زیادہ سے زیادہ تین طلاق کا حق ہے۔ جب اس نے تین کی گنتی پوری کر دی تو اب اسے رجوع کا تو حق کیا ہوتا اس عورت سے نکاح کا بھی حق نہیں ہے۔

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابو درداءؓ، حضرت رفاعہ قرظیؓ، حضرت عبادہؓ کے والد نے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی حکم کے مطابق یہی فرمایا کہ اب تم ان سے نکاح نہیں کر سکتے، جب تک وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کریں۔ ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کی جا سکتی کہ کسی مدخولہ عورت کو طلاق ہوئی ہو۔ اور اسے تین طلاق کہا گیا ہو اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیوی کو رکھنے کی اجازت دی ہو۔

دور صدیقی رضی اللہ عنہ

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیکر صداقت حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بلافصل بنے۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بھی ایک واقعہ پیش نہیں کیا جا سکتا کہ کسی آدمی نے اپنی بیوی کو کہا ہو تجھے تین طلاق اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے تم بیوی کو پھر رکھ لو۔

دور فاروقی رضی اللہ عنہ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت کے دور سے تیسرے سال مسائل شرعیہ کے بارہ میں بھی اعلانات فرمائے۔ آپؓ نے حرمت متعہ کے حکم کا تاکیدی اعلان فرمایا۔ اور یہ کہ جس عورت کو کہا جائے تجھے تین طلاق وہ تین ہی شمار ہوں گی، اور بیس رکعت تراویح باجماعت پر لوگوں کو جمع فرمایا اور کسی ایک متنفس نے بھی اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ کتاب وسنت کے ان احکام پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا۔

دور عثمانی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمانؓ یا ان کے دور خلافت کے کسی مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے تم رجوع کرلو۔ اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔

دور مرتضوی رضی اللہ عنہ

اور دور مرتضوی میں ایک بھی نام نہیں لیا جا سکتا کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق یا سو طلاق وغیرہ کہا ہو اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا ان کی خلافت کے کسی مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے۔ تم پھر بیوی کو رکھ لو۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

آپ نے خود اپنی بیوی کو غصہ میں فرمایا کہ تجھے تین طلاق۔ پھر آپ اس پر پریشان ہوئے مگر کہیں سے یہ فتویٰ نہ مل سکا کوئی مفتی نہ تھا جو یہ فتویٰ دیتا کہ جب آپ دونوں مل بیٹھنا چاہتے ہیں تو دوبارہ نکاح کرلیں۔

دور تابعین

رافضیوں نے ایک شرارت کی۔ ایک بوڑھے کو کہا کہ تو یہ حدیث لوگوں کو سنایا کر کہ حضرت علیؓ کو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہی دفعہ تین طلاق دے تو اس کو ایک قرار دیا جائے گا۔ وہ بوڑھا خفیہ خفیہ بیس سال تک اس کو بیان کرتا رہا۔ حضرت امام اعمشؒ کو اس کی بھنک لگی تو فوراً اس بوڑھے کے پاس پہنچے تو اس نے اپنی غلط بیانی کا اعتراف کیا۔ اس طرح پہلی صدی میں رافضیت کا ڈنک نہ چل سکا۔ اور کوئی حرام کو حلال نہ کر سکا۔ دور تابعین ۱۷۰ھ تک ہے۔ اسی دور میں ۱۴۵ھ سے ۱۵۰ھ تک مذہب حنفی مدون ہو گیا۔ جو کتاب وسنت کی

پہلی جامع اور مکمل تعبیر وتشریح تھی۔اور یہ مذہب اس دور میں تواتر سے پھیل گیا۔اور آج تک متواتر ہے۔اس میں بھی ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی قرار دیا گیا۔اور ایک آواز بھی کسی صحابی یا تابعی کی طرف سے اس کے خلاف نہ اٹھی۔امام محمدؒ کتاب الآثار میں واشگاف الفاظ میں تحریر فرمار ہے ہیں: لا اختلاف فیہ۔اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

دور تبع تابعین

یہ دور ۲۲۰ھ تک ہے۔اس دور میں امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذاہب مدون ہوئے۔ان تینوں مذاہب میں بھی بالاتفاق یہی مسئلہ لکھا گیا کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔

تیسری صدی

اب مذاہب اربعہ کا چلن عام تھا۔اگر کوئی صاحب ہمت کر کے تاریخ کے کسی مستند حوالہ سے ایسا آدمی تلاش کر دیں تو ہم فی حوالہ ایک ہزار روپے انعام دیں گے۔اس دور میں بھی مذاہب اربعہ کا ہی چلن تھا کہ ایسی عورت سے رجوع کا کوئی حق نہیں۔اسی صدی میں مسند امام احمد، دارمی، بخاری، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، کتب حدیث مدون ہوئیں۔ان میں سے کسی ایک محدث نے بھی مذاہب اربعہ کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دیا۔

چوتھی صدی

اہل سنت مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید کرتے تھے۔جو اس علاقے میں درساً وعملاً متواتر ہوتا، خواہ وہ فقیہ ہو یا قاضی محدث ہو یا مفسر، اس صدی کے تقریباً ۲۰۲ جلیل القدر محدثین کا تذکرہ ذہبی نے کیا ہے۔ان میں سے کسی ایک بھی سنی محدث کے بارے میں کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ غیر مقلد تھا۔اور طلاق ثلاثہ میں مذاہب اربعہ کے خلاف فتویٰ دیتا تھا۔

پانچویں صدی

اس صدی کے ممتاز علماء سب کے سب مذاہب اربعہ میں سے کسی کے مقلد تھے۔امام بیہقی نے السنن الکبریٰ جلد ہفتم میں تین طلاق کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔لیکن مذاہب اربعہ کے اجماعی مسئلہ طلاق ثلاثہ کے خلاف ایک فقرہ بھی کسی کے زبان وقلم پر نہ آیا۔

چھٹی صدی

اس صدی میں بھی تمام عالم اسلام کے اہل سنت والجماعت فقہاء اور محدثین مذاہب اربعہ

ہی میں سے کسی نہ کسی کے مقلد تھے۔

ساتویں صدی

یہ دور بھی اسلامی ترقی اور عروج کا دور تھا۔علم وعمل اوراخلاص کا دور دورہ تھا۔فقہاء کی گرفت مضبوط تھی۔ امام طریقت قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ۔

سعودی علماء کرام کی سپریم کونسل کا فیصلہ

حکومت سعودیہ نے اپنے ایک شاہی فرمان کے ذریعے حرمین شریفین اور ملک کے دوسرے نامورترین علماء کرام پر مشتمل ایک تحقیقاتی مجلس قائم کررکھی ہے۔،جس کا فیصلہ تمام ملکی عدالتوں میں نافذ ہے، بلکہ خود بادشاہ (سلمہٗ اللہ) بھی اس کا پابند ہے۔ اس مجلس میں ''طلاق ثلاثہ'' کا مسئلہ پیش ہوا۔ مجلس نے اس مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر وحدیث کی سینتالیس (۴۷) کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کے بعد صاف اور واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ ''ایک مجلس میں ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں۔'' بحث ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ میں ہوئی تھی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔اس مجلس میں یہ اکابر علماء موجود تھے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) الشیخ عبدالعزیز باز (۲) الشیخ عبداللہ بن حمید (۳) الشیخ محمد الامین الشنقیطی
(۴) الشیخ سلیمان بن عبید (۵) الشیخ عبداللہ خیاط (۶) الشیخ محمد الحرکان
(۷) الشیخ ابراہیم بن محمد آل الشیخ (۸) الشیخ عبدالرزاق عفیفی (۹) الشیخ عبدالعزیز بن صالح
(۱۰) الشیخ صالح بن غصون (۱۱) الشیخ محمد بن جبیر (۱۲) الشیخ عبدالمجید حسن
(۱۳) الشیخ راشد بن خنین (۱۴) الشیخ صالح بن الحیدان (۱۵) الشیخ محضار عقیل
(۱۶) الشیخ عبداللہ بن غدیان (۱۷) الشیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع
ودیگر علماء کرام اس میں شریک تھے۔

ان حضرات نے قرآن وحدیث اور اجماع کی روشنی میں اپنے اکثریتی فیصلے میں یہی قرار دیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

قرآن کریم کی تین آیات، تقریباً ساٹھ احادیث مرفوعہ وموقوفہ اور اتفاق جمہور اور سلف صالحین کی تمیں تصریحات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مدخول بہا پر ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہی واقع ہوتی ہیں۔سلف صالحین میں کوئی بھی قابل اقتداء ایسی شخصیت نہیں ہے جو اس کے خلاف کی

قائل ہو۔ چنانچہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اِلَمْ اَنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِيْنَ وَلَا مِنْ اَئِمَّةِ السَّلَفِ الْمُعْتَمَدُ بِقَوْلِهِمْ فِي الْفَتَاوىٰ فِي الْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ شَئٌ صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ بَعْدَ الدُّخُوْلِ يُحْسَبُ وَاحِدَةً اِذَا سَبَقَ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ ذَكَرَهٗ اِبْنِ عَبْدُ الْهَادِيْ عَنْ اِبْنِ رَجَبْ رَحْمَهُ اللّٰه. (رسالہ "الطلاق الثلاث" ص ۳٦٦)

گزشتہ صفحات میں جو دلائل و احادیث ذکر کی گئی ہیں ان کی روشنی میں ہم یہاں پر ان حضرات کی مختصر فہرست ذکر کرنا چاہتے ہیں جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے قائل ہیں۔

حق جل شانہٗ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت انسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما، حضرت ابوقتادہؓ، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ، حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، حضرت مکحول رحمہ اللہ، حضرت قتادہ رحمہ اللہ، حضرت امام شعبی رحمہ اللہ، امام زہری رحمہ اللہ، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ، حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ، حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ، حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ، حضرت مصعب بن سعید رحمہ اللہ، حضرت ابو مالک اور حضرت عبداللہ بن شداد رحمہما اللہ، حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ، حضرت امام جعفر صادق ؒ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ، حضرت امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ، حضرت مروان بن الحکم رحمہ اللہ، حضرت سلیمان بن اعمش کوفی رحمہ اللہ اور حضرت مسروق رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ، امام قاضی ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی رحمہما اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، حضرت امام اوزاعی وسفیان ثوری واسحاق ونووی و بخاری رحمہم اللہ و دیگر علماء وفقہائے امت۔

اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ اور جمہور کا اتفاق نقل کرنیوالے حضرات کے اسماء گرامی

امام بخاری رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ، علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ، امام قرطبی رحمہ اللہ، شیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ، شیخ ابوبکر رازی

المعروف بالجصاص رحمہ اللہ، مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فی اعلاء السنن، قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ، شیخ عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ فی کتابہ المغنی سید عبداللہ بن مظفر حسین خدر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ ابن رشد وعلامہ محمد امین المعروف بابن عابدین وشیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید المعروف بابن ہمام الحنفی رحمہ اللہ، شیخ محمود بن صدر الشریعہ وعبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ وشیخ محمد امین الشنقیطی رحمہما اللہ ومفتی تقی عثمانی صاحب مصنف تکملہ فتح الملہم، علامہ حبیب الرحمٰن الاعظمی ودیگر فقہائے امت۔

حضرات علماء کرام نے ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے نفاذ والے مسئلے کو ان مسائل اجماعیہ میں شامل کیا ہے۔ جس کے خلاف قضاء قاضی بھی نافذ نہیں ہے، بلکہ قاضی کا اس کے خلاف کیا ہوا فیصلہ ایسے ہی ناقابل قبول ہوگا جیسے صریح قرآن وسنت یا اجماع امت کے خلاف قاضی کا فیصلہ مردود قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ بحرالرائق میں ہے:

”وَلَا حَاجَةَ اِلیٰ الِاشْتِغَالِ بِالْاَدِلَةِ عَلٰی رَدِقَوْمِ اَنكَرُوَقُوْعَ الثَّلَاثِ جُمْلَةً لِاَنَّهٗ مُخَالِفٌ لِلْاِجْمَاعِ كَمَا حَكَاهُ فِي الْمِعْرَاجِ وَلِذَا قَالُوْا لَوْ حَكَمَ حَاكِمٌ بِاَنَّ الثَّلَاثَ بِفَمٍ وَّاحِدَةٍ وَّاحِدَةٌ لَمْ يَنْفُذْ حُكْمُهٗ لِاَنَّهٗ خِلَافٌ لَا اِخْتِلَافٌ.“ (بحر الرائق ص ۲۵۷، ج ۳)

کہ اگر قاضی یا حاکم اس اجماع کے خلاف فیصلہ کردے تو وہ نافذ نہیں ہوگا کیونکہ یہ خلاف ہے نہ کہ اختلاف۔

تفصیل بالا کے مطابق کسی اہل فہم واہل دیانت کو اس میں شبہ نہیں رہنا چاہئے کہ یہی مسئلہ حق ہے، کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

گزشتہ صفحات میں قرآن وسنت آثار صحابہ وتابعین فقہائے کرام وائمہ مجتہدین مفسرین و محدثین اور اجماع امت کی تصریحات سے اس حقیقت کو واضح کردیا گیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ (نیت تاکید کی صورت زیر بحث نہیں) اس مسئلہ کے اثبات کے لئے دلائل بالاصرف کافی ہی نہیں بلکہ اس سے بھی اوپر ہے۔ (خیر الفتاویٰ جلد ۵ ص ۴۵۰)

حکم الطلاق الثلاث بلفظ واحد

ہیئۃ کبار العلماء حکومت سعودیہ نے اپنے ایک شاہی فرمان کے ذریعے علماء حرمین اور ملک کے دوسرے نامور ترین علماء کرام پر مشتمل ایک تحقیقاتی مجلس قائم کررکھی ہے جس کا فیصلہ تمام ملکی عدالتوں میں نافذ ہے بلکہ خود بادشاہ (سلمہ اللہ) بھی اس کا پابند ہے، اس مجلس میں ”طلاق ثلاث“ کا مسئلہ پیش ہوا مجلس نے اس مسئلہ سے متعلق قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر وحدیث کی

سینتالیس کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کے بعد بالاتفاق واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ:
ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں
یہ پوری بحث اور متفقہ فیصلہ حکومت سعودیہ نے زیر نظر رسالہ میں شائع کیا ہے۔ غیر مقلدین اکثر مختلف فیہ مسائل میں اہل حرمین کے عمل کو بطور حجت پیش کیا کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ بھی علماء حرمین کا ہے اس لئے تمام امت مسلمہ کیلئے ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں

(قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ وتابعین کی روشنی میں)
ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہونے کا ثبوت احادیث سے
فتاویٰ رحیمیہ کے صفحہ نمبر ۳۳۰ تا ۳۹۶ سے اقتباسات

یہ کہنا کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے قطعاً غلط اور گمراہ کن ہے، قرآن واحادیث اور اجماع صحابہ، علماء سلف، فقہاء، مشائخ اور ائمہ مسلمین حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ وغیرہم بزرگان دین کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ہے۔

تین طلاقوں کے بعد شرعی حلالہ کے بغیر نکاح درست نہیں اور آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنا ناجائز اور قطعی حرام ہے، دونوں زانی اور بدکار سمجھے جائیں گے۔

ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم سے پوچھا کہ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ کے بعد تیسری کہاں مذکور ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلتَّسْرِيْحُ بِاِحْسَانٍ هُوَا الثَّالِثَةُ" تسریح باحسان یہی تیسری طلاق ہے (روح المعانی بحوالہ ابوداؤد، تفسیر مظہری بحوالہ ابوداؤد وسنن سعید بن منصور وابن مردویہ اردو)۔

اور قرآن مجید میں بھی "مرتان" کا لفظ "اثنان" کے معنی میں استعمال ہوا ہے، ارشاد ربانی ہے ﴿نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ﴾ (سورۂ احزاب پ۲۲) اور قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے، اس اصول کے پیش نظر ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ میں بھی یہی معنی لینا مناسب ہیں چنانچہ یہی معنی امام بخاریؒ نے بھی سمجھے ہیں اور اپنی مشہور کتاب صحیح بخاری میں یکبارگی طلاق ثلثہ کے وقوع کے جائز ہونے پر مستقل باب قائم کیا ہے اور ترجمۃ الباب میں اسی آیت کو ذکر کیا گیا ہے۔

طلاق تو مرد کا حق ہے جسے وہ نکاح کے ذریعہ حاصل کرتا ہے، اسے وہ الگ الگ استعمال کرے یا دفعتہً استعمال کر ڈالے، جب اور جیسے بھی استعمال کرے گا وہ حق ختم ہو جائے گا، اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ اپنے تین روپوں کو تین مختلف وقتوں میں خرچ کریں یا ایک ہی وقت میں سودا خرید ڈالیں دونوں صورتوں میں یہ روپے آپ کی ملک سے خارج ہو جائیں گے۔

ترجمہ حدیث: محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدیں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غضبناک ہو کر تقریر فرمائی کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا اسے قتل نہ کردوں؟۔ (نسائی شریف ص۱۰۷ ج۲) (مشکوٰۃ شریف ص۲۸۴) (اغاثۃ اللھفان ص۳۵۴)

ترجمہ حدیث: حضرت حسن کا بیان ہے کہ ہم سے حضرت ابن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی اہلیہ کو حالت حیض میں ایک طلاق دیدی پھر ارادہ کیا کہ دو طہروں میں بقیہ طلاقیں دیدیں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ابن عمر! اس طرح اللہ نے تم کو حکم نہیں کیا ہے، تم نے سنت طریقہ کے خلاف کیا (کہ حالت حیض میں طلاق دیدی) سنت طریقہ یہ ہے کہ طہر کا انتظار کیا جائے اور ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رجوع کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ میں نے رجوع کر لیا پھر فرمایا جب وہ پاک ہو جاوے تو تم کو اختیار ہے چاہو تو طلاق دیدینا یا اس کو روکے رکھنا، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں نے تین طلاقیں دی ہوتیں تو کیا میرے لئے رجوع کرنا جائز ہوتا؟ حضور نے فرمایا نہیں اس صورت میں بیوی تم سے جدا ہو جاتی اور تمہارا یہ فعل (تین طلاقیں ایک ساتھ دینا) گناہ ہوتا۔ (دارقطنی ص۴۳۸ ج۲)

ترجمہ حدیث: حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے جب اس شخص کے متعلق فتویٰ دریافت کیا جاتا جس نے تین طلاقیں دی ہوں، تو فرماتے اگر تو نے ایک یا دو طلاق دی ہوتی (تو رجوع کر سکتا تھا) اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس کا (یعنی رجعت کا) حکم دیا تھا اور اگر تین طلاق دیدے تو عورت حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے (اور دوسرا شوہر اپنی مرضی سے طلاق دیدے یا اس کا انتقال ہو جائے تو عدت گذرنے کے بعد پہلے شوہر کیلئے حلال ہو جائے گی) (بخاری شریف ص۹۲ ج۲ نیز ص ج ۸۰۳ ج۲)

مسلم شریف میں بھی آپ کا فتویٰ منقول ہے: وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ اِذَا سُئِلَ عَنْ ذٰلِکَ قَالَ لِاَحَدِھِمْ اَمَّا اَنْتَ طَلَّقْتَ اِمْرَأَتَکَ مَرَّۃً اَوْمَرَّتَیْنِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ بِھٰذَا وَاِنْ کُنْتَ طَلَّقْتَھَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَیْکَ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَکَ وَعَصَیْتَ اللّٰہَ فِیْمَا اَمَرَکَ مِنْ طَلَاقِ اِمْرَأَتِکَ. (مسلم شریف ص۴۷۶ ج۱)

(سنن دارقطنی ص۴۳۸ ج۱) (بیہقی ص۳۳۶ ج۷) اس کی سند کے متعلق ابن رجب فرماتے ہیں ''اسنادہ صحیح کہ اس کی سند صحیح ہے (بحوالہ کتاب الاشفاق) اس روایت کو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔

ترجمہ: عویمرؓ نے اپنی اہلیہ کو حضور کے سامنے تین طلاقیں دیدیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نافذ فرمایا دیا (تین کو ایک قرار نہیں دیا) (ابوداؤد شریف ص۳۱۳ ج۱)

ترجمہ: عامر شعبی کہتے ہیں میں نے فاطمہ بنت قیسؓ سے کہا کہ اپنی طلاق کا قصہ مجھ سے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا میرے شوہر یمن گئے ہوئے تھے وہیں سے انہوں نے مجھ کو تین طلاقیں بھیج دیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کے واقع ہوجانے کا فتویٰ دیا۔ (ابن ماجہ ص۱۴۷)

خلاصہ یہ کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہ کو ان کے شوہر نے تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دی تھیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین ہی گردانا تھا۔ علامہ ابن حزم نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے اور جن روایتوں سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے ان کا جواب دیا ہے۔ (محلی ص۱۷۱...۱۷۲ ج۱۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے متعلق سنا کہ انہوں نے ''طلاق البتۃ'' دی ہے (لفظ البتۃ سے ایک طلاق مراد ہوتی ہے اور تین طلاقوں کی بھی نیت ہوسکتی ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوگئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو کھیل اور مذاق بناتے ہیں جو کوئی طلاق البتۃ دے گا ہم اس کے ذمہ تین لازم کردیں گے (پھر وہ عورت اس کیلئے حلال نہ ہوگی) یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے)۔ (دارقطنی ص۴۳۳ ج۲)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بدعی طریقے پر طلاق دے گا چاہے ایک طلاق دے یا دو طلاقیں یا تین طلاقیں دے گا تو ہم وہ اس پر لازم کردیں گے۔ (دارقطنی ص۴۴۳...۴۴۴ ج۲) (اغاثۃ اللھفان ص۳۵۵...۳۵۶)

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کے والد نے اپنی زوجہ کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں، حضرت عبادہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان

کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی بیوی تین طلاقوں سے بائنہ ہوگئی اور نوسو ستانوے ظلم اور عدوان ہوئیں، اللہ چاہے تو اس ظلم کی سزا دے اور اگر چاہے تو معاف کر دے۔ (یہ حدیث طبرانی نے بھی روایت کی ہے)۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۳ ج ۶) (فتح القدیر ص ۳۳۰ ج ۳)

صفوان بن عمر سے روایت ہے کہ ایک عورت کو خاوند ناپسند تھا (ایک مرتبہ) اس کو سوتا ہوا پا کر اس کے سینے پر بیٹھ گئی اور چھری اس کے سینے پر رکھ کر کہنے لگی کہ مجھے تین طلاقیں دیدے ورنہ تجھے ذبح کر دوں گی، خاوند نے قسم دی کہ میں تجھے بعد میں طلاق دیدوں گا لیکن اس نے انکار کر دیا (مجبور ہو کر اس نے عورت کو تین طلاقیں دیدیں۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسئلہ پوچھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "طلاق میں چشم پوشی نہیں ہوتی۔" (انوار السنن ص ۸۱۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ میں جب انت طالق، انت طالق، انت طالق کہا جاتا تو عموماً لوگوں کی دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت ہوتی، استیناف کی نیت نہ ہوتی تھی اور اس زمانہ میں لوگوں میں تدیّن اور تقویٰ، خوف آخرت اور خوف خدا غالب تھا، دنیا کی خاطر دروغ بیانی کا خطرہ تک دل میں نہ آتا تھا، آخرت میں جوابدہی اور آخرت کے عذاب کا اتنا استحضار رہتا کہ مجرم بذات خود حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار کرتا اور اپنے اوپر شرعی حد جاری کرنے کی درخواست کرتا اس بناء پر ان کی بات پر اعتماد کر کے ایک طلاق کا حکم کیا جاتا اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اس زمانہ میں تین طلاقیں ایک شمار کی جاتیں تھیں، مگر جیسے جیسے عہد نبوی سے بعد ہوتا گیا اور بکثرت عجمی لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے ان میں تقویٰ وخوف آخرت کا معیار کم ہونے لگا اور پہلے جیسی سچائی، امانت داری اور دیانت داری نہ رہی دنیا اور عورت کی خاطر دروغ بیانی ہونے لگی جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے۔

حضرت عمرؓ کے پاس عراق سے ایک سرکاری خط آیا کہ یہاں ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ کہا ہے حبلک علیٰ غاربک (تیری رسی تیری گردن پر ہے) عمر بن خطابؓ نے اپنے عامل کو لکھا کہ اَنْ مُرْهُ اَنْ يُوَافِيْنِي بِمَكَّةَ فِي الْمَوْسَمِ "اس کو کہو کہ حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں مجھ سے ملے۔ حضرت عمرؓ حج کے زمانہ میں کعبہ کا طوف کر رہے تھے کہ اس آدمی (عراقی) نے آپ سے ملاقات کی اور سلام کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا من انت تم کون ہو؟ اس نے کہا اَنَا الرَّجُلُ الَّذِيْ اَمَرْتَ اَنْ اُجْلَبَ عَلَيْكَ میں وہی ہوں جس کو آپ نے حج کے زمانہ میں طلب فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تجھے رب کعبہ کی قسم سچ بتا "حَبْلُكَ عَلٰى غَارِبِكَ" سے تیری کیا نیت

تھی؟ اس شخص نے کہا "یَا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ لَوْ اَسْتَحْلَفْتَنِیْ فِیْ غَیْرِ ھٰذَا الْمَوْضَعِ مَا صَدَّقْتُکَ اَرَدْتُ بِھٰذَا الْفِرَاقَ" اے امیر امومنین آپ نے اگر اس مبارک جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ قسم لی ہوتی تو میں صحیح نہ بتاتا حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس جملہ سے فراق کا یعنی عورت کو اپنے نکاح سے الگ کرنے کا ارادہ کیا تھا حضور عمرؓ نے فرمایا عورت تیرے ارادے کے مطابق تجھ سے علیحدہ ہوگئی۔ (موطا امام مالک ص ۲۰۰ فی الخلیۃ والبریۃ واشباۃ ذلک)

آپ نے اس چور دروازے کو بند کرنے کیلئے فیصلہ کیا کہ لوگوں نے ایسی چیز میں جلد بازی شروع کردی جس میں انہیں دیر کرنا چاہئے تھی اب جو شخص تین مرتبہ طلاق دے گا ہم اسے تین ہی قرار دیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے اس فیصلہ سے اتفاق کیا اور کسی ایک نے بھی حضرت عمرؓ کی مخالفت نہ کی۔ چنانچہ امام طحاویؒ لکھتے ہیں:۔

حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ سب لوگوں کو خطاب کیا ان میں وہ صحابہ کرامؓ بھی تھے جو اس بات سے واقف تھے کہ مطلقہ ثلاث کا عہد نبوی میں کیا حکم تھا پھر بھی ان میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اور حضرت عمرؓ کے ارشاد کو رد نہیں کیا۔ (طحاوی شریف ص ۲۹ ج ۲)

محقق علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:۔ لَمْ یُنْقَلْ عَنْ اَحَدٍ مِنْھُمْ اَنَّہٗ خَالَفَ عُمَرَ حِیْنَ اَمْضَی الثَّلاَثَ وَھِیَ یَکْفِیْ فِیْ الْاِجْمَاعِ. یعنی کسی ایک صحابی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی موجودگی میں تین طلاق کا فیصلہ کیا ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت عمرؓ کا خلاف کیا ہو اور اس قدر بات اجماع کیلئے کافی ہے۔ (حاشیہ ابوداؤد ص ۳۰۶ ج ۱)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کردیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کے دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی اسلئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو عرف کی بناپر تین طلاقوں کا حکم کیا جاتا۔ (نووی شرح مسلم ص ۴۷۸ ج ۱)

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں یعنی حضرت ابن مسعود، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے اکٹھی تین طلاقوں کا لازم کرنا بے شک وشبہ ثابت ہے (اغاثۃ اللہفان ص ۱۷۹) اور ایسا ہی اعلام الموقعین میں بھی ہے۔

حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی لکھتے ہیں:۔ صحابہ کی یہ عادت تھی کہ بلا حکم اور بلا اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شرعی اور دین کا حکم محض اپنی طرف سے قائم وجاری نہیں کرتے تھے۔ (مجموعہ فتاویٰ نذیریہ ص ۳۵۸ ج ۱)

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ عُمَرُ اِذَا اُتِیَ بِرَجُلٍ قَدْ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهٗ ثَلَاثًا فِیْ مَجْلِسٍ اَوْجَعَهٗ ضَرْبًا وَفَرَّقَ بَیْنَهُمَا. (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۱ ج۵)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اس کو سزا دیتے اور دونوں میں تفریق کردیتے۔"

(۲) زید بن وہب فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی تھیں، اس سے حضرت عمرؓ نے فرمایا "کیا تو نے اتنی طلاقیں دی ہیں؟ اس نے کہا میں تو مذاق کررہا تھا حضرت عمرؓ نے اسے درے سے سزا دی اور فرمایا کہ تجھ کو ایک ہزار میں صرف تین کافی تھیں۔ (محلی ابن حزم ص ۱۷۲ ج۱۰)

(۳) حضرت عمرؓ نے اپنے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک سرکاری خط لکھا اس میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا وَمَنْ قَالَ اَنْتَ طَالِقٌ ثَلٰثًا فَهِیَ ثَلَاثٌ. جو شخص یوں کہے "تجھے تین طلاق" تو تین واقع ہوں گی۔ (سنن سعید بن منصور ص ۲۵۹ ج۳) قسم اول۔ رقم الحدیث نمبر ۱۰۶۹)

خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

یعنی: معاویہ ابن ابی یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدی ہیں آپ نے جواب دیا:

بَانَتْ مِنْکَ بِثَلَاثٍ"

تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوگئی۔ (محلی ابن حزم ص ۱۷۲ ج۱۰)

خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آثار

(۱) رَوٰی وَکِیْعٌ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ اِنِّیْ طَلَّقْتُ اِمْرَأَتِیْ اَلْفًا فَقَالَ لَهٗ عَلِیٌّ بَانَتْ مِنْکَ بِثَلَاثٍ.

(محلی بن حزم ص ۱۷۳ ج۱۰) (سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج۷) (زادالمعاد ص ۲۵۹ ج۲) (مصنف بن ابی شیبۃ ص ۱۳ ج۵) (ایضا ص ۱۴ ج۵) (فتح القدیر ص ۳۳۰ ج۳) (طحاوی شریف ص ۳۰ ج۲)

حبیب ابن ابی ثابتؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے عورت تجھ سے بائنہ ہوگئی۔

علامہ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں حضرت علیؓ کا یہی مسلک بیان کیا ہے کہ وہ طلاق ثلثہ

کے وقوع کے قائل تھے۔ (نیل الاوطار ص ۲۴۵ ج ۶)

درحقیقت یہ انتہائی نادانی اور کجروی ہے کہ جو جماعت امت اور اس کے رسول کے درمیان واسطہ ہے، جو اس کے اقوال و افعال ہم تک پہنچانے والی ہے اسی پر اعتماد نہ کیا جائے، اگر خدا کا رسول خود اپنی حیات میں ان پر اعتماد کر چکا ہے، بادشاہوں اور قبائل کفار سے گفت و شنید انہی کی معرفت کی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ امت ان پر اعتماد نہ کرے ایک عالم گیر دین جس جماعت سے نکلتا ہے اگر وہی جماعت نا قابل اعتماد ہے تو پھر آئندہ اس دین کا خدا حافظ۔

اسی اہمیت کے پیش نظر حدیث میں فرقہ ناجیہ کی علامت "مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی" بتلا کر صحابہ کرامؓ کی سنت کو ایک مستقل حیثیت دیدی گئی ہے، جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ خدا تعالیٰ کے طریقہ سے علیحدہ نہیں ٹھیک اسی طرح صحابہ کرامؓ کی سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے الگ نہیں اس لئے فرقہ ناجیہ کی بڑی علامت یہ ہے کہ وہ ان دونوں طریق کی جو در حقیقت ایک ہی ہیں اپنے اپنے مرتبہ میں بزرگی اور احترام کی قائل ہو، بلکہ اس پر گامزن بھی ہو، خوارج نے صرف سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا اور صحابہ کی ایک جماعت کو کافر ٹھہرایا یہی ان کے ناحق ہونے کی پہلی علامت ہے۔

ہجرت کے چھٹے سال صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ ثقفی قریش کی جانب سے شرائط صلح پر گفتگو کرنے کیلئے آئے ہیں تو جن الفاظ میں صحابہ کرام کی وفاداری کا نقشہ انہوں نے قریش کے سامنے کھینچا ہے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایک کافر کے قلب پر اس کا کتنا گہرا اثر پڑا تھا۔ وہ کہتا ہے:

"میں نے قیصر و کسریٰ ونجاشی کے دربار دیکھے ہیں لیکن جو والہانی عقیدت کا منظر یہاں دیکھا کہیں نہیں دیکھا، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے ہیں تو گردنیں جھک جاتی ہیں اور محفل پر ایک سکوت کا عالم طاری ہوجاتا ہے نظر بھر کر کوئی شخص ان کی طرف دیکھ نہیں سکتا، آپ کے وضو کا پانی اور آپ کا بلغم زمین پر گرنے نہیں پاتا کہ وہ اسے ہاتھ لے لیتے ہیں اور اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔"

صحابہ کرام کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سب سے پہلے (بعد کتاب اللہ کے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت تلاش کیا کرتے تھے اگر وہ نہ ملتی تو اس کے بعد اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے اور اگر بعد بھی آپ کی سنت ہاتھ آجاتی تو اسی کی اتباع کرتے اور اپنے قول سے رجوع کر لیتے۔ ایک واقعہ ایسا نہیں بتایا جاسکتا جہاں کسی صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ سنا ہو اور اس کے ثبوت کے بعد پھر اس کے خلاف فیصلہ کرنے کا اپنے دل میں خطرہ بھی محسوس کیا ہو۔

اس لئے موجودہ مسئلہ میں صحابہ کے فتاویٰ کیا ہیں۔ یہ معلوم ہوجانے کے بعد اتنی بات بخوبی

ثابت ہو جائے گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بھی یہی ہے۔

سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چھ حضرات فتویٰ کا کام کرتے تھے تین مہاجرین میں سے اور تین انصار میں سے۔ (۱) عمر فاروقؓ (۲) عثمان بن عفانؓ (۳) علی مرتضیٰؓ۔ (۴) ابی بن کعبؓ (۵) معاذ بن جبلؓ (۶) زید بن ثابتؓ۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام کا علم انہی چھ حضرات پر منتہی ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تھی تو انہی چھ حضرات فتویٰ میں مرجع خلائق سمجھے جاتے تھے۔ پھر فاروق اعظم کے عہد میں بھی یہی صورت باقی رہی کہ فتویٰ انہیں حضرات کا چلتا تھا۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۰۹ ج ۲ بحوالہ ثمرات الاوراق ص ۱۹۲)

اب صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ پیش کیے جاتے ہیں: مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتوی:

شریک بن ابی نمر سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو عرفج کے درختوں کے برابر طلاقیں دیدی ہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان میں سے تین لے لو اور باقی کو چھوڑ دو۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۴ ج ۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

مسروق اور علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص سے جس نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دی تھی (اور ایک دوسرے شخص سے جس نے اپنی عورت کو ننانوے طلاقیں دیں تھیں) فرمایا کہ تین طلاقوں سے بیوی جدا ہوگئی اور بقیہ طلاقیں ظلم، عدوان اور زیادتی ہیں۔ (محلی ص ۱۲۷ ج ۱۰) (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲ ج ۵) زاد المعاد ص ۲۵۹ ج ۲)

حضرت علی، حضرت عبداللہ اور حضرت زید کا فتویٰ:

حکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں کہ اگر غیر مدخولہ منکوحہ کو تین طلاقیں ایک لفظ سے (اَنْتَ طَالِقٌ ثَلَاثًا، تجھے تین طلاق) دیدی تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور عورت شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے مرد سے نکاح کرے اور اگر الگ الگ لفظوں سے طلاق دے تو پہلی ہی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۳۶ ج ۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود کا فتوی:

علقمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعودؓ سے آ کر کہا میں نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دیدیں، میں نے مسئلہ دریافت کیا تو مجھے جواب ملا کہ عورتؑ مجھ سے جدا ہوگئی۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا ان لوگوں کی خواہش یہ ہے کہ تم دونوں میں تفریق کر دیں۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس نے یہ گمان کیا کہ شاید ابن مسعودؓ رخصت دیدیں گے (اور رجعت کا حکم دیدیں گے) ابن مسعودؓ نے جواب دیا کہ تین طلاقوں سے وہ تم سے جدا ہوگئی اور بقیہ طلاقیں ظلم اور زیادتیاں ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۵ ج ۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی عورت کو ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دی ہوں تو آپ نے فرمایا اس نے سنت طریقہ کے خلاف کیا اور اس کی عورت اس پر حرام ہوگئی۔ (دار قطنی ص ۴۳۳ ج ۲)

ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا ابن عباس! میں نے اپنی عورت کو سو طلاقیں ایک ہی دفعہ دیدی ہیں کیا وہ مجھ سے تین طلاقوں سے الگ ہو جائے گی یا وہ ایک طلاق شمار ہوگی؟ آپ نے فرمایا تین طلاقوں عورت جدا ہوگئی اور بقیہ ستانوے تم پر وزر (بوجھ) ہیں۔ یہی فتویٰ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ کا بھی ہے۔

ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو ایک ہزار طلاقیں دیدی ہیں۔ آپنے فرمایا ان میں سے تین لے لو (کہ عورت کے حرام ہونے کیلئے تین ہی کافی ہیں اور مرد تین ہی طلاق کا مالک ہے) اور بقیہ ۹۹۷ چھوڑ دو۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۶ ج ۶)

عطاء فرماتے ہیں ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدی ہیں، فرمایا تم جیسے لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ گندگی سے پوری طرح آلودہ ہوجاتے ہو پھر ہمارے پاس آتے ہو، چلے جاؤ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تم پر تمہاری بیوی حرام ہوگئی، تاوقتیکہ دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (کتاب الآثار ص ۳۰ ج ۲)

حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو کا فتویٰ:

☆ محمد ابن ایاس فرماتے ہیں کہ ابن عباس، ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین سے سوال کیا گیا کہ غیر مدخولہ کو اس کا شوہر (مجتمعاً) تین طلاقیں دیدے تو کیا حکم ہے؟

ان تینوں حضرات نے متفقہ طور پر فرمایا کہ وہ عورت اس مرد کیلئے حرام ہوگئی یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ (ابوداؤد ص۳۰۲ ج۱)

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب کسی ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہوں تو آپ جواب دیا کرتے اگر ایک بار یا دو بار طلاق دی ہوتی (تو رجعت کرسکتا اس لئے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اسی کا (رجعت کا) حکم دیا تھا لیکن اگر تین طلاقیں دیدی ہیں تو وہ حرام ہوگئی جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جو شخص اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدے تو اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور عورت اس سے جدا ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۱ ج۵)

ابن عمر فرماتے ہیں جو شخص اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدے تو وہ مطلقہ ہو جائے گی اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ (مصنف عبدالرزاق ص۳۹۵ ج۶)

عبداللہ بن عمرؓ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو اپنی عورت کو سو طلاقیں دیدے تو آپ نے فرمایا تین طلاقیں عورت کو مرد سے جدا کردیں گی اور بقیہ زیادتی ہیں۔ (طحاوی شریف ص۳۱ ج۲)

حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا فتویٰ:

معاویہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس، ابو ہریرہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے (اس عورت کے متعلق جس کو تین طلاقیں دیدی گئی ہوں) فرمایا کہ اب وہ عورت شوہر کیلئے حلال نہیں جب تک دوسرا نکاح نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۲۲ ج۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو صحبت سے قبل تین طلاقیں دیدی ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ اب اس شوہر کیلئے حلال نہیں کہ اس سے وطی کرے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا اثر

طارق فرماتے ہیں کہ قیس بن ابی حازم حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہؓ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدی ہوں تو

آپ نے جواب دیا کہ تین طلاقوں نے عورت کو شوہر پر حرام کر دیا اور بقیہ ستانوے فاضل اور بیکار ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۔۱۴ ج ۵) (اغاثۃ اللہفان ص ۳۶۹ عن بیہقی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا اثر

عمران بن حصین سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دی ہو تو آپ نے فرمایا اس نے گناہ کا کام کیا اور اس کی عورت اس پر حرام ہو گئی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۰...۱۱ ج ۵) (احکام القرآن للجصاص ص ۳۸۳ ج ۱) (اغاثۃ اللہفان ص ۳۷۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اثر

شقیق فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ اس شخص کے متعلق جو صحبت سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے فرماتے تھے یہ تین طلاقیں ہیں، اب وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ اور حضرت عمرؓ کے پاس جب ایسا شخص لایا جاتا تو آپ اس کو سزا دیتے۔ (سنن سعید بن منصور ص ۲۶۰ ج ۳ قسم اول۔ رقم الحدیث ۱۰۷۴)

شریح رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ قاضی تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد سے لے کر حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے عہد تک برابر قاضی رہے، بڑے بلند پایہ تابعی ہیں۔
شعبی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے شریح سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدی ہیں، قاضی شریح نے فرمایا عورت تین طلاقوں سے تم سے جدا ہو گئی باقی ستانوے اسراف اور معصیت ہیں۔
مغیرہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے اور صحبت سے قبل ہی تین طلاقیں دیدے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اگر ایک جملہ میں تین طلاقیں دی ہیں (یعنی اس طرح کہا ہے کہ "تجھے تین طلاق") تو عورت اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳ ج ۵)

امام شعبی فرماتے ہیں جو شخص اپنی زوجہ کو تین مرتبہ طلاق دینے کا اختیار دیدے اور عورت ایک ہی مرتبہ اپنے اوپر تین طلاقیں واقع کر دے تو (تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور بیوی ان سے جدا ہو جائے گی۔

امام شعبی فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اس کی بیوی بالکل اس سے علیحدہ ہو جائے وہ اسکو تین طلاقیں دیدے۔

ایک شخص حسن بصریؒ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدی ہیں آپ نے فرمایا وہ عورت تم سے جدا ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴ ج ۵)

حزم بن حزم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حسن بصری سے مسئلہ پوچھا کہ گذشتہ رات ایک شخص نے اپنی بیوی کو نشہ کی حالت میں تین طلاقیں دیدی ہیں آپ نے فرمایا کہ اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں اور اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہوگئی۔

(سنن سعید بن منصور ص ۲۶۶ ج ۳ قسم اول۔ رقم الحدیث نمبر ۱۱۰۰)

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا اثر

حضرت امام جعفر صادق کا صریح فتویٰ ہے کہ تین طلاقوں کے بعد عورت حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوسکتی۔ عَنْ اَبَانِ تَغْلَبْ قَالَ سَأَلْتُ جَعْفَرَ بِنْ مُحَمدؒ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَأتَهٗ ثَلَاثاً فَقَالَ بَانَتْ مِنْهُ وَلَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ فَقُلْتُ اَفْتَى النَّاسُ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ. (سنن دارقطنی ص ۴۴۴ ج ۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا اثر

قَالَ عُمَرُ بِنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَوْ كَانَ الطَّلَاقُ اَلْفاً مَا اَبْقَتُ الْبَتَّةُ مِنْهُ شَيْئاً
(موطا امام مالک ص ۱۹۹)

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر مرد کو شریعت کی طرف سے ایک ہزار طلاقیں دینے کا اختیار دیا گیا ہوتا۔ اور کوئی شخص اپنی بیوی کو لفظ "البتۃ" سے طلاق دیتا تو ایک بھی طلاق باقی نہ رہتی (ہزار واقع ہوجاتیں)۔ (سنن سعید بن منصور ص ۳۹۰ ج ۳ قسم اول۔ رقم الحدیث نمبر ۱۶۷۳)

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نزدیک بھی کلمہ واحدہ سے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ (سنن سعید بن منصور ص ۳۶۲ ج ۳) قسم اول۔ رقم الحدیث نمبر ۱۰۷۱)

مسروق فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی غیر مدخولہ منکوحہ کو تین طلاقیں دیدے تو اب وہ اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے سے نکاح کرے۔

فَقَطْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ (موطا امام مالک ص ۲۲۰)

ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق البتۃ دیتا تو مروان بن حکم اس کو تین طلاقیں قرار دیتے۔ (بحوالہ: گلدستہ تفاسیر جلد اول)

تین طلاق والے طلاق نامہ سے عورت کو لاعلم رکھ کر اس کو ساتھ رکھنا بدکاری ہے

سوال: میری بیوی نہایت بدزبان بدتمیز اور نافرمان ہے۔ ایک دفعہ جب اس نے میری اور میرے والدین کی بہت زیادہ بے عزتی کی تو میں نے غصے میں آ کر وکیل کے ذریعے قانونی طور سے ایک طلاق نامہ تیار کروایا جس میں میں نے وکیل نے اور دو گواہوں نے دستخط بھی کیے تھے اور جس میں صاف اور واضح طور سے درج تھا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی اور آج سے میرا اور اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس کے بعد وہ طلاق نامہ میں چند ناگزیر حالات کی بناء پر اپنی بیوی کو نہ دے سکا اور آج تک وہ طلاق نامہ میرے پاس محفوظ ہے جب کہ بادل نخواستہ اور مجبوراً بیوی کے ساتھ رہ بھی رہا ہوں اور حقوق زوجیت ادا بھی کر رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر بتایئے کہ کیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں اور کیا میں گناہ کبیرہ کا مرتکب تو نہیں ہو رہا ہوں؟ اگر اس سلسلے میں کوئی کفارہ ادا کرنا چاہوں تو وہ کیا ہو سکتا ہے؟

جواب: جب بدزبان بدتمیز اور نافرمان بیوی کو آپ نے تین طلاقیں لکھ دیں تو وہ آپ پر اسی لمحہ حرام ہوگئی خواہ اس کو طلاق کا علم ہوا یا نہیں اور تین طلاق کے بعد جو آپ اس سے جنسی ملاپ کرتے ہیں یہ خالص بدکاری اور گناہ کبیرہ ہے۔ کفارہ یہ ہے کہ اس گناہ سے توبہ کریں اور اس کو فوراً اپنے سے علیحدہ کر دیں حلالہ شرعی کے بعد وہ آپ کے نکاح میں دوبارہ آ سکتی ہے اس سے پہلے نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۳۷ ج ۵)

تین طلاق لکھ کر پھاڑ دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے

سوال: عرض یہ ہے کہ میں نے شادی کی تھی کچھ عرصہ کے بعد میں نے کئی لوگوں کے کہنے پر بے وقوفی سے ایک پرچہ لکھا جس میں لکھا کہ میری بیوی فلاں بنت فلاں مجھ پر تین طلاق ہے تین طلاق کا لفظ میں نے تین دفعہ لکھا وہ پرچہ لکھوا کر پھاڑ دیا پھر دوسرا پرچہ بھی اسی نوعیت کا لکھا جس کو میں نے روانہ کر دیا لیکن ان کو ملا نہیں ہے برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے جواب دیں؟ طلاق ہوگئی یا نہیں کسی صورت میں رجوع کیا جا سکتا ہے؟

جواب: تین طلاقیں ہوگئیں اب رجوع کی کوئی گنجائش نہیں ہے نہ دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا دوسری جگہ نکاح ہو وہاں آباد ہو پھر طلاق ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۳۹ ج ۵)

طلاق غصہ میں نہیں تو کیا پیار میں دی جاتی ہے؟

سوال: میرے شوہر غصے میں کئی بار لفظ طلاق کہہ چکے ہیں مگر وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے

کہتے ہیں غصے میں طلاق نہیں ہوتی جبکہ میں کہتی ہوں کہ طلاق ہر حال میں ہو جاتی ہے؟ میری شادی کو صرف دو سال ہوئے ہیں اس درمیان تقریباً ۲ بار لفظ طلاق کہہ چکے ہیں' ذرا ذرا سی بات پر طلاق دے دیتے ہیں اور پھر رجوع بھی کر لیتے ہیں' غصے میں کہتے ہیں کہ میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے مگر پھر بھی تم بے غیرت بن کر میرے گھر میں رہتی ہو پھر جب غصہ ختم ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں تم اسی گھر میں رہو گی تم تو میری بیوی ہو اور ہمیشہ رہو گی؟

جواب: جاہلیت کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ بدمزاج شوہر جب چاہتا طلاق دے دیتا اور پھر جب چاہتا رجوع کر لیتا' سو بار طلاق دینے کے بعد بھی وہ رجوع کا حق سمجھتا' اسلام نے اس جاہلی دستور کو مٹا دیا اور اس کی جگہ یہ قانون مقرر کیا کہ شوہر کو دو بار طلاق کے بعد تو رجوع کا حق ہے لیکن تیسری طلاق کے بعد بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔ شوہر کو رجوع کا حق نہ ہوگا سوائے اس صورت کے کہ اس مطلقہ عورت نے عدت کے بعد کسی اور جگہ نکاح کر کے وظیفہ زوجیت ادا کیا ہو پھر وہ دوسرا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے تو اس کی عدت ختم ہونے کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگئی۔ آپ کے شوہر نے پھر سے جاہلی دستور کو زندہ کر دیا ہے آپ اس کے لیے قطعی حرام ہو چکی ہیں اس منحوس سے فوراً علیحدگی اختیار کر لیجئے اس کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ غصے میں طلاق نہیں ہوتی' طلاق غصے میں نہیں تو کیا پیار میں دی جاتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۴۹ ج ۵)

کیا تین طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے شادی کرنا ظلم ہے؟

سوال: ایک شخص بدکار نشہ کرنے والا اور دیگر عیوب میں غرق ہے اور اپنی بیوی کو جو نہایت پارسا دیندار اور نیک ہے طلاق دیتا ہے' طلاق حالت نشہ میں دے دی تھی' بعد میں یہی شخص تائب ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنی بیوی سے دوبارہ شادی کر لے لیکن طلاق کے بعد جب تک وہ عورت کسی دوسرے شخص کے نکاح میں نہ جائے وہ اپنے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی مگر عورت کا عذر یہ ہے کہ غلطی خاوند کی تھی اور وہ اپنے پہلے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے نکاح اور نکاح کے بعد مباشرت کا تصور بھی نہیں کر سکتی وہ کہتی ہے کہ اسلام میں بے گناہ پر کبھی ظلم نہیں جاری ہو سکتا ہے اور عورت کی غلطی نہیں۔ لہٰذا اس کو کسی دوسرے آدمی سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور وہ اپنے شوہر ہی سے نکاح چاہتی ہے' اسلام کی رُو سے انہیں مسئلہ کا حل بتائیں؟ کیا عورت پر پہلے ظلم کے بعد اس کی مرضی کے خلاف دوسرا نکاح لازم ہے؟ اجماع کیا ہے اور حالات کے پیش نظر عورت کا یہ کہنا کہ میرے اوپر ہی ظلم کیوں ہے اور کس قانون کی بناء پر اور کیا قانون تبدیل نہیں ہو سکتا ہے؟

جواب: یہاں چند باتیں سمجھ لینا ضروری ہیں:

اول یہ کہ تین طلاق کے بعد عورت طلاق دینے والے پر قطعی حرام ہو جاتی ہے۔ جب تک وہ دوسری جگہ نکاح شرعی کر کے اپنے دوسرے شوہر سے وظیفہ زوجیت ادا نہ کرے اور وہ اپنی خوشی سے طلاق نہ دے اور اس کی عدت گزر نہ جائے یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہو گی نہ اس شرط کے بغیر ان دونوں کا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے یہ قرآن کریم کا دوٹوک اور قطعی فیصلہ ہے جس میں نہ کوئی استثناء رکھا گیا ہے اور نہ اس میں کسی ترمیم کی گنجائش ہے۔

دوم قرآن کریم کا فیصلہ عورت کو سزا نہیں بلکہ اس مظلومہ کی حمایت میں اس کے طلاق دینے والے ظالم شوہر کو سزا ہے۔ گویا اس قانون کے ذریعے اس شوہر کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سرزنش کی گئی ہے کہ اب تم اس شریف زادی کو اپنے گھر آباد کرنے کے اہل نہیں رہے ہیں بلکہ اب ہم اس کا عقد قانوناً دوسری جگہ کرائیں گے اور تمہیں اس شریف زادی کو دوبارہ قید نکاح میں لانے سے بھی محروم کر دیا گیا ہے جب تک کہ تمہیں عقل نہ آ جائے کہ کسی شریف خاتون کو تین طلاق دینے کا انجام کیا ہوا کرتا ہے۔

سوئم خالق فطرت کا ارشاد فرمودہ یہ قانون سراسر مظلوم عورت کی حمایت میں ہے لیکن یہ عجیب وغریب عورت ہے کہ وہ ظالم کے ساتھ تو پیوند جوڑنا چاہتی ہے مگر خالق کائنات جو خود اسی کی بھلائی کے لیے قانون وضع کر رہا ہے اس کی قانون کو اپنے اوپر ظلم تصور کرتی ہے اور پھر ایک ایسا شخص جو شرابی ظالم ہے اور جس پر وہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی ہے اس سے جو خدا تعالیٰ کی حد کو توڑ کر نکاح کرنے کی خواہش مند ہے اور اسے کسی نیک پارسا شریف النفس مسلمان کے ساتھ نکاح کرنے کا جو مشورہ دیا جا رہا ہے اسے اپنے حق میں ظلم تصور کرتی ہے اس ظالم سے کیا کم ظالم ہیں یہ سزا عورت کو نہیں بلکہ اس ظالم مرد کو دی گئی ہے جسے عورت اپنی حماقت سے اپنے حق میں ظلم تصور کرتی ہے وہ اس ظالم سے دوبارہ نکاح کرنے پر کیوں بضد ہے اسے چاہیے کہ کسی اور جگہ اپنا عقد کر کے شریفانہ زندگی بسر کرے اور اس ظالم کو عمر بھر منہ نہ لگائے۔

چہارم یہاں یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ جس طرح زہر کھانے کا اثر موت ہے زہر دینے والا ظالم ہے مگر جب اس نے مہلک زہر دے دیا تو مظلوم کو موت کا منہ بہر حال دیکھنا ہو گا اسی طرح تین طلاق کے زہر کا اثر حرمت مغلظہ ہے یعنی یہ خاتون دوسری جگہ چاہے تو نکاح کر سکتی ہے (اس کو دوسری جگہ نکاح کرنے پر کوئی مجبور نہیں کرتا) لیکن پہلے شوہر کے لیے وہ حلال نہیں رہی۔ اگر وہ پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے تو یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک دوسری جگہ عقد اور خانہ

آبادی نہ ہو۔ پس جس طرح موت نتیجتاً ہے زہر خوری کا اسی طرح یہ حرمت مغلظہ نتیجہ ہے۔ تین طلاق کا اگر یہ ظالم ہے تو یہ ظلم بھی تین طلاق دینے والے ہی کی طرف سے ہوا ہے کسی اور کی طرف سے نہیں۔ اگر عورت اسی ظالم کے گھر بخوشی رہنا چاہتی ہے تو اسے اس کے ظلم کا نتیجہ بھی بخوشی بھگتنا ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس قانون میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ۲۵۲ ج ۵)

''ایک مجلس میں تین طلاق دے اور نیت ایک کی کرے'' اس کا حکم

سوال: ایک مجلس میں تین طلاق دینا اور ایک کی نیت کرنا اور دو تاکید کی غرض سے کہنا یہ ایک واقع ہوگی یا تین؟

جواب: تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں اور تاکید کی نیت کا نہ قاضی اعتبار کرے گا اور عورت بھی نہیں مانے گی' تین طلاق ہی سمجھے گی۔ ''المرأة کا لقاضی'' کتب فقہ میں تصریح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

اپنی بیوی سے کہا'' یہ عورت مجھ پر تین شرط طلاق ایک دفعہ ہے'' اس کا حکم

سوال: ایک شخص نے غصہ کی حالت میں اپنی عورت سے یہ کہا کہ یہ عورت مجھ پر تین شرط طلاق ایک دفعہ ہے' اسی طور پر کہہ دیا اور عدت کے اندر زبانی رجعت بھی کرلی' آیا بغیر نکاح وحلالہ کے یہ عورت اس پر جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں اس کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہوگئی اور وہ عورت مطلقہ ثلاثہ ہوکر مغلظہ بائنہ ہوگئی۔ بغیر حلالہ کے اس سے شوہر اول دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا اور رجعت صحیح نہ ہوئی کیونکہ ایک مرتبہ میں تین طلاق دینے سے بھی تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں۔ درمختار میں ہے کہ جمہور صحابہ تابعین و تبع تابعین وآئمہ کا مسلک ہے کہ اس طرح تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

بچپن میں نکاح ہوا' بالغ ہونے پر پھر نکاح ہوا اور بعد میں پہلے نکاح کی طلاق دے دی

سوال: ایک عورت کا بچپن میں نکاح ہوگیا تھا' بلوغت کے بعد پھر تجدید نکاح کرلیا اب باہمی ناچاقی پر عورت نے شوہر سے کہا تمہارا مجھ سے دو مرتبہ نکاح ہوا ہے اس لیے ایک نکاح کی مجھے تین طلاقیں دے دو اور ایک نکاح رہنے دو' شوہر بے علم تھا' اس نے طلاق دے دی' اب کیا عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟

جواب: اس صورت میں عورت کو تین طلاقیں ہوگئیں۔ جیسا کہ تمام نصوص سے ثابت ہے اور چونکہ نکاح ہو چکا تھا اس لیے تجدید نکاح لغو ہوا اس سے کوئی دوسرا عقد نہیں ہوا اور اگر ہوا بھی تو منکوحہ ایک ہے اس پر تین طلاق واقع ہوں گی۔ وھو ظاہر (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

دو طلاق دے کر نکاح کر لیا' آٹھ سال بعد پھر دو طلاق دی پھر نکاح کر لیا

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاق دی اور پھر نکاح کر لیا۔ بعد میں سات آٹھ برس کے بعد پھر دو طلاق دے دی اور پھر نکاح کر لیا' کیا شرع شریف کے حکم کے مطابق یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں وہ عورت مطلقہ ثلاث ہوگئی چونکہ درمیان میں نکاح زوج ثانی سے نہیں کیا۔ لہٰذا پہلی دو طلاق منہدم نہیں ہوئیں اس لیے ایک طلاق باقی تھی اور بعد کی دو طلاقوں سے ایک طلاق ان کے ساتھ مل کر تین طلاق ہو جائیں گی اور جب عورت مطلقہ ثلاث ہوگئی تو بلا حلالہ اس سے نکاح کرنا صحیح نہ ہوگا اور وہ نکاح جو بعد میں کیا باطل ہوا۔ (کماھو مصرح فی کتب الفقہ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۱۶ ج ۹)

دو مرتبہ لفظ طلاق اور ایک مرتبہ لفظ ''حرام'' کہا' کتنی طلاقیں ہوئیں؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو طلاق ہے تو طلاق ہے تو حرام ہے' آیا حرام طلاق صریح سے ملحق ہو کر تین طلاق بنے گی؟

جواب: اس صورت میں بے شک لفظ حرام دو صریح طلاق سے مل کر تین کو ثابت کرتا ہے۔ (لہٰذا) تین طلاقیں ہوگئیں۔ (کمافی الدر المختار) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۲۹ ج ۹)

حلالہ کرنے والے کا حکم

سوال: حلالہ کرنے والے کے لیے حدیث میں کیا حکم ہے؟

جواب: حدیث شریف میں یہ وارد ہے کہ ''لعن اللّٰہ المحلل والمحلل لہ'' یعنی اللہ کی لعنت ہے حلالہ کرنے والے اور کرانے والے پر اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا۔

اس کا مطلب فقہاء حنفیہ نے یہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو صراحۃً یہ کہا جائے کہ حلالہ کی غرض

سے تو نکاح کرلے پھر طلاق دے دینا اور وہ اسی شرط پر نکاح کرلے لیکن اگر دل میں یہ مقصد ہو مگر زبان سے کچھ نہ کہے تو درست ہے۔ درمختار میں ہے کہ اگر کوئی شخص (ایسے میاں بیوی کی) خیر خواہی کی نیت سے شادی کرے اور مقصد کو چھپائے اور طلاق دے دے تا کہ یہ دونوں دوبارہ شادی کرلیں تو اسے اُجر ملے گا۔ الخ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۲۳۲ ج۹)

حلالہ کے شرائط

سوال۔ حلالہ میں کیا شرائط ہیں۔

جواب:۔ حلالہ یہ ہے کہ بعد طلاق شوہر اول جب عدت تین حیض گزر جاوے، دوسرے شخص سے نکاح کرے، اور شوہر ثانی بعد دخول طلاق دیوے۔ پھر عدت گزر جانے پر شوہر اول کے لئے حلال ہوگی۔ فقط

حلالہ میں جماع شرط ہے

سوال:۔ صالحہ مطلقہ ثلثہ سے زید شوہر اول اس طرح سے نکاح چاہے کہ اس کا نکاح بکر سے کردے اور وہ بلا جماع تھوڑی دیر بعد طلاق دے دے اور اس کو دیکھے بھی نہیں، تو یہ صورت جائز ہے کہ اس کے بعد زید نکاح کرے۔

جواب:۔ صالحہ کو اگر زید نے تین طلاق دی ہے تو بدون وطی شوہر ثانی زید سے نکاح دوبارہ حلال نہیں ہے، حلالہ میں دخول و جماع شوہر ثانی شرط ہے۔

وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها الخ والشرط الايلاج دون الانزال لانه كمال و مبالغة فيه (هدايه باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة ج ٢ ص ٣٧٩) و اذاطلق الرجل امرأته طلاق بائنا الخ و هى حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقراء لقوله تعالىٰ والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء (هدايه باب العدة ج ٢ ص ٤٠٢)ظفير و ان كان الطلاق ثلثا. الخ لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها ولا فرق ذلك بين كون المطلقة مدخولاً بها او غير مدخول بها و يشترط ان يكون الا يلاج موجبا للغسل وهو التقاء الختانين اما الا نزال فليس بشرط للاحلال (عالمگيرى مصرى باب الرجعه ج ١ ص ٤٧٣ ط. ماجديه ج ١ ص ٤٧٣) ظفير فتاوىٰ دارالعلوم ج ٩ ص ١٩٠

غصہ میں بیوی کو ماں بہن کہنے کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو غصہ میں ماں، بہن کہہ دے یا تین طلاق دے دے تو طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور پھر اس عورت کا رکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اپنی بیوی کو صرف یہ کہنے سے کہ تو میری ماں بہن ہے' طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر غصہ میں تین طلاق دے دے تو پھر تین طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ بغیر حلالہ کے پھر اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۳۷ ج ۹)

حیض منقطع ہونے والی کا حلالہ اور اس کا حکم

سوال: ایک شخص نے ایک عورت کو تین طلاقیں دے دیں' اس نے ساڑھے تین ماہ عدت گزار کر ایک دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور بعد میں اس نے بھی تین طلاقیں دے دیں' اب اس کی عدت بھی ساڑھے تین ماہ گزار چکی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلے شوہر سے اسے جب اولاد ہوئی تھی تو اس کا حیض بند ہو گیا تھا اور اب تک (دوسرے شوہر سے طلاق تک) اسے حیض نہیں آیا تو کیا اب وہ اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں آ سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں جو اس عورت نے ساڑھے تین ماہ عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کیا وہ معتبر نہیں ہے چونکہ تین حیض گزارنا ضروری ہے۔ تین حیض آ جانے کے بعد یہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ اس کے بعد اگر اس کا شوہر مباشرت وغیرہ کے بعد طلاق دے دے تو یہ عدت گزار کر پہلے شوہر کے نکاح میں آ سکتی ہے۔ (لیکن جب تک حیض نہیں آئے اس وقت تک وہ اپنے پہلے شوہر کی عدت میں ہے) (فتاویٰ رحیمیہ)

تین طلاق کے بعد اگر تعلقات قائم رکھے تو اس دوران پیدا ہونے والی اولاد کی کیا حیثیت ہوگی؟

سوال: میرے بڑے بیٹے نے اپنی منہ زور اور نافرمان بیوی کو تقریباً سات سال قبل دلبر داشتہ ہو کر عدالت سے تحریری طور پر بمعرفت وکیل ڈاک سے رجسٹری ایک طلاق نامہ روانہ کیا جو اس کے بھائی نے وصول کیا۔ طلاق نامہ کا مضمون انگریزی میں تحریر تھا۔ طلاق نامے میں میرے بیٹے نے اپنی منکوحہ بیوی کو تین دفعہ یعنی ''میں نے تمہیں طلاق دی'' لکھا۔ یہ طلاق میرے بیٹے نے بغیر کسی جبر و دباؤ اور غصے کی حالت میں دی تھی۔ اس وقت اس کی بیوی تقریباً چھ ماہ کے

حمل سے تھی۔اس کی خوشدامن اور دیگر افراد خانہ کہتے ہیں کہ یہ طلاق حمل کے دوران نہیں ہوئی مگر میں اور دیگر افراد کا کہنا ہے کہ قرآن وسنت کی رُو سے طلاق ہوگئی مگر اس کے سسرال والے اس بات کو نہیں مانتے اور اس سے قطعی انکار کرتے ہیں۔لہٰذا آپ سے سوال ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اس دوران یعنی تقریباً سات سال سے دونوں بطور میاں بیوی کے رہ رہے ہیں اور اس درمیان ان کی دو بچیاں پیدا ہوئیں تو یہ بچیاں کس زمرے میں آتی ہیں؟ براہ کرم شریعت کی رُو سے جواب عنایت فرمائیں؟

جواب: حمل کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور وضع حمل سے عدت ختم ہو جاتی ہے۔ آپ کے بیٹے نے اپنی بیوی کو جو تین طلاق دیں وہ واقع ہو چکی ہیں اور وہ دونوں ایک دوسرے پر قطعی حرام ہو چکے ہیں۔اس کے بعد اگر وہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں تو وہ گناہ اور بدکاری کے مرتکب ہوئے ہیں اور ان کے ہاں جو اولاد اس عرصہ میں ہوئی اس کا نسب صحیح نہیں۔ اس کی حیثیت ''ناجائز اولاد'' کی سی ہے۔ان کو چاہیے کہ فوراً علیحدگی اختیار کر لیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگیں۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۵ ص ۲۳۸)

غضب کے درجے اور اس حالت میں طلاق

سوال: غضب کے تین درجہ ہیں مبادی، متوسط، نہایت، اول کے دو درجوں میں وقوع طلاق کا فتویٰ دینا صحیح اور حق ہے یا نہ؟

جواب: حنفیہ کا مذہب ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور علامہ شامی نے اس میں کچھ بحث کی ہے اور پھر اس پر اشکال بھی پیش کیا ہے اور جواب بھی دیا ہے جو خالی اشکال سے نہیں ہے۔

(**لکن اشار فی الغایة الی مخالفة الثالث حیث قال ویقع طلاق من غضب خلافا لا بن القیم (ایضاً)** اس سے پہلے حاشیہ کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ غصہ کے مبادی میں بھی طلاق واقع ہوتی ہے اور متوسط میں بھی، البتہ درجہ نہایت میں نہیں واقع ہوتی۔) ظفیر

اچھا جاؤ قطع تعلق بیوی کے جواب میں کہا مگر نیت طلاق کی نہ تھی کیا حکم ہے؟

سوال: زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تم ایک سال کے لیے اپنے والدین کے یہاں چلی جاؤ، میں کسی دوسری جگہ جاؤں گا، زوجہ نے کہا کہ میں سال بھر کے لیے تو جاتی نہیں، ہاں اگر تم قطع تعلق کر کے ہمیشہ کے لیے چھوڑ آؤ تو چلی جاؤں گی، زید نے کہا یہ میں ہرگز نہیں کر سکتا، پھر زید کے منہ

سے ویسے ہی اثناء گفتگو میں بلانیت وارادہ یہ نکلا کہ اچھا جیسے تم چاہتی ہو ویسے چھوڑ آؤں' وہ بولی کہ ہاں' زید کے منہ سے بلاارادہ طلاق کے یہ نکلا کہ اچھا جاؤ' آیا اس لفظ سے طلاق پڑ گئی یا نہیں؟

جواب: بدون نیت طلاق کے اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (فقط)

(فالکنایات لاتطلق بها الا بنیة او دلالة الحال فنحو اخرجی واذهبی و قومی (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب الکنایات ج ۲ ص ۶۳۵ و ج ۲ ص ۶۳۷ ط.س. ج ۳ ص ۲۹۶) ظفیر.

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۹ ص ۵۰.

عورت نے کہا ''مجھے طلاق دے دو'' شوہر نے کہا ''دی'' طلاق ہوگی یا نہیں؟

سوال:۔ شوہر اور بیوی میں جھگڑا ہو رہا تھا' جھگڑے کے دوان بیوی نے شوہر سے کہا مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا ہے' تم مجھے طلاق دے دو' شوہر نے جواب میں کہا ''دی''۔ اس کے بعد پھر عورت نے کہا'' مجھے طلاق دے دو'' شوہر نے دوبارہ اس کے جواب میں کہا'' جا میں نے دے دی'' مذکورہ صورت میں عورت پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ شوہر لفظ'' طلاق'' نہیں بولا ہے' اگر مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوئی ہو تو کتنی ہوئی؟ بینوا توجروا۔

جواب:۔ اگر کوئی بات کسی سوال کی جواب میں کہی جائے تو جواب اعادہ مافی السوال کو متضمن ہوتا ہے' لہذا شوہر نے اگر چہ جواب میں لفظ طلاق استعمال نہیں کیا ہے مگر جواب میں یہ لفظ موجود سمجھا جائے گا' اور دو مرتبہ سوال و جواب ہوا ہے اس لئے صورت مسئولہ میں عورت پر دو طلاق رجعی واقع ہو گئیں عدت میں شوہر کو حق رجعت حاصل ہے عورت راضی ہو یا نہ ہو شوہر رجوع کر سکتا ہے۔

درمختار میں ہے: قالت لزوجها طلقنی فقال فعلت طلقت فان قالت زدنی فقال فعلت طلقت اخری (درمختار)

ردالمختار میں ہے (قوله فقال فعلت) ای طلقت بقرینة الطلب' والجواب یتضمن اعادة مافی السوال (درمختار ورد المحتار ص ۶۳۳ ج ۲ قبیل باب الکنایات) فقط واللہ اعلم بالصواب. فتاویٰ رحیمیه ج ۸ ص ۲۹۷

تو مجھ پر حرام کہنے سے کتنی طلاق پڑی اور چند بار کہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: زید نے درحالت مذاکرہ طلاق بدلالۃ الحال ونزاع باہمی اپنی عورت منکوحہ کو کہا کہ تو مجھ

پر حرام ہے تو کتنی دفعہ کہنے سے ثلاثہ ہوتی ہے؟ دوبار یا زیادہ حرام کہنے سے کون سی طلاق ہوتی ہے؟

جواب: مذاکرہ طلاق کے وقت لفظ حرام سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوجاتی ہے۔ اور کئی لفظ حرام کہنے سے بھی ایک ہی طلاق بائنہ رہے گی کیونکہ بائنہ کے بعد دوسری بائنہ واقع نہیں ہوتی۔ (کمافی الدرالمختار لایلحق البائن البائن الخ)

(وان کان الحرام فی الاصل کنایة یقع بها البائن الخ والحاصل ان المتاخرین خالفوا المتقدمین فی وقوع البائن بالحرام بلانیة (ردالمحتار باب الکنایات ج۲ ص ۶۳۸ ط.س.ج۳ص ۲۹۹) ظفیر (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب الکنایات ج۲ ص ۶۴۶ ط. س.ج۳ص ۳۰۸) ظفیر. فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۲۱۳.

شوہر کا یہ جملہ کہ جس طرح لائے تھے نکال دو' طلاق کیلئے کنایہ نہیں ہے

سوال: ایک شخص کو اس کے سسر نے غصہ سے کہا کہ تم ہمارے یہاں مت آ ؤ' زیورات کو لا کر اپنی بی بی کو مکان میں لے جاؤ' اس نے کہا جس طرح ہم کو لایا تھا اسی طرح نکال دو' یہ کنایہ طلاق سے ہے یا نہیں؟ پھر غصہ میں آ کر کہا میں نے طلاق دیا' اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی؟

جواب: یہ الفاظ شوہر کے کہ جس طرح ہم کو لایا تھا اسی طرح نکال دو' الخ کنایہ طلاق سے نہیں ہے اور پھر جو غصہ میں کہا میں نے طلاق دیا' الخ' اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ فتاویٰ دارالعلوم ج۹ص ۱۸۴۔

عورت نے خود تین طلاق شوہر سے سنی ہے لیکن مرد کو یاد نہیں ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ عورت قسم کے ساتھ یہ بیان دیتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھے تین صریح طلاق دی ہے' مرد کو کچھ یاد نہیں جبکہ شاہدوں کا کہنا دو صریح طلاق کا ہے اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اب عورت اور مرد کو تعلق قائم کرنے کے لیے کیا صورت اختیار کرنی ہوگی؟

جواب: خاوند کو عدد طلاق یاد نہیں اور گواہ دو صریح طلاق دینا بیان کرتے ہیں تو قضاءً دو طلاق واقع ہوں گی لیکن چونکہ عورت بذات خود وہاں موجود تھی اس نے اپنے کانوں سے تین طلاقیں سنی ہیں اور بقسم بیان کرتی ہے کہ شوہر نے تین صریح طلاقیں دی ہیں۔ لہٰذا عورت اپنے حق میں تین ہی طلاق واقع ہونا سمجھے' اسے حلال نہیں کہ بدون حلالہ اپنی ذات کو شوہر کے حوالہ کرے؟ شامی میں ہے کہ والمرأة کالقاضی اذاسمعته او اخبرها عدل لایحل لها تمکینه (ج۲' صفحہ ۵۹۴) (فتاویٰ دارالعلوم ج۹ص ۱۸۴)

طلاق قبل الدخول

(ہمبستری سے پہلے طلاق دینا)

رخصتی سے قبل طلاق کا مسئلہ

سوال: کسی لڑکی کا نکاح ہوا لیکن رخصتی نہ ہوئی اور لڑکا لڑکی کو صرف ایک بار کہہ دے کہ ''طلاق دی'' اب اس بات کو چار ماہ گزر گئے' کیا طلاق ہوگئی؟ اگر لڑکا یوں کہہ دے کہ تین طلاق دیتا ہوں'اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی حالت میں ایک دفعہ طلاق دینے سے طلاق بائن ہوجاتی ہے اور اس عورت کی طلاق کی عدت بھی نہیں ہے۔ لڑکی بلاتوقف دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔ فریقین کی رضامندی سے طلاق دینے والے سے دوبارہ نکاح بھی ہوسکتا ہے اور اس میں نیا مہر رکھا جائے گا۔

اور اگر اس نے یوں کہا یا لکھا کہ میں تین طلاق دیتا ہوں تو تینوں طلاقیں بیک وقت واقع ہوگئیں اور اب بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ وہ عورت اس کے نکاح سے نکل چکی۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۳۸ ج ۹' آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۱۷ ج ۵)

رخصتی سے قبل تین بار لفظ ''طلاق'' کہنے کا حکم

سوال: میری منگنی ہوئی اور نکاح بھی ہوا اور اس کے بعد رخصتی نہ ہوئی تھی۔ میں نے ایک کام نہ کرنے کا عہد کیا اور کہا اگر میں یہ کام کروں تو میری بیوی کو طلاق' طلاق' طلاق۔ یعنی طلاق کا لفظ تین مرتبہ استعمال کرلیا (اور وہ کام بھی کرلیا) اس کے بعد میری رخصتی بھی ہوگئی۔ بہشتی زیور میں' میں نے یہ مسئلہ پڑھا تھا اس میں تھوڑی بہت گنجائش تھی تو میں نے نکاح کی تجدید کرلی مگر دل میں خلش موجود ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ طلاق ثلاثہ واقع ہوئی ہو؟

جواب: آپ نے جو صورت لکھی اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوئی ہے کیونکہ طلاق کا لفظ آپ نے تین بار الگ الگ کہا تھا۔ لہٰذا ایک طلاق پڑتے ہی بیوی بائنہ ہوگئی اور دو طلاقیں لغو ہوگئیں۔ آپ نے دوبارہ نکاح کرلیا تو ٹھیک کیا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۱۸ ج ۵)

کیا طلاق رجعی کے بعد رجوع کے لیے نکاح ضروری ہے؟

سوال: کیا طلاق رجعی میں نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں درست ہے؟

جواب: طلاق رجعی میں عدت کے اندر نکاح دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں، صرف رجوع کر لینا کافی ہے اور عدت ختم ہو جانے کے بعد دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح درست ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۲۰ ج ۵)

اگر کوئی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق متفرق دے تو ایک واقع ہوگی

سوال: ایک شخص نے زوجہ غیر مدخولہ کو تین طلاق متفرق دیں، گواہوں کا بیان اس کی تصدیق کرتا ہے، اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی؟

جواب: غیر مدخولہ کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک کلمہ سے اس کو تین طلاق دے گا تو ہر سہ طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔ کمایقول انت طالق ثلاثاً اور اگر متفرق طور پر طلاق دے گا تو وہ ایک طلاق سے بائنہ ہو جاتی ہے، دوسری اور تیسری طلاق اس پر واقع نہیں ہوتی۔ "وان فرق بوصف او خبر او جعل بعطف او غیره بانت بالا ولیٰ لا الیٰ عدة الخ" (درمختار)۔ پس صورت مسئولہ میں جیسا کہ بیان شاہدوں کا ہے اس کے موافق اس کی زوجہ غیر مدخولہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

(ردالمحتار باب طلاق غیر مدخول بها ج ۲ ص ۶۲۶ ط.س. ج ۳ ص ۲۸۶) ظفیر. فتاویٰ دار العلوم دیو بند ج ۹ ص ۲۴۰.

مطلقہ عورتوں کی اقسام اور رجوع کا طریقہ

سوال: رجعی طلاق میں رجوع کرنے کی میعاد ایک ماہ ہے یا زیادہ ہے؟ رجوع کرنے سے مراد وظیفہ زوجیت ادا کرنا ضروری ہے؟ اور دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں اس قابل نہ ہوں تو کس طرح رجوع کیا جائے گا؟

جواب: رجعی طلاق میں عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور عدت کے لحاظ سے مطلقہ عورتوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) حاملہ: اس کی عدت "وضع حمل" پر پوری ہوتی ہے۔ یعنی بچے کی پیدائش پر اس کی عدت ختم ہو جائے گی، خواہ بچے کی پیدائش جلدی ہو یا دیر سے۔

(۲) وہ عورت جس کو "ایام" آتے ہوں اس کی عدت تین حیض ہے، طلاق کے بعد جب

تیسری مرتبہ وہ پاک ہوجائے گی تو اس کی عدت ختم ہوجائے گی۔

(۳) وہ عورت جو نہ حاملہ ہو نہ اسے ایام آتے ہوں اس کی عدت تین ماہ ہے۔

رجعی طلاق میں اگر مرد اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہے تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے رجوع کرلیا' بس رجوع ہوجائے گا اور اگر زبان سے کچھ نہ کہا مگر میاں بیوی کا تعلق قائم کرلیا یا خواہش و رغبت سے اس کو ہاتھ لگا دیا تب بھی رجوع ہوجائے گا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۲۲۲ ج۵)

طلاق کے متفرق مسائل

عورت کے جیل کاٹنے کے بعد کیا شوہر کو طلاق پر مجبور کیا جائے گا؟

سوال: کیا عورت کے جیل خانہ بھگت لینے پر شوہر شرعاً طلاق دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے؟

جواب: مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

(لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا علیها تسریح الفاجر (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار فصل فی المحرمات ج۲ ص ۴۰۲ ط. س. ج۳ ص ۵۰) ظفیر. فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۱۰' ص ۸۵.

ایک ملک کے رواج کے مطابق طلاق کے بجائے کنکریاں پھینکنا

سوال: ایک ملک میں رواج ہے کہ وہاں طلاق دیتے وقت کنکریاں پھینکتے ہیں زبان سے کچھ نہیں کہتے اس سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: کنکریاں پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ کذا فی الشامی (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۸۲ ج۱۰)

بیس بچے پیدا ہونے سے عورت نکاح سے باہر نہیں ہوتی

سوال: یہاں اس بات پر جھگڑا ہے کہ جس عورت کے بیس بچے ہوجائیں وہ نکاح سے باہر ہوجاتی ہے' نکاح ثانی ہونا چاہیے' فیصلہ فرمائیں؟

جواب: قرآن وسنت کی رو سے یہ بات غلط ہے بلکہ وہ عورت بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں رہتی ہے نکاح سے باہر نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۸۸ ج۱۰)

جس عورت سے بدکاری کا گناہ سرزد ہو جائے اسے طلاق دینا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: ایک شخص کسی دوسرے ملک میں ملازم ہو گیا اور چار سال کے بعد واپس آیا اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی نے اس کے بھائی سے ناجائز تعلق پیدا کر لیا' زنا سے لڑکا بھی پیدا ہوا' ایسی عورت کو طلاق دے کر علیحدہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وہ عورت توبہ کرلے تو اس کو طلاق دینا اور چھوڑنا ضروری نہیں ہے اور نکاح قائم ہے۔ درمختار میں مجتبیٰ کے حوالے سے مرقوم ہے کہ بدکار عورت کو طلاق دینا واجب ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۸۸ ج ۱۰)

اور پھر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جو شخص گناہ سے توبہ کرلے تو وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔ لہٰذا توبہ کے بعد اس کا گناہ معاف ہو گیا تو شوہر کو بھی معاف کر دینا بہتر ہے۔ (مرتب)

استاد پیر طلاق دینے کو کہے اور ماں باپ منع کریں تو کس کی بات مانی جائے؟

سوال: زید کی شادی ایک لڑکی سے ہوئی ہے اس پر اس کے استاد (یا پیر صاحب ناراض ہیں) کیونکہ زید عالم ہیں اور اس لڑکی کا باپ جاہل۔ زید چاہتا ہے کہ اپنے پیر صاحب کو راضی کرلے مگر وہ کہتے ہیں کہ جب تک طلاق نہ دو گے راضی نہ ہوں گا' زید کا والد اور چچا طلاق دینے سے منع کرتے ہیں' زید کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: زید کے ذمہ اس صورت میں اپنی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کے والدین اور چچا منع کرتے ہیں تو طلاق دینی نہیں چاہیے۔ اگر استاد کی ناراضگی کسی وجہ شرعی کے بغیر ہے تو اس کی کچھ پروا نہ کرے جس قدر اپنا کام ہے وہ کرے یعنی ان سے معافی چاہے اور قصور معاف کرائے اگر وہ معاف نہ کریں تو یہ مواخذہ اور گناہ استاد کے اپنے ذمے ہوگا' زید بری ہو جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۸۸ ج ۱۰)

شوہر زبان سے یا لکھ کر طلاق نہ دے اور طلاق ہو جانے کی صورت

سوال: کیا ایسی کوئی صورت ہے کہ شوہر زبان سے طلاق نہ دے اور عورت خود بخود مطلقہ ہو جائے؟

جواب: وہ صورت یہ ہے کہ شوہر یا عورت معاذ اللہ مرتد ہو جائے تو کسی ایک کے مرتد ہونے کے بعد خود بخود تفریق ہو جاتی ہے۔ (کیونکہ مرتد سے اور کافر مشرک سے مسلمان کا نکاح جائز نہیں ہے باقی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہے) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۸۸ ج ۱۰)

کسی کو محض طلاق کا وکیل بنایا اور اس نے تین طلاق دے دیں

سوال: وکیل نے شرط پائے جانے پر زید کی بیوی کو تین طلاقیں دیں مگر اب زید کا کہنا یہ ہے کہ میں نے فقط لفظ طلاق کا کہا تھا تین طلاق کا وکیل نہیں کیا تھا' ایک سال کے بعد زید نے کہا کہ میں نے ایک طلاق کا وکیل بنایا تھا' اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں شوہر کا قول معتبر ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۹۱ ج ۱۰)

بلا عذر گواہی میں تاخیر کرنے کا حکم

سوال: زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور طلاق کے بعد شب باشی بھی کرتا رہا اور دو لڑکے پیدا ہو گئے اب دو شخص گواہی دیتے ہیں کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے کر اپنے پاس رکھا ہوا ہے اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق کے گواہ اگر بلا عذر گواہی دینے میں تاخیر کریں تو فاسق ہو جاتے ہیں' ان کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ (کذا فی الدرالمختار) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۵ ج ۱۰)

روٹی کپڑا نہ دو گے تو یہی طلاق ہے

سوال: برادری نے شوہر سے کہا کہ تم اس کو روٹی' کپڑا دو گے' اگر نہ دو گے تو وہ اپنی دوسری شادی کر لے گی' شوہر نے اقرار کر لیا کہ میں روٹی' کپڑا دوں گا اور کہا کہ میرا وہی اقرار طلاق سمجھا جائے۔ اب وہ شوہر اس کی خبر گیری نہیں کرتا' آیا یہ طلاق لے کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: شوہر کا اگر یہ مطلب تھا کہ اگر میں روٹی' کپڑا نہ دوں تو اقرار طلاق سمجھا جاوے تو اس صورت میں جب کہ اس نے روٹی کپڑا نہیں دیا' موافق اس کے اقرار کے اس کی زوجہ مطلقہ ہو گئی۔ بعد عدت کے دوسرا نکاح کرنا اس کو درست ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۰ ص ۷۷۔

سالی کی نیت کر کے چچی سے کہا تیری بھتیجی کو طلاق' اس کا حکم

سوال: ایک شخص حلفاً کہتا ہے کہ میری بیوی اور دو سالیاں ہیں جو میری سوتیلی ماں کی بھتیجی ہیں۔ ایک دن میں نے اپنی سالی کی نیت کر کے سوتیلی ماں سے کہا تیری بھتیجی کو میں نے تین طلاق

دی لیکن خدا کی قسم میری نیت بیوی کو طلاق دینے کی نہیں تھی' اس صورت میں اس شخص کی بیوی کو طلاق ہوگئی یا اس کی نیت اور قول معتبر ہے؟

جواب: اس صورت میں شخص مذکور کی بیوی پر تین طلاق ہوگئی اور اس کا یہ قول کہ میں نے سالی کی نیت کر کے کہا ہے' قضاء معتبر نہیں ہے۔ البتہ دیانۃً اس کی تصدیق کی جائے گی۔ (جیسا کہ شامی کی اُصولی بحث سے معلوم ہوتا ہے) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۰۹ ج ۱۰)

شادی شدہ شخص نے خود کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تیری شادی ہوگئی ہے تو تیری بیوی کو تین طلاق' اس کا حکم

سوال: ایک شادی شدہ خود کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے زید اگر تمہاری شادی ہوگئی تو تمہاری بیوی کو تین طلاق حالانکہ شادی ہو چکی ہے اور بیوی موجود ہے اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں زید کی بیوی کو تین طلاق ہوگئیں کیونکہ زید کا یہ کہنا کہ (اگر تمہاری شادی ہوگئی ہے تو تمہاری بیوی کو تین طلاق) یہ امر محقق ہے اس لیے کہ اس کی شادی ہو چکی ہے اور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ امر محقق پر طلاق کو معلق کرنے سے طلاق منجز (فوراً طلاق) ہوتی ہے۔ یعنی فوراً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ در مختار میں ہے کہ وہ محقق جیسے کہ آسمان ہمارے سر پر تھا تنجیز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ص ۲۱۲ ج ۱۰)

نابالغ کی بیوی کو طلاق دینے کی کیا صورت ہے اور اصول فقہ کی کتب میں ''طلاق نابالغ'' کے تذکرے کی مراد کیا ہے؟

سوال: نابالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ کسی نابالغ کی بالغہ بیوی ہے اور شوہر کے نابالغ ہونے کی وجہ سے اس کے زنا میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہو' تب جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض کتب اصول فقہ میں ہے کہ نابالغ کی طلاق ضرورت کے وقت جائز ہے اس ضرورت سے مراد کیا ہے؟

جواب: نابالغ کی طلاق کسی طرح صحیح نہیں ہے' نہ وہ خود طلاق دے سکتا ہے اور نہ اس کا ولی طلاق دے سکتا ہے۔ فقہاء نے چند وجوہات کی بناء پر نابالغ کی بیوی سے تفریق کی۔ قاضی کے لیے اجازت دی ہے وہ یہ ہیں یا تو شوہر مجنون ہو یا مقطوع الذکر ہو یا شوہر مرتد ہو جائے یا کافر کی بیوی اسلام لے آئے تو ان جگہوں میں نابالغ کی بیوی کو قاضی اس سے علیحدہ کر سکتا ہے یہاں بھی درحقیقت ایقاع طلاق نابالغ کی طرف سے نہیں ہے اور جہاں فقہاء نے تفریق کی تصریح کی ہے ان جگہوں کے سوا نابالغ کی طلاق کے عدم وقوع کی تصریح فرماتے ہیں کہ ماسوا ان مسائل اربعہ کے صبی (بچہ) میں طلاق دینے

کی اہلیت نہیں ہے۔ جیسا کہ شامی میں اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

نابالغ بچوں کا نکاح کر کے واپس لینا جائز نہیں

سوال: ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی دوسرے شخص کے نابالغ لڑکے کے نکاح میں دے دی اور اس کی لڑکی کو اپنے لڑکے کے نکاح میں لیا' نکاح ہونے کے بعد پتہ چلا کہ اس کی بہو بالکل دیوانی ہے تو اس نے دیوانی لڑکی کو واپس کر دیا اور اپنی لڑکی کو واپس لے لیا۔ اب یہ لڑکی بالغ ہو چکی ہے اور نکاح ہونے کو ہے' کیا اسے طلاق لینا ضروری ہے یا اس کے باپ کا واپس کر لینا ہی کافی ہے؟

جواب: دونوں لڑکیوں کا نکاح ہو گیا ان میں سے کوئی بھی واپس نہیں ہو سکتی اور دونوں کا ہی نکاح قائم ہے جب تک شوہر بالغ ہو کر طلاق نہ دے اس وقت تک کوئی لڑکی اپنے شوہر کے نکاح سے خارج نہیں ہو گی اور دوسری جگہ نکاح کرنا درست نہیں ہو گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

خواب آور گولی کھا کر طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

سوال: ایک شخص بلا کسی ڈاکٹر وغیرہ کی تجویز کے خود اپنے طور پر خواب آور ٹیبلٹ کھا لیتا ہے چونکہ اس کے اندر مخدرات اجزا ہوتے ہیں اس کی وجہ سے دماغ پر وقتی طور پر اثر پڑتا ہے اور دماغی توازن پورا قائم نہیں رہتا اس حالت میں اس نے کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: وھو الموفق للصواب: تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ خواب آور ٹیبلٹ اجزاء مخدرات وسمیات سے مرکب ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی سے خطرناک صورت پیدا ہو جاتی ہے اور ہلاکت تک کی نوبت آ جاتی ہے۔ لہٰذا حکیم حاذق اور ماہر ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر اور ہدایت کے خلاف ان خواب آور گولیوں کا استعمال درست نہیں۔ اگر کوئی شخص ان کا استعمال کرے اور دماغی حالت خراب ہو جائے اور طلاق دے دے تو زجراً وقوع طلاق کا فتویٰ دیا جائے گا' نصاب الاحتساب قلمی میں ہے:

ذکر فی شرح الکرخی قالوا ان شرب النبیج یجوز للتداوی فاذا زال العقل لم یجز الی قوله وذکر فی المحیط فی هذا تفصیلا منقولا عن ابی حنیفة رحمة الله ان السکر من النبج حرام وان طلاق البنجی واقع فقال علیه السلام من اکل البنج طار نور قلبه ولا یعود الیه الا ان یتوب ورجع الی قوله. والدلیل علی ان النبج حرام ظاهر لان اهل الطب ذکروا النبج فی السموم والسم بانواعه حرام

فكذا البنج ولانه مضريتولد منه كثير من الامراض يعرف ذالک في كتب الطب. الى قوله وذكر في الذخيرة. ذكر عبدالعزيز الترمذی قال سالت اباحنيفة رحمة الله وسفيان الثوری عن رجل شرب البنج فارتفع الى رأسه فطل امرأته قال ان كان حين يشرب يعلم ماهی فهی طالق و ان كان حين يشرب يعلم انه ماهو لا يطلق (نصاب الاحتساب باب نمبر ٣٦ ص ٧٤.٧٥)

ضمیمہ ثانیہ حصہ نہم بہشتی زیور مسمی بہ ''طبی جوہر'' میں ہے:

''اور حکم کشتہ جات اور سمیات کا بھی نکل آیا کہ بلا رائے طبیب حاذق و معتمد علیہ ان کا استعمال درست نہیں اور اگر حاذق و معتمد علیہ طبیب کھلا وے تو درست ہے کیونکہ وہ کسی نفع کے لیے کھلاتا ہے۔'' حاشیہ میں ہے علیٰ ہذا ان ڈاکٹری ادویات کا کھانا جو تیز ہیں اور سمیت بھی رکھتی ہیں جیسے اسکینیا (جوہر کچلہ) اور مارفیا وغیرہ کہ بلا تجویز ماہر اور معتمد ڈاکٹر کے جائز نہیں ہے۔ الخ (بہشتی زیور ص ١٣٠۔١٣١ حصہ نہم) واللہ اعلم۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ٨ ص ٢٧٣)

غصہ کی ایک حالت میں طلاق کا حکم

سوال: زید نے جو کہ پارسا آدمی ہے اپنی بیوی کو سخت غصہ کی حالت میں کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے، بیوی نے کہا مجھ کو طلاق کی کوئی ضرورت نہیں، پھر زید نے سخت غصہ میں کہا کہ تین طلاق، تین طلاق سو طلاق اسی دوران زید کی بہن آ گئی اور زید سے کہا کہ ہوش میں آ تیرے ہوش قائم نہیں ہیں۔ زید نے کہا میرے ہوش قائم ہیں، غصہ ختم ہونے کے بعد زید نے اپنی ہمشیرہ سے کہا کہ تو نے مجھ کو ''ہوش میں آ'' اور میں نے میرے ہوش قائم ہیں نہیں کہا، زید کی نیت بھی طلاق کی نہیں تھی اور دو عورتوں اور ایک مرد کی گواہی سے معلوم ہوا کہ زید کے ہوش وحواس باختہ تھے، آنکھیں سرخ تھیں، پگڑی اُتری ہوئی تھی اور ہاتھ کانپ رہے تھے لیکن زید کہتا ہے کہ مجھ کو طلاق دینے کا علم ہے اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگئی ہے تو شامی میں حالت غضب کی جو تشریح کی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس بارے میں علامہ شامی نے اولاً حافظ ابن القیم سے نقل کر کے تحقیق کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر غصہ وغضب اس درجہ پر پہنچ گیا کہ اس کی حالت بالکل مجنونانہ ہوگئی ہے اور اس کو کچھ ہوش وخبر نہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے تو اس حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اگر غصہ کی ابتداء اور انتہاء کے درمیان اس کی حالت ہے جیسا کہ صورت مسئولہ سے معلوم ہوتا ہے تو ابن قیمؒ اس میں بھی طلاق واقع نہ ہونے کو راجح سمجھتے ہیں مگر حنفیہ کا مذہب اس صورت میں طلاق واقع ہونے کا ہے جیسا کہ

فتاویٰ شامی میں ہے۔ شامیؒ نے اس جگہ آخر میں فتح القدیر اور خانیہ سے ایک مسئلہ نقل کیا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ غصہ کی حالت میں طلاق واقع ہوتی ہے اور صورت مسئولہ اس کے مطابق ہے۔

الغرض صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئیں اور بغیر حلالہ شوہر کے لیے کوئی صورت نہیں ہے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ جو اقسام کنایات اور اقسام مطلق کی تفصیل فرماتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالت غضب کی طلاق واقع ہوتی ہے باقی وہ غضب جو بالکل مجنونانہ حالت بنادے اس کو البتہ خارج کیا جائے گا کیونکہ وہ جنون ہے اور آنکھوں کا سرخ ہونا وغیرہ اس حالت میں دلیل نہیں ہیں غصہ میں تو اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض احادیث میں غصہ کی کیفیات منقول اور ان میں ہے کہ بعض صحابہ اس حالت میں آئے کہ آنکھیں لال اور آنکھیں پھولی ہوئی تھیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۸۶ ج ۹)

طلاق دینے میں مرد کیوں مختار ہے؟

سوال: طلاق دینے میں مرد کیوں مختار ہے؟ جب کہ نکاح کے وقت عورت کی مرضی معلوم کی جاتی ہے تو طلاق کے وقت کیوں معلوم نہیں کی جاتی؟ اور کبھی عورت علیحدہ ہونا چاہتی ہے وجہ بھی معقول ہے لیکن ضدی شوہر نہ طلاق دیتا ہے نہ حقوق زوجیت ادا کرتا ہے ایسے وقت میں عورت کو کون سی راہ اختیار کرنا چاہیے؟ کیا اسلامی قوانین میں اس کا کوئی حل ہے؟ بینوا توجروا (از بمبئی)

جواب: اللہ تعالیٰ نے مرد کو کامل العقل، معاملہ فہم اور دور اندیش بنایا ہے وہ جو فیصلہ کرتا ہے سوچ سمجھ کر اس کے تمام پہلوؤں پر غور و فکر کر کے اور نتائج کو سامنے رکھ کر کرتا ہے۔ جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کرتا، عورت کے اندر فطرتاً ان صفات کی کمی ہوتی ہے وہ بہت جلد باز اور جذبات سے مغلوب ہو کر بہت جلد فیصلہ کر ڈالتی ہے، نتائج پر اس کی نظر نہیں ہوتی اور ساتھ ساتھ اللہ نے مرد کو عورت پر فوقیت بخشی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: "وللرجال علیھن درجۃ" اور مرد کا عورت کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے۔ (سورہ بقرہ پارہ نمبر ۲)

نیز ارشاد ہے: "الرجال قوامون علی النساء" مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ (سورہ نساء پارہ نمبر ۵)

ان وجوہات کی بناء پر شریعت نے طلاق کا اختیار مرد کو دیا ہے۔

آقا ملازم رکھتا ہے تو معاملہ دونوں کی رضامندی سے طے ہوتا ہے لیکن جب ملازم آقا کے کام کا نہیں رہتا دونوں میں اَن بَن ہو جاتی ہے تو آقا اسے علیحدہ کر دیتا ہے، ملازم رضامند ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح جب ملازم کا دل ملازمت سے اُچاٹ ہو جاتا ہے تو وہ استعفیٰ دے کر علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ یہ دنیوی قاعدہ ہے جسے بخوشی قبول کیا جاتا ہے تو شرعی قانون قبول کرنے میں کیوں تامل ہے؟ شرعی

قانون اس بارے میں یہ ہے کہ جب شوہر اور بیوی میں اختلاف ہو جائے اور عورت جو چین اور سکون کا ذریعہ تھی بجائے اس کے وہ دردسر بن جائے اور وہ عورت جس کی وجہ سے گھر نمونہ جنت بنتا ہے بجائے اس کے نمونہ جہنم بن جائے تو ان حالات میں وہ عورت اس عضو کی طرح ہے جس کو کیڑوں نے کھالیا ہو اور وہ اپنے شدید درد سے ہر وقت پورے بدن کو ستاتا اور دکھ دیتا رہتا ہو تو اب حقیقت میں وہ دانت دانت نہیں ہے اور نہ وہ متعفن عضو عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہوتی ہے کہ اس کو اکھاڑ دیا جائے اور کاٹ دیا جائے۔ اسی طرح یہاں سلامتی اور قلبی سکون اسی میں ہوتا ہے کہ اس عورت کو طلاق دے کر نجات حاصل کی جائے اس لیے کہ نکاح کا مقصد ہی فوت ہو چکا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۲۷۷)

عورت نے خود تین طلاق شوہر سے سنی ہے لیکن مرد کو یاد نہیں ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت قسم کے ساتھ یہ بیان دیتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھے تین صریح طلاق دی ہے' مرد کو کچھ یاد نہیں ہے جبکہ شاہدوں کا کہنا دو صریح طلاق کا ہے۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اب عورت اور مرد کو تعلق قائم کرنے کے لیے کیا صورت اختیار کرنی ہوگی؟ جواب مرحمت فرمائیں؟

جواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً! خاوند کو عدد طلاق یاد نہیں ہیں اور گواہ دو صریح طلاق دینا بیان کرتے ہیں تو قضاء دو طلاقیں واقع ہوں گی لیکن چونکہ عورت بذات خود وہاں موجود تھی اور اس نے اپنے کانوں سے تین طلاقیں سنی ہیں اور بقسم بیان کرتی ہے کہ شوہر نے تین صریح طلاقیں دی ہیں۔ لہٰذا عورت اپنے حق میں تین ہی طلاق واقعہ ہونا سمجھے' اسے حلال نہیں کہ بدون حلالہ اپنی ذات کو شوہر کے حوالہ کرے۔ شامی میں ہے:

والمرأة كالقاضي اذا سمعته اواخبرها عدل لايحل لها تمكينه

(ج ۲ ص ۵۹۴ باب الصريح)

گونگے کی بیوی طلاق کیسے حاصل کرے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح بچپن میں ایک لڑکے سے کر دیا تھا' اس وقت لڑکے میں کوئی عیب نہ تھا' بالغ ہونے کے بعد لڑکے میں چند عیوب پیدا ہو گئے جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ نامرد گونگا ہے اس لیے لڑکی کا والد چاہتا ہے کہ اس کا دوسرا نکاح کر دے مگر لڑکا بوجہ گونگا ہونے کے

طلاق نہیں دے سکتا' اس وجہ سے اس کا دوسرا نکاح درست ہے یا نہیں؟

جواب: گونگے کی طلاق اشارے سے پڑ جاتی ہے اور تحریر سے بھی پڑ جاتی ہے اگر وہ لکھ سکتا ہے تو اس سے طلاق لکھوائی جائے ورنہ اشارے سے طلاق دلوائی جائے۔ بغیر طلاق کے دوسرا نکاح اس لڑکی کا درست نہیں ہے۔ (کمافی الشامی ارالعلوم دیوبند ص ۸۳ جلد ۹)

گونگا تین کنکری پھینکے تو اس سے طلاق نہ ہوگی

سوال: زید گونگا ہے اس کی بیوی نے اس سے علیحدہ ہونے کی یہ صورت اختیار کی کہ اس سے تین کنکریاں پھینکنے کو کہا' سو گونگے کے اس فعل سے تین طلاق واقع ہو جائیں گی یا نہیں؟

جواب: تین کنکریاں پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ طلاق یا تو لفظ سے ہو یا جو چیز اس کے قائم مقام ہے اس کے ذریعے ہو' جیسے واضح کتابت یا سمجھ میں آنے والا اشارہ ہو۔ لہٰذا تین پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۹۸ جلد ۹)

طلاق کے ساتھ لفظ ان شاء اللہ آہستہ سے کہا

سوال: اگر طلاق اس طرح دے کہ آہستہ سے لفظ انشاء اللہ کہے' مثلاً یوں کہے کہ میں سب کے سامنے تین طلاق دوں گا مگر انشاء دل میں ضرور کہوں گا اور ایسے ہی کہا' یعنی انشاء اللہ آہستہ سے کہا جس کو کسی نے نہیں سنا تو یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر طلاق کے ساتھ انشاء اللہ اس طرح کہا ہے کہ اگر کوئی اس کے منہ سے کان لگا دے تو سن لے تو وہ استثناء معتبر ہے۔ یعنی طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر محض دل میں کہا اور زبان سے اس طرح نہیں کہا کہ اس کے منہ سے کان لگانے والا سن سکے تو طلاق واقع ہوگئی اور استثناء صحیح نہیں ہوگا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۹۸ جلد ۹)

عورت نے کہا ''مجھے طلاق دے دو'' شوہر نے کہا ''دی'' طلاق ہوگی یا نہیں؟

سوال: شوہر اور بیوی میں جھگڑا ہو رہا تھا' جھگڑے کے دوران بیوی نے شوہر سے کہا: تمہارے ساتھ نہیں رہنا ہے تم مجھے طلاق دے دو' شوہر نے جواب میں کہا ''دی'' اس کے بعد پھر عورت نے کہا ''مجھے طلاق دے دو'' شوہر نے دوبارہ اس کے جواب میں کہا ''جا میں نے دے دی'' مذکورہ صورت میں عورت پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ شوہر لفظ ''طلاق'' نہیں بولا ہے' اگر مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوئی ہو تو کتنی ہوئی؟ بینوا توجروا

جواب: اگر کوئی بات کسی سوال کی جواب میں کہی جائے تو جواب اعادہ مافی السوال کو متضمن ہوتا ہے۔ لہٰذا شوہر نے اگرچہ جواب میں لفظ طلاق استعمال نہیں کیا ہے مگر جواب میں یہ لفظ موجود سمجھا جائے گا اور دو مرتبہ سوال و جواب ہوا ہے اس لیے صورت مسئولہ میں عورت پر دو طلاق رجعی واقع ہو گئیں عدت میں شوہر کو حق رجعت حاصل ہے عورت راضی ہو یا نہ ہو شوہر رجوع کر سکتا ہے۔

درمختار میں ہے: **قالت لز جها طلقنی فقال فعلت طلقت فان قالت زدنی فقال فعلت طلقت ا ری (درمختار)**

ردالمحتار میں ہے: **(قوله فقال ف ت) ای طلقت بقرينة الطلب' والجواب يتضمن اعادة مافى السوال (درمختار ورد المحتار ص ۶۳۳ ج ۲ قبيل باب الكنايات) فقط والله اعلم بالصواب.** (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۲۹۴)

انگریزی میں ''ڈائی ورس'' Divorce تین مرتبہ لکھا تو کتنی طلاق واقع ہونگی

سوال: میاں بیوی میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا' بیوی نے اپنے والد کو فون کیا' آپ آ کر مجھے یہاں سے لے جائیں' والد آ کر اپنی بیٹی کو اور نواسے کو لے گیا' بچہ کی عمر تین سال ہے' بیوی کے جانے کے بعد شوہر نے بیوی کو ایک خط لکھا جس میں اس نے تین مرتبہ Divorce ''ڈائی ورس'' ''ڈائی ورس'' ''ڈائی ورس'' لکھا لفظ ''طلاق'' نہیں لکھا۔ بعد میں یہ خبر عام ہونے لگی کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے جب مرد نے یہ سنا تو اس نے ایک خط بیوی کو اور ایک خط سسر کو لکھا اس میں نے اس نے لکھا کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دینے کا بالکل ارادہ نہیں کیا تھا صرف ڈرانے اور دھمکانے کے لیے وہ خط لکھا تھا' پس شریعت کا فیصلہ کیا ہے؟ تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا (ساؤتھ افریقہ)

جواب: ھوالموفق للصواب: طلاق نامہ سامنے نہیں ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ لفظ Divorce ''ڈائی ورس'' وہاں (افریقہ) کے عرف میں طلاق صریح ہے یا کنایہ؟ یا اصل تو کنایہ ہے مگر طلاق میں غلبہ استعمال سے صریح کے حکم میں ہو گیا ہے؟ لہٰذا کوئی قطعی فیصلہ کرنا مشکل ہے یہ تو وہاں کے علمائے کرام کا کام ہے جو یہ جانتے ہوں کہ یہ لفظ طلاق صریح کا ہے یا کنایہ طلاق کا یا کثرت استعمال سے صریح کے حکم میں ہو گیا ہے۔

اگر لفظ ''ڈائی ورس'' وہاں کی زبان میں طلاق کے لیے موضوع ہے اور طلاق ہی میں

مستعمل ہے تو اگرچہ یہ لفظ عربی کا نہیں ہے انگریزی کا ہے تاہم اس سے طلاق واقع ہوجائے گی۔ ایک مرتبہ کہنے سے ایک طلاق رجعی دو مرتبہ کہنے سے دو طلاقیں رجعی اور تین مرتبہ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی اور عورت مغلظہ بائنہ ہوجائے گی اور شوہر کا یہ قول کہ میری طلاق کی نیت نہیں تھی ڈرانا مقصود تھا' مسموع نہیں ہے۔

اور اگر یہ لفظ کنایہ طلاق ہے طلاق کے لیے موضوع نہیں ہے مگر طلاق اور غیر طلاق کا احتمال رکھتا ہے۔ یعنی اس لفظ سے طلاق مراد ہونا ظاہر نہ ہو طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی مستعمل ہو تو ایقاع طلاق کے لیے نیت کا ہونا ضروری ہے۔ طلاق کی نیت ہوگی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی البتہ دلالت حال' مذاکرہ طلاق' نزاع زوجین شوہر کا غصہ وغیرہ قرائن قویہ سے ظن غالب ہوجائے کہ طلاق دینے کا ہی قصد تھا تو وقوع طلاق کا حکم دیا جائے گا ان قرائن قویہ کی موجودگی میں شوہر نیت طلاق کا انکار کرے تو اس کی بات قضاء معتبر نہ ہوگی۔

اور اگر لفظ ''ڈائی ورس'' اصل میں تو کنایہ ہے' طلاق کے لیے موضوع نہیں ہے لیکن طلاق میں غلبہ استعمال سے صریح کے حکم میں ہوگیا ہے تو نیت کا محتاج نہیں ہے بلانیت طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔ اگر بائن متعارف ہو جس طرح لفظ ''فارغ خطی'' میں بائن متعارف ہے ورنہ رجعی ہوگی جیسے لفظ ''چھوڑ دی'' میں رجعی متعارف ہے۔ درمختار میں ہے: باب الصریح

(صریحه مالم يستعمل الافيه) ولو بالفارسية (قوله مالم يستعمل الافيه) فمالا يستعمل فيها الا فى الطلاق فهو صريح يقع بلانية وما استعمل فيها استعمال الطلاق وغيره فحكمه حكم كنايات العربية فى جميع الاحكام بحر (درمختار مع الشامى ج ٢ ص ٥٩٠ باب الصريح)

دوسری جگہ ہے: **(باب الكنايات) (كنايته) عندالفقهاء (مالم يوضع له) اى الطلاق (واحتمله وغيره) فالكنايات لاتطلق بها قضاء (الابنية او دلالة الحال) وهى مذاكرة الطلاق اوالغضب (درمختار مع الشامى ج ٢ ص ٦٣٥' ص ٦٣٦ باب الكنايات)**

(نوٹ) جس صورت میں قضاء طلاق واقع ہوتی ہے عورت کو بھی وقوع طلاق پر ہی عمل کرنا ہوگا کہ ''المرأة كالقاضى'' مصرح ہے اور جب قاضی یا اس کا قائم مقام (پنچایت وغیرہ) طلاق نافذ کرکے تفریق کا حکم دے گا تو دیانۃً بھی طلاق ہوجائے گی۔ (فقط واللہ اعلم بالصواب ۶ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ)

''میں نے تجھ کو چھوڑ دی'' یہ جملہ متعدد بار بولا تو کیا حکم ہے؟

سوال: میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے تھے' بیوی بچوں کو لے کر اپنی ماں کے گھر چلی گئی اور بیوی کا بیان ہے کہ شوہر نے متعدد بار یہ لفظ اس کے سامنے بولا ہے۔ میں نے تجھ کو چھوڑ دی' شوہر سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ وہ یہ لفظ متعدد بار بولا تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

جواب: لفظ ''چھوڑ دی'' کثرت استعمال کی وجہ سے صریح کے حکم میں ہے اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ شامی میں ہے:

فاذا قال رھا کردم ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله کنایة (شامی ص ۶۳۸ باب الکنایات)

کے مطابق عورت پر تین طلاق مغلظہ واقع ہو جائیں گی۔ واللہ اعلم۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۲۶۶)

ایک شخص نے بیوی سے کہلوایا میں تیری عورت نہیں ہوں اور تو بھی میرا مرد نہیں ہے' کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ سے غصہ کی حالت میں تین دفعہ یہ الفاظ کہلائے کہ میں تیری عورت نہیں ہوں اور تو بھی میرا مرد نہیں ہے تو اس کہنے سے طلاق پڑتی یا نہیں؟

جواب: اس کہنے سے کچھ نہیں ہوا' طلاق واقع نہیں ہوئی۔ آئندہ ایسے کلمات سے احتراز کرنا چاہیے۔ (طلاق کا مالک مرد ہوتا ہے عورت نہیں۔ لہٰذا عورت کے اس جملے کے کہنے سے طلاق واقع ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ انما الطلاق لمن اخذ الساق (ابن ماجه ص ۱۵۰) ط.س. ج ۳ ص ۲۴۲) ظفیر (شامی) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۹ ص ۹۲۰)

غلط شہرت سے طلاق نہیں ہوتی

سوال: مصاحب علی اور ان کی بیوی میں عرصہ سے رنجش تھی۔ چند اشخاص نے مصاحب علی کی بیماری میں اور تندرستی میں دریافت کیا کہ کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہ میں نے ان کو طلاق دی اور نہ میں ان سے ناراض ہوں' صرف وہ اپنے باپ کے یہاں گئی ہوئی ہیں۔ جس وقت ان کا جی چاہے چلی آویں' ان کا گھر موجود ہے مگر بعد وفات مصاحب علی کے غلام مصطفیٰ کو جس کو مصاحب علی نے کل جائیداد ہبہ کی ہے انہوں نے غلط یہ مشہور کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ مصاحب علی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے' آیا اس غلط مشہور کرنے سے طلاق ثابت

ہوگئی اور عورت اپنے شوہر کے ترکہ سے محروم ہوگی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں شوہر کے مرنے کے بعد لوگوں کا یہ مشہور کرنا کہ متوفی نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی تھی حالانکہ زوجہ متوفی کی اس سے انکار کرتی ہے' لغو اور باطل ہے۔ لوگوں کے کہنے سے بعد مرنے شوہر کے طلاق ثابت نہیں ہوسکتی۔ خصوصاً جب کہ خود غرضی ان کی معلوم ہو' علاوہ بریں اگر مرض الموت میں شوہر کا طلاق دینا بھی ثابت ہوجاوے اور قبل اختتام عدت شوہر فوت ہوجاوے تو عورت پھر بھی وارث ترکہ شوہر سے ہوتی ہے۔ **کمافی الدرالمختار فلو ابانھا وھو کذٰلک ومات فیه بذٰلک السبب ورثت ھی الخ. فقط**

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار باب طلاق المریض ج۲ ص۷۱۷' اذا طلق الرجل امرأته فی مرض موته طلاقا بائنا فمات وھی فی العدة ورثته (ھدایه باب طلاق المریض ج۲ ص ۳۷۰ ط.س. ج۳ ص۸۷. ۳۸۶) ظفیر

کاتب سے ایک طلاق لکھنے کا کہا اس نے تین لکھ دی

سوال: زید نے گھریلو تنازع کی بناء پر بیوی کے لیے ایک ہندو کاتب سے طلاق نامہ لکھوایا اور کہا کہ میری بیوی کو ایک طلاق لکھ دے مگر اس نے زید کے ایک دشمن کی اندرونی سازش کی وجہ سے تین لکھ دیں' زید نے حسن ظن کی وجہ سے بغیر پڑھے ہی دستخط کردیئے کہ زید کا حلفی بیان ہے اس صورت میں کتنی طلاق واقع ہوئیں؟

جواب: زید کے بیان کے مطابق اس کی بیوی پر ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور زید دوران عدت رجوع کرسکتا ہے اور عدت کے بعد بغیر حلالہ نکاح جدید کرسکتا ہے لیکن اگر زید نے جھوٹ کہا ہے تو بیوی کو رکھنے کا وبال اسی پر ہوگا مگر شریعت کے حکم کے مطابق ایک طلاق رجعی کا حکم کیا جائے گا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۱۲۲ ج۹)

گمشدہ شخص کی بیوی نے دوسری شادی کرلی' شوہر اول واپس آیا' کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک شخص عرصہ نو سال مفقود الخبر رہا۔ پانچ سال کے بعد اس کی عورت نے عدالت میں برضامندی برادری دعویٰ تنسیخ دائر کرکے اپنے استغاثہ کی تائید

میں اپنے والد اور سسر کو عدالت میں طلب کرا کر استغاثہ کی تائید کروائی۔ صاحب بہادر نے باوجود شہادت لینے کے عورت کے خاوند کے اشتہار جاری کیے ہیں لیکن وہ حاضر عدالت نہ ہوا اس کے بعد صاحب نے یہ فیصلہ صادر کیا ہے کہ میں یکطرفہ ڈگری بمعہ خرچہ بحق مدعیہ برخلاف مدعا علیہ کرتا ہوں' یہ نکاح فسخ کیا جاتا ہے مگر اس فیصلہ کا اثر چھ ماہ میعاد کے بعد تصور ہوگا۔ اب جس کو پانچ سال گزر چکے ہیں' عورت نے برضا مندی برادری دوسری جگہ نکاح کر لیا جو ثانوی طور پر درج رجسٹر ہو چکا ہے۔ اب مفقود الخبر دس گیارہ یوم سے گھر واپس آ گیا ہے' برادری میں مطالبہ کرتا ہے کہ وہی میری عورت مجھے واپس کر دو' عورت سے دریافت کیا گیا اس نے بتایا کہ جس نے نو سال سے مجھے نان ونفقہ اور حقوق زوجیت سے محروم رکھا ہے مجھے اب اس پر کیا اعتبار ہے کہ میں اب اس کے پاس چلی جاؤں' میں اس کے پاس جانا پسند نہیں کرتی ہوں کیونکہ اس نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے کہ درمیان عرصہ نہ کوئی میرے پاس خرچ بھیجا اور نہ ہی کوئی خیریت کا خط بھیجا۔ بذریعہ عدالت آزاد ہو کر دوسری جگہ نکاح کرایا ہوا ہے قانونی طور پر جو اس سے بن سکے کرے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ شریعت کا جو اصول ہے اب اس کو شرعی طور پر کس طرح نمٹایا جائے؟ اب جس کے ساتھ عورت کا نکاح ہے اس کو برادری نے مجبور کر کے عورت دی تھی اور اس کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو رہا تھا کہ مفقود الخبر کی کبھی واپسی بھی ہوگی اور دوسرے طریقہ سے یعنی کہ دوسرا بازو دیا جائے گا۔ یہ معاہدہ بھی نہیں ہے' اگر اب مفقود الخبر پر اعتبار نہیں کرتے کہ ممکن ہے کہ وہ پھر ایسا کرے' نکل جائے اور پھر دوسری دفعہ خرابی پیدا ہو جائے۔ اس معاملہ میں فریقین کے درمیان بہت جلد فیصلہ کرانے کی آرزو ہو رہی ہے؟ بینوا توجروا

جواب: عورت اپنے خاوند سابق کے نکاح میں رہے گی اور اسی کی منکوحہ سمجھی جائے گی۔ شوہر دوئم کے پاس رہنا جائز نہیں کیونکہ شوہر اول کی واپسی سے نکاح ثانی باطل قرار دیا گیا۔ الحیلۃ الناجزۃ ص ۷۳ پر ہے:

وفی میزان الشعرانی ص ۱۲۴ ج ۲ ومن ذلک قول ابی حنیفة ان المفقود اذا قدم بعد ان تزوجت زوجته بعد التربص بطل العقد وهی للاول وان کان الثانی وطئها فعلیه مهر المثل وتعتد من الثانی ثم تردالی الاول.

چونکہ پہلا نکاح قائم ہے اس لیے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ البتہ دوسرے شوہر کی عدت گزارنا واجب ہے۔ عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر اول کو اس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں۔ پوری احتیاط لازم ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۵۳۵)

شوہر نے دو طلاقیں دی مگر بیان میں جھوٹ کہہ کر تین بتائیں

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو دو طلاقیں دی تھیں۔ چند ایام کے بعد ایک مولوی صاحب اس معاملہ کے فیصلہ کے لیے آئے تو انہوں نے پوچھا کتنی طلاق دیں تو اس شخص نے کہا کہ تین طلاق مغلظ دی تھیں۔ فیصلہ کے دو چار دن بعد کہنے لگا کہ میں نے دراصل دو طلاق دی تھیں، دو گواہ بھی موجود تھے میں نے جھوٹ بول کر تین کہہ دیں بتایئے اس طرح تین واقع ہوں گی یا دو؟

جواب: جب اس شخص نے سوال جواب میں یہ کہا کہ تین طلاق مغلظ تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوئیں اور رجوع کرنا اس کلام سے صحیح نہیں ہے۔ (الحدیث المنبوی الشریف) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند)

لاپتہ ہونے والے شخص کی بیوی کے لیے شریعت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (واقعہ بروئے حلف) بیان کرتا ہوں کہ میں ایک مہاجر ہوں۔ میرا نام محمد حنیف ولد کمال خان ہے، میں نے اپنی دختر جس کا نام مسماۃ آمنہ بیگم ہے اس کا عقد بنام حیدر ولد بہادر سے کر دیا تھا جس کو عرصہ سات سال گزر چکا ہے۔ اس دور میں جب لڑکی کے بال بچہ ہونے کو تھا اس کا شوہر حیدر میرے مکان پر چھوڑ کر چلا گیا جس کو عرصہ پانچ سال کا ہو گیا ہے اور لڑکی کے لڑکا پیدا ہوا وہ اب موجود ہے۔ مجبوراً میں نے ہی صرفہ برداشت کیا' اب پانچ سال سے میرے ہی پاس لڑکی رہتی ہے اس کے شوہر کا کہیں پتہ نہیں چلتا' کہاں گیا نہ خط و کتابت کرتا ہے' میں پانچ سال سے برابر پریشان ہوں' میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور بچہ کا صرفہ مجھ غریب پر ناحق پڑا ہوا ہے۔ علاوہ اس کے لڑکی جوان ہے' اب میں مجبور ہو کر آپ مفتیان شرع شریف سے درخواست کرتا ہوں' ایسی حالت میں لڑکی کا عقد ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ میں امید کرتا ہوں کہ بزرگان دین میری تکلیف پر غور فرماتے ہوئے جلد مسئلہ سے مطلع فرمائیں گے؟ (السائل فدوی محمد حنیف ولد محمد کمال سکنہ حال مقیم شکار پور سندھ)

جواب: لڑکی مذکورہ کسی مسلمان حاکم کے پاس دعویٰ دائر کر کے اپنے خاوند سے اپنے نکاح اور اس کے مفقود الخبر ہونے کو ثابت کرے۔ پھر حاکم اس کی تفتیش کے لیے چار سال کی مہلت دے اس چار سال میں حکومت بھی اس کی مکمل تفتیش جاری رکھے۔ چار سال کے بعد حاکم کے پاس پھر درخواست دے کر اس سے خاوند کی موت کا فیصلہ حاصل کرنے کے بعد حکم بالموت کے چار ماہ دس دن عدت وفات گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۱۴۱۔

ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے واقع ہوگئیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیں۔ مدرسہ خیر المدارس اور مدرسہ قاسم العلوم سے فتاوے لیے گئے جس پر دو دارالافتاء نے حرمت اور بغیر حلالہ کے نکاح کرنا ناجائز قرار دیا۔ اسی مسئلہ پر ایک فتویٰ لیا گیا جس میں انہوں نے لکھا کہ تین طلاقیں اکٹھی دینا بدعت ہے لہٰذا طلاق نہیں ہوئی۔ زوجین کے ایک ثالث نے دوسرے فتویٰ پر عمل کر کے زوجین کو بغیر حلالہ نکاح کر کے آپس میں رہنے کی اجازت دیدی اب زوجین مذکور اور ثالث کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ ان کے ساتھ کھانا پینا اور میل جول درست ہے یا نہ؟ بینوا تو جروا

جواب: جمہور صحابہؓ اور اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے کے ساتھ ہی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا اگر اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہوں تو بغیر حلالہ کے دوبارہ آباد کرنا ناجائز اور حرام کاری ہے۔ طرفین فوراً جدا ہو جائیں اگر خاوند اس مطلقہ عورت کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا تو اس سے برادری کے تعلقات ختم کرائے جائیں ثالث بھی گنہگار ہے اس کو بھی توبہ تائب ہونا چاہیے کیونکہ اس نے بھی صحیح حکم سے فریقین کو آگاہ نہیں کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۴۳۷۔

ایک بیوی کو دوسری بیوی کی طلاق کا اختیار دینا

سوال: ایک شخص ہندہ سے نکاح کرتے وقت یہ کابین نامہ لکھ کر دیا ہے کہ میں اس کی اجازت کے بغیر دوسری شادی یا نکاح نہیں کروں گا اگر کر دی تو اس کو اختیار ہے کہ میری طرف سے اس دوسری زوجہ پر تین طلاق واقع کر دے اب زید نے ہندہ کو طلاق دے دی ہے تو اگر اس وقت زید کسی دوسری عورت سے نکاح کرے تو ہندہ اس پر طلاق واقع کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: ہندہ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ زید کی دوسری بیوی کو طلاق دے دے۔ (شامی کتاب الایمان میں یہی مسئلہ وضاحت سے مذکور ہے) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

تجھے طلاق ہے چلی جا' کہنے سے کونسی طلاق ہوئی؟

سوال: زید نے اپنی بیوی کو تنہائی میں یہ کہہ دیا کہ میری طرف سے تجھے طلاق ہے' چلی جا' اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور ہندہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر زید نے اپنی بیوی سے مذکورہ الفاظ کہے ہیں تو اس پر طلاق بائنہ واقع ہوگئی۔ تنہائی میں طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اگر دو مرتبہ کہے تو طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

مجھے ایسی نافرمان بیوی کی ضرورت نہیں ہے‘ نیت طلاق کی نہ ہو‘ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اگر خاوند اپنی بیوی کو کسی بات کے نہ ماننے پر بطور تنبیہ یہ الفاظ کہہ دے کہ مجھے ایسی نافرمان بیوی کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی نیت طلاق کی نہ ہو بلکہ محض تنبیہ کے طور پر مرد نے یہ الفاظ کہے ہوں تاکہ بیوی ڈر کر آئندہ ایسی بات نہ کرے تو کیا از روئے شرع مرد کے یہ الفاظ کہنے سے نکاح میں کوئی خلل واقع ہوسکتا ہے یا نہیں اور کبھی خلل واقع ہوجانے کا اندیشہ ہے تو آئندہ کے لیے میاں بیوی کس طرح اپنے تعلقات استوار رکھ سکتے ہیں یا اس قسم کے تنبیہی الفاظ استعمال کرنے سے نکاح میں کوئی خلل نہیں پڑتا؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: ان الفاظ سے بغیر نیت طلاق کے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہ الفاظ عموماً زجر و توبیخ اور تنبیہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۲۰۴۔

نشہ میں جو طلاق دی جائے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: زید نشہ پی کر اپنی بیوی کو طلاق طلاق بکتا ہے اور لوگوں کی مار پیٹ کرنے کی وجہ سے طلاق طلاق کہتا ہوا چلا جاتا ہے‘ تین دن کے بعد اپنی بیوی سے قصور کی معافی چاہتا ہے اور طلاق کی وجہ دریافت کرنے پر لاعلمی ظاہر کرتا ہے‘ غرض کہ حالت نشہ میں متعدد مرتبہ اپنی بیوی کو طلاق طلاق کہا ہے‘ یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں‘ اگر ہوئی تو کون سی ہوئی‘ مجنون و سکران میں کیا فرق ہے‘ اردو کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور سکران کی طلاق واقع ہوجاتی ہے حالانکہ دونوں فاتر العقل ہیں؟

جواب: شامی میں ہے وفی التاتار خانیة طلاق سکران واقع اذا اسکر من الخمر اوالنبیذ وھو مذھب اصحابنا. پس بموجب اس روایت کے صورت مسئولہ میں زید کی زوجہ مطلقہ ہوگئی‘ پھر اگر زید نے لفظ طلاق تین مرتبہ یا اس سے زیادہ کہا ہے تو اس کی زوجہ مغلظہ بائنہ ہوگئی‘ رجعت اس سے درست نہیں اور نکاح جدید بھی بلا حلالہ کے درست نہیں ہے اور اگر لفظ طلاق دو مرتبہ کہا ہے تو اس میں رجعت عدت کے اندر صحیح ہے اور بعد عدت کے نکاح جدید ہوسکتا ہے لیکن ظاہر سوال سے زید کا چار دفعہ لفظ طلاق کہنا معلوم ہوتا ہے کہ دو مرتبہ خود بخود حالت نشہ میں لفظ طلاق کہا اور دو مرتبہ لوگوں کی مار پیٹ پر تو اگر فی الواقع ایسا ہی ہے اور یہ تکرار عبارت نہیں ہے تو اس صورت میں تین طلاق اس کی زوجہ پر واقع ہوگئیں اور رجعت و نکاح جدید بلا حلالہ

کے درست نہیں ہے اور گو اس میں شک نہیں کہ مجنون کی طرح سکران بھی فاتر العقل ہے لیکن مقدمہ طلاق میں اس کا یہ سکر جس کی صحیح تعریف یہ ہے کہ بوجہ نشہ کے آسمان کو زمین سے فرق نہ کرے۔ زجر اور توبیخ کی غرض سے غیر قابل اعتبار تصور کیا گیا ہے اور بجائے فاتر العقل کے قائم العقل قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ درمختار کی اس عبارت "**ویقع طلاق کل زوجہ بالغ عاقل ولو تقدیراً لیدخل السکران**" سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ سکران لزوم احکام میں ہے۔ زجراً۔ بمنزلہ ہوشیار کے اور حکم میں عاقل کے ہے بخلاف مجنون کے یعنی ایسا شخص جس کے دماغ میں خلقی طور پر کوئی نقصان ہو یا کسی آفت اور صدمہ کی وجہ سے ایک ایسا خلل واقع ہو گیا ہو کہ جس کی وجہ سے بھلے اور برے میں اس کو کوئی امتیاز باقی نہ رہے، نہ کسی کام میں اس کی نظر نفع نقصان پر ہو کہ وہ بحکم حدیث رفع القلم عن الثلاثۃ۔ اس حکم سے خارج ہے جیسا کہ درمختار کی اس عبارت سے ظاہر ہے، پس اس کی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں، اور اسی وجہ سے حالت جنون میں مجنون کی طلاق کے متعلق عدم وقوع کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱) مشکوٰۃ باب الخلع والطلاق ص ۲۸۴ ظفیر

(۲) ولایقع طلاق المولیٰ علی عبدہ الخ والمجنون (درمختار) قال فی التلویح الجنون اختلال القوۃ الممیزۃ بین الامور الحسنۃ والقبیحۃ الخ (ردالمختار کتاب الطلاق ج ۲ ص ۵۸۶. ط. س. ج ۳ ص ۲۴۲) ظفیر. فتاویٰ دارالعلوم ج ۹ ص ٦٧.

(ردالمحتار کتاب الطلاق ج ۲ ص ۵۸۴) ظفیر

(السکر سروریزیل العقل فلا یعرف بہ السماء من الارض وقالا بل یغلب علی العقل فیھذی فی کلامہ الخ قال فی البحر والمعتمد فی المذھب الاول (ردالمحتار کتاب الطلاق ج۲ ص ۵۷۲ ط. س. ج۳ ص ۲۳۹) ظفیر

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار کتاب الطلاق ج۲ ص ۵۷۹ ط.س. ج۳ ص ۲۳۵ قولہ لیدخل السکران فانہ فی حکم العاقل (جرالہ ردالمحتار ایضاً) ظفیر

طلاق حاملہ، حائضہ اور نفساء کو بھی ہو جاتی ہے

سوال: ہمارے علاقوں میں یہ مشہور ہے کہ عورت اگر حاملہ یا حائضہ یا نفساء ہو تو طلاق نہیں ہوتی؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب: واضح رہے کہ حاملہ، حائضہ یا نفساء کو اگر طلاق دی جائے تو طلاق واقع ہو جائے گی، اگر تین دے گا تو وہ بھی واقع ہو جائیں گی لیکن ان حالات میں عورت کو طلاق دینا بدعت اور گناہ ہے مگر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (کمافی کتب الفقہ) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند)

مال کے عوض طلاق جائز ہے یا نہیں؟

سوال: بیوی اگر شوہر کو مال دے کر طلاق لے لے تو جائز ہے یا نہیں اور عدت ہوگی یا نہیں؟

جواب: بالغ مرد سے اگر اس کی عورت مال دے کر طلاق لے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور عدت لازم ہوگی۔ اگر صحبت یا خلوت صحیحہ ہوئی ہے ورنہ عدت نہیں اور وہ روپیہ لینا مرد کے لیے درست ہے لیکن اگر جھگڑے میں قصور مرد کا ہے تو روپیہ لینا اس کے لیے اچھا نہیں ہے۔ (کمافی البدائع) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند)

اگر ہلاک ہونے یا ضرب شدید کا خوف ہو تو تحریر طلاق پر دستخط کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کو تو گھر پر رکھ کر اس کو بسانے کے لیے آمادہ نہیں ہے اور اپنی ہمشیرہ کو اپنے پاس رکھ کر اس سے ناجائز فعل سرزد کرا کر خود بھی اس کی کمائی کھانے لگا اور اپنی ہمشیرہ اپنے بہنوئی کے پاس بھی نہیں بھیجنے پر آمادہ تھا۔ یعنی دیوس کی شکل اختیار کر رکھی تھی۔ پہلے ہی سے اس مذکورہ بالا شخص کے سسرال میں ان بن تھی۔ اس مندرجہ بالا ذکر سے سسرال کے افراد اور سسرال کے رشتہ دار متاثر ہوئے جن لوگوں نے اس مندرجہ بالا شخص کے نکاح کرانے کے لیے مدد کی تھی، اس وقت انہی لوگوں نے اس کے سسرال کے لوگوں کے کہنے سے اور اس مندرجہ بالا عذر سے اس شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا اور اپنے گھر بٹھا کر اس سے طلاق طلب کی جن میں اس شخص کی بڑی سالی اور لڑکی کا چچا وغیرہ شامل تھے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ تم میرے وارثوں کو یعنی میرے کنبہ کے نمبرداروں کو بلاؤ اور اس لڑکی کے کنبہ والوں کو بلالو تو میں طلاق دوں گا، پھر کہا تو اس کا کوئی نمبردار آنے پر راضی نہیں ہے اور نہ آیا اور نہ اس طرف سے کوئی آدمی آیا تو

پھر اس نے کہا کہ تم لڑکی کو میرے پاس بھجواؤ' اس پر اس کے چچا نے دو تھپڑ مارے' دوسرے چچا نے کہا کہ فلاں کو بلا لو تو طلاق لکھ دوں گا۔ یہ جو آپ نے کہا اس پر تو طلاق ہو گئی' محض لکھنا باقی ہے' اس شخص نے اتنا کہتے ہوئے جب سنا تو لکھ دیا' اس نے لکھنے سے پہلے یہ کہا کہ تم لکھو میں زبانی کہہ دیتا ہوں' لوگوں نے کہا کہ تم اپنے ہاتھ سے لکھو تو مندرجہ ذیل پرچہ تحریر کیا ہے؟

جواب: اگر اس کو مار پیٹ کر اور ڈرا دھمکا کر جس سے اسے ہلاک ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو یا ضرب شدید کا خوف طاری ہو گیا ہو اور اس نے یہ تحریر لکھ دی ہے اور زبان سے کچھ نہ کہا ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی ورنہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۱۹۶۔

ایک دفعہ صریح طلاق دینے سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی کا نکاح آج سے تقریباً بارہ سال قبل ہوا' کچھ عرصہ بعد کچھ گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے دونوں گھروں میں آنا جانا بند ہو گیا۔ اس عرصہ میں لڑکی کے باپ نے کہا کہ میں لڑکی کو کچھ عرصے کے لیے گھر لے جاؤں گا جس پر لڑکے نے بخوشی اجازت دے دی اور لڑکی کا باپ لڑکی کو لے گیا۔ عرصہ دو ماہ بعد لڑکا اپنی بیوی کو لینے گیا تو لڑکی کے باپ نے لڑکی کو بھیجنے سے انکار کر دیا جس پر لڑکا چپ چاپ سیدھا بہاولپور آ گیا' بہاولپور آ کر لڑکے نے غصہ میں آ کر طلاق دی۔ بعد میں لڑکے نے ایک خط بھی لڑکی کے باپ کو لکھا جس میں صرف ایک دفعہ طلاق کا نام لکھا ہے۔ ویسے بہاولپور میں بیسیوں آدمیوں کے استفسار پر فرداً فرداً اقرار طلاق کیا۔ بعد میں لڑکے نے غصہ کے بعد کہا کہ میں لڑکی کو نہیں چھوڑوں گا' دوبارہ لاؤں گا اور رکھوں گا۔ اس کے بارے میں علماء دین کی کیا رائے ہے؟ اور شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال طلاق رجعی واقع ہو گئی ہے۔ عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے۔ عدت کے بعد نکاح جدید بتراضی طرفین بغیر حلالہ کے جائز ہے۔ بشرطیکہ زبانی ایک دفعہ طلاق کا لفظ کہا ہو اور تحریری بھی ایک دفعہ طلاق لکھا ہو۔ اگر تین دفعہ طلاق کے الفاظ استعمال کیے ہوں تو پھر بغیر حلالہ کے نکاح جائز نہ ہو گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ محمود ج ۶ ص ۳۰۹۔

تجھے ہمیشہ کیلئے تین طلاق کہنے کے باوجود حلالہ سے عورت حلال ہو جائیگی

سوال: اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی سے کہا تجھ کو ہمیشہ کے لیے تین طلاق تو اس صورت میں شرعی حلالہ کے بعد یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگی یا نہیں' لفظ ہمیشہ سے عدم حلت کا گمان ہوتا ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں شرعی حلالہ کے بعد وہ عورت زوج اول کے لیے حلال ہو جائے گی۔

شرعی حلالہ کے بعد زوج اول کے لیے حلال ہونا منصوص ہے۔ ارشاد خداوندی: "فان طلقها فلاتحل له من بعد حتّی تنکح زوجاً غیرہ" (دو کے بعد) اگر تیسری طلاق بھی دے دی تو اب یہ عورت اس کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ کسی اور سے نکاح کرے' یہ حلت لفظ ہمیشہ کہہ دینے سے ختم نہیں ہوئی بلکہ یہ لفظ لغو ہوگا۔ مندرجہ ذیل جزئیہ اس کی واضح دلیل ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وان قال انت طالق علی ان لارجعة لی علیک یلغو ویملک الرجعة کذا فی السراج الوهاج فتاویٰ عالمگیری کتاب الطلاق باب ۲ فصل ۳. فقط واللّٰه اعلم بالصواب. (فتاویٰ رحیمیه)

حالت حمل میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

جواب: جی ہاں حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

غیر فطری طریقے سے وطی سے نکاح باقی رہتا ہے؟

سوال: اگر کوئی اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرے تو نکاح بحال ہے یا نہیں؟

جواب: عورت کی دبر (جائے براز) میں وطی کرنا بالاجماع حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ صدق دل سے توبہ کرے۔ بارگاہ خداوندی میں عجز و انکساری سے اپنے گناہ کی معافی مانگے' یہ سنگین جرم ہے لیکن بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوئی۔

اگر بہو سسر پر زنا کا دعویٰ کرے تو حرمت مصاہرت

سوال: اگر ایک بہو اپنے سسر پر زنا کا دعویٰ کرے اس پر حرمت مصاہرہ لازم آتی ہے یا کہ نہیں؟

جواب: اگر شوہر اس کی تصدیق نہیں کرتا تو حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوگی۔

(آپکے مسائل اور ان کا حل ۲۰۴ ج ۵)

کیا تیری داڑھی شیطان کی داڑھی ہے' کہنے والے کی بیوی کو طلاق ہو جائیگی؟

سوال: دو شخص آپس میں ایک دینی مسئلہ پر تنازع کرتے ہیں اور ان میں سے ایک شخص دوسرے کو غصہ کی حالت میں کہتا ہے کہ تیری داڑھی شیطان کی داڑھی ہے اور اس بات کی دو تین بار تکرار کرتا ہے' اس شخص کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟

جواب: اس شخص کا یہ کہنا کہ تیری داڑھی شیطان کی داڑھی ہے شرعاً درست نہیں اور یہ قول اس

کا نہایت ناپسندیدہ اور داڑھی کی اہانت کا موجب ہے اس لیے وہ سخت گناہگار ہوا اس کو توبہ و استغفار کرنا چاہیے اور آئندہ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے مکمل احتراز کرنا چاہیے۔ البتہ اس لفظ سے کفر لازم نہیں آتا اور نہ ہی اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوتی ہے کیونکہ اس شخص کا مقصود داڑھی کی توہین نہیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۴۲۰ جلد ۵)

طلاق کی عدت کے دوران اگر شوہر انتقال کر جائے تو کتنی عدت ہوگی؟

سوال: اگر شوہر نے عورت کو طلاق دی اور عورت کی عدت کے دوران شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت طلاق کی عدت کے دن گزارے یا مرنے کی عدت کے دن گزارے؟

جواب: اگر عورت طلاق کی عدت گزار رہی تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس کی تین صورتیں ہیں اور تینوں کا حکم الگ الگ ہے۔

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ ہو اس کی عدت وہی وضع حمل (بچے کی پیدائش) ہے' بچے کی پیدائش سے اس کی عدت ختم ہو جائے گی' خواہ طلاق دہندہ کی وفات کے چند لمحوں بعد بچہ پیدا ہو جائے' عورت کی عدت ختم ہوگئی۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اور شوہر نے رجعی طلاق دی ہو اور عدت ختم ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہو جائے اس صورت میں طلاق کی عدت کالعدم سمجھی جائے گی اور عورت نئے سرے سے وفات کی عدت گزارے گی' یعنی چار مہینے دس دن۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اور شوہر نے بائن طلاق دی تھی۔ پھر عدت ختم ہونے سے پہلے مر گیا' اس صورت میں یہ دیکھیں گے کہ طلاق کی عدت زیادہ طویل ہے یا موت کی۔ ان دونوں میں سے جو زیادہ طویل ہوگی وہ اس کے ذمہ لازم ہوگی یا یوں کہہ لیجئے کہ عورت اس صورت میں طلاق اور وفات دونوں کی عدت بیک وقت گزارے گی۔ ان میں سے اگر ایک پوری ہو جائے اور دوسری کے کچھ دن باقی ہوں تو ان باقی ماندہ دنوں کی عدت بھی پوری کرے گی۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۵ ص ۴۱۳)

عدت کے دوران ملازمت کرنا

سوال: عورت کو عدت میں کوئی بہتر ملازمت مل جائے تو وہ شرعی طور سے ملازمت کر سکتی ہے یا کوئی مضائقہ ہے؟

جواب: اگر خرچ کا انتظام نہ ہو تو محنت مزدوری ملازمت جائز ہے۔ اگر خرچ کا انتظام ہو تو ملازمت بھی جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۴۱۷ ج ۵)

نکاح وطلاق کے شرعی احکام کو جہالت کی روایتیں کہنے والے کا کیا حکم ہے

سوال: عید کے بعد سخت غصہ کی حالت میں خاوند نے مجھ سے صاف صاف الفاظ میں اس طرح کہا ''میری طرف سے تجھے طلاق' طلاق' طلاق۔ تو آج سے میری ماں کے برابر ہے'' جب غصہ اترا تو کہنے لگے غصے کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی اس کے لیے باقاعدہ درخواست دینا پڑتی ہے جب کہیں طلاق ہوتی ہے۔ میں نے اپنے ایک ہمسایہ سے پوچھا اس نے کہا اب تو تمہیں طلاق پڑ چکی ہے لیکن خاوند کسی طرح نہیں مانتا۔ میں نے قرآن شریف اور بہشتی زیور دکھایا اس نے تو نعوذ باللہ برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ یہ تو جہالت کے وقت کی روایتیں ہیں۔ آج پڑھا لکھا معاشرہ ہے اس پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ ویسے میرا تو قرآن شریف اور حدیث پر پورا پورا ایمان ہے لیکن یہ آدمی مجھے زبردستی گناہ کی زندگی گزارنے پر مجبور کر رہا ہے لیکن میں انشاء اللہ انجام کی پرواہ کیے بغیر ایسا نہ کروں گی چاہے میری حالت کچھ ہو؟

جواب: طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے ہنسی خوشی میں طلاق کون دیا کرتا ہے؟ غصہ کی حالت میں طلاق ہو جاتی ہے اور زبانی طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے اس شخص کا یہ کہنا کہ ''یہ تو جہالت کے وقت کی روایتیں ہیں'' کلمہ کفر ہے۔ اس شخص کو اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہیے اور آپ اس کے لیے بالکل حرام ہو چکی ہیں اس سے علیحدگی اختیار کر لیجئے۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۴۲۲۔

دماغی توازن خراب ہونے کی صورت میں طلاق دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں نے اپنی بیوی مسماۃ مقصوداں کو غصہ میں آکر بیماری کی حالت میں دماغ کی خرابی کی وجہ سے طلاق دے دی تھی اب میری بیوی اور میں دونوں گھر آباد کرنے پر رضامند ہیں۔ فتویٰ صادر فرمایا جاوے مگر یہ بات ملحوظ رہے کہ طلاق کے بعد بیوی مسماۃ مقصوداں مذکورہ نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا تھا' نکاح کے بعد طلاق ہو گئی اب وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتی ہے' کیا اب وہ مجھ سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: بشرط صحت سوال اگر واقعی دوسرے خاوند نے صحبت کے بعد اس کو طلاق دے دی ہے تو عدت کے بعد پہلے خاوند کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۱۴۰

زبردستی کی طلاق واقع ہوجاتی ہے

سوال: ایک شخص نے ایک بیوہ سے نکاح کرلیا تھا مگر اس کے سسر نے زبردستی طلاق دلادی تو طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ وہ دونوں پھر اس نکاح میں رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی ہے کیونکہ جبراً طلاق دلوانے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے لیکن اگر ایک طلاق دی ہے تو عدت کے اندر بغیر جدید نکاح کے وہ شخص مطلقہ سے رجوع کرسکتا ہے اور اگر عدت گزر چکی ہے تو نکاح جدید کے ساتھ لوٹا سکتا ہے۔ (اگر تین دی ہیں تو بغیر حلالہ شرعی کے نکاح نہیں ہوسکتا) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

جب تک سوتیلی ماں کے ساتھ بیٹے کا زنا ثابت نہ ہو وہ شوہر کیلئے حرام نہیں

سوال: زید نے اپنی سوتیلی ماں سے زنا کیا' زید کی چچی نے اس کی تمام حرکات کو دیکھا' زید نے چچی سے کہا کہ مجھے معاف کرو' آئندہ کے لیے ایسا نہیں کروں گا اور اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کریں۔ صبح ہوتے ہی چچی نے شور مچا کر اس کی تشہیر کردی اور محلہ کے ایک عالم کے پاس جا کر پورا واقعہ بیان کیا۔ عالم نے محلّہ والوں سے حالات دریافت کیے۔ معلوم ہوا کہ ان کے تعلقات ماں بیٹے جیسے نہ تھے تو عالم نے محلے والوں کو جمع کر کے زید کی چچی سے شہادت طلب کی تو اس نے شہادت دینے سے انکار کردیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ مولانا صاحب نے از راہ احتیاط عمرو (یعنی زید کے باپ) سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو' اس نے نہیں چھوڑا' کیا یہ عورت عمرو کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ٹھیک ورنہ حلال ہونے کی کیا صورت ہے؟

جواب: جب تک شرعی گواہ موجود نہ ہوں یا اس عورت کا خاوند تسلیم نہ کرے اس وقت تک حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا اور عمرو کا نکاح بدستور باقی رہے گا۔ شکوک وشبہات اور اٹکل پچو سے شرعاً زنا کا ثبوت نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ اگر صاحب واقعہ کو معلوم ہو تو دیانتاً حرمت آ جائے گی اور اگر شرعی گواہوں سے یا خاوند کے اقرار سے زید کا سوتیلی ماں سے زنا ثابت ہوجائے تو پھر عمرو پر اس کی بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی۔ اس صورت میں خاوند کو چاہیے کہ بیوی کو چھوڑ دے اور چھوڑنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ بیوی کو زبان سے کہہ دے کہ ”میں نے تجھے چھوڑ دیا“ اور پھر دونوں علیحدگی اختیار کرلیں یا مسلمان حاکم میاں بیوی میں تفریق کرادے۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۵ ص ۴۱۹۔

مفقود کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال: تقریباً ۲۲ برس کی لڑکی کی شادی چار برس پہلے ہوئی تھی۔ شادی کے ڈیڑھ دو برس بعد اس کا خاوند گم ہوگیا ہے۔ حسب امکان جستجو کی مگر پتہ نہ لگا' تقریباً بیس ماہ سے بالکل لاپتہ ہے' عورت کو شوہر کی جائیداد میں سے نفقہ ولباس نہیں ملتا تو اب عورت کیا کرے؟ اور اس کے نفقہ و لباس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس طرف کے علماء سے مسئلہ دریافت کرنے پر کہا کہ نوے برس تک انتظار کرے' اس پرآشوب دور میں جوان عورت کے لیے شریعت مطہرہ میں کچھ گنجائش ہوتو عربی عبارت کے حوالہ سے جواب دیں؟

جواب: جمہور آئمہ ومجتہدین کا اجماع یہی ہے کہ لاپتہ شخص کو مال وجائیداد کے بارے میں اس وقت تک زندہ مانا جائے گا جب تک اس کے ہم عمر زندہ ہیں۔ جب اس کی بستی میں اس کے ہم عمر مرجائیں تب اس کو بھی متوفی اور مردہ تسلیم کیا جائے اور اس کا ترکہ تقسیم کردیا جائے گا اور نوے سال کی مدت ایسی مانی گئی ہے کہ اس کے ہم عمر ختم ہوجائیں۔ اس ضابطہ کی بناء پر عورت کو بھی نوے سال کے بعد بیوہ ماننا چاہیے۔ (ہاں بعض صورتوں میں جیسے کہ جنگ میں گم ہوگیا ہو یا ٹی بی یا کینسر وغیرہ مہلک امراض میں غائب ہوگیا ہو' یا دریا میں کام کرتے ہوئے لاپتہ ہوگیا ہو اور شرعی قاضی کو اس کی موت کا غالب گمان ہوجائے تو موت کا حکم دے سکتا ہے۔)

لیکن حضرت امام مالکؒ نے عورت کے بارے میں چند شرطوں کے ساتھ چار برس کی مدت متعین فرمائی ہے۔ دلیل میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ ہے کہ:

ترجمہ: ''جس عورت کا خاوند مفقود ہوجائے اور پتہ نہ چلے کہ وہ کہاں ہے (زندہ ہے یا مرگیا) تو عورت شرعی قاضی وغیرہ کے حکم سے چار برس انتظار کرے' پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر نکاح کرسکتی ہے۔''

حضرت امام احمد بن حنبل نے بھی بعض مواقع میں چار برس کی مدت تسلیم کی ہے اور اب وقت کی نزاکت اور پرآشوب دور کا لحاظ کرکے ناچاری ومجبوری کی صورت میں حنفی فقہاء بھی حضرت امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق چار برس کی مدت کا فتویٰ دیتے ہیں۔

لوفتی حنفی فی هذه المسئلة بقول مالک عندالضرور لابأس به عمدة الرعایه علی شرح الوقایه (صفحه ۳۱۳' ج ۱) الدرالمنتقٰی شرح الملتقٰی (صفحه ۱۲۲' ج ۱' شامی' صفحه ۴۵۶' ج ۳)

خلاصہ یہ کہ اگر کسی عورت کا خاوند لاپتہ ہو جائے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا اور عورت نفقہ ولباس سے عاجز ہو یا عفت کے ساتھ زندگی گزارنا دشوار ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں عورت اپنا مقدمہ شرعی قاضی کی عدالت میں دائر کرے جہاں شرعی قاضی نہ ہو اور مسلم جج کو گورنمنٹ نے اس جیسے مقدمہ کا شرعی فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہو تو اس مسلم جج کے یہاں مقدمہ دائر کرے یا دیندار مسلمانوں کی پنچایت میں جو شریعت کے مطابق فیصلہ کر سکے اپنا مقدمہ پیش کر کے جدائی کا مطالبہ کرے تو قاضی وغیرہ معاملہ کی تحقیق وتفتیش کر کے عورت کو مزید چار برس انتظار کرنے کا حکم دیں۔ چار برس بعد پھر عورت کے مطالبہ پر شوہر کی وفات کا حکم صادر کر کے وفات کی عدت گزار کر نکاح کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اگر عورت مدت دراز تک صبر کر کے عاجز وتنگ آ گئی ہو اور مزید چار برس صبر نہ کر سکتی ہو اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا نہایت قوی اندیشہ ہو تو ایسے خطرناک موقع پر مالکی مذہب کے مطابق فقط ایک برس انتظار کرا کر جدائی کر کے عدت طلاق گزار کر قاضی وغیرہ نکاح کی اجازت دے سکتے ہیں۔ (الحیلۃ الناجزۃ' صفحہ ۱۱۱ بالفاظہ) عدت ختم ہونے تک عورت لاپتہ خاوند کی جائیداد میں نفقہ ولباس وغیرہ خرچ لینے کی شرعاً حق دار ہے۔ (ملخص)

لاپتہ شوہر کا حکم

کیا گمشدہ شوہر کی بیوی دوسری شادی کر سکتی ہے؟

سوال: میری ایک رشتہ دار ہیں' بہت عرصہ پہلے ان کی شادی ہوئی۔ اولاد میں چار بچے ہیں' کوئی دس سال پہلے ان کے شوہر گھر سے چلے گئے اور جا کر دوسری شادی رچالی تاہم وہ ایک سال تک اپنی اس پہلی بیوی کے پاس بھی آتے رہے لیکن پھر وہ اچانک اپنی دوسری بیوی کے ساتھ کہیں غائب ہو گئے۔ جس دفتر میں وہ ملازمت کرتے تھے وہاں سے ملازمت بھی چھوڑ دی' انہیں غائب ہوئے نو سال سے اوپر ہو گئے ہیں اب وہ کہاں غائب ہیں کسی کو کچھ پتہ نہیں' یہ تک معلوم نہیں کہ وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ اب ہم چاہتے ہیں یہ محترمہ دوسری شادی کر لیں' کیا شرعاً ایسا جائز ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں مالکی مسلک پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت عدالت میں دعویٰ کرے۔ اولاً شہادت سے ثابت کرے کہ اس کا نکاح فلاں شخص سے ہے پھر شہادت سے یہ ثابت کرے کہ وہ اتنے عرصے سے مفقود الخبر ہے اور اس نے اس عورت کے نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ عدالت اس کی شہادتوں کی سماعت کے بعد اسے چار سال انتظار کرنے کا حکم دے اور اپنے ذرائع سے اس کو تلاش کرنے کی کوشش کرے اور چار سال کے عرصہ میں اگر شوہر نہ آئے تو عدالت اس کے فسخ نکاح

کا فیصلہ کرے۔اس فیصلہ کے بعد عورت عدت گزارے۔عدت کے بعد وہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر عدالت محسوس کرے کہ مزید چار سال کے انتظار کی ضرورت نہیں تو عورت کی شہادتوں کے بعد وہ فوری طور پر فسخ نکاح کا فیصلہ بھی کرسکتی ہے تاہم عدالت کے سامنے شہادتیں پیش کرنا اور عدالت کے فیصلہ کے بعد عدت گزارنا شرط لازم ہے۔اس کے بغیر دوسری جگہ عقد نہیں ہوسکتا۔

گمشدہ شوہر اگر مدت کے بعد گھر آ جائے تو نکاح کا شرعی حکم

سوال: میرا شوہر مجھ سے تقریباً ۱۳ سال تک بالکل غائب اور لاپتہ رہا اور اسی ۱۳ سال کے عرصہ میں اس نے نئی شادی کی۔اب ۱۳ سال کے بعد مجھ سے ملنے آیا ہے۔آیا اس طویل جدائی کی وجہ سے میرا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ مجھے دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہے یا وہی پرانا نکاح کافی ہے؟ واضح رہے کہ شوہر نے مجھے کوئی طلاق وغیرہ نہیں دی؟

جواب: وہی پرانا نکاح باقی ہے' نئے نکاح کی ضرورت نہیں۔

جس عورت کا شوہر غائب ہو جائے وہ کیا کرے؟

سوال: میری شادی دو سال پہلے ہوئی تھی۔میرا شوہر بیماری کی وجہ سے ایک رات بھی میرے ساتھ نہ گزار سکا اور دو مہینے بعد بیماری کی حالت میں نہ جانے کہاں چلا گیا جس کا آج تک کوئی پتہ نہیں چلا۔میں دو سال سے والدین کے گھر رہ رہی ہوں اور اب وہ میری شادی کہیں دوسری جگہ کر رہے ہیں تو آپ برائے کرم میری اس دوسری شادی کے بارے میں لکھیں' یعنی کیا طریقہ کار ہونا چاہیے؟

جواب: یہ تو ظاہر ہے کہ جب تک پہلے شوہر سے طلاق نہ ہو یا عدالت پہلے نکاح کے فسخ ہونے کا فیصلہ نہ کرے دوسری جگہ منکوحہ کا نکاح نہیں ہوسکتا۔آپ کے مسئلہ کا حل یہ ہے کہ آپ عدالت سے رجوع کریں' اپنا نکاح گواہوں کے ذریعے ثابت کریں اور پھر یہ ثابت کریں کہ آپ کا شوہر لاپتہ ہے۔عدالت چار سال تک اپنے ذرائع سے اس کی تلاش کرائے' نہ ملنے کی صورت میں فسخ نکاح کا فیصلہ دے دے (اور اگر عدالت حالات کے پیش نظر اس سے کم مدت کا تعین کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے) فسخ نکاح کے فیصلے کے بعد آپ شوہر کی وفات کی عدت (چار مہینے دس دن) گزاریں' عدت سے فارغ ہونے کے بعد دوسری جگہ عقد کرسکتی ہیں۔

شوہر کی شہادت کی خبر پر عورت کا دوسرا نکاح صحیح ہے

سوال: ہمارے گاؤں میں دو بھائی رہتے تھے۔۱۹۶۵ء کی جنگ میں ایک بھائی لڑائی پر گیا

اوراس کی بیوی دوسرے بھائی کے پاس رہ گئی' جنگ ختم ہونے کے بعداس کے بھائی کا کوئی پتہ نہ لگا اور حکومت پاکستان نے اس کے گھر کے پتے پراس کی شہادت کی اطلاع دے دی۔ کچھ عرصہ کے بعد دوسرے بھائی نے اپنی بھابی یعنی بھائی کی بیوی کے ساتھ شادی رچالی۔اس طرح دونوں زندگی گزارنے لگے۔۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد دوسرا بھائی جس کا حکومت نے شہادت کا تار دیا تھاواپس گاؤں کوآیالیکن گداگری کے لباس میں کیونکہ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ بھائی صاحب نے میری بیوی کے ساتھ شادی کی ہے وہ گداگری کے لباس میں گاؤں میں پھر کر چلا گیا' اس کے بعداس کا پتہ نہیں چلا' بھائی نے بہت تلاش کیا کہیں نہیں ملااور ابھی پتہ چلا ہے کہ وہ کراچی شہر میں ہے تو ایسے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کہ اس کی بیوی جو کہ اس کے دوسرے بھائی کے نکاح میں ہے اور اس کی اولاد جودوسرے بھائی سے ہوئی ہے کیا صحیح ہے؟ مطلب یہ ہے کہ نکاح ہوا ہے؟ اگر نہیں ہوا تو بچے حرامی ہیں یا حلالی؟ کیونکہ یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ دوسرا بھائی ابھی زندہ ہے اور کراچی میں ہے؟

جواب: جب اس بھائی کے شہید ہونے کی اطلاع حکومت کی طرف سے آ گئی تو عدت کے بعد اس کی بیوی دوبارہ نکاح کرنے کی مجاز تھی۔اس لیے وہ نکاح صحیح ہے اور اولاد بھی جائز ہے۔رہا یہ کہ بھائی گداگری کے لباس میں آیا تھا' یہ محض افواہی بات ہے۔جس کا یقین نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک کسی قطعی ذریعہ سے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ شہید نہیں ہوا ابھی تک زندہ ہے اس وقت تک اس کی بیوی کا دوسرا نکاح صحیح قرار دیا جائے گا اور اگر قطعی طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ پہلا شوہر زندہ ہے تب بھی دوسرے نکاح سے جو بچے ہیں وہ حلالی ہیں۔ پہلے شوہر کو حق ہوگا کہ وہ اپنی بیوی واپس لے لے۔یا اس کو طلاق دے کر فارغ کردے۔اس صورت میں عدت کے بعد دوسرے شوہر سے دوبارہ نکاح کردیا جائے۔

لاپتہ شوہر کی بیوی کا دوسرا نکاح غلط اور ناجائز ہے

سوال: میرے ایک دوست نے شادی کی اور شادی کے بعد وہ بیرون ملک چلے گئے۔تقریباً چار سال سے نہ ان کا کوئی خط آیا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی حال احوال کچھ پتہ چلتا ہے کہ زندہ ہیں یا کہ نہیں۔ اُدھر اس کی بیوی کے ماں اور بھائیوں نے اس کی دوسری شادی کرادی اور اس دوران اس کے دو بچے بھی ہیں۔ پہلے والے شوہر کے ماں باپ نے بھی بیٹے کو مردہ سمجھ کر اس کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی اور یہ بھی یاد رہے کہ لڑکا بیرون ملک فوج میں ہے تاہم آج تک نہ اس کا کوئی خط آیا اور نہ ہی حکومت کی طرف سے کوئی ایسی چیز آئی جس سے اس کی موت کا پتہ چل سکے۔

(۱) قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ یہ شادی ہوسکتی ہے؟
جواب: نہیں
(۲) لڑکی کا پہلا خاوند آ جائے تو لڑکی کو کون سے شوہر کے پاس رہنا چاہیے؟
جواب: وہ پہلے شوہر کے نکاح میں ہے دوسرا نکاح اس کا ہوا نہیں۔
(۳) کیا اس طرح کرنے سے پہلا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: پہلا نکاح باقی ہے وہ نہیں ٹوٹا۔
(۴) اگر ٹوٹ جاتا ہے تو عدت کتنے دن بیٹھ جانا چاہیے؟
جواب: جب نکاح باقی ہے تو عدت کا کیا سوال؟

مسئلہ: جو شخص لاپتہ ہو اس کی موت کا فیصلہ عدالت کرسکتی ہے۔ محض عورت کا یا عورت کے گھر والوں کا یہ سوچ لینا کہ وہ مرگیا ہوگا اس سے اس شخص کی موت ثابت نہیں ہوگی اس لیے یہ عورت بدستور اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں ہے اس کا دوسرا نکاح غلط اور ناجائز ہے۔ ان دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کرلینی چاہیے۔ عورت کو لازم ہے کہ عدالت میں پہلے شوہر سے اپنا نکاح ثابت کرے اور پھر یہ ثابت کرے کہ اتنے عرصہ سے اس کا شوہر لاپتہ ہے اس کے بعد عدالت اس کو چار سال انتظار کرنے کی تلقین کرے اور اس عرصہ میں عدالت سرکاری ذرائع سے اس کے شوہر کو تلاش کرائے۔ اگر اس عرصہ میں شوہر مل جائے تو ٹھیک ورنہ عدالت اس کی موت کا فیصلہ کرکے شوہر کی موت کے فیصلہ کے دن سے عورت چار مہینے دس دن (۱۳۰ دن) شوہر کی موت کی عدت گزارے عدت ختم ہونے کے بعد عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۱۴۳ تا ۱۴۷۔

مفقود الخبر کی بیوی موجودہ زمانہ میں کب دوسرا نکاح کرے گی؟

سوال: اگر کسی عورت کا خاوند اپنے وطن سے مفقود الخبر ہوجاوے تو کتنے زمانہ کے بعد وہ عورت فی زمانہ علمائے دین کے نزدیک دوسرے شخص کے نکاح میں آسکتی ہے؟

جواب: مفقود الخبر کی زوجہ چار برس کے بعد عدت وفات دس دن چار ماہ پورے کرکے موافق مذہب امام مالکؒ کے دوسرا نکاح کرسکتی ہے اس پر حنفیہ کا فتویٰ ہے۔

(خلافا للمالک فان عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضی اربع سنین الخ وقد قال فی البزازیة الفتویٰ فی زماننا علیٰ قول مالک (ردالمحتار کتاب المفقود مطلب فی الافتاء بمذهب مالک ج ۳ ص ۴۵۶، ط.س. ج ۳ ص ۲۹۵)

مفقود الخبر سے متعلق احکام

سوال: شوہر مفقود الخبر کی میعاد شرع شریف میں کس قدر ہے اور کب تک؟ مال متروکہ اس کا کس طرح تقسیم کیا جاوے؟

جواب: مفقود الخبر کی زوجہ کے نکاح میں حنفیہ نے قول امام مالک رحمۃ اللہ اختیار کیا ہے کہ بعد چار سال کے اس کی زوجہ عدت دس چار ماہ پورے کر کے نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ کذا فی الشامی اور دوبارہ تقسیم میراث مفقود مذہب اصلی مذہب حنفیہ پر عمل درآمد ہوگا اور مذہب اصلی حنفیہ کا اس بارے میں ہے کہ جس وقت اقران اس کے مرجاویں اس وقت حکم موت مفقود کا دیا جاوے اور تقدیر اس کی نوے برس کے ساتھ کی گئی ہے اور اس میں دیگر اقوال بھی ہیں جو کتب فقہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

(خلافا للمالک فان عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضی اربع سنین الخ وقد قال فی البزازیة الفتویٰ فی زماننا علیٰ قول مالک (ردالمحتار کتاب المفقود مطلب فی الافتاء بمذهب مالک ج۳ص ۴۵۶' ط.س. ج۳ص ۲۹۵) ظفیر

(وبعده یحکم بموته فی حق ماله یوم علم ذلک ای موت اقرانه فتعتد منه عرسهٔ للموت ویقسم ماله بین من یرثه الآن (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کتاب المفقود ج۳ص ۴۵۸'ط.س. ج۳ص ۲۹۸) ظفیر. فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۰ ص ۱۸۲.

باب الکنایات

ایسے الفاظ سے طلاق دینا جن میں دوسرے معنی کیساتھ طلاق کا معنی بھی پایا جاتا ہو

''اب یہ عورت میری بیوی نہیں ہے'' اس جملہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ شوہر و بیوی کے مابین تو تو میں میں ہوئی اور کافی کشیدگی ہوئی' محلہ کے کچھ افراد جس میں چار مرد اور چھ عورتیں شامل ہیں اس مقصد سے جمع ہوئے کہ سمجھا بجھا کر شوہر و بیوی میں صلح کرادی جائے۔ چنانچہ لوگوں نے بیوی کو سمجھایا اور اس کو خاموش کیا' جب شوہر کو سمجھانے چلے تو شوہر نے جھٹک کر جواب دیا کہ اب یہ عورت میری بیوی نہیں ماں بہن ہے۔ یہ الفاظ سن کر ایک شخص نے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ ''کیا کہتے ہو ایسا مت کہو ورنہ طلاق ہو جائے گی'' اس پر شوہر نے کہا ہاں ہاں میں نے طلاق دیدی' طلاق کا لفظ صرف ایک بار کہا ہے اب کتاب و سنت کی روشنی میں فیصلہ عنایت فرمائیں؟

جواب: شوہر کے الفاظ ''اب یہ عورت میری بیوی نہیں میری ماں بہن ہے'' بہ نیت طلاق کہے گئے ہیں اس لیے طلاق بائن واقع ہوگئی اور یہ الفاظ جواباً کہے گئے ہیں کہ ''ہاں ہاں میں نے طلاق دے دی'' اگر جدید طلاق مان لی جائے تو دو طلاق بائنہ شمار ہوں گی۔ بتراضی طرفین عدت میں اور عدت کے بعد بھی نکاح ہو سکتا ہے' حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدة (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۶۴۵ باب الکنایات)

اور اب یہ شوہر صرف ایک طلاق کا مالک رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۳۰۰۔

''اس کی مجھے کوئی ضرورت نہیں'' سے نیت ہو تو طلاق ہوگی

سوال: ایک شخص نے ایک عورت سے تکلیف نہ دینے کا وعدہ کر کے شادی کر لی اور اس کے

بعد بہت تکالیف دیں اور وعدہ خلافی کی' کیا اس طرح سے نکاح باقی رہے گا؟ اور پھر جس سے نکاح کیا اس کے لیے یہ بھی کہا کہ یہ جو تمہاری لڑکی میرے نکاح میں ہے اس کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے' کیا ان الفاظ سے نکاح باقی رہے گا؟

جواب: اگر شوہر اس طرح کہتا کہ اگر میں اپنے وعدے کے خلاف کروں تو اس منکوحہ پر نکاح کے بعد طلاق ہے تو بصورت وعدہ خلافی اس کی عورت پر طلاق واقع ہو جاتی۔ (جیسا کہ تعلیق کا حکم ہے) لیکن چونکہ اس صورت میں شوہر نے ایسا نہیں کہا اور طلاق کو وعدہ خلافی پر معلق نہیں کیا۔ لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی اور جو الفاظ شوہر نے بیوی کو کہے ہیں یہ کنایہ کے الفاظ ہیں ان میں اگر نیت طلاق کی ہو تو طلاق واقع ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ پس شوہر سے معلوم کیا جائے کہ اس نے کس نیت سے یہ الفاظ کہے ہیں: (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۱ ج ۹)

''مجھ سے تیرا کچھ تعلق نہیں'' سے نیت ہو تو طلاق ہوگی؟

سوال: زینب کا نکاح عمر سے ہوا تھا مگر نکاح کے دوسرے دن سے ہی باہم نااتفاقی پہلے ساس کی طرف سے پھر عمر کی طرف سے شروع ہوگئی اور پھر ناراضگی بھی ہوئی مگر عرصہ تین سال پہلے عمر نے اسے مار پیٹ کر اس کا زیور جہیز وغیرہ اس کے میکہ پہنچا دیا اور کہا ہم کو منہ نہ دکھانا ہم سے تمہارا کچھ تعلق نہیں ہے اور دوسرا نکاح کر لیا' کیا اس صورت میں زینب عقد ثانی کی مجاز نہیں کیونکہ عمر نہ پنچایت قبول کرتا ہے نہ صرف طور پر جواب دیتا ہے؟

جواب: جو الفاظ عمر نے زینب کو کہے ہیں ان سے اگر نیت طلاق کی تھی تو بائنہ طلاق ہو جائے گی' عدت کے بعد زینب نکاح ثانی کر سکتی ہے اگر نیت طلاق کی نہ تھی تو کوئی طلاق واقع نہ ہوئی۔ اس صورت میں عمر سے دریافت کر لیا جائے اور اس کو بذریعہ نالش مجبور کیا جائے کہ وہ زینب کی خبر گیری کرے اور نان نفقہ ادا کرتا رہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۲ ج ۹)

''مجھ سے تجھے (یا تیرا کوئی واسطہ نہیں)'' کہنے کا حکم

سوال: زید نے اپنی بیوی سے چند بار کہا کہ تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا میں اور شادی کرنے والا ہوں مجھ سے اور تجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اس صورت میں اس کی بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: اگر شوہر کے ان الفاظ سے نیت طلاق کی ہو تو طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں ہوگی۔ جیسا کہ الدرالمختار میں ہے: **ففی حالة الرضاء تتوقف الاقسام الثلاثة علیٰ نیة الخ۔**

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۳ جلد ۹)

تیرا جی چاہے جہاں چلی جا کہنے میں نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی

سوال: زید اور زوجہ زید میں کچھ تکرار تھی۔ زید اپنی زوجہ کو سسرال سے یہ کہہ کر کہ اپنے مکان لے جاتا ہوں اپنے ہمراہ لے آیا' راستہ میں زید نے اپنی زوجہ کا زیور اُتار کر سخت مار پیٹ کی۔ حتیٰ کہ چند مرتبہ تلوار کا حملہ کر کے کئی جگہ سے زخمی کیا اور برملا یہ الفاظ کہے کہ "تو میری ماں بہن کے برابر ہے تیرا جی چاہے جہاں چلی جا" اگر چہ کنایہ میں نیت کا اعتبار ہے مگر حالت مار پیٹ وغضب میں ایسا کہنا بجز نیت طلاق کے اور کیا ہوسکتا ہے جب کہ اس لفظ سے طلاق بائن واقع ہوئی اور اس کو چھ ماہ گزر چکے ہیں تو عدت بھی پوری ہوگئی تو عورت نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: درمختار میں اخرجی وغیرہ الفاظ کو ان کنایات میں لکھا ہے کہ حالت غضب اور مذاکرہ طلاق میں بھی ان میں نیت کی ضرورت ہے۔ بدون نیت کے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ البتہ باب الظہار میں شامی نے یہ لکھا ہے کہ انت کامی سے وقت نزاع و جھگڑے کے اور وقت مذاکرہ طلاق کے ظہار ہو جاتا ہے۔"وكذا الونوى الحرمة المجردة ينبغي ان يكون ظهاراً وينبغي ان لايصدق قضاءً في ارادة البر اذا كان في حال المشاجرة وذكر الطلاق" اور حکم ظہار کا یہ ہے کہ جب تک کفارہ ظہار ادا نہ کرے وطی وغیرہ اس زوجہ سے حرام ہے۔ بہرحال طلاق اس سے واقع نہیں ہوتی۔

الحاصل بدون نیت طلاق کے حکم طلاق کا صورت مذکورہ میں نہ کیا جاوے گا اور نان نفقہ نہ دینے کی وجہ سے بھی عندالحنفیہ تفریق نہیں ہوسکتی۔ پس کوئی صورت جواز نکاح ثانی کی بدون طلاق وعدت گزارنے کے نہیں ہے۔

(والكنايات ثلاث مايحتمل الرد اوما يصلح السب اولا ولا فنحو اخرجي واذهبي و قومي الخ يتحمل رد الخ ففي حالة الرضا الخ تتوقف الاقسام الثلثة تاثيرا علىٰ نية الخ وفي الغضب توقف الا و لان ان نوى وقع والا لا (الدرالمختار على هامش ردالمحتار باب الكنايات ج ٢ ص ٦٣٩ و ج ٢ ص ٦٤٠. ط.س. ج ٣ ص ٢٩٨) ظفير

(ردالمحتار باب الظهار ج ٢ ص ٧٩٤ ط.س. ج ٣ ص ٤٧٠. ١٢) ظفير.

فتاویٰ دارالعلوم دیو بند ج ٨ ص ٢٦٤.

"جہاں تیرا دل چاہے چلی جا" کہنے کا حکم

سوال: زید نے اپنی بیوی کو بے انتہا مارا اور یہ کہہ کر گھر سے نکال دیا "جہاں تیرا دل چاہے

چلی جا'' عورت کو اس کے بھائی لے گئے جس کو پانچ سال ہوگئے ہیں نہ شوہر لینے آیا نہ نان نفقہ کی خبر لی' طلاق ہوئی یا نہیں عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں اگر ان الفاظ سے شوہر کی نیت طلاق کی تھی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی' نیت ہونے نہ ہونے کی بابت شوہر سے دریافت کیا جائے' اگر نیت طلاق کی تھی تو عدت بھی گزر چکی۔ لہٰذا اس کا دوسری جگہ نکاح درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۴ ج ۹)

بیوی' شوہر سے جوا چھوڑ دینے پر طلاق کی قسم لے لے تو کیا حکم ہے؟

سوال: زید جوا کھیلتا ہے' اس وجہ سے اس کی بیوی اس سے ناراض رہتی ہے ایک دن بیوی نے کہا آپ جوا چھوڑ دیجئے اور میری طلاق کی قسم کھائیے تو زید نے کہا مجھے طلاق کی قسم منظور ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یمین منعقد ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو پھر جوا کھیلنے کی صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی؟

جواب: صورت مسئولہ میں اگر جوا کھیلے گا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی' عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے' رجوع کی صورت یہ ہے کہ مجامعت کرے یا زبان سے کہہ دے کہ میں بیوی کو واپس لیتا ہوں تو رجوع درست ہو جائے گا' تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ درمختار وغیرہ میں رجوع کا طریقہ یہی لکھا ہے۔ (اور جوا کھیلنا سخت گناہ اور حرام ہے اسے چھوڑ دینا ضروری ہے اور اب تک جو سرزد ہوا ہے اس پر توبہ واستغفار کی ضرورت ہے) (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۰۴ جلد ۸)

الفاظ کنایہ خط میں لکھے تو وقوع طلاق کا کیا حکم ہے؟

سوال: میری شادی ایک شخص سے ہوئی' میرے چار بیٹے ہیں' جھگڑا ہونے کی وجہ سے میکہ چلی گئی' اس نے مجھ پر تین خط لکھے' ایک خط میں تحریر کیا ہے میں تجھے کیوں بلاؤں تیرا لڑکا ہو جو بلائے۔ دوسرے خط میں لکھا ہے کہ اس سے بہتر ہے کہ طلاق دوں' تیسرے خط میں لکھا ہے میں تجھے رکھنے والا نہیں ہوں تو دوسرے سے شادی کر لے' آج سے طلاق لکھ دیتا ہوں تو میری نہیں ایسی کو طلاق دینا اچھا ہے' یہ میرے لائق نہیں' اس طرح تین خطوط لکھے اور اس کے ہاتھ کے تحریر کردہ ہیں تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: خاوند اس تحریر کا اعتراف کرے تو طلاق ہو جائے گی اور عورت نکاح سے خارج ہو جائے گی۔ عدت کے بعد دوسرے سے نکاح درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(شوہر کے ان الفاظ سے کہ میں تجھے رکھنے والا نہیں ہوں تو دوسری شادی کر لے...... تو

میرے لائق نہیں' ان الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوئی ہے۔ وبابتغی الازواج تقع واحدۃ بائنۃ فتاویٰ عالمگیری الفصل الخامس فی الکنایات ج ۱ ص ۳۷۵' ان الفاظ کے لکھنے سے کہ آج سے طلاق لکھ دیتا ہوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس طرح دونوں مل کر دو طلاقیں ہوئی) فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۳۱۰۔

''گھر سے نکل جا تو میرے کام کی نہیں'' کہنے کا حکم

سوال: زید نے اپنی بیوی کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا اور کہا ''تو میرے کام کی نہیں گھر سے نکل جا'' لیکن لفظ طلاق نہیں کہا اور ایک دو سال تک نفقہ نہیں دیا اور نہ رجوع کیا ایسی حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: ان الفاظ سے اگر نیت طلاق کی ہو تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی ہے۔ اس میں نکاح جدید بغیر حلالہ کے درست ہے اور اگر نیت طلاق کی نہ تھی تو طلاق واقع نہیں۔ بدستور وہ عورت اس کی بیوی ہے۔ (فی الدر المختار' فالکنایات لاتطلق بھا قضاء الابنیۃ او دلالۃ الحال نحو اخرجی' واذھبی. الخ) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۴۵ ج ۹)

''میرا نباہ کرنا دنیا میں مشکل ہے'' لکھنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال: شوہر نے اپنی خوش دامن کو ایک تحریر لکھی کہ آپ کی لڑکی کا اور ''میرا نباہ دنیا میں مشکل ہے'' اب وہ کہتا ہے کہ یہ تحریر میں نے یوں ہی لکھ دی تھی طلاق کی نیت نہ تھی' آیا اس فقرہ سے طلاق پڑی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ نباہ کو مشکل کہنا نہ تو صریح طلاق ہے نہ کنایہ ہے اور پھر کنایہ ہو بھی تو نیت کی ضرورت ہے جب کہ شوہر نیت طلاق سے انکار کرتا ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۴۵ ج ۹)

''تم نکاح کر و تو کرلو' بیوی کو لکھنے کا حکم

سوال: میرے خاوند عبدالکریم خان نے میرے نام ایک چھٹی لکھی تھی کہ میری طرف سے دوسری کوئی اُمید نہ رکھنا' اگر رکھنا تو طلاق کی اُمید رکھنا' دوسری چھٹی تین ماہ بعد آئی کہ ''تم نکاح کرو تو کرلو' ان دونوں چھٹیوں کے مضامین طلاق کی حد تک پہنچے ہیں یا نہیں؟ اور میں عبدالکریم خان کی زوجیت سے علیحدہ ہو چکی ہوں یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں ایک طلاق بائنہ عورت پر واقع ہوگئی اور وہ عدت کے بعد دوسرا

نکاح کر سکتی ہے کیونکہ عبدالکریم خان کے دوسرے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی نے اس سے طلاق کا سوال ان الفاظ سے کیا کہ اگر تم نے طلاق باضابطہ روانہ نہ کی تو میں دوسرا نکاح کر سکتی ہوں اس پر شوہر نے لکھا کہ ''اگر تم نکاح کر دو تو کرلو'' یہ الفاظ کنایات طلاق میں سے ہیں اور کنایات میں نیت یا دلالت حال سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔ درمختار میں ہے: **''اذھبی وتزوّجی تقع واحدۃ بلانیت الخ''** (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۵ ج ۹)

''میری زوجیت سے باہر ہوگئی'' کہنے کا حکم

سوال: ایک عورت اپنے سسر اور ساس سے جھگڑا کر کے میکے جا بیٹھی (شوہر کی مرضی کے بغیر) وہیں رہتی ہے اور شوہر کا بیان یہ ہے کہ یہ عورت جس تاریخ سے میرے مکان سے بغیر اجازت باہر گئی ہے میری زوجیت سے باہر ہوگئی ہے اب میں کسی طرح اپنے مکان میں یہ بطور زوجیت کے نہیں رکھ سکتا اور نہ نان ونفقہ ومہر دے سکتا ہوں بلکہ وہ روپیہ اور زیور جو وہ لے گئی ہے میری ذات خاص سے جمع کیا ہوا ہے میں اس کے لینے کا مستحق ہوں بتائیے کیا عورت نکاح سے خارج ہوگئی؟ جتنے عرصے اپنے والدین کے ہاں رہی ہے اس کے نفقے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اور جو کچھ زیور روپیہ وہ لے گئی ہے شوہر اسے واپس لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟

جواب: محض عورت کے بغیر اجازت گھر سے نکل جانے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اور وہ شوہر کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی۔ البتہ جو شوہر نے یہ الفاظ کہے کہ میرے نکاح وزوجیت سے باہر ہوگئی اگر یہ ایقاع طلاق کی نیت سے کہے ہیں تو یہ الفاظ کہنے کے وقت اس کی بیوی مطلقہ ہوگئی۔ (**کمافی عالمگیریہ ولو قال انا بری من نکاحک یقع الطلاق اذا نویٰ.....الخ**) وہ پہلے سے مطلقہ نہیں ہوئی تھی اور جو عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نکلے ایسی عورت کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔ مہر شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے اور جو زیور وہ لے گئی تھی اگر وہ شوہر نے بنوایا اور اسی کا دیا ہوا تھا اور شوہر نے اسے ہبہ نہیں کیا تھا تو وہ شوہر کی ملکیت ہے شوہر اس کو واپس لے سکتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۶ ج ۹)

شوہر جملہ کہنے سے انکار کرتا ہے اور گواہ نہیں ہیں تو طلاق نہ ہوگی

سوال: زید نے اپنی زوجہ کے انتقال سے نو دس ماہ بعد ہندہ کے ساتھ عقد ثانی کیا۔ چند روز تک ہندہ اور زید میں میل اور محبت رہی۔ ہندہ ہنسی خوشی زید کی اولاد جو اس کی زوجہ سابقہ سے ہے ان کی خدمت گزاری مطابق ہدایات زید کرتی رہی۔ کچھ عرصہ سے زید کی اولاد کی نانی سے اور ہندہ

سے ان بن ہوگئی چونکہ زید اپنی پہلی ساس کی بھی طرف داری کرتا رہا۔ ہندہ زید کے اس طرز سے ناخوش ہوئی اور زید کی اولاد وغیرہ کی خدمت گزاری سے گریز کرنے لگی' زید کو یہ بات ناگوار گزری اور ہندہ کو کئی مرتبہ مارا پیٹا' ایک روز بہت ناخوش ہوا اور ہندہ سے کہا اگر تو میری اولاد اور اس کی نانی کی خدمت سے گریز کرے گی تو تو مجھ پر حرام ہے۔ چنانچہ ہندہ ان کی خدمت سے برابر گریز کرتی رہی' زید نے ہندہ کو مار کر نکال دیا اب زید کی خواہش مصالحت کی ہے اور اپنے کہے ہوئے جملہ سے انکاری ہے اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے جب کہ عورت کو وہ جملہ کہنا تسلیم ہے اور محقق ہے؟

جواب: زید اگر اس جملہ سے انکار کرتا ہے اور لفظ حرام بولنے کا اقرار نہیں کرتا اور دو گواہ عادل موجود نہیں ہیں تو انکار اس کا معتبر ہے اور طلاق واقع ہونے کا حکم نہ ہوگا اور شوہر کے حق میں وہ عورت حلال ہے لیکن چونکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت کو یہ محقق ہو کہ شوہر نے یہ الفاظ کہے ہیں جس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے تو عورت کو شوہر سے علیحدہ رہنا چاہیے۔ "والمرأة کالقاضی شامی درمختار" پس اگر اب وہ دونوں باہم زن و شوہر رہنے پر راضی ہوں تو تجدید نکاح کر لیں یہ بہتر ہے اور احوط ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۹ ص۲۴۶) دیکھئے (ردالمحتار باب الصریح ج ۲ ص ۵۹۴' ط.س. ج۳ ص ۲۵۱)

"تین پتھر پھینکے اور کہا چلی جا" اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کی طرف "تین پتھر پھینکے اور کہا اُٹھ اور چلی جا میرے گھر میں نہ بیٹھ" اس عورت کا کیا حکم ہے؟ اسے کون سی طلاق ہوئی؟

جواب: پتھر پھینکنے سے اگرچہ نیت طلاق کی ہی ہو طلاق نہیں ہوگی۔ "کمافی الشامیۃ" لیکن جو کلمات اس نے اس کے بعد کہے ہیں اگر ان میں سے کسی ایک سے یا سب سے نیت طلاق کی تھی تب ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی اور اگر نیت نہیں کی تھی تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۴۷ ج ۹)

"میرے کام کی نہیں' مجھے اس سے سروکار نہیں" کہنے کا حکم

سوال: زید نے اپنی بیوی کو یہ کہہ کر اپنے مکان سے نکال دیا کہ "جا تو میرے کسی کام کی نہیں ہے' تجھے اپنے نفس کا اختیار ہے اور خطوط میں بھی یہی لکھا کہ مجھے ہندہ سے کوئی سروکار نہیں' میں اسے نہیں چاہتا' میں اسے اپنے گھر سے نکال چکا ہوں' اب ہندہ تقریباً بارہ سال سے اپنے شوہر زید سے علیحدہ رہتی ہے۔ کیا اس صورت میں بغیر مزید تحقیقات کے صرف ہندہ کے حلفیہ بیان پر اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو سکتا ہے؟

جواب: یہ الفاظ جو شوہر نے زبانی کہے یا بذریعہ خط لکھے ہیں، کنایہ کے الفاظ ہیں، صریح طلاق کے الفاظ نہیں ہیں، ان الفاظ میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے یا پھر دلالت حال کا اور جب شوہر کی نیت کچھ معلوم نہ ہو اور نہ ہی مذاکرہ طلاق (آپس میں طلاق کا تذکرہ) کا ہو اور نہ غصہ کی حالت میں یہ الفاظ کہے گئے ہیں تو ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی اور جب ہندہ کو طلاق نہیں ہوئی تو اسے دوسرا نکاح کرنا درست نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۸ ج ۹)

"اپنی زوجیت سے علیحدہ کردیا" لکھنے کہنے کا حکم

سوال: زید نے اپنی بیوی کو نوٹس دیا کہ میں نے تجھے اپنی زوجیت سے علیحدہ کیا، اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگئی تو رجعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر زید نے یہ الفاظ نیت طلاق کہے ہیں تو اس کی زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگئی، رجعت نہیں ہوسکتی۔ (کمافی الشامیۃ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۹ ج ۹)

"میں اس کو نہیں رکھتا، یہ میرے لائق نہیں" کہنے کا حکم

سوال: ایک شخص اپنی بیوی کو رخصت کرا کر اپنے گھر لے آیا، دو تین روز بعد معلوم ہوا کہ اس کو ناجائز حمل ہے تو وہ اس کو اس کے والدین کے گھر چھوڑ گیا اور یہ کہہ گیا کہ اس کو میں نہیں رکھتا، یہ عورت میرے لائق نہیں ہے۔ عورت کے والدین نے اسے دوسرے شخص کے گھر بٹھا دیا، اب وضع حمل ہو چکا ہے اور وہ دوسرا شخص اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس کی بیوی پر طلاق بائنہ واقع ہوگئی۔ عدت کے بعد دوسرے شخص سے اس کا نکاح درست ہے۔ عدت اس کی وضع حمل تھی تو بچہ پیدا ہو چکا ہے اور عدت ختم ہوگئی ہے، نکاح درست ہے لیکن پہلے شوہر سے معلوم کیا جائے کہ اس طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے تھے یا نہیں؟ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۵۱ ج ۹)

"جا دور ہو چلی جا" کہنے سے نیت طلاق کی ہو تو طلاق ہے

سوال: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ایک کو اچھی طرح رکھتا ہے، دوسری کو ایک ہفتہ تک کھانے کو نہیں دیتا اور اسے یہ الفاظ کہے جا دور ہو چلی جا، اپنے باپ کے ہاں جا کر رہ، تیرا میرا کچھ مطلب نہیں اور اب اس شخص کو تین سال کی جیل ہوگئی ہے۔ یہ بتایئے کہ مذکورہ الفاظ سے اس کی بیوی پر طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا شخص جو دونوں بیویوں میں برابری نہ کرے فاسق اور مستحق عذاب ہے جو الفاظ وہ اپنی ایک بیوی کو کہتا ہے اگر نیت طلاق کی ہے تو طلاق واقع ہوتی ہے ورنہ نہیں کیونکہ الفاظ کنایہ کے ہیں صریح طلاق کے نہیں ہیں اور کنایہ میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسرا نکاح عورت کا اسی وقت جائز ہوتا ہے جب پہلے شوہر کی طرف سے طلاق ہو جائے اور جیل جانے سے بھی طلاق نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۵۵ ج ۹)

''مہر کی رسید لا دو اور طلاق تحریری لے لو'' سے طلاق نہیں ہوگی

سوال: چند ماہ پہلے زید کی بہن کا عقد بکر سے ہوا تھا' اب زید نے بکر سے رخصتی کے لیے کہا تو بکر نے یہ جواب دیا کہ یہ نکاح مجھے شروع سے ہی مرغوب نہ تھا اور نہ اب تعلق رکھنا منظور ہے۔ لہٰذا مجھے ''مہر کی رسید لا دو اور تحریراً طلاق لے لو'' ان الفاظ سے قطع تعلق ہوا یا نہیں؟

جواب: یہ الفاظ کہ مجھے ''مہر کی رسید لا دو طلاق تحریری لے لو'' بطریق وعدہ اور بطریق تعلیق کے ہے۔ اگر تم رسید لا دو گے تو میں طلاق نامہ لکھ دوں گا' اس سے فی الحال طلاق واقع نہیں ہوئی اور یہ لفظ کہ ''اور نہ اب تعلق رکھنا منظور ہے کنایہ ہے اگر اس سے نیت طلاق کی تھی تو طلاق ہوگئی۔'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۵۷ ج ۹)

گھر سے نکل جا کہنے سے طلاق بوقت نیت ہوگی

سوال: زید نے اپنی زوجہ سے یہ کہا کہ تو میرے گھر سے نکل جا مجھے تجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ زید کی زوجہ کو نکلے ہوئے عرصہ دو سال کا ہوا اور بکر کے گھر میں ہے اور اس سے ہم صحبت ہو چکی ہے تو وہ زید کے نکاح میں رہی یا نہیں؟

جواب: اگر الفاظ مذکورہ میں نیت طلاق کی شوہر نے کی ہے تو طلاق بائنہ واقع ہوئی ورنہ نہیں۔ بلا طلاق اگر زوجہ زید بکر کے گھر رہی اور زنا کیا ہے تو زید کا نکاح نہیں ٹوٹا۔

(وبقية الكنايات اذا نوى بها الطلاق كانت واحدة بائنة الخ وهذا مثل قوله الخ اخرجي واذهبي وقومي وابتغي الازواج لانها تحتمل الطلاق وغيره فلا بد من النية (هدايه كتاب الطلاق ج ٢ ص ٣٥٢) ظفير. فتاویٰ دارالعلوم ديوبند ج ٩ ص ٢٥٧)

''فریقین کے درمیان قصہ زوجیت نہیں'' کہنے کا حکم

سوال: ہندہ نے اپنے شوہر پر مہر کے لیے مقدمہ دائر کیا اور مقدمہ ختم ہونے سے پہلے ان

دونوں کے درمیان ان الفاظ سے معاہدہ وتصفیہ ہوگیا کہ ''مبلغ دس روپے ماہانہ ہندہ کے گزارے کے لیے اس کا شوہر خالد ادا کرتا رہے گا اور فریقین کے درمیان آئندہ کوئی قصہ زوجیت یا شوہری کا باقی نہ رہا'' اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ الفاظ کنایہ کے ہیں کہ ''مابین فریقین کوئی قصہ زوجیت یا شوہری کا نہ رہا'' ان الفاظ سے اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی تھی یا کوئی اور قرینہ طلاق کا ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۶۳ ج ۹)

''میں اس کا شوہر نہیں ملازم ہوں'' کہنے کا حکم

سوال: زید نے اپنی منکوحہ کو کسی نازیبا کام کے لیے مجبور کیا تو عورت نے تھانیدار سے شکایت کی۔ اس نے شوہر کو دھمکایا تو شوہر نے کہا کہ میں اس کا شوہر نہیں ملازم ہوں' یہ کہہ کر زید روپوش ہوگیا' اندازاً آٹھ سال ہوگئے نہ کوئی خبر بھیجی نہ خرچ بھیجا۔ کیا عورت اپنا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: درمختار میں ہے کہ اس قسم کے الفاظ سے اگر نیت طلاق کی ہو تو طلاق واقع ہو جاتی ہے ورنہ نہیں اب جب کہ شوہر کی نیت کا کچھ حال معلوم نہیں ہوسکتا تو طلاق کا حکم نہیں ہوسکتا لیکن اگر شوہر بالکل مفقود الخبر ہے کہ اس کے مرنے جینے کا کچھ حال معلوم نہیں ہے تو امام مالکؒ کے مذہب کے موافق اس کے مفقود ہونے سے چار سال بعد عدت وفات پوری کر کے مفقود کی بیوی نکاح کرسکتی ہے۔ (انشاء اللہ اس کی مکمل تفصیل گم شدہ شوہر کے بیان میں آئے گی)۔ (مرتب)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۶۳ ج ۹)

آزاد کردیا تین مرتبہ کہا تو کون سی طلاق ہوئی

سوال: عورت اور اس کے شوہر میں جھگڑا ہوا کرتا تھا' ایک روز جھگڑا طویل ہوگیا اور عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ تو مجھ کو آزاد کردے اور فارغ خطی لکھ دے اور میں نے اپنا دین مہر بھی چھوڑا اور اولاد بھی۔ اس کے شوہر نے فارغ خطی لکھ دی اور تین مرتبہ لفظ آزاد بھی کہہ دیا۔ پندرہ دن کے بعد عورت پھر اسی خاوند کے یہاں آگئی' ایسی صورت میں اس کو اس کا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں عورت پر طلاق بائنہ واقع ہوگئی ہے لیکن اگر شوہر نے صریح لفظ طلاق تین دفعہ نہیں کہا بلکہ آزاد کرنے کا لفظ تین دفعہ کہا ہے تو اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ بائنہ کے بعد دوسری بائنہ واقع نہیں ہوتی اور ایک طلاق بائنہ کے بعد شوہر اول بدون حلالہ کے اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے' عدت میں بھی اور بعد عدت کے بھی۔ پس اگر واقعہ یہی

ہے تو شوہر اول اس سے پھر نکاح کر لیوے اور اگر شوہر نے تین طلاق صریح لفظ طلاق کے ساتھ دی ہیں تو پھر بدون حلالہ کے شوہر اول اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔

(لایلحق البائن (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب الکنایات ج ۲ ص ۶۴۶ ط.س. ج. ۳ ص ۳۰۸) ظفیر

(وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالا جماع (ایضاً باب الرجعة مطلب فی العقد فی المبانة ج ۲ ص ۷۳۸ ط.س. ج ۳ ص ۴۰۹) ظفیر

(لاینکح مطلقة من نکاح صحیح نافذ الخ بها ای بالثلاث لو حرة الخ حتی یطاها غیره الخ بنکاح نافذ الخ وتمضی عدته (ایضاً ج ۲ ص ۷۳۹، ط.س. ج ۳ ص ۴۰۹) ظفیر. فتاویٰ رحیمیه ج ۹ ص ۲۶۳.

اب تو اس نفرت کو خدا بھی نہیں مٹا سکتا'

کیا اس جملہ سے طلاق پڑ جائیگی

سوال: ایک مرد نے اپنی بیوی سے ناراض ہو کر یہ خط لکھا ہے جس دل میں پیار ابھرا تھا اب تو اس دل میں نفرت بھر کے رکھی ہے اب تو اس نفرت کو خدا بھی نہیں مٹا سکتا (معاذ اللہ)

تو کیا ان الفاظ کے کہنے سے اس مرد کا نکاح اس عورت سے باقی رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً! نفرت کے الفاظ سے طلاق تو واقع نہ ہوگی لیکن اس جملہ سے کہ ''اب تو اس نفرت کو خدا بھی نہیں مٹا سکتا'' (معاذ اللہ) اس کا ایمان خطرہ میں پڑ گیا۔ لہٰذا تجدید نکاح کا حکم کیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۳۰۲)

''اگر تو ماں کے گھر گئی تو میرے نکاح سے خارج'' یہ کہنے کا حکم

سوال: زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''اگر تو اپنے ماں باپ کے گھر گئی تو میرے نکاح سے خارج ہے'' بیوی اب تک ماں باپ کے ہاں نہیں گئی ہے' میاں بیوی چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی تدبیر بتائی جائے کہ بیوی اپنے ماں کے گھر آئے جائے؟

جواب: اس بات کی تدبیر کہ ''بیوی پر طلاق واقع نہ ہو'' یہ ہے کہ اس کے ماں باپ اس کے پاس آ کر مل جایا کریں اور زید کی بیوی ان کے ہاں نہ جائے۔ نیز ایک صورت دوسری ہے جس میں ایک بار طلاق واقع ہو کر پھر طلاق واقع نہ ہوگی۔ وہ یہ کہ زید کی بیوی ماں باپ کے ہاں چلی

جائے تو ایک بار شرط کے مطابق طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور قسم بھی ختم ہو جائے گی۔ پھر عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر لیا جائے تو دوبارہ جانے سے پھر طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ ایسی قسم ایک مرتبہ سے پوری ہو جاتی ہے۔ (ھکذا فی کتب الفقه) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۶۵ ج ۹)

''مہر کے بدلے کون سی طلاق واقع ہوتی ہے''

سوال: میاں بیوی کی لڑائی ہوئی تو بیوی نے کہا کہ تم مجھے چھوڑتے کیوں نہیں ہو؟ تو شوہر نے کہا کہ مہر معاف کر دو تو طلاق دے دوں گا' الحاصل عورت نے کہا کہ میرے باطن سے تمہارے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے ان کو بعوض مہر دے دو تو میں مہر معاف کر دوں گی' عورت کے اصرار پر شوہر نے یہ مضمون لکھ دیا کہ میں نے طلاق دی اور مہر کے عوض دو لڑکے اور لڑکی اسے دے دیئے' اب مجھے بیوی سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور نہ لڑکے اور لڑکی سے' بیوی نے بھی یہ لکھوا کر شوہر کو دے دیا کہ میں نے مہر معاف کیا اور لڑکے اور لڑکی کو مہر کے عوض میں لے لیا۔ اس صورت میں طلاق رجعی ہوئی یا بائن؟

جواب: ایک شوہر نے ایک مرتبہ یہ لفظ لکھا تھا کہ میں نے طلاق دی تو اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوئی اور چونکہ شوہر کے ابتدائے کلام میں یہ الفاظ واقع ہوئے ہیں کہ اگر تم مہر معاف کر دو تو طلاق دے دوں گا اس لیے طلاق کی غرض یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس نے مہر کے بدلے طلاق دی ہے اس لیے اس صورت میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی کیونکہ جو طلاق مال کے عوض ہوتی ہے وہ طلاق بائنہ ہے۔ لہٰذا ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی اور مہر معاف ہو گیا۔ البتہ یہ لغو ہے کہ لڑکا لڑکی کے عوض مہر معاف کیا' مہر طلاق کے عوض معاف ہوگا۔ لہٰذا رجعت درست نہیں' البتہ عورت راضی ہو جائے تو دوبارہ جدید مہر کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۶۹ ج ۹)

''کبھی میرے پاس نہ آنا'' کہنے کا حکم

سوال: زید نے غصہ میں اپنی بیوی کو کہا کہ اب کبھی میرے پاس نہ آنا اس نے کہا میں جہاں چاہوں کام کروں؟ اس نے کہا تجھ کو اختیار ہے جی میں یہ خیال تھا کہ اچھا ہے پاپ کٹ جائے (جان چھوٹ جائے) اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: شوہر کا یہ الفاظ کہنا کہ اب کبھی میرے پاس نہ آنا اور زوجہ کا اس کے جواب میں کہنا کہ میں جہاں چاہوں کام کروں اور شوہر کا یہ کہنا کہ تجھ کو اختیار ہے یہ الفاظ طلاق صریح یا کنایہ کے نہیں ہیں' ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوگی کیونکہ شوہر نے جو کہا ہے کہ تجھ کو اختیار ہے تو یہ تو جواب ہے بیوی

ن اس بات کا کہ "میں جہاں چاہوں کام کروں"۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۷۶ ج ۹)

"ماں کے دباؤ سے فارغ خطی لکھ دی" پھر دوبارہ مل گئے

سوال: ایک شخص نے اپنے والدین کے دباؤ سے اپنی بیوی کو فارغ خطی لکھ دی، دو سال کے بعد دونوں فارغ خطی کو غلط سمجھ کر مل گئے آیا یہ فارغ خطی صحیح ہے یا نہیں؟ اور اب دونوں کا ملنا حق ہے یا نہیں؟

جواب: وہ فارغ خطی صحیح ہوگئی اور طلاق بائنہ اس کی بیوی پر واقع ہوگئی لیکن عدت کے بعد اور عدت کے اندر دوبارہ نکاح کرنا صحیح ہے اور باپ کا جبر وتعدی بے جا تھا لیکن میاں بیوی کو بغیر نکاح جدید کے ملنا ویکجا ہونا جائز نہیں ہے، چاہیے کہ فوراً پھر سے نکاح کریں۔ (اور اب تک جو بغیر نکاح رہے ہیں اس پر توبہ واستغفار کریں) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۷۷ ج ۹)

"میرے گھر واپس مت آنا اگر آئے گی تو سمجھ لے طلاق ہوجائیگی" اس جملہ کا حکم اور رجوع کا طریقہ

سوال: میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہوگیا، شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا اور میرے گھر واپس مت آنا۔ اگر واپس آئی تو سمجھ لے کہ تجھے طلاق ہوجائے گی، لڑکی اپنے ماں باپ کے یہاں چلی گئی، ماں باپ نے کچھ دن لڑکی کو اپنے گھر رکھا اور پھر ایک روز لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر چھوڑ آئے، لڑکا اپنی بیوی کو رکھنا تو چاہتا ہے لیکن کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو مذکورہ بالا الفاظ کہے ہیں اس لیے اس کی تحقیق کر لینا چاہیے کہ اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ لڑکے سے جب پوچھا گیا کہ تم نے یہ الفاظ کس نیت سے کہے تھے تو اس نے جواب دیا کہ اس وقت میری نیت طلاق دینے کی نہ تھی بلکہ بیوی کو ڈرانا اور دھمکانا مقصود تھا اور ان الفاظ کہنے کے وقت عورت کی طرف سے نہ طلاق کا مطالبہ تھا اور نہ طلاق کا مذاکرہ تھا، عورت کا بھی یہی بیان ہے کہ میں اس وقت بالکل خاموش تھی تو مذکورہ صورت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب: صورت مسئولہ میں جب شوہر کا بیان یہ ہے کہ جب میں نے "چلی جا" کہا اس وقت یہ عورت کی طرف سے طلاق کا مطالبہ تھا نہ طلاق کا مذاکرہ (بیوی کا بھی یہی بیان ہے) اور نہ میری نیت طلاق دینے کی تھی، محض بیوی کو ڈرانا اور دھمکانا مقصود تھا اس لیے اس لفظ "چلی جا" سے تو طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اس کے بعد شوہر نے جو کہا ہے اور میرے گھر واپس مت آنا اگر واپس آئی تو سمجھ لے کہ تجھے طلاق ہوجائے گی، یہ شرطیہ طلاق ہے، عورت شوہر کے گھر آئے گی تو طلاق

واقع ہوگی اور صورت مسئولہ میں عورت شوہر کے گھر چلی گئی ہے۔ لہٰذا ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی' عدت کے اندر اندر (بیوی راضی ہو یا نہ ہو) شوہر کے رجعت کا حق حاصل ہے اگر رجوع کرلے گا تو بیوی اس کے نکاح میں آجائے گی اور اگر شوہر عدت میں رجوع نہ کرے اور عدت گزر جائے تو عورت مطلقہ بائنہ ہو جائے گی اس کے بعد بتراضی طرفین تجدید نکاح کرکے ساتھ رہ سکیں گے لیکن آئندہ یہ بات خیال میں رہے کہ اب شوہر صرف دو طلاق کا مالک رہے گا۔

اگر شوہر رجوع کرنا چاہے تو اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دو چار شخصوں کے سامنے زبان سے یوں کہہ دے "میں نے اپنی بیوی کو رجوع کرلیا اور اس کو اپنے نکاح میں قائم رکھی یا بیوی سے کہہ دے میں تجھ سے رجوع کرتا ہوں تجھ کو نہ چھوڑوں گا" تو رجعت صحیح ہو جائے گی اور بیوی اس کے نکاح میں رہے گی اور رجعت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ زبان سے تو کچھ نہ کہے لیکن اس سے صحبت کرلے یا بوسہ لے لے یہ شہوت سے ہاتھ لگالے تو اس سے بھی رجعت ہو جائے گی اور بیوی بدستور اس کے نکاح میں رہے گی۔ ہدایہ اولین میں ہے:

واذا طلق الرجل امرأته تَطليقةً رجعيةً او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلک اولم ترض' لقوله تعالیٰ فامسكوهن بمعروف من غير فصل ولا بد من قيام العدة لان الرجعة استدامة الملک الا ترى انه سمى امساكاً وهو الا بقاء وانما يتحقق لاستدامة فى العدة لانه لا ملک بعد انقضائها والرجعة ان يقول راجعتک او راجعت امرأتى وهذا صريح فى الرجعة ولا خلاف بين الائمة قال اويطأها اويقبلها اويلمسها بشهوة او ينظر الىٰ فرجها بشهوة وهذا عندنا' الىٰ قوله' ويستحب ان يشهد على الرجعة شاهدين فان لم يشهد صحت الرجعة (هدايه اولين ج۲ ص ۳۷۴' ۳۷۵ باب الرجعة) فقط والله اعلم بالصواب. فتاوىٰ دارالعلوم ج ۹ ص ۲۷۷.

کہا "تجھ کو تراق میرے گھر سے نکل جا" طلاق ہے یا نہیں؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھ کو تراق ہے ایک دو تین میرے گھر سے نکل جا یہ تو اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے عورت کو صرف ڈرانے اور دھمکانے کی نیت سے یہ کلمہ کہا ہے نہ کہ طلاق کی نیت سے۔ یہ شخص کچھ پڑھا لکھا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ط ل اق کے حروف سے طلاق ہوتی ہے نہ کہ ت رق سے۔ لیکن بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس نے لفظ طلاق کہا ہے اور یہی ہماری سمجھ میں آیا ہے۔ اس

شخص کی بیوی نے پہلے تو دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے طلاق دی ہے مجھے مہر ملنا چاہیے لیکن اس شخص نے طلاق واقع ہونے کا انکار کردیا' اب وہ عورت بھی کہتی ہے مجھے معلوم نہیں کہ اس نے مجھے لفظ طلاق کہا یا تراق وغیرہ غرض ہے کہ وہ دعویٰ سے دستبردار ہے اس صورت میں کون سی طلاق ہوئی؟

جواب: اگر دو مرد عادل نمازی پرہیزگار اس بات کے گواہ ہیں کہ شوہر نے لفظ طلاق کہا ہے تو اس صورت میں اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئیں (جیسا کہ گواہوں کا نصاب کتب فقہ میں لکھا ہے) لہٰذا جب دو عادل مرد گواہ موجود ہیں کہ شوہر نے لفظ طلاق کہا ہے تو طلاق ثابت ہوجائے گی۔ پھر اس بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ لفظ تراق سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں اس بحث سے متعلق درمختار میں تحقیق کی گئی ہے جس کا حاصل ہے کہ الفاظ مصحفہ (تبدیل شدہ الفاظ) سے بھی طلاق ہوجاتی ہے اور یہ کہنا کہ تجھ کو تراق ایک دو تین تو میرے گھر سے نکل جا۔ اس میں قرینہ اس بات کا مقتضی ہے کہ ان الفاظ سے طلاق ہوجائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۷۶ ج ۹)

عورت کی بدزبانی کی وجہ سے والد بیٹے کو طلاق دینے پر مجبور کرے تو طلاق دینا کیسا ہے؟

سوال: میری بیوی کا میرے والدین کے ساتھ برتاؤ ٹھیک نہیں ہے' ان کے ساتھ زبان درازی کرتی ہے' گالم گلوچ تک بول دیتی ہے' میرے ساتھ بھی معاملہ ٹھیک نہیں ہے' والد اس سے تنگ آچکے ہیں اور مجھے طلاق دینے پر مجبور کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر تو نے بیوی کو طلاق نہیں دی تو ہلاک و برباد ہوجائے گا' میں سخت الجھن میں ہوں دو چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی ہیں' ان حالات میں میرے لیے کیا حکم ہے؟ کیا میں طلاق دے سکتا ہوں؟ اس واقعہ سے پہلے آٹھ مرتبہ اس کے ماں باپ کے گھر بھجوا چکا ہوں مگر اب بھی شرارت سے باز نہیں آتی؟ بینوا توجروا

جواب: بلاوجہ شرعی طلاق دینا کفران نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کو از حد ناپسند اور مبغوض ہے اس سے شیطان خوش اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ اگر حقیقت میں بیوی کا قصور نہ ہو اور والد اپنے بیٹے کو طلاق دینے پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت ضروری نہیں ہے۔ ایسی صورت میں طلاق دینا جائز نہ ہوگا' والد کو بھی اپنی بات پر اصرار نہ کرنا چاہیے اور لڑکے کو طلاق دینے پر مجبور نہ کرنا چاہیے' طلاق دینے سے بچوں کی پرورش، تعلیم و تربیت پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔

درمختار میں ہے: (وایقاعه مباح) عندالعامة لا طلاق الایات اکمل (وقیل)

قائله الکمال (الاصح حظره) ای منعه (درمختار)

شامی میں ہے: واما الطلاق فان الاصل فیه الحظر یعنی انه محظور الالعارض یبیحه وهو معنی قولهم الاصل فیه الحظر والا باحة للحاجة الی الخلاص فاذا کان بلا سبب اصلاً لم یکن فیه حاجة الی الخلاص بل یکون حمقاً وسفاهة رأی ومجرد کفران النعمة واخلاص الا یذاء بها و باهلها واولادها ولذا قالوا ان سببه الحاجة الی الخلاص عند تباین الاخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم اقامة حدود اللّٰه. الیٰ قوله فحیث تجرد عن الحاجة المبیحة له شرعاً یبقی علیٰ اصله من الحظر ولهذا قال تعالیٰ فان اطعنکم فلاتبغوا علیهن سبیلاً ای لاتطلبوا الفراق وعلیه حدیث ابغض الحلال الی اللّٰه الطلاق (شامی: ۲/ ۵۷۱. ۵۷۲ اول کتاب الطلاق)

البتہ اگر عورت ناشزہ ہو بدزبان ہو تنبیہ ونصیحت اور خاندان و جماعت کے سمجھدار معاملہ فہم انصاف پسند لوگوں کے سمجھانے کے باوجود اپنی بری عادتیں زبان درازی وغیرہ چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہو اوران وجوہ کی بنیاد پر والد طلاق دینے پر مجبور کرتے ہوں اور آپ کو بھی سابق تجربات کی بنیاد پر اصلاح کی اُمید نہ ہو اور آپ بھی فیما بینکم وبین اللّٰه طلاق دینا مناسب سمجھتے ہوں تو ان حالات میں طلاق دینا درست ہے مگر صرف ایک ہی طلاق دیں تین طلاق ہرگز نہ دیں۔

درمختار میں ہے: بل یستحب لو موذیة. شامی میں ہے: (قوله لو موذیة) اطلقه فشمل الموذیة له اولغیره بقولها او بفعلها (شامی ج۲/ ۵۷۱. ۵۷۲ ایضاً) فقط واللّٰه اعلم بالصواب. فتاویٰ رحیمیه ج ۸ ص ۲۸۳.

کہا گیا کہ اتنے دن خبر نہ لی تو یہ تمہاری بیوی نہیں رہے گی‘ شوہر نے منظور کرلیا

سوال: ایک شخص نے اپنے سالے کو خط لکھا کہ جس میں اپنی بیوی کو تین طلاق لکھی تھی لیکن دریافت کرنے پر اس نے خط لکھنے سے انکار کردیا تو لوگوں نے اس سے یہ وعدہ لیا کہ اگر چھ ماہ تک لڑکی کی خبر نہ لو گے اور کھانا کپڑا نہ دو گے تو یہ تمہاری بیوی نہیں رہے گی اس نے منظور کرلیا‘ مگر چھ ماہ سے دو تین ماہ زیادہ ہی ہو گئے مگر اس نے خبر نہیں لی اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: خط کے انکار کی صورت میں بغیر دو عادل گواہوں کے طلاق ثابت نہ ہوگی اور یہ الفاظ جو بعد میں شوہر نے بطور تعلیق کہے ہیں کہ چھ ماہ تک خبر نہ لی تو وہ اس کی بیوی نہیں رہے گی اس میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہے۔ اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہوں تو شرط پائے جانے کے بعد اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ (مفتی عزیز الرحمٰن)

مندرجہ ذیل اشعار کا حکم

سوال: ایک شخص کی بیوی اپنی بہن کے ہاں گئی تھی تو اس نے اپنی بیوی کو یہ اشعار خط میں لکھ کر بھیجے:

ترک ہرگز ہو نہیں پردہ وہاں الطاف سے　　جیسے بے پردہ رہی ہو کچھ دن ممتاز سے
گر خلاف اس کے عمل ہے یا کیا اب جائے گا　　زوجیت کا باہمی رشتہ قطع ہو جائے گا

اس شعر کے موصول ہونے سے پہلے اس کی بیوی نے میاں الطاف سے جو کہ اس کا بہنوئی ہے پردہ ترک کر دیا تھا اور اطلاع پانے کے بعد بھی بے پردہ رہی اس صورت میں طلاق بائن ہوئی یا نہیں؟ شوہر کا کہنا ہے کہ اس نے اس شعر سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی؟

جواب: اگر شوہر کی نیت طلاق کی نہیں تھی تو اس صورت میں طلاق نہیں ہوگی کیونکہ یہ لفظ کنایات میں سے ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند)

''تو مجھ سے علیحدہ ہے تیری ضرورت نہیں'' کہنے کا حکم

سوال: زید نے اپنی بیوی کو کئی مرتبہ یہ کہا کہ تو مجھ سے علیحدہ ہو اور نہ مجھ کو تیری ضرورت ہے' اب شوہر نو مہینوں سے لا پتہ ہے' اس میں عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: یہ کلمات صریح طلاق کے نہیں ہیں' ان کلمات میں طلاق شوہر کی نیت سے واقع ہوتی ہے جب کہ شوہر کی نیت کا حال معلوم نہیں ہو سکتا تو ان الفاظ پر کچھ حکم نہیں کیا جائے گا اور طلاق ثابت نہیں ہوگی اس لیے اس عورت کو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ص ۲۸۸ ج ۹)

''تو جان اور تیرا کام'' کہنے کا حکم

سوال: زید کی بیوی اس کی مار پٹائی کی وجہ سے میکے چلی گئی مگر اس کی اجازت سے گئی اور پندرہ دنوں میں واپسی کا وعدہ بھی کیا تھا مگر واپس نہیں آئی۔ زید نے دو خط لکھے' ایک بھائی کے نام لکھا کہ ''خط دیکھتے ہی اسے گھر پہنچا دو جس طرح ممکن ہو اگر خدانخواستہ نہیں پہنچاؤ گے تو واضح رہے کہ مجھ سے اور آپ کی ہمشیرہ سے کوئی سروکار نہیں رہے گا' آئندہ آپ جانیں اور آپ کا

کام۔ دوسرا خط بیوی کے نام بھیجا اگر تو فلاں دن اپنے بھائی کے ہمراہ میرے یہاں پہنچ گئی تو ٹھیک ہے ورنہ تو جان اور تیرا کام۔'' مگر بیوی اس معین دن نہیں پہنچی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ الفاظ ''تو جان اور تیرا کام'' کنایات میں سے ہیں اور ظاہر اًخلیۃ بریۃ کے ہم معنی ہیں۔ لہٰذا اگر شوہر کی نیت ان الفاظ سے طلاق کی ہے تو ایک طلاق بائنہ اس کی بیوی پر واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ص ۲۹۱ ج ۹)

بوقت غصہ بیوی کو ہمشیر کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے بوقت غصہ اپنی زوجہ کو ہمشیر تین مرتبہ کہا تو اس پر کیا کفارہ اور عورت پر کتنی عدت ہوگی؟ بینوا توجروا

جواب: اگر واقعی اس نے صرف ہمشیر کا لفظ بولا ہو اور تشبیہ نہ دی ہو' ہمشیر کے ساتھ یعنی کہ ہمشیر جیسی یا ہمشیر کی طرح وغیرہ تو نکاح بدستور باقی رہے گا کوئی حرمت ظہار نہیں اور نہ کوئی کفارہ ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۳۴۳)

تمہاری بیوی پر طلاق ہو کے جواب میں ''ہاں'' کہنے کا حکم

سوال: جناب مفتی صاحب! کسی دوست کے ساتھ کسی موضوع پر میری بات چیت ہو رہی تھی' اس نے باتوں کے درمیان مجھ سے کسی بات کے متعلق پوچھا اور کہا کہ آپ پر آپ کی بیوی تین طلاق پر طلاق ہو کہ جھوٹ نہ بولو گے۔ جواب میں میں نے صرف ہاں کہا اور پھر میں نے وہ جھوٹ بات کہہ دی' اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح میری بیوی پر تین طلاق واقع ہو گئی ہے یا نہیں؟ تفصیل سے مجھے سمجھائیں تاکہ میرے دل سے شک وشبہ نکل جائے؟

جواب: عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے جب اپنے دوست کے خط کشیدہ الفاظ کہنے پر ''ہاں'' کہا تو سائل ہی حالف بن گیا' یعنی اس نے اپنی بیوی پر تین طلاق واقع ہونے کو جھوٹ کہنے سے مشروط کر دیا اور جب اس نے گفتگو میں جھوٹی بات کہی تو اس کی بیوی پر شرط موجود ہونے کی وجہ سے تین طلاق واقع ہو کر مطلقہ مغلظہ ہو چکی ہے اور اب وہ حلالہ شرعی کے بغیر اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔

درمختار میں ہے: **ولو قال علیک عهد الله اِنْ فَعَلْتَ كذا فقال نعم فالحالف المجیب۔ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار جلد ۳ ص ۱۵۳ كتاب الطلاق)**

وفی الشامیة : ولایمین علی المبتدی وان نوی الیمین خانیة وفتح اه ای الاسناده الحلف الی المحاطب فلایمکن اَن یکون الحالف غیره. (جلد ۳ص ۱۵۲)

وفی الدر المختار : قیل لہٗ ان کنت فعلت کذا فامرأتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت. وفی الاشباہ القاعدة الحادیة عشر السوال معاد فی الجواب' قال امرأة زید طالق اَوعبده حر اَو علیه المشی لبیت اللّٰه ان فعل کذا و قال زید نعم کان حالفاً. الی اخره. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ج۳ص ۱۵۳ کتاب الطلاق) فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۴۸۷.

دوسرے کولکھا ''میری بیوی کو فارغ البال کردیں''

سوال: زید نے اپنے بھائی کو خط لکھا کہ دو ماہ بعد میری بیوی کو ''فارغ البال کردیں'' اس خط کو آئے ایک سال ہو گیا ہے' وہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: شوہر نے جو اپنے بھائی کے نام خط لکھا ہے کہ دو ماہ کے بعد میری بیوی کو فارغ البال کردیں۔ اگر نیت طلاق کے ساتھ لکھا تھا اور اس کے بھائی نے تحریر کے مطابق اس عورت کو فارغ البال کردیا' یعنی طلاق دے دی تو اس عورت پر طلاق بائن ہو گئی۔ شوہر کی نیت کے بغیر اگر بھائی نے طلاق دی تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ لہٰذا اگر بھائی نے طلاق دے دی تھی اور شوہر کی نیت بھی یہی تھی تو طلاق دینے کے بعد اگر عدت گزر گئی (جو کہ تین حیض ہے) تو اب وہ عورت دوسرا نکاح جس سے چاہے کر سکتی ہے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو نکاح نہیں کر سکتی۔

شوہر کے بھائی کو چاہیے کہ پہلے بھائی سے دریافت کرے کہ تمہاری نیت اس لفظ سے کیا ہے' اگر وہ لکھے کہ میری غرض طلاق ہے تو اس وقت بھائی کو چاہیے کہ طلاق دے دے' جب طلاق دے دے گا تو عدت کے بعد عورت کا دوسرا نکاح ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۹۴ ج ۹)

''میں تیرے لائق نہیں' تم دوسرا انتظام کرلو''

سوال: ہندہ بیان کرتی ہے کہ جس وقت سے میری شادی ہوئی شوہر میری طرف بالکل مخاطب نہیں ہوا' ایک روز شب کو میں نے شوہر کا ہاتھ پکڑا' تب شوہر نے مجھ سے ہاتھ چھڑا کر کہا کہ میں تیرے بالکل لائق نہیں ہوں تم اپنا دوسرا انتظام کرلو۔ یہ کہہ کر پانچ روپے دے دیئے اور صبح کو کہیں چلا گیا۔ اس صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

جواب: اگر شوہر نے یہ الفاظ طلاق کی نیت سے کہے ہیں تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ

واقع ہوگئی۔ عدت گزرنے کے بعد وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے لیکن نیت کا حال شوہر ہی سے معلوم ہوسکتا ہے اور شوہر کے نامرد ہونے کی وجہ سے شرعی قاضی مہلت دینے کے بعد تفریق کرسکتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۹۵ ج ۹)

زوجہ حاملہ من الزنا کو ''چھوڑ دیا'' کے الفاظ سے طلاق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ہمراہ الف کیا اور اس کے بطن سے سات ماہ بعد بچہ پیدا ہوگیا۔ اب الف نے اس لڑکی کو گھر سے پندرہ یوم سے نکال دیا ہے کہ لڑکی کا جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ نکاح سے قبل کا حمل تھا اس لیے الف کا کوئی نکاح نہیں ہے اور آیا اب وہ لڑکی دیگر جگہ اس بناء پر نکاح کرے تو وہ شرعاً جائز ہے اور اس کی یعنی الف کی مطلقہ تصور ہوگی' نیز سائل کے زبانی معلوم ہوا کہ الف نے تین دفعہ کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا' میرا اس کے ساتھ کوئی حق نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ حاملہ من الزنا کے ساتھ نکاح جائز ہے اگرچہ غیر زانی کے لیے وضع حمل سے پہلے وطی اور دواعی وطی جائز نہیں۔ بنابریں صورت مسئولہ میں یہ نکاح صحیح شمار ہوگا لیکن چونکہ لفظ چھوڑ دیا ہے طلاق کے لیے مستعمل ہوتا ہے اس لیے جب الف نے تین دفعہ اس لفظ کو دہرایا تو اس کی بیوی مطلقہ مغلظہ شمار ہوگی اور طرفین بغیر حلالہ کے دوبارہ آپس میں آباد نہیں ہوسکتے۔ اگر وضع حمل سے پہلے خاوند نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں تو وضع حمل سے عدت پوری ہوئی ہے اور لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر وضع حمل کے بعد الف نے تین دفعہ یہ لفظ کہا ہے تو عورت عدت شرعیہ تین ماہواری گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم

لیکن اگر نکاح کے سات مہینے بعد یہ بچہ پیدا ہوا ہے تو یہ بچہ اسی خاوند کا شمار ہوگا۔

فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۳۱۶۔

خط میں ''میری بیوی کو پیار'' لکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنی بیوی منکوحہ مدخولہ کو خط لکھتا ہے اور سسر کو خط لکھتے وقت یہ لکھتا ہے کہ میری بیوی کو پیار یعنی جو کہ اس کی اپنی بیوی ہے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ اس کو پیار لکھ چکا ہے' کیا پیار کے لکھنے سے اس کا نکاح منسوخ ہوگیا ہے یا نہیں' اگر نکاح باقی ہے تو کیا اس پر کوئی شرعی حرمت لگتی ہے یا کہ نہیں؟ مہربانی فرما کر احادیث نبویؐ سے فتویٰ صادر فرمائیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں اگر اس شخص نے یہی الفاظ (کہ فلاں نام کی عورت کو میری طرف سے پیار' خط میں لکھے ہیں) تو ان الفاظ سے اس کا نکاح منسوخ نہیں ہوتا بلکہ نکاح مضبوط ہوتا ہے اور اس کی زوجہ بدستور اس کی منکوحہ رہتی ہے۔ ان الفاظ سے اس پر طلاق نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۶ ص ۳۴۴۔

طلاق معلق

کسی شرط کے ساتھ معلق کر کے طلاق دینا

''اگر میں فلاں کام کروں تو مجھ پر عورت طلاق'' کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنی والدہ سے غصہ میں آ کر کہا کہ اگر میں تیرے پاس آؤں تو مجھ پر عورت طلاق ہوگی اور یہ لفظ اس نے صرف ایک ہی مرتبہ کہا ہے' اب وہ شخص اپنی والدہ کے پاس آنا چاہتا ہے تو اس کے لیے کیا صورت ہوگی؟

جواب: اس صورت میں وہ شخص زندگی میں جب کبھی اپنی والدہ کے پاس جائے گا تو بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی جس کا حکم شرعی یہ ہے کہ عدت کے اندر بغیر تجدید نکاح کے شوہر رجوع کرسکتا ہے۔ البتہ عدت کے بعد عورت کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ یہ شخص والدہ کے پاس چلا جائے۔ اس سے ایک طلاق رجعی ہوجائے گی اس کے بعد یہ شخص بیوی سے رجوع کرے اور ''رجوع'' سے مراد یہ ہے کہ یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی یا بیوی کو ہاتھ لگادے یا اس سے صحبت کرلے۔ زبان سے یا فعل سے رجوع کرلینے کے بعد طلاق کا اثر ختم ہوجائے گا لیکن اس شخص نے تین طلاقوں میں سے ایک طلاق کا حق استعمال کرلیا ہے۔ اب اس کے پاس صرف دو طلاقوں کا حق باقی رہ گیا ہے۔ آئندہ اگر دو طلاقیں دے دیں تو بیوی حرام ہوجائے گی۔ اس لیے آئندہ احتیاط کرے۔

طلاق معلق میں شک ہو تو طلاق واقع نہیں ہوئی

سوال: زید نے قسم کھائی اگر میں نے عمر کی شکایت کی ہو تو میری بیوی پر طلاق مغلظہ ہے' کچھ دنوں کے بعد اس کو یاد آیا کہ میں نے اس قسم کھانے سے پہلے فلاں شخص جو کہ عمر کی شکایتوں سے واقف تھا اس سے کلکتہ میں یہ کہا تھا کہ جب بنارس جاؤ تو عمر کی شکایت فلاں شخص سے کرنا'

بنارس جا کر اس نے شکایت کر بھی دی تھی مگر اس قسم میں زید کو یہ شبہ ہے کہ قسم کھاتے وقت کسی جگہ کی تخصیص کی تھی یا نہیں؟ مثلاً اس طرح کہا تھا کہ اگر میں نے عمر کی شکایت بنارس میں کسی سے کی ہو تو میری بیوی پر طلاق مغلظہ ہے یا یہ کہ مطلق کسی جگہ وغیرہ کی تخصیص نہیں کی تھی' اس صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

جواب: شک سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ پس جب صورت مسئولہ میں اس کو تعمیم و تخصیص مکان میں شک ہے تو تحقیق شرط سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ کمافی الدر المختار (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۶۳ ج ۱۰)

اگر دوسری شادی کی تو بیوی کو طلاق

سوال:۔ ایک لڑکے کی ۱۸ سال قبل اس وقت شادی ہوئی' جب وہ حدود لڑکپن میں تھا۔ اس کے سسر نے اس سے ایسی تحریر پر دستخط لے لئے جس میں تحریر تھا کہ "اگر دوسری شادی کی تو میری بیٹی کو طلاق ہو جائے گی" جبکہ وہ لڑکا اس تحریر کو نہ سمجھ سکا تھا۔ ایسی صورت میں اس کے لئے دوسری شادی کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ آپ کے سوال میں دو امر تنقیح طلب ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے "حدود لڑکپن" کا جو لفظ لکھا ہے' اس سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ وہ لڑکا اس وقت "نابالغ" تھا تو نابالغ کی تحریر کا اعتبار نہیں۔ اس لئے دوسری شادی پر طلاق نہیں ہوگی۔ اور اگر اس لفظ سے یہ مراد ہے کہ لڑکا تھا تو بالغ' مگر بے سمجھ تھا تو یہ تحریر معتبر ہے۔ اور دوسری شادی کرنے پر پہلی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔

دوسرا امر تنقیح یہ ہے کہ آیا تحریر میں یہی الفاظ تھے جو سوال میں نقل کئے گئے ہیں' یعنی "اگر دوسری شادی کی تو میری بیٹی کو طلاق ہو جائے گی" یا تین طلاق کے الفاظ تھے؟ اگر یہی الفاظ لکھے تھے جو آپ نے سوال میں نقل کئے ہیں تو دوسری شادی کرنے پر پہلی بیوی کو صرف ایک طلاق ہو گی۔ اور وہ بھی رجعی "رجعی" کا مطلب یہ ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے شوہر زبان سے یہ کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی اور بیوی سے رجوع کر لیا یا مطلقہ کو ہاتھ لگا دے یا اس سے میاں بیوی کا تعلق قائم کر لے۔ غرضیکہ اپنے قول یا فعل سے طلاق کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لے تو طلاق موثر نہیں ہوتی اور نکاح بدستور قائم رہتا ہے۔ اور اگر عدت ختم ہو جائے تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اگر طلاق کے الفاظ تین مرتبہ استعمال کئے گئے تھے تو اس میں رجوع کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ کے مسائل ص ۳۷۷۔

طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ

سوال: ایک شخص نے کسی کام کے کرنے سے تین طلاق معلق کی ہیں' ابھی تک تو حنث کا

موقع نہیں آیا، ممکن ہے کسی وقت حنث واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ بن جائے ایسی حالت میں اس خطرہ سے بچنے کے لیے اس شخص کو کیالائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

جواب: طلاق معلق کی صورت میں شرط کی موجودگی میں طلاق کا واقع ہونا ایک ضروری امر ہے تاہم اس سے بچنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے کہ یہ شخص بیوی کو طلاق بائن دے کر فارغ کرے عدت گزارنے کے بعد یہ عورت اس کے نکاح سے نکل جائے تو آزادی کی حالت میں یہ شخص وہ کام کرے جس سے طلاق معلق کی ہے چونکہ اس وقت عورت اس کی ملک میں نہ ہونے کی وجہ سے طلاق غیر موثر رہے گی اور ایک دفعہ حانث ہونے سے یمین پورا ہو کر دوبارہ کرنے سے حنث لازم نہیں آتا اس لیے جب دوبارہ نکاح کرے تو بھی متعلقہ کام کرنے سے حنث لازم نہیں آئے گا۔

قال ابن عابدینؒ: لوحلف لایخرج امرأته الا باذنه فخرجت بعدالطلاق وانقضاء العدّة لم یحنث وبطلت الیمین بالبینونة حتیٰ لوتزوّجها ثانیاً ثم خرجت بلا اذن لم یحنث. (ردالمحتار ج۲ ص۵۴۴، باب التعلیق، مطلب زوال الملک ......الخ)

(**قال العلامة الحصکفی رحمه الله: فحلیة من علق الثلاث بدخول الدار ان یطلقها واحدة ثمّ بعدالعدّة تدخلها فتخل الیمین فینکحها.** (الدرالمختار علیٰ هامش ردّالمحتار جلد ۲ ص۵۴۵ باب التعلیق، مطلب اختلاف الزوجین فی وجود الشرط) **وَمِثْلُهٗ فی الهندیة ج ۱ ص ۴۱۶ الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الاوّل فی الفاظ الشرط)** (فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۴۹۰)

اقرار نامہ میں ہے کہ اگر جبراً کہیں لے جاؤں گا تو آپ کا علاقہ زوجیت قطع کرنے کا اختیار ہوگا' اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: کابین نامہ (شادی کے وقت تیار کیا جانے والا اقرار نامہ وشرائط) کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ آپ کو حسب دل خواہ جگہ میں رکھوں گا اور جبراً کہیں نہیں لے جاؤں گا' اگر لے جاؤں گا تو آپ کو علاقہ زوجیت قطع کرنے کا اختیار ہوگا' اب شوہر عورت کو غیر مرضی کی جگہ میں لے جانا چاہتا ہے جس کو عورت ناپسند کرتی ہے اس صورت میں عورت کو طلاق کا اختیار ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں عورت کو طلاق بائن لینے کا حق حاصل ہوگا جیسا کہ تعلیق کا حکم ہے کہ وہ وجود شرط کے بعد مخل (خلل انداز ے ہوجاتی ہے) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

''تم نہیں جاؤ گی تو تمہیں طلاق دے دوں گا'' وعدہ طلاق ہے

سوال: اصغر علی نے اپنی بیوی کو جو اپنے میکے میں تھی' جھگڑے کے دوران کہا کہ کیا تم میرے ساتھ جاؤ گی یا نہیں؟ اگر نہیں جاؤ گی تو میں طلاق دے دوں گا' بعد میں بہت زیادہ جھگڑے اور جھوٹی باتیں بنیں کیا ان باتوں سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: اصغر علی نے جو الفاظ بیان کیے ہیں کہ تم میرے ساتھ نہیں جاؤ گی تو تم کو طلاق دے دوں گا' ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ اس میں وعدہ طلاق کا ہے ایقاع طلاق یعنی طلاق کو واقع کرنا نہیں ہے اور وعدہ طلاق سے طلاق نہیں پڑتی۔ (کما صرح به الفقهاء) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

تعلیق غیر متعین کی صورت میں موت کے وقت طلاق ہوگی

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی سے جھگڑتے ہوئے بیوی کی سہیلیوں سے کہا کہ اگر میں تمہیں جہلم تک نہ پہنچادوں تو میری بیوی پر تین طلاق ہیں' تعلیق غیر متعین کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں تعلیق بالطلاق ہوگئی' اگر شوہر شرط کو پورا نہیں کرے گا یعنی ان عورتوں کو جہلم شہر تک نہ پہنچائے گا اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوجائیں گی مگر چونکہ اس کا وقت متعین نہیں کیا اس لیے آخر عمر تک انتظار کیا جائے گا اور بوقت موت تین طلاق واقع ہوں گی۔

(کمافی الشامیة) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

طلاق کو مہر کی معافی کی شرط پر معلق کیا تو جب تک مہر معاف نہیں کرے گی طلاق واقع نہیں ہوگی

سوال: ''بیوی کا اپنے شوہر سے یہ معاہدہ ہوا کہ شوہر مجھ کو طلاق دے دے اور میں مہر معاف کردوں'' چنانچہ شوہر نے ان الفاظ سے طلاق دی کہ اگر بیوی نے مہر معاف کردیا تو میری طرف سے طلاق ہے لیکن بیوی حصول طلاق کے بعد مذکورہ فیصلے کی پابند نہیں رہی اور مہر کا دعویٰ قائم کردیا چونکہ شوہر نے شرط کے ساتھ طلاق دی تھی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

جواب: جب کہ طلاق معلق تھی اس بات پر کہ بیوی مہر معاف کرے تو اگر اس کی بیوی نے

مہر معاف نہیں کیا تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ هذا حکم التعلیقات کذا فی المعتبرات (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی

سوال: زید اور اس کی منکوحہ میں کچھ تکرار ہو رہی تھی اس کی منکوحہ نے غصہ سے مغلوب ہو کر گھر سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تھا چونکہ دن کا وقت تھا جو کہ بے پردگی کا سبب تھا' زید نے غصہ میں آ کر اپنی بیوی سے کہا ''یاد رکھو جیسے ہی گھر سے باہر نکلی تجھ کو طلاق ہے'' اس کی بیوی ڈر گئی اور اپنے اس ارادہ سے باز رہی' رات کو پھر چھیڑ چھاڑ ہوئی اور اب زید مغلوب الغضب ہو کر بیوی کو دھمکانے کی خاطر باہر چلا' اس وقت چونکہ بے پردگی وغیرہ کا احتمال نہ تھا اور یہ خیال کر کے کہ زید کہیں چلا نہ جائے اس کی بیوی بھی ساتھ ہو لی اور اس کے بعد دہلیز سے باہر نکل آئی' اس صورت میں اس پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔ کماهو مذکورہ فی کتاب الفقه فی یمین الفور. (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

شوہر نے لکھا ''فلاں تاریخ تک بیوی نہ آئی تو طلاق'' بعد میں سسر نے راضی کر لیا کہ بعد میں آ جائے گی' کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنے سسر کو لکھا کہ فلاں تاریخ تک میری بیوی میرے گھر پہنچا دو تو بہتر ہے ورنہ طلاق ہو جائے گی' یعنی مطلقہ سمجھی جائے گی۔ عورت کے والد نے خوشامد کر کے اس شخص کو راضی کر لیا کہ تاریخ مذکور تک تمہاری بیوی نہیں آ سکتی' بعد میں بھیجوں گا اس صورت میں اس عورت کو طلاق ہو گی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں اگر اس عورت کا باپ تاریخ معین پر اس عورت کو خاوند کے پاس نہ بھیجے گا تو عورت مطلقہ ہو جائے گی کیونکہ طلاق معلق کی شرط کا تحقق ہو جائے گا۔ مرد کا شرط کے خلاف پر راضی ہو جانا اس تعلیق سابق کو باطل نہیں کرتا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

''زبیدہ سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہے'' کہنے کا حکم

سوال: ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں زبیدہ سے شادی نہیں کروں گا اگر اس سے شادی کروں تو اسے طلاق ہے۔ اب اگر وہ نکاح کرے گا تو اسے طلاق پڑ جائے گی لیکن کیا اگر وہ دوبارہ زبیدہ سے نکاح کرے تو پھر بھی طلاق پڑے گی؟

جواب: یہ قسم ایک مرتبہ میں ختم ہو جائے گی۔ دوبارہ زبیدہ سے نکاح کر سکتا ہے (دوبارہ اسے

طلاق نہیں پڑے گی) کذافی الدر المختار باب التعلیق (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

''کہا مہر کے بدلہ اپنی بیوی کو حرام کیا''

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کی غیر موجودگی میں کہا کہ میں نے مہر کے بدلے اپنی بیوی کو حرام کیا اور مطلقہ مانتا ہوں' جب بیوی نے یہ بات سنی تو کہا کہ میں اسے مہر تو ہرگز معاف نہیں کروں گی' اس صورت میں طلاق کا کیا حکم ہے؟

جواب: جیسا کہ شامی میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بیوی مہر کی معافی کو قبول نہ کرے گی طلاق واقع نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

کہا ''اگر باپ کے گھر گئی تو طلاق ہے'' باپ کے مرجانے کے بعد کیا حکم ہے؟

سوال: زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو اگر اپنے باپ کے گھر جائے گی تو تجھ پر طلاق' پس ہندہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد گئی تو اس صورت میں اس پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی کیونکہ باپ کا گھر اس کے مرنے کے بعد بھی عرف میں باپ کا گھر ہی کہلاتا ہے۔ جیسا کہ شامی میں اس بارے میں مذکور ہے۔ (**مطلب لایضع قدمه فی دار فلان و مطلب الایمان مبنیة علی الالفاظ**) (شامی) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

کسی کو قتل کرنے پر طلاق معلق کرنا

سوال: ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اگر میں نے تم کو قتل نہ کیا تو میری بیوی پر طلاق ہوگی' بعد میں اس شخص نے قتل سے اجتناب کیا ہے' اندریں صورت اس کی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں؟

جواب: طلاق کو عدم قتل سے معلق کرنا ممکن الوقوع ہے اس لیے یہ قسم اپنی جگہ میں منعقد ہے تاہم اس شخص پر علی الفور حنث لازم نہیں جس سے اس شخص پر بیوی طلاق ہو۔ البتہ اگر متعلقہ شخص اپنی موت مرجائے یا قسم کھانے والا اس کو قتل کرنے کے بغیر مرجائے تو ایسی حالت میں اس کی بیوی پر طلاق ہوگی؟ بظاہر الفاظ قسم میں طلاق کی تعداد کا ذکر نہیں اس لیے ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: لوحلف ليفعلنه بَرَّ بِمرّة. وقال العلامة ابن عابدينؒ: تحت هٰذا القول واذا لم يفعل لايحكم بوقوع الحنث حتّٰى يقع الياس عن الفعل وذٰلک بموت الحالف او بفوت محل الفعل. (ردالمحتار ج۳ص۱۴۸ باب اليمين فى الضرب والقتل وغير ذٰلک)

(قال العلامۃ المرغینانیؒ: وان حلف لیفعلن کذا ففعله مرّۃ واحدۃ برّ فی یمینه لان الملتزم فعل واحد غیر عین اذا لمقام مقام الاثبات فبای فعل فعله وانما یحنث لوقوع الیاس عنه وذٰلک بموته او بفوت محل الفعل (الهدایۃ ج۲ ص۵۰۶ باب الیمین فی تقاضی الدراهم) ومثلهٗ فی الفتاویٰ الهندیۃ ج۲ ص۱۲۹ الباب الحادی عشر فی الیمین فی الضرب) فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۴۸۹۔

طلاق معلق کو واپس لینے کا اختیار نہیں

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے غصے میں یہ کہہ دے کہ اگر تم نے میری مرضی کے خلاف کام کیا تو تم میرے نکاح سے باہر ہو جاؤ گی اگر شوہر اس شرط کو ختم کرنا چاہے تو کیا وہ ختم ہو سکتی ہے؟ اور کس طرح دوسری بات یہ ہے کہ فرض کرو اگر بیوی اس کام کو کر لیتی ہے تو کیا وہ نکاح سے باہر ہو جاتی ہے؟

جواب: طلاق کو کسی شرط پر معلق کر دینے کے بعد اسے واپس لینے کا اختیار نہیں اس لیے اس شخص کی بیوی اگر اس کی مرضی کے خلاف وہ کام کرے گی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی مگر دوبارہ نکاح ہو سکے گا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۷۷ ج ۵)

اگر تم مہمان کے سامنے آئی تو تین طلاق

سوال: میرے شوہر معمولی سی باتوں پر جھگڑا کرنے لگتے ہیں ایک دفعہ جھگڑے کے دوران کہنے لگے کہ اگر تم میرے یا اپنے رشتہ داروں کے سامنے آئیں تو تمہیں میری طرف سے تین طلاق یہ کہہ کر چلے گئے جبکہ انہیں معلوم تھا کہ مہمان آنے والے ہیں جو کہ ان کے اور میرے دونوں یکساں رشتہ دار ہیں تھوڑی دیر بعد مہمان آ گئے اور مجھے مجبوراً ان کے سامنے جانا پڑا۔ آپ یہ تحریر فرمائیں کہ کیا ان کے اس طرح کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور ہمارا ایک ساتھ رہنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ میرے شوہر اس سے پہلے بھی اکثر لڑائیوں میں طلاق کا لفظ نکال چکے ہیں؟ برائے مہربانی جواب ضرور عنایت فرمائیں؟

جواب: ان الفاظ سے تین طلاقیں ہو گئیں اور اگر وہ اس سے پہلے بھی اکثر لڑائیوں میں طلاق کا لفظ نکال چکے ہیں تو طلاق پہلے ہی واقع ہو چکی ہے۔ بہرحال اب تم دونوں کا تعلق میاں بیوی کا نہیں بلکہ ایک دوسرے پر قطعی حرام ہیں۔ حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۷۷ ج ۵)

اگر بھائی کے گھر آنے سے طلاق کو معلق کیا تو اب کیا کرے

سوال: میں ایک کرائے کے مکان میں رہ رہا تھا' آج سے پانچ سال پہلے ہم دونوں بھائیوں کی آپس میں باتیں ہو رہی تھیں تو باتوں باتوں میں تلخ کلامی ہو گئی اور بہت زیادہ ہوئی' اسی دوران بھائی باہر نکل گیا' کافی دور جا کر اس نے کہا کہ میں اپنے بھائی کے گھر آؤں تو میری بیوی پر تیرہ دفعہ طلاق ہے اب وہ بھائی عرصہ پانچ سال سے میرے گھر نہیں آیا' اب وہ میرے گھر کس صورت میں آسکتا ہے اور ان باتوں کا کیا حل ہے؟

جواب: آپ کا بھائی جب بھی آپ کے گھر آئے گا اس کی بیوی کو تین طلاق ہو جائیں گی۔ اگر وہ اپنی قسم توڑنا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے دے پھر جب بیوی کی عدت ختم ہو جائے تو آپ کے گھر چلا جائے اس کی قسم ٹوٹ جائے گی پھر دوبارہ اپنی بیوی سے نکاح کر لے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۷۸ ج ۵)

اگر باپ کے گھر گئیں تو مجھ پر تین طلاق کہنے کا حکم

سوال: میرا اپنے سسر سے جھگڑا ہو گیا اور میں نے گھر آتے ہی بیوی کو کہا کہ آج کے بعد تم اگر باپ کے گھر گئیں تو تم پر تین شرط طلاق ہو خیر اس کے بعد وہ تو باپ کے گھر نہ گئی مگر آج کل سسر صاحب سخت بیمار ہیں اور میں یہ سوال لے کر بڑے بڑے علماء کرام کے پاس گیا ہوں مگر مطمئن نہیں ہوں' آپ بتائیں کہ میری بیوی کس طرح باپ کے گھر جائے؟

جواب: آپ کی بیوی اپنے والد کے گھر نہیں جا سکتی۔ اگر جائے گی تو اسے تین طلاقیں ہو جائیں گی' اس کی تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ اس کو ایک طلاق بائن دے کر اپنے نکاح سے خارج کر دیں پھر وہ عدت ختم ہونے کے بعد اپنے باپ کے گھر چلی جائے چونکہ اس وقت وہ آپ کے نکاح میں نہیں ہوگی اس لیے تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی اور شرط پوری ہو جائے گی۔ اب اگر دونوں کی رضامندی ہو تو دوبارہ نکاح کر لیا جائے اس کے بعد اگر اپنے باپ کے گھر آ جائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۸۰ ج ۵)

طلاق معلق کا ایک مسئلہ

سوال: میرے میاں نے مجھے میری بہن کے گھر جانے سے منع کیا اور کہا کہ تم وہاں گئیں تو مجھ پر طلاق ہو جائے گی اور تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے کہ میں تمہیں طلاق دے دوں گا اور اس کے دوسرے

تیسرے دن ہی ہم وہاں چلے گئے' پہلے مجھے معلوم نہیں تھا کہ زبان سے کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے' لوگوں سے معلوم ہوا کہ اس طرح بھی طلاق ہو جاتی ہے جب کہ میاں نہیں مان رہے اور کہہ رہے ہیں کہ طلاق دینے کا میں نے وعدہ کیا ہے اور طلاق نہیں دی جب کہ یہی الفاظ جو ابھی لکھے ہیں میرے میاں نے مجھے کہے تھے' کیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو اس کا حل کیا ہے؟

جواب: آپ کے وہاں جانے کے بعد شوہر نے دو لفظ استعمال کیے ہیں ایک یہ کہ اگر تم وہاں گئیں تو مجھ پر طلاق ہوجاؤ گی اس سے ایک طلاق ہوگئی مگر شوہر عدت کے اندر اگر زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لی یا میاں بیوی کا تعلق قائم کر لے تو رجوع ہو جائے گا' دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ دوسرا فقرہ آپ کے شوہر کا جسے انہوں نے تین بار دہرایا یہ تھا کہ میں تمہیں طلاق دے دوں گا یہ طلاق دینے کی دھمکی ہے ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوئی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۷۳ ج ۵)

کیا دو طلاقیں دینے کے بعد طلاق معلق واقع ہوسکتی ہے؟

سوال: زید نے اپنی بیوی کو کہا ''اگر میری اجازت کے بغیر میکے گئی تو تمہیں طلاق ہے'' مگر چند دنوں کے بعد دوسری وجہ سے دو طلاقیں دے دیتا ہے اور اپنی بیوی سے الگ ہو جاتا ہے اور اپنی مطلقہ بیوی کو میکے بھیج دیتا ہے یا وہ عورت اپنے والدین کے گھر چلی جاتی ہے تو کیا اس عورت کو صرف دو طلاقیں واقع ہوں گی یا وہ طلاق بھی واقع ہو جائے گی جو زید نے اس شرط پر دی کہ میری بغیر اجازت اپنے والدین کے گھر گئی تو ایک طلاق ہے؟ کیا زید اپنی بیوی کو دوبارہ نکاح میں لا سکتا ہے؟

جواب: طلاق معلق نکاح یا عدت میں شرط کے پائے جانے سے واقع ہو جاتی ہے۔ پس صورت مسئولہ میں دو طلاق کے بعد بیوی کا میکے جانا اگر عدت ختم ہونے کے بعد تھا تو طلاق معلق واقع نہیں ہوئی اور اگر عدت کے اندر تھی اور شوہر نے خود اسے بھیجا تب بھی تیسری طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ شرط بلا اجازت جانے کی تھی اور یہ جانا بغیر اجازت کے نہیں بلکہ اس کے حکم سے ہوا اور اگر عورت عدت کے اندر شوہر کی اجازت کے بغیر چلی گئی تو تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۳۷۲۔

تفویض طلاق

(طلاق عورت کو سونپ دینا)

طلاق کیلئے کسی اور کو حق دینا

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حق اپنے والد کو اس طرح دیا کہ میں فلاں ابن فلاں بقائمی ہوش وحواس برضا ورغبت بلا کسی جبر واکراہ کے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حق اپنے والد کو تفویض کرتا ہوں' اس پر اس کے دستخط اور گواہ بھی موجود ہوں' کیا اس کے بعد والد بیٹے کی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: طلاق میں مطلقاً توکیل درست ہے اس لیے اگر بیٹے نے باپ کو طلاق دینے کے اختیارات دیئے ہوں تو والد کسی وقت بھی ان اختیارات کو استعمال کر کے اپنے بیٹے کی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے تاہم بیٹا کسی وقت بھی اس سے رجوع کر سکتا ہے جس کے بعد والد کو طلاق دینے کا حق باقی نہیں رہے گا۔

قال العلامة الحصکفیؒ: واما فی طلقی ضرتک اوقوله لاجنبی طلق امرأتی فیصح رجوعه منه ولم یقید بالمجلس لانه توکیل محض. (الدرالمختار علٰی صدر ردالمحتار ج۳ص۳۱۷ باب تفویض الطلاق) (قال العلامة طاهر بن عبدالرشید انصاریؒ: مایدل علٰی جواز الوکالت فی الطلاق وصحته مانصه. وفی المحیط: سئل شمس الاسلام عمن قال لغیره طلق امرأتک فقال ذٰلک الغیرالحکم لک فقال ان کان الحکم لی طلقتها ...... الخ (خلاصة الفتاویٰ ج۲ص۸۹ کتاب الطلاق' جنس اٰخر فی التوکیل ......الخ) فتاویٰ حقانیه ج۴ ص۴۹۴.

تفویض طلاق کا کیا مطلب ہے؟

سوال: تفویض طلاق کا کیا مطلب ہے؟ بیوی کو اس سے کیا اختیار حاصل ہوتا ہے؟ کیا بیوی کے علاوہ دوسرے شخص کو بھی تفویض کیا جا سکتا ہے؟

جواب: تفویض کے معنی ہیں سونپ دینا اور تفویض طلاق میں شوہر اپنا طلاق کا اختیار بیوی کو سونپ دیتا ہے کہ وہ اگر چاہے تو خود پر طلاق واقع کر لے۔ اس سے عورت پر طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ عام طور پر یہ کابین نامہ میں لکھا جاتا ہے اگر میں نے یہ یہ شرائط پوری نہ کیں تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ خود پر ایک طلاق بائن واقع کر لے۔ اسی طرح اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار کسی اور کو بھی تفویض کیا جا سکتا ہے یا کسی خاص موقع پر شوہر بیوی کو اختیار دے دیتا ہے۔

اختیار سونپنے کے بعد عورت کا اپنے کو طلاق دینے کا طریقہ

سوال: زاہد علی کا نکاح کریمہ بنت عبداللہ سے ہوا تھا اور ساتھ ساتھ اقرار ''امر بالید'' (معاملہ عورت کے ہاتھ میں ہونا) کا لیا گیا اور نکاح نامہ لکھا گیا جس میں یہ الفاظ تحریر ہیں کہ مسماۃ کریمہ بنت عبداللہ کو بغیر جبر و اکراہ کے رضا مندی کے ساتھ ساتھ ''امر بالید'' کا اختیار دے دیا یعنی مسماۃ کریمہ جب چاہے اپنی ذات کو میرے نکاح سے خارج کر کے آزاد کر لیں مجھ کو کبھی کسی طرح اپنے نکاح کے قائم ہونے کا دعویٰ نہ ہو سکے گا۔'' کیونکہ اس اقرار نامہ کی رو سے اس وقت وہ قطعاً و یقیناً میرے عقد نکاح سے خارج ہوجائیں گی''

اب زاہد علی کے ناشائستہ افعال کی وجہ سے مسماۃ کریمہ زاہد علی کے نکاح سے علیحدہ ہو کر عقد ثانی کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا مسماۃ کریمہ کن الفاظ سے اردو مضمون میں خود کو طلاق دے تاکہ طلاق واقع ہوجائے؟

جواب: اس صورت میں کریمہ کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے اپنا نکاح فسخ کرے اور وہ یہ الفاظ کہہ لے کہ میں نے اپنے آپ کو طلاق بائنہ دی اور اپنے نفس کو شوہر زاہد علی کے نکاح سے خارج کر دیا تو اس حالت میں کریمہ پر طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی اور وہ زاہد علی کے نکاح سے خارج ہوجائے گی۔ عدت کے بعد اس کے لیے جائز ہے کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے مگر یہ شرط ہے کہ شوہر نے الفاظ ''امر بالید'' طلاق کی نیت سے کہے ہوں۔ (جیسا کہ درمختار میں شرط کی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۲ ج ۱۰)

نکاح سے پہلے کا تفویض نامہ درست نہیں

سوال: ایک شخص نکاح سے پہلے ہی اس عورت کو جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے طلاق کا

اختیار تفویض کر دیتا ہے کہ جس وقت عورت چاہے مرد سے اپنی ذات کو بذریعہ طلاق جدا کرلے اور مطلقہ ہوجائے' یہ تفویض قبل از نکاح درست ہے یا نہیں؟

جواب: نکاح سے پہلے تفویض طلاق نہیں ہوسکتی لیکن اگر بطریق تعلیق واضافت کہے اس طرح کہ جب تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق لینے کا اختیار ہے یا یہ کہے کہ نکاح کے بعد تجھ کو طلاق لینے کا اختیار ہے تو اس طرح تفویض کرنا درست ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۳ ج ۱۰)

اختیار اس کے ہاتھ سے نکل گیا' تفویض طلاق کی ایک صورت

سوال: گزارش یہ ہے کہ دو قلم از روئے بندہ نوازی تحریر فرما کر اس مسئلہ کے جواب سے مطلع فرماویں' صورت مسئولہ بعینہ یہ ہے کہ زید نے اپنے بھائی عمرو کے پاس ایک خط لکھا تھا کہ میں پردیس یعنی دوسرے ملک میں ہوں' میری بیوی کا حق مجھ سے ادا نہیں ہوتا' اس لیے میری طلاق دینے کی جو طاقت اور قوت ہے وہ اس کو سپرد کرتا ہوں' اگر وہ چاہے تو دوسری جگہ نکاح میں بیٹھ سکتی ہے' فقط اور کچھ تفصیل نہ کی۔

۱۔ عمرو نے اس خط کو اپنے پاس رکھا اور کچھ ظاہر نہیں کیا اس وقت منکوحہ مطلقہ ہوگی یا نہیں؟

۲۔ پھر اگر منکوحہ اس خبر کو سن کر طلاق اختیار کرلے تو کتنی واقع ہوگی؟

(فقط والسلام احقر محمد بدیع الزمان نواکھالی)

جواب: صورت مسئولہ میں یہ صیغہ تفویض طلاق کا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جس وقت عورت کو تفویض کا علم ہوا اسی وقت مجلس علم میں ہی طلاق لے لے گی تو طلاق پڑ جاوے گی اور اگر اس کو تفویض کا علم ہی نہ ہو یا علم ہوا اور وہ طلاق نہ لے تو وقوع طلاق نہ ہوگا ایسے ہی اگر مجلس علم کے بعد طلاق لے تب بھی وقوع نہ ہوگا یا مجلس علم میں سنتے ہی کسی اور بات میں لگ جاوے جس کو تفویض سے کچھ علاقہ نہیں پھر اس بات کے بعد میں طلاق لے تب بھی کچھ نہ ہوگا۔

قال في الدر فلها ان تطلق في مجلس علمها به مشافهة او اخبار او ان طال يوما او اكثر مالم تقم لتبدل مجلسها حقيقة او حكما بان تعمل مايقطعه مما يدل على الاعراض ا ه . (ص ۷۸۱ مع الشامي)

۲۔ صورت مسئولہ میں عورت بعد علم کے اگر تین طلاق لینا چاہے تو لے سکتی ہے کیونکہ شوہر کے الفاظ یہ ہیں کہ "میرے طلاق دینے کی جو طاقت اور قوت ہے وہ اس کو سپرد کرتا ہوں" اس سے بظاہر تین طلاق تک کی تفویض مفہوم ہوتی ہے اور اگر شوہر کی نیت ان الفاظ سے تین طلاق سپرد کرنے کی نہ تھی بلکہ

ایک ہی طلاق سپرد کرنے کی نیت تھی تو عورت صرف ایک لے سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔ امداد الاحکام ج ۲ ص ۴۸۸۔
(احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۱۳۴۳ھ)

اگر تمہاری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو تم کو اختیار ہے

سوال: ایک شخص نے نکاح کے وقت بیوی کو یہ اختیار دیا کہ اگر میں تمہاری اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کروں تو تم کو اختیار ہے کہ تم اس دوسری بیوی کو طلاق دے کر میرے عقد سے خارج کر دو' اس طرح عورت کو طلاق کا اختیار دینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور اسے اختیار حاصل ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں عورت کو اختیار دینا درست ہے اور اگر وہ اس وقت طلاق دے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ (جیسا کہ درمختار باب تفویض میں مذکور ہے) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۳۱ ج ۱۰)

شوہر نے تین طلاق کی نیت سے ''طلقی نفسک'' کہا

سوال: اگر زید نے تین طلاق کی نیت سے اپنی بیوی سے کہا ''طلقی نفسک'' (اپنے نفس کو طلاق دے دے) اس سے تین طلاق پڑیں گی یا ایک رجعی پڑے گی؟

جواب: اگر عورت اپنے نفس پر تین طلاق واقع کرے گی تو تین طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر ایک طلاق دے گی تو ایک واقع ہو گی۔ (کمافی الشامیۃ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۴ ج ۱۰)

''حلالہ میں یہ شرط لگانا کہ میں جب چاہوں آزاد ہو جاؤں گی'' باطل ہے

سوال: اگر مطلقہ عورت اس شرط پر حلالہ کرائے کہ میں چاہوں گی شوہر ثانی سے طلاق بائنہ لے کر آزاد ہو جاؤں گی (یعنی خود اپنے اوپر طلاق واقع کرلوں گی) اس صورت میں حلالہ درست ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: شوہر ثانی جس وقت مباشرت کے بعد اس کو طلاق دے گا تو عدت کے بعد وہ عورت شوہر اول کے لیے حلال ہے اور عورت کا یہ شرط کرنا قبل از نکاح باطل ہے اس سے عورت کو خود طلاق کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔ البتہ اگر یہ شرط کہ نکاح کے بعد میں جس وقت چاہوں گی طلاق لے لوں گی اور شوہر ثانی اس کو منظور کر لے کہ نکاح کے بعد تجھ کو طلاق لینے کا اختیار ہے تو عورت جب چاہے اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے اور حلالہ میں شوہر ثانی کی مباشرت ضروری ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۴ جلد ۱۰)

ایک شخص نے باپ کو اپنی بیوی کی طلاق کا حق سپرد کیا' باپ نے اسکے سسر کو اس کا اختیار دے دیا تو کیا سسر اس کی بیوی پر طلاق واقع کر سکتا ہے؟

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حق اپنے باپ کو سپرد کیا تھا' کتنے روز کے بعد اس کے باپ نے وہ طلاق دینے کا حق اس شخص کے سسر کو سپرد کیا ہے؟ اس شخص کے سسر نے طلاق دے کر اپنی بیٹی کو عدت کے بعد دوسرے سے نکاح دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا بحوالہ کتاب معتبرہ زیادۃ' فقط والسلام (عاصی محمد یٰسین خان موضع الکدیہ پوسٹ بوگیا ضلع جسر)

جواب: طلاق میں وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے شخص کو وکیل بنادے اس لیے سسر کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے۔

فی الدر الوکیل لایوکل الا باذن آمرہ و فیہ بعداً سطر (والتفویض الی رائیہ) کان عمل برائیک (کالاذن فی التوکیل) الا فی طلاقٍ وعتاقٍ (شامی ج۴ ص ۶۳۴) (احقر عبدالکریم عفی عنہ)

نوٹ: اگر سسر کے طلاق دینے کے بعد عورت کے شوہر نے یا عورت کے خسر نے بھی کچھ کہا ہو تو اس کو لکھ کر دوبارہ سوال کیا جاوے۔۱۲ (ظفر اللہ عفا اللہ ۵ ذیقعدن ۴۴ھ) (امداد الاحکام ج۲ ص ۴۸۹)۔

"اتنے دن خبر گیری نہ کروں تو تم کو طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے"

سوال: زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر میں چھ مہینہ تم سے جدا رہوں اور اسی اثناء میں تمہاری خبر گیری نہ کروں' نان نفقہ نہ دوں تو تمہیں خود پر تین طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے۔ لہٰذا تم اپنی مرضی سے مطلقہ ہو کر دوسرے کے نکاح میں جاسکتی ہو' اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں تحقق شرط کے بعد عورت کو طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے۔ یہ شرط عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے برابر ہے۔ (کذافی الدر المختار) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۱ ج ۱۰)

طلاق سے جب جاہلوں کے عرف میں تین طلاق مراد ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: جاہلوں کے عرف میں طلاق کا لفظ بمعنی طلاق مغلظہ ہے اس عرف کا کچھ اعتبار ہے یا نہیں؟

جواب: اس عرف کا اعتبار نہیں ہے (کیونکہ طلاق عدد کی وجہ سے واقع ہوتی ہے۔ کذافی الدر المختار) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۵ ج ۱۰)

خلع (علیحدگی) کا بیان

خلع کسے کہتے ہیں؟

سوال: خلع کیا ہے یہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی؟ زید نے اپنی بیوی گلشن کو شادی کے بعد تنگ کرنا شروع کر دیا' بیوی نے خلع کے لیے کورٹ سے رجوع کیا' دو سال کیس چلا اس کے بعد خلع کا آرڈر ہو گیا اور دونوں میاں بیوی علیحدہ ہو گئے لیکن بعد میں دونوں میاں بیوی میں پھر صلح ہو گئی اور بغیر نکاح یا حلالہ کے میاں بیوی پھر بن گئے کیا یہ سب جائز تھا؟

جواب: خلع کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بوقت ضرورت مرد کو طلاق دینا جائز ہے اسی طرح اگر عورت نباہ نہ کر سکتی ہو تو اس کو اجازت ہے کہ شوہر نے جو مہر وغیرہ دیا ہے اسی کو واپس کر کے اس سے گلوخلاصی کر لے اور اگر شوہر آمادہ نہ ہو تو عدالت کے ذریعے لے لے اور عدالت کے ذریعے جو خلع لیا جاتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ عدالت اگر محسوس کرے کہ میاں بیوی کے درمیان موافقت نہیں ہو سکتی تو عورت سے کہے کہ وہ اپنا مہر چھوڑ دے اور شوہر سے کہے کہ وہ مہر چھوڑنے کے بدلے میں طلاق دے دے اور اگر شوہر اس کے باوجود بھی طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ خلع سے ایک بائن طلاق ہو جاتی ہے اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت ہو جائے تو نکاح دوبارہ کرنا ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۰ ج ۵)

ماں باپ کے کہنے سے عورت خلع لے سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

(۱) کہ اپنے ماں باپ کے کہنے پر عورت خلع لے سکتی ہے؟

(۲) عورت ماں باپ کے گھر میں ہے؟

(۳) عورت مہر کے ساتھ خلع چاہتی ہے کیا یہ درست ہے؟

(۴) شوہر کہے کہ میری شادی کا خرچہ عورت دے تو خلع دیتا ہوں اس کا کہنا جائز ہے؟

جواب: (۱) محض والدین کے کہنے سے عورت کو خلع لینا جائز نہیں بلکہ اس وقت جائز ہے جبکہ عورت یہ جان لے کہ میرا اس شوہر کے ساتھ موافقت اور نباہ نہیں ہوسکتا۔

قال فی الدر: ولاباس بہ عندالحاجة للشقاق بعد رم الوفاق

(۲) اگر عورت ماں باپ کو وکیل بنادے تو وہ اس کی طرف سے وکالتاً خلع لے سکتے ہیں۔

(۳) اگر بضرورت خلع لے رہی ہے تو مہر کے ساتھ خلع کرنا جائز ہے۔

(۴) اگر زیادتی مرد کی جانب سے ہے تو اس کو بشرط معافی مہر کرنا بھی جائز نہیں' اس سے زیادہ کی شرط کرنا تو بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگی اور اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہے تو شرط معافی مہر تو بلا کراہت جائز ہے اور اس سے زیادہ لینا مکروہ تنزیہی ہے۔

قال فی الدر: وکرہ تحریماً اخذ شئی ویلحق بہ الابراء عمالھا علیہ ان نشز و ان نشزت لا وامنہ نشوز ایضاً ولو باکثر مما اعطاھا علی الا وجہ وتعبیر الملتقی بلاباس بہ یفید انھا تنزیھیة وبہ یحصل التوفیق. (ص ۹۲۳). امداد الاحکام ج ۲ ص ۶۷۶.

طلاق اور خلع میں فرق

سوال: اگر عورت خلع لینا چاہے تو اس صورت میں بھی کیا مرد کے لیے طلاق دینا ضروری ہے' عورت کے کہنے پر ہی نکاح فسخ ہوجائے گا؟ اگر مرد کا طلاق دینا ضروری ہے تو پھر طلاق اور خلع میں کیا فرق ہے؟

جواب: طلاق اور خلع میں فرق یہ ہے کہ خلع کا مطالبہ عموماً عورت کی جانب سے ہوتا ہے اور اگر مرد کی طرف سے اس کی پیشکش ہو تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہتی ہے' عورت قبول کرلے تو خلع واقع ہوتا ہے ورنہ نہیں جب کہ طلاق عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں وہ قبول کرے یا نہ کرے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ عورت کے خلع قبول کرنے سے اس کا مہر ساقط ہوجاتا ہے۔ طلاق سے ساقط نہیں ہوتا' البتہ اگر شوہر یہ کہے کہ تمہیں اس شرط پر طلاق دیتا ہوں کہ تم مہر چھوڑ دو اور عورت قبول کرلے تو یہ بامعاوضہ طلاق کہلاتی ہے اور اس کا حکم خلع ہی کا ہے۔

خلع میں شوہر کا لفظ طلاق استعمال کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر عورت کہے کہ میں خلع (علیحدگی) چاہتی ہوں اس کے جواب میں شوہر کہے کہ میں نے خلع دے دیا تو بس خلع ہوگیا' خلع میں

طلاق بائن واقع ہوتی ہے یعنی شوہر کو اب بیوی سے رجوع کرنے یا خلع کے واپس لینے کا اختیار نہیں' ہاں دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۰ ج ۵)

ظالم شوہر کی بیوی اس سے خلع لے سکتی ہے

سوال: میری ایک رشتہ دار کو اس کا شوہر خرچ بھی نہیں دیتا اور نہ طلاق دیتا ہے وہ بہت پریشان ہے کہ کیا کرے؟ وہ بچوں کے ڈر سے کیس بھی نہیں کرتی کہ بچے اس سے چھن نہ جائیں اور تقریباً پانچ سال ہوگئے' اگر وہ چھوڑ دیتا ہے تو دوسری شادی کر کے وہ عزت کی زندگی گزارتی تو آپ یہ بتائیں کہ شرعی رُو سے یہ نکاح اب قائم ہے کہ نہیں؟ اور وہ اس کے ساتھ رہتا بھی نہیں ہے؟

جواب: نکاح تو قائم ہے عورت کو چاہیے کہ شرفاء کے ذریعے اس کو خلع دینے پر آمادہ کرے۔ اگر شوہر خلع نہ دے تو عورت عدالت سے رجوع کرے اور اپنا نکاح اور شوہر کا نان نفقہ نہ دینا شہادت سے ثابت کرے' عدالت تحقیقات کے بعد اگر اس نتیجہ پر پہنچے اگر عورت کا دعویٰ صحیح ہے تو عدالت شوہر کو حکم دے کہ یا تو اس کو حسن وخوبی کے ساتھ آباد کرو اور اس کا نان نفقہ ادا کرو یا اس کو طلاق دو ورنہ ہم نکاح فسخ ہونے کا فیصلہ کر دیں گے۔ اگر عدالت کے کہنے پر بھی وہ نہ تو آباد کرے اور نہ تو طلاق دے تو عدالت خود نکاح فسخ کر دے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' ص ۳۹۱ ج ۵)

خلع سے طلاق بائن ہو جاتی ہے

سوال: ایک سوال کے جواب میں آپ نے طلاق اور خلع میں فرق کی یہ تشریح کی کہ خلع قبول کرنے پر مہر ساقط ہو جاتا ہے اور طلاق میں نہیں خلع قبول کرنا عورت کی مرضی پر ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ خلع کے بعد عدت بھی ضروری ہے یا نہیں اور اگر عورت دوبارہ اسی سابقہ شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو بغیر حلالہ شرعی کے نکاح ہوسکتا ہے کیونکہ شوہر نے طلاق نہیں دی ہے؟

جواب: خلع کا حکم ایک بائن طلاق کا ہے اگر میاں بیوی کے درمیان خلوت ہو چکی ہے تو خلع کے بعد عورت پر عدت لازم ہوگی اور سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے' حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ البتہ اگر عورت نے خلع کے مطالبہ پر شوہر نے تین طلاقیں دے دی تھیں تو حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل' ص ۳۹۲' ج ۵)

خلع کی عدت لازم ہے

سوال: میری شادی ادلے بدلے کی ہوئی' میرے بھائی کی بیوی نے طلاق لے لی' میرا شوہر اس

طلاق کا بدلہ مجھے ذہنی اذیتوں اور ذلتوں میں دیتا رہتا ہے' آٹھ سال ہو گئے ہیں مجھے اس کے سلوک سے اور بچوں سے عدم دلچسپی سے کچھ نفرت سی ہو گئی ہے اس صورتحال میں کیا کیا جائے؟ کیا ایسا ممکن ہے کہ خلع لے کر اور شادی کر لوں تو خلع کی کیا صورت ہوگی؟ کیا خلع کی بھی عدت ہوتی ہے؟

جواب: خلع کے معنی میں عورت کی جانب سے علیحدگی کی درخواست عورت اپنے شوہر کو یہ پیشکش کرے کہ میں اپنے مہر کو چھوڑتی ہوں' اس کے بدلے میں مجھے خلع دے دو' اگر مرد اس کی پیشکش کو قبول کر لے تو طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے جس طرح طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے اسی طرح خلع کے بعد بھی لازم ہے۔ عدت کے بعد آپ جہاں دل چاہیں عقد کر سکتی ہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۳ ج ۵)

کیا خلع کے بعد رجوع ہو سکتا ہے؟

سوال: خلع کے مبہم ہونے کی صورت میں اگر ایک مفتی کہے کہ خلع ہو گیا اور دوسرا کہے کہ نہیں ہوا اور لڑکی نادم ہو کر نباہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہو تو کیا تجدید نکاح ہو سکتا ہے؟ نیز تجدید نکاح کون کرتا ہے اور کیسے ہوتا ہے؟

جواب: خلع میں اگر شوہر نے تین طلاقیں دے دی تھیں تو دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا اور اگر صرف خلع کا لفظ یا ایک طلاق کا لفظ استعمال کیا تھا تو نکاح دوبارہ ہو سکتا ہے دوبارہ کرنے کو تجدید نکاح کہتے ہیں جس طرح پہلے نکاح ایجاب قبول سے ہوتا ہے اسی طرح دوبارہ بھی ایسے ہی ہوگا چونکہ خلع کا علم سب تعلق والوں کو ہو چکا تھا اس لیے دوبارہ نکاح بھی علی الاعلان ہونا چاہیے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل)

بیوی کے نام مکان

سوال: اگر کوئی شخص شادی کے بعد اپنی محنت کی کمائی سے ایک مکان بناتا ہے اور وہ اپنی بیوی کے نام کر دیتا ہے اس کے بعد بیوی اس شخص سے خلع چاہتی ہے' قرآن پاک کے حوالے سے بتائیں کہ وہ مکان بیوی کو واپس کرنا ہوتا ہے یا نہیں؟ وہ شخص کہتا ہے کہ میری محنت کا مکان ہے وہ مکان واپس کر دو ورنہ خلع نہیں دوں گا؟

جواب: وہ خلع میں مکان کی واپسی کی شرط رکھ سکتا ہے اس صورت میں عورت اگر خلع لینا چاہتی ہے تو اسے وہ مکان واپس کرنا ہوگا۔ الغرض شوہر کی طرف سے مکان واپس کرنے کی شرط صحیح ہے اس کے بغیر خلع نہیں ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۵ ج ۵)

خلع طلاق بائن کے حکم میں ہے

سوال: جناب مفتی صاحب! خلع فقہاء احناف کے ہاں طلاق ہے یا فسخ نکاح؟

جواب: اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ احناف کثر اللہ سوادہم کے نزدیک خلع طلاق بائن کے حکم میں ہے جبکہ شوافع اس کو فسخ نکاح میں شمار کرتے ہیں۔

قال العلامة الحصکفیؒ: وقع طلاق بائن فی الخلع رجعی فی غیرہٖ وقوعاً

قال العلامة ابن عابدینؒ: تحت قوله (بائن فی الخلع) لانه من الکنایات الدالة علٰی قطع الوصلة فکان الواقع بهٖ بائناً. (ردالمحتار ج۲ ص۲۰۹ باب الخلع)

(قال الشیخ وهبة الزحیلی: یقع به طلقة بائنة ولو بدون عوض اونیة فی رأی الحنفیة والمالکیة والشافعیة فی الراجح واحمد فی روایة. (الفقه الاسلامی وادلته ج۷ص۵۰۴المبحث الخامس آثار الخلع) وَمِثْلُهٗ فی الهندیة ج۱ ص۴۸۸ الباب الثامن فی الخلع ومافی حکمه) فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۵۲۷.

''فارغ خطی'' مبارأۃ کے ہم معنی ہے اس سے طلاق بائنہ ہوتی ہے

سوال: اگر کسی نے اپنی زوجہ سے یہ کہا کہ میں نے تجھ کو فارغ خطی دی تو اس سے شرعاً طلاق رجعی ہوگی یا بائنہ؟

جواب: ''فارغ خطی'' کا لفظ مبارأۃ کا ترجمہ ہے یا اس کے ہم معنی ہے اور یہ الفاظ خلع میں سے ہے جو کہ عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے اور اس میں طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ درمختار باب الخلع میں مذکور ہے کہ مبارأۃ خلع کے معنی میں داخل ہے اور اس سے طلاق واقع ہوتی ہے۔ اگر فارغ خطی کا استعمال محض طلاق میں ہو تو پھر بھی اس لفظ سے طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ یہ لفظ بینونت (جدائی) اور قطع تعلق پر دلالت کرتا ہے جو کہ طلاق بائنہ میں ہوتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۱۱۶ ج۱۰)

''کن اسباب کی بنیاد پر فارغ خطی و خلع حاصل کرے''

سوال: عورت اپنے شوہر سے کن کن وجوہ کی بناء پر شرعاً فارغ خطی حاصل کر سکتی ہے؟

جواب: جب آپس میں موافقت نہ ہو ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کر سکیں تو جائز ہے کہ شوہر سے طلاق لے لے۔ اگر وہ بغیر معاوضہ کے طلاق نہ دے تو کچھ معاوضہ دے کر طلاق لے لے یا خلع کرا لے اور اس سے پیچھا چھڑا لے بغیر خلع یا طلاق کے عورت اس کے نکاح سے خارج نہیں ہو سکتی اور

اگر قصور مرد کا ہے تو مرد کو تھوڑا سا معاوضہ لینا بھی درست نہیں ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیو بند ص ۱۱۸ ج ۱۰)

''عورت سے زبردستی ہزار روپے کا اقرار کرا کے خلع کیا'' اس کا حکم

سوال: زید نے اپنی منکوحہ ہندہ سے مبلغ ایک ہزار روپے پر خلع کیا۔ ہندہ نے بہت انکار کیا اور کھلم کھلا انکار کیا مگر زید نے ہندہ کو ڈرا دھمکا کر روپے کا اقرار کرالیا۔ کیا شریعت کی رُو سے یہ نکاح باطل ہو گیا؟ اگر ہو گیا تو یہ روپیہ ہندہ کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں خلع صحیح ہے اور عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اور عورت کے ذمہ ہزار روپیہ لازم نہیں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ شوہر نے اگر مال پر زبردستی اقرار کر کے خلع کیا تو وہ عورت بغیر مال واجب ہوئے مطلقہ ہو جائے گی۔ الخ اور عورت کا مہر جو شوہر کے ذمہ ہے وہ ساقط ہو جائے گا کیونکہ خلع مہر کے بدلے ہوتا ہے۔ كذافي الدر المختار (فتاوی دار العلوم دیو بند ص ۱۱۸ ج ۱۰)

بالغ شوہر کی نابالغ یا بالغہ بیوی ولی کے ذریعے خلع کرا سکتی ہے؟

سوال: ہندہ جو کہ نابالغ ہے اپنے بالغ شوہر سے اپنے والد کی ولایت کے ساتھ معافی مہر کے بدلے خلع کرانا چاہتی ہے، یہ صورت خلع کی جائز ہے یا نہیں؟ اور شوہر کے ذمہ سے مہر ساقط ہو گا یا نہیں؟

جواب: خلع مذکور شرعاً جائز ہے اور شوہر کے ذمہ سے مہر ساقط ہو جائے گا (کیونکہ خلع اور مباراۃ ایک دوسرے سے نکاح کے تمام حقوق ختم کر دیتے ہیں اور اس میں عورت کے بالغ یا نابالغ ہونے سے فرق نہیں پڑتا' شوہر کا بالغ ہونا ضروری ہے) هكذا في كتب الفقه (فتاوی دار العلوم دیو بند ص ۱۲۱ ج ۱۰)

نابالغ شوہر سے خلع کی کوئی صورت نہیں؟

سوال: ہندہ اور زید کا نکاح بچپن ہی میں ہوا تھا۔ ہندہ بالغہ ہو گئی ہے جب کہ زید اب تک نابالغ ہے۔ لہٰذا اب ہندہ خلع لے سکتی ہے یا نہیں؟ اور زید طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ نہیں تو اس کا ولی طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نابالغ کی طلاق اور خلع دونوں باطل ہیں نہ وہ طلاق دے سکتا ہے نہ خلع کر سکتا ہے اور نہ اس کا ولی اس کی طرف سے طلاق دے سکتا ہے نہ خلع کر سکتا ہے ہاں بالغ ہونے کے بعد اگر وہ چاہے تو خلع کرے یا طلاق دے دے اس کے بالغ ہونے سے پہلے کچھ نہیں ہو سکتا۔ (فتاوی دار العلوم دیو بند ص ۱۲۱ ج ۱۰)

شوہر کی اجازت کے بغیر خلع کا حکم

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شوہر کی رضامندی خلع میں ضروری ہے۔ بغیر رضامندی کے طلاق

نہیں پڑے گی۔اب اگر ظلم وتشدد کرے اور نان ونفقہ بھی نہ دے یا شرعی حدود کی خلاف ورزی کرے اور خلع پر راضی کرانے کی کوئی صورت نہ ہو تو شرعی حیثیت سے امارت شرعیہ پاکستان کے ماتحت جو محاکم شرعیہ قائم ہیں اس میں درخواست دے کر فسخ نکاح کراسکتی ہے۔ (مسائل طلاق ص ۱۸۶)

عورت کی مرضی کے بغیر بھی خلع نہیں ہوتا

سوال: زبیدہ کو اس کے شوہر نے چار سال ہوئے گھر سے نکال دیا' اس دوران زبیدہ کو اس کے شوہر کے گھر بھیجنے کی گفتگو ہوتی رہی مگر زبیدہ کے علاتی بھائی نے زبیدہ کی اجازت کے بغیر اس کے شوہر سے مہر کی معافی کی شرط پر تین طلاق دلوادیں اور مہر نہ مانگنے کا دعویٰ خود ہی لکھ دیا' کیا طلاق واقع ہوگئی؟ اور مہر ساقط ہوا یا نہیں؟

جواب: بیوی کی رضامندی کے بغیر خلع نہیں ہوسکتا' یعنی نہ مہر ساقط ہوسکتا ہے نہ طلاق واقع ہوتی ہے۔لہٰذا اس عورت کے بھائی نے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے مہر سے باز رہنے کا جو دعویٰ لکھ دیا وہ صحیح نہیں ہوا اسی طرح شوہر نے جو مہر سے معافی کی شرط پر تین طلاق دی تھیں وہ بھی واقع نہیں ہوئیں۔ (جیسا کہ شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ طلاق دینا شوہر کا اور مہر معاف کرنا بیوی کا حق ہے۔غیر اس حق کو ان کی مرضی کے خلاف استعمال نہیں کرسکتے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۵ ج ۱۰)

بدل خلع کی مقدار

سوال: کیا بدل خلع کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ اگر حق مہر سے زائد مال سے خلع کیا جائے تو خاوند کے لیے اس کا زائد مال لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بدل خلع کے لیے کوئی خاص مقدار متعین نہیں' میاں بیوی کی باہمی رضامندی سے جس مقدار پر بھی اتفاق ہو تو خلع سے بیوی آزاد ہوجائے گی۔تاہم اگر اس طرح سے باہمی جدائی کا سبب خاوند کا معاندانہ رویہ اور انسانیت سوز سلوک ہو تو خاوند کے لیے حق مہر سے زائد رقم لینا مکروہ ہے ورنہ بصورت دیگر ناشزہ (نافرمان) عورت سے حق نکاح کے عوض جو مقدار بھی مقرر ہو خاوند کے لیے لینے میں کوئی حرج نہیں۔

لمافي الهداية: وان كان النشوز منها كرهناله ان يأخذ منها اكثر ممّا اعطاها ...... ولو اخذ الزيادة جاز قضاءً. (الهداية ج ۲ ص ۳۸۳' باب الخلع)

(وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله: نعم يكون اخذ الزيادة خلاف

الاولی (ردّالمحتار علی الدّر المختار ج۲ص۲۰۲باب الخلع) وَمِثْلُهٗ فی الهندیة ج ا ص ۴۹۵باب الخلع) (فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۵۲۴)

''فیصلہ سے پہلے صلح بہتر ہے''

سوال: خلع کا دعویٰ ہونے پر فیصلہ سے پہلے ہی میاں بیوی میں مصالحت کرانا کیسا ہے؟

جواب: صلح کرانا بہت ہی اچھا اور نیک کام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''والصلح خیر'' (اور صلح کرنا بہتر ہے) (النساء) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۷ ج ۱۰)

''خلع'' حدیث کے مطابق دراصل ''طلاق'' ہے اس لیے عدت بھی ہے

سوال: ہمارے ہاں یہ بحث چلتی رہتی ہے کہ خلع میں عدت ہے یا نہیں اور خلع اصل میں فسخ ہے یا طلاق اس بارے میں احناف کا استدلال کس حدیث سے ہے؟

جواب: صحیح بخاری میں ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی خلع کے ارادے سے خدمت نبوی ؐشریف میں حاضر ہوئیں اور فیصلہ ہوا کہ ان کے پاس جو باغ ہے وہ فدیہ میں اسے دے دیا جائے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے فرمایا ''اقبل الحدیقة وطلقها تطلیقة'' کہ یہ باغ قبول کرلو اور اس عورت کو ایک طلاق دے دو۔ اس حدیث کے ذیل میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ ''اس حدیث میں دلیل ہے کہ خلع طلاق ہے فسخ نہیں'' لہٰذا جب اس حدیث بخاری سے اس کا طلاق ہونا معلوم ہوگیا تو عدت کے بارے میں تو قرآن کریم کا فیصلہ ہے کہ مطلقہ عورتیں تین حیض عدت گزاریں۔ (البقرہ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۹ ج ۱۰)

ظہار

(یعنی بیوی کو اپنی ماں، بہن یا کسی اور محرم خاتون کیساتھ تشبیہ دینا)

ظہار کی تعریف اور اس کے احکام

سوال: ظہار سے کیا مراد ہے اور اس کے احکام علم فقہ میں کیا ہیں؟

جواب: ظہار کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں کہہ دے کہ ''تو مجھ پر میری ماں، یا بہن جیسی ہے'' اس کا حکم یہ ہے کہ اس لفظ سے طلاق نہیں ہوتی لیکن کفارہ ادا کیے بغیر بیوی کے پاس جانا حرام ہے اور کفارہ یہ ہے کہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے جائیں اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ محتاجوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے، تب اس کے لیے بیوی کے پاس جانا حلال ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۶ ج ۵)

بیوی کا خاوند کو بھائی کہنے سے ظہار لازم نہیں آتا

سوال: جناب مفتی صاحب! ایک دن ٹی وی پر ہم نے ''دین و دنیا'' پروگرام میں ایک ڈاکٹر صاحب سے یہ سنا کہ اگر عورت اپنے شوہر سے یہ کہہ دے کہ تو میرا بھائی ہے تو اس سے ظہار واقع ہو جاتا ہے؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی شرعاً عورت کے ان الفاظ سے ظہار لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب: شریعت اسلامی میں ظہار کا تعلق مرد سے ہے، عورت کے ایسے الفاظ کہنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اس سے کچھ نہیں ہوتا۔

قال الشیخ المفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ: اس صورت میں نکاح قائم ہے عورت کے اس کہنے سے کچھ نہیں ہوا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱۰ ص ۲۱۱ باب الظہار)

(قال الامام ابوبکر الجصاص الرازیؒ: قال اصحابنا لایصح ظہار المرأۃ

من زوجها وهو مالک والثوری واللیث والشافعی. (احکام القرآن للجصاص ج۵ص۳۱۰ فی ظهار المرأة من زوجها) ومثلہ فی احکام القرآن للتهانویؒ ج۵ص۱۴ المسئلة الرابعة) فتاوی حقانیه ج ۴ ص ۵۲۰

بیوی کو بیٹا کہنے کا حکم

سوال: زید اپنی زوجہ کو بیٹا کہہ کر پکارتا ہے چاہے وہ کسی بھی کام میں مصروف ہو جب بھی زید کو اپنی بیوی کو بلانا مقصود ہو یہی طریقہ اپنایا ہوا ہے جب کہ اس کے سب گھر والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں اور اکثر زید کی سالی زید سے پوچھ لیتی ہے کہ تمہارا بیٹا کہاں ہے جب کہ بیوی بھی اس کے مخاطب کرنے پر رجوع کرتی ہے یہاں پردیس میں بھی جب اس کو بیوی کا خط ملنے میں دیر ہو جائے تو وہ دوستوں سے یہی کہتا ہے کہ میرے بیٹے کا خط نہیں آیا' کیا زید اور اس کی بیوی کا رشتہ قائم رہا یا نہیں اور اس کا کیا کفارہ ہے؟

جواب: بیوی کو بیٹا کہنا لغو اور بیہودہ حرکت ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹا اور توبہ و استغفار کے سوا اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ (آپکے مسائل اوران کا حل ص۳۹۶ ج۵)

شوہر سے کہا تو میرے بھائی جیسا ہے' طلاق ہوئی یا نہیں؟

سوال: زید کی زوجہ نے اپنے شوہر زید کو اپنے برادر حقیقی سے تمثیل دی' یعنی یہ کہا کہ تو میرے حقیقی بھائی جیسا ہے' اس صورت میں عورت نکاح سے خارج ہوگی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں نکاح قائم ہے عورت کے اس کہنے سے کچھ نہیں ہوا۔ البتہ شامی میں لکھا ہے کہ اگر شوہر عورت کو ماں' بہن بلا حرف تشبیہ کے کہہ دیوے تو یہ مکروہ ہے لیکن طلاق یا ظہار اس صورت میں بھی نہیں ہوتا۔ بناء علیہ عورت کا الفاظ مذکورہ کہنا بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

(ویکره قوله انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحو (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ج۲ ص۷۹۴' باب الظهار' ط. س. ج۳ ص۴۷۰)

ظفیر (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۰ ص ۱۳۷)

بیوی شوہر کو اس کی ماں کے مماثل رشتہ کہے تو نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال: بیوی نے اپنے شوہر کو کہا کہ اگر تم میرے قریب آئے (میاں بیوی کے تعلقات قائم کیے) تو تم اپنی ماں' بہن کے قریب آؤ گے' تو ان الفاظ سے ان دونوں کے درمیان نکاح باقی ہے یا نہیں؟

جواب: بیوی کے ان بیہودہ الفاظ سے کچھ نہیں ہوا۔ البتہ بیوی ان ناشائستہ الفاظ کی وجہ سے گناہ کی مرتکب ہوئی ہے اس کو ان الفاظ سے توبہ کرنی چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۷ ج ۵)

بیوی کو بہن کہا کیا حکم ہے؟

سوال: زید نے اپنی زوجہ کو کہا کہ تو میری بہن ہے عورت منکوحہ نے کہا کہ میں تو تمہاری بی بی منکوحہ ہوں تم مجھ کو بہن کیوں کہتے ہو؟ زید نے جواب دیا کہ تم کو بہن بن کر رہنا پڑے گا' اب دونوں کو اندیشہ طلاق کی وجہ سے علیحدہ رکھا ہے' ہم بستر نہیں ہونے دیا' اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

جواب: درمختار میں ہے کہ ایسا کہنا اپنی زوجہ کو مکروہ ہے لیکن اس سے طلاق نہیں پڑتی اور نکاح میں فرق نہیں آتا۔ شوہر کو چاہیے کہ اس کو منکوحہ ہی سمجھے اور آئندہ ایسے الفاظ نہ کہے۔

عبارت درمختار کی یہ ہے:

والا ینو شیئا او حذف الکاف (بان قال انت امی) لغاو تعین الادنی ای البر یعنی الکرامة ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی درمختار. (الدرالمختار علیٰ ھامش ردالمحتار باب الظھار ج۲ ص ۷۹۴ 'ط.س. ج۳ص ۴۷۰)ظفیر فتاویٰ دارالعلوم ج ا ص ۱۳۷.

عائلی قوانین

عائلی قوانین کا گناہ کس پر ہوگا؟

سوال: ایک سوال کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایوب خان (سابق صدر پاکستان) کے عائلی قوانین کے مطابق کونسلر صاحب کو طلاق کی اطلاع دینا ضروری ہے اور شوہر تین طلاق کے بعد بھی اپنی بیوی سے بذریعہ کونسلر مصالحت کرسکتا ہے جب کہ تین طلاق کے بعد مصالحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اگر مصالحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی تو پھر ہمارے اسلامی ملک میں یہ غیر اسلامی قانون کیوں نافذ ہے۔ موجودہ دور میں کونسلر بھی موجود ہیں اور یقیناً اس قانون پر عملدرآمد بھی ہورہا ہوگا اور بہت سے لوگوں کو قانون کے سائے میں گناہ کی زندگی کی طرف راغب کیا جارہا ہوگا' اس گناہ کا ذمہ دار کون ہوگا؟ کیا ہم پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ اس قانون کے نفاذ اور مقاصد کا جائزہ لیتے ہوئے یا تو اسلامی سانچے میں اس قانون کو ڈھلوائیں یا پھر اس کو ختم کروائیں؟ جہاں تک میری ناقص رائے کا تعلق ہے تو ایوب خان (سابق صدر) کے عائلی قوانین کا صرف ایک مقصد سمجھ میں آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکا جاسکے؟ یقیناً یہ ایک بڑی لعنت ہے لیکن برائی کا خاتمہ برائی سے کرنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ اگر عائلی قوانین کے نفاذ کا مطلب طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو روکنا تھا تو کیا اسے اس طرح نافذ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ ہر شخص کو اس بات کا پابند کردیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے سے پہلے کونسلر کو مطلع کرے تاکہ طلاق دینے کی وجوہات معلوم کرکے دونوں فریقوں میں مصالحت کی کوشش کروائی جاسکے۔ یقیناً اس طرح طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو روکا جاسکتا ہے؟

جواب: آپ کی تجویز بہت مناسب ہے۔ دراصل حضرات علماء کرام کی طرف سے ایوب خان (سابق صدر پاکستان) کو بھی اچھی اچھی تجاویز پیش کی گئیں تھیں اور موجودہ حکومت کو بھی پیش کی جاچکی ہیں لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ یہ عائلی قوانین جس میں اسلامی احکام کو بالکل مسخ کردیا گیا ہے اب تک پاکستان پر مسلط ہیں بلکہ شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے بھی خارج ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان کی کافر حکومت مسلمانوں کے عائلی قوانین کو فسخ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتی لیکن پاکستان میں خود مسلمان کے ہاتھوں اسلامی قوانین کی مٹی پلید کی گئی ہے۔ اب یہ ارکان اسمبلی کا فرض ہے کہ وہ خدا کے غضب سے ڈریں اور اس خلاف اسلام قانون کو منسوخ کروائیں۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل ص ۲۳۸ ج ۵)

تنسیخ نکاح

(بذریعہ عدالت نکاح کا منسوخ کرنا)

غیر مسلم جج کا فسخ نکاح کا فیصلہ معتبر نہیں ہے

سوال: شفیق الرحمٰن کا بشریٰ سے نکاح ہوا تو تقریباً سات آٹھ سال دونوں ساتھ رہے' دو بچے بھی ہیں' پھر شفیق الرحمٰن کا بشریٰ اور اس کے والدین سے جھگڑا ہوا جس کی وجہ سے بشریٰ اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی اور اس نے بنگلہ دیش میں ایک کورٹ میں طلاق یعنی فسخ نکاح کے لیے درخواست پیش کی' کورٹ نے شوہر اور بیوی دونوں کی گفتگو سنی' ان دونوں کی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے شوہر کے انکار پر نکاح فسخ نہیں کیا' اس کے بعد بشریٰ کے والدین امریکہ چلے گئے وہاں غیر مسلم جج کے سامنے کورٹ میں فسخ نکاح کی درخواست پیش کی' وہاں کی کورٹ نے شوہر کا بیان یا اس سے تحقیق کیے بغیر فسخ نکاح کا فیصلہ کر دیا' کیا وہاں کے غیر مسلم جج کے فسخ نکاح کا فیصلہ کرنے سے نکاح فسخ ہو جائے گا؟ امید ہے کہ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں گے؟ بینوا توجروا

جواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً! غیر مسلم جج فسخ نکاح کا فیصلہ کرے تو وہ فیصلہ شرعاً معتبر نہیں ہوتا اور اس سے نکاح فسخ نہیں ہوگا۔

الحیلۃ الناجزہ میں ہے: اگر کسی جگہ فیصلہ کنندگان حاکم غیر مسلم ہو تو اس کا فیصلہ بالکل غیر معتبر ہے اس کے حکم سے فسخ وغیرہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ (لان الکافر لیس باھل للقضاء علی المسلم کما ھو مصرح فی جمیع کتب الفقه) حتیٰ کہ اگر روداد مقدمہ غیر مسلم مرتب کرے اور مسلمان حاکم فیصلہ کرے یا بالعکس تب بھی فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ ...... الیٰ قولہ ...... اور اگر فیصلہ کسی جماعت کے سپرد کیا جاوے۔ جیسا کہ بعض مرتبہ ججوں کی جیوری کے سپرد ہو جاتا ہے یا پنچ میں پیش ہوتا ہے یا چند اشخاص کی کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے تو اس صورت میں ان سب ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے' کوئی غیر مسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اس کا رکن ہو تو شرعاً اس جماعت کا

فیصلہ کسی طرح معتبر نہیں' ایسے فیصلہ سے تفریق وغیرہ ہرگز صحیح نہ ہوگی۔ الخ (الحیلة الناجزہ ص۲۳' ص۲۴' جز و دوم تفریق بین الزوجین بحکم حاکم)

لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت کی درخواست پر غیر مسلم جج نے فسخ نکاح کا جو فیصلہ کیا ہے وہ معتبر نہیں اس فیصلہ سے نکاح شرعاً فسخ نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۸ ص۳۸۹۔

تنسیخ نکاح کی صحیح صورت

سوال: میری بیوی نے میرے خلاف عدالت سے بمع مہر ۱۰۰۰ روپے کے طلاق حاصل کر لی ہے۔ عدالت میں میرے خلاف اس کی کوئی شہادت موجود نہیں اور نہ ہی عدالت نے شہادت طلب کی ہے میری بیوی کے اپنے بیان میرے حق میں جاتے ہیں اس کے باوجود بھی اس نے عدالت سے اثر ورسوخ کی بناء پر طلاق حاصل کر لی ہے۔ وجہ طلاق صرف یہ ہے کہ اس کے والدین مجھے پسند نہیں کرتے کیونکہ میں معمولی ملازم ہوں حالانکہ اس کے بطن سے ۵ سال اور ۳ سال کے میرے دو بچے بھی ہیں' کیا اس کو شرعاً طلاق ہوگئی یا نہیں؟ کیا وہ شرعاً دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: شرع فیصلہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ عورت کے دعویٰ دائر کرنے پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کی شکایات کے بارے میں دریافت کرے اگر وہ عورت کی شکایات کو غلط قرار دے تو عدالت عورت سے اس کے دعویٰ پر شہادتیں طلب کرے اور شوہر کو صفائی کا پورا موقع دے۔ اگر تمام کارروائی کے بعد عدالت اس نتیجہ پر پہنچے کہ شوہر ظالم ہے اور عورت کی علیحدگی اس سے ضروری ہو تو عدالت شوہر سے کہے کہ وہ اس کو طلاق دے دے۔ اگر اس کے بعد بھی شوہر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور مظلوم عورت کی گلوخلاصی پر راضی نہ ہو تو عدالت از خود تنسیخ نکاح کا فیصلہ کر دے۔ اگر اس طریقہ سے فیصلہ ہوا ہو تو عورت عدت کے بعد دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے اور عدالت کا یہ فیصلہ صحیح سمجھا جائے گا۔

لیکن جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ محض عورت کی درخواست پر فیصلہ کر دیا گیا نہ عورت سے گواہ طلب کیے اور نہ شوہر کو بلوا کر اس کا مؤقف سنا گیا ایسا فیصلہ شرعاً کالعدم ہے اور عورت بدستور اس شوہر کے نکاح میں ہے اس کو دوسری جگہ عقد کی شرعاً اجازت نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۳۹۸ ج۵)

کیا فیملی کورٹ کے فیصلے کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟

سوال: اگر ایک عورت ناچاقی کی صورت میں فیملی کورٹ میں نکاح فسخ کا دعویٰ دائر کرتی ہے' جج

فیملی کورٹ مقدمے کی سماعت کے بعد عورت کے حق میں ڈگری دے دیتا ہے یعنی عورت کو نکاح ثانی کی اجازت فیملی کورٹ سے مل جاتی ہے تو کیا از روئے شریعت عورت نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: فیملی کورٹ کا فیصلہ اگر شرعی قواعد کے مطابق ہو تو وہ فیصلہ شرعاً بھی نافذ ہوگا اور اگر مقدمہ کی سماعت میں یا فیصلے میں شرعی قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تو شرعی نقطہ نظر سے وہ فیصلہ کالعدم ہے، شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوگا اور عورت کو نکاح ثانی کی اجازت نہ ہوگی۔

شرعی قواعد کے مطابق فیصلہ کی صورت یہ ہے کہ عورت کی شکایت پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کے الزامات کا جواب طلب کرے۔ اگر شوہر ان الزامات سے انکار کرے تو عورت سے گواہ طلب کیے جائیں یا اگر عورت گواہ پیش نہیں کرسکتی تو شوہر سے حلف لیا جائے۔ اگر شوہر حلفیہ طور پر اس کے دعویٰ کو غلط قرار دے تو عورت کا دعویٰ خارج کردیا جائے گا اور اگر عورت گواہ پیش کردے تو عدالت شوہر کو بیوی کے حقوق شرعیہ ادا کرنے کی تاکید کرے اور اگر عدالت اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ ان دونوں کا یکجا رہنا ممکن نہیں تو شوہر کو طلاق دینے کا حکم دیا جائے اور اگر وہ طلاق دینے پر بھی آمادہ نہ ہو (جبکہ وہ عورت کے حقوق واجبہ بھی ادا نہیں کرتا) تو عدالت ازخود فسخ نکاح کا فیصلہ کرسکتی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ فیصلہ کرنے والا جج مسلمان ہو ورنہ اگر جج غیر مسلم ہو (جیسا کہ پاکستان کی عدالتوں میں غیر مسلم جج بھی موجود ہیں) تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ آپ کے مسائل ج ۵ ص ۴۰۰۔

کیا عدالت تنسیخ نکاح کرسکتی ہے؟

سوال: اگر ایک منکوحہ عورت کسی جج کی عدالت سے خاوند سے علیحدگی حاصل کرے اور اس عورت کے اعتراضات اس کے خاوند پر گواہان کی شہادت سے درست ثابت ہو جائیں مگر خاوند عدالت وغیرہ میں شرعی حیثیت سے طلاق نہ دے بلکہ جج کسی عورت کی درخواست منظور کرے اور یوں اس عورت کو چھٹکارا مل جائے اس کی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس عورت کو واقعی طلاق ہوگئی یا نہیں؟ نیز یہ کہ بعد عدت طلاق کیا اس عورت کا نکاح ثانی حلال ہے؟

جواب: اگر عدالت معاملہ کی پوری چھان بین اور گواہوں کی شہادت کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی کہ عورت واقعی مظلوم ہے اور شوہر اس کے حقوق ادا نہیں کررہا اور عدالت کے حکم کے باوجود وہ طلاق دینے پر آمادہ نہیں ہے تو اس کا تنسیخ نکاح کا فیصلہ صحیح ہے اور عورت عدت کے بعد دوسرا عقد کرسکتی ہے اور اگر عدالت نے معاملہ کی صحیح تفتیش اور گواہوں کی شہادت کے بغیر فیصلہ کیا یا شوہر کی

غیر موجودگی میں محض عورت کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے تنسیخ نکاح کا فیصلہ کردیا تو یہ فیصلہ طلاق کے قائم مقام نہیں ہوگا اور اس فیصلے کے باوجود عورت کے لیے دوسری جگہ عقد کرنا جائز نہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۹ ج ۵)

کورٹ صرف عورت کی درخواست پر فسخ نکاح یا طلاق کا فیصلہ کرلے تو شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: مخدوم المکرم حضرت مفتی صاحب مدظلہم بعد سلام مسنون! مزاج اقدس بخیر ہوگا' احقر پر کینیڈا سے ایک سوال آیا ہے آپ کی خدمت میں ارسال ہے' جواب عنایت فرمائیں؟

ایک عورت نے کینیڈا میں کورٹ میں درخواست دی کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی مگر شوہر طلاق دینا نہیں چاہتا' یہی وجہ ہے کہ اس نے کورٹ میں نہ کسی تحریر پر دستخط کیے ہیں نہ طلاق نامہ لکھنے کے لیے کہا اور نہ زبان سے طلاق دی' عورت نے اپنے دستخط کرکے کورٹ میں جو درخواست پیش کی اسی درخواست کو بنیاد بناتے ہوئے کورٹ نے اپنا تحریری فیصلہ عورت کو دے دیا جس میں دونوں کے درمیان تفریق کردینے کا تذکرہ ہے تو شرعی اعتبار سے عورت پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور دونوں کے درمیان تفریق ہوگئی یا نہیں؟ نکاح باقی رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: صورت مسئولہ میں عورت نے اپنے طور پر شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کے لیے کورٹ میں درخواست دی مگر شوہر طلاق دینا نہیں چاہتا' اسی وجہ سے نہ اس نے کسی تحریر پر دستخط کیے نہ خود طلاق نامہ لکھا نہ کسی کو لکھنے کے لیے وکیل بنایا اور نہ زبانی طلاق دی' کورٹ نے عورت کی درخواست پر فسخ نکاح کا فیصلہ کردیا تو یہ فیصلہ شرعی اعتبار سے غیر معتبر ہے اور اس سے نہ نکاح فسخ ہوگا اور نہ عورت پر طلاق واقع ہوگی۔

اس قسم کے مقدمات کے فیصلہ کا حق شرعی قاضی کو ہوتا ہے اور جہاں شرعی قاضی نہ ہو اور مسلم جج کو گورنمنٹ نے اس جیسے مقدمات کا شرعی فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہو اور وہ مسلم مجسٹریٹ شریعت کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے یا پھر دیندار مسلمانوں کی شرعی پنچایت (جماعت مسلمین) جس میں کم از کم ایک دو مستند عالم بھی ہوں یہ پنچایت شرعی تحقیق کے بعد فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ بھی معتبر ہوتا ہے۔ غیر مسلم مجسٹریٹ کا فیصلہ ایسے معاملات میں معتبر نہیں ہوتا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت یا تو شوہر سے طلاق حاصل کرے' اگر وہ انکار کرے تو خلع کرلے یا پھر شرعی پنچایت میں اپنا معاملہ پیش کرکے ان کے فیصلے کے

مطابق عمل کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۳۸۳۔

شوہر نس بندی کرالے تو عورت کو تفریق کا حق حاصل ہوگا یا نہیں؟

سوال: عرض خدمت یہ ہے کہ دارالقضاء امارت شرعیہ کو عورتوں کی جانب سے ایسے استغاثے پیش ہورہے ہیں کہ ان کے شوہروں نے نس بندی کرالی ہے اور اس عمل کی وجہ سے وہ قوت تولید سے محروم ہوچکے ہیں اس لیے انہیں شوہر کی زوجیت سے علیحدہ کرکے دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے۔

اس سلسلہ میں اہل علم حضرات سے یہ علمی استفتاء ہے کہ کیا نس بندی کی وجہ سے عورتوں کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟ اہل قضا کیا اس بنیاد کو فسخ کی بنیاد قرار دے سکتے ہیں یا نہیں؟

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ نس بندی کی وجہ سے مرد کی صرف ایک صلاحیت یعنی ''قوت تولید'' ختم ہوجاتی ہے بقیہ جماع پر قوت علی حالہ باقی رہتی ہے تو اس عمل کی وجہ سے عورت مقصد نکاح سے کماحقہ منتفع نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح اس کا یہ حق (اولاد کی چاہت) متاثر و مجروح ہوگا یا نہیں؟

جواب: محض قوت تولید مفقود ہونے کی وجہ سے تفریق نہ ہوسکے گی کیونکہ نہایہ میں ہے کہ اگر مرد کا پانی (منی) نہ ہو اور وہ جماع کرسکتا ہو لیکن انزال نہ ہو تو عورت کو خصومت کا حق حاصل نہ ہوگا۔ (عالمگیری ج ۲ صفحہ ۵۶ ۱، الباب الثانی عشر فی العنین) لہٰذا عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق نہیں، البتہ خلع کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۸۱ ج ۸)

زوجہ مفقود کے فیصلہ کے لیے کمیٹی کا انتخاب کون کرے؟ اور فیصلہ کا طریقہ کار کیا ہے؟

سوال: زوجہ مفقود کا ایک مسئلہ ہمارے مدرسہ میں آیا ہے۔ الحیلۃ الناجزہ کا مطالعہ کیا ہے اس وقت اس کے متعلق ایک دو باتیں دریافت طلب ہیں:

(۱) جماعت مسلمین کو تشکیل کون دے گا؟ جن کے پاس یہ مسئلہ آیا ہے وہ لوگ خود بخود کمیٹی بنالیں یا عامہ مسلمین کمیٹی کے ارکان کا انتخاب کریں؟

(۲) جب عورت یا کسی اور کا بیان لیا جائے تو اس وقت کمیٹی کے تمام ارکان کا ہونا ضروری ہے یا صرف صدر کا ہونا کافی ہے؟ اور اسی طرح صدر کا فیصلہ معتبر ہوگا یا سب ارکان کا متفقہ فیصلہ ہونا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

جواب: (۱) جہاں قاضی شرعی موجود نہ ہو وہاں حکومت کی جانب سے اس قسم کے مقدمات

کے تصفیہ کے اختیارات جس مسلمان (مجسٹریٹ) کو حاصل ہو اور وہ مسلمان شریعت کے قانون کے مطابق فیصلہ صادر کرے تو اس کا فیصلہ بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے جہاں حکومت کی جانب سے اس قسم کا انتظام نہ ہو اور عامہ مسلمین اس قسم کے معاملات کے تصفیہ کے لیے اہل علم اور معاملہ فہم کی کم از کم تین افراد پر مشتمل پنچایت قائم کریں تو اس کا فیصلہ بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے جہاں ایسی پنچایت نہ ہو میاں بیوی خاص اپنے مقدمہ کے لیے اہل علم اور معاملہ فہم دیندار اشخاص پر مشتمل پنچایت کو اختیارات دے کر فیصلہ چاہیں تو اس پنچایت کا متفقہ فیصلہ بھی ان کے حق میں قضاء قاضی کے قائم مقام ہوگا۔

(۲) بیانات لینے اور واقعات کی تحقیق و تفتیش کے وقت سب کا موجود ہونا ضروری ہے اور فیصلہ بھی وہی معتبر ہوگا جو متفقہ ہو' صرف صدر کی تحقیق و فیصلہ معتبر نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۳۷۸۔

عدت کا بیان

عدت گزارنے کا محل وموقع کون سا؟

سوال: مرد وزن گاؤں سے دور باغ میں رہتے تھے' وہاں شوہر مرگیا' عورت کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں' کوئی بڑا مرد اس کے ساتھ نہیں' لہٰذا عورت کا مال اور اس کی عزت خطرہ میں ہے تو ختم عدت سے پہلے گاؤں میں آسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں عورت گاؤں میں آسکتی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۳۵)

ولو کانت بالسواد قدخل علیها الخوف من سلطان او غیره کانت فی سعة من التحول الی المصر کذافی المبسوط الباب الرابع عشر فی الحداد) فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۴۰۴

"عدت وفات چار ماہ دس دن ہے"

سوال: زبیدہ کا شوہر فوت ہو گیا اب اس کی عدت کتنی ہے؟

جواب: اس کی عدت پورے چار مہینے دس دن ہے۔ اس مدت کے پوری ہونے سے پہلے اس کا نکاح کہیں اور جائز نہیں ہے۔ (کما جاء فی القرآن) (کل ایک سوتیس دن عدت کے

پورے کرنے ضروری ہیں جس وقت شوہر کا انتقال ہوا ہے ایک سوتیسویں دن کے بعد ٹھیک اسی وقت عدت ختم ہوگی اس میں انگریزی یا چاند کے مہینوں کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ کم زیادہ ہوتے رہتے ہیں) (فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۱۸۵ ج ۱۰)

"مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں"

سوال: جس عورت کو طلاق رجعی طلاق بائن یا طلاق مغلظہ دی جائے وہ عدت کتنے دن گزارے گی؟

جواب: مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہیں جس طہر میں اسے طلاق ہوئی ہے اس کے بعد والے حیض سمیت تین حیض کے بعد اس کی عدت پوری ہوگی۔ اگر دوران حیض طلاق ہوئی ہے تو اس حیض کا اعتبار نہیں اس کے بعد کا طہر گزرنے کے بعد تین حیض مزید گزرنے پر عدت پوری ہوگی اور عدت کے بعد وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ (ملخص۔ مولانا اشرف علی تھانوی)

۱- وفات کی عدت کب سے شروع ہوتی ہے اور کتنی مدت ہے؟

۲- عدت چاند کے اعتبار سے گزارنا ہے یا دنوں کے شمار سے؟

۳- عدت کے دوران غیر محرم سے بات کرنا؟

۴- عدت میں آسمان سے پردہ کرنا؟

سوال: (۱) جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو عدت کس وقت سے شروع ہوگی؟ اور عدت کے کتنے دن ہیں اور عدت چاند کے اعتبار سے ہے یا دنوں کے شمار سے؟

(۲) کیا مکان میں ایک کمرہ مخصوص کر کے وہیں عدت گزارنا ضروری ہے؟ مکان کے دوسرے کمروں میں جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) غیر محرم سے عدت کے دوران بات چیت کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۴) عورتوں میں یہ مشہور ہے کہ آسمان سے بھی پردہ ضروری ہے یعنی کھلی فضا میں نہیں نکل سکتی، کیا یہ شرعی حکم ہے؟ بینوا توجروا

جواب: جس وقت شوہر کا انتقال ہوا اسی وقت سے عدت شروع ہو جاتی ہے۔ اگر حمل نہ ہو تو متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار ماہ دس روز ہے اور اگر حمل ہے تو وضع حمل (بچہ پیدا ہونے) سے عدت پوری ہو جائے گی۔ چاہے جب بھی بچہ کی ولادت ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسھن اربعة اشھر و عشراً

ترجمہ: "اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے

آپ کو (نکاح وغیرہ سے) روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن'' (سورہ بقرہ پارہ۲ آیت ۲۳۴)

نیز قرآن مجید میں ہے:

واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن.

ترجمہ: ''اور حاملہ عورتوں کی عدت اس حمل کا پیدا ہوجانا ہے۔'' (پارہ ۲۸ سورہ طلاق آیت نمبر۴)

اگر اتفاق سے شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا اور عورت کو حمل نہیں ہے تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرے۔ انتیس کا چاند ہو یا تیس کا اور اگر پہلی تاریخ کو انتقال نہیں ہوا تو ہر مہینہ تیس تیس دن کا شمار کر کے چار مہینے دس دن (یعنی ایک سوتیس دن) پورے کرنے چاہئیں۔ درمختار میں ہے:

بالاهلة لو فی الغرة والافبالایام بحر وغیره۔ شامی میں ہے: **(قوله والافبالایام) فی المحیط اذا اتفق عدة الطلاق والموت فی غرة الشهر اعتبرت الشهور بالاهلة وان نقصت عن العدد وان اتفق فی وسط الشهر فعندالامام یعتبر بالایام فتعتد فی الطلاق بتسعین یوماً وفی الوفاة بمائة وثلاثین ...... الخ** (درمختار و شامی ص۸۲۹ ج۲، **باب العدة**
(بهشتی زیور ص۸۵ چوتها حصه موت کی عدت کا بیان)

(۲) ضرورت ہو تو دوسرے کمروں میں جاسکتی ہے۔ فقط

(۳) غیر محرم سے بات کرنا ضروری ہو تو پردہ میں رہتے ہوئے بقدر ضرورت بات کرسکتی ہے۔ یاد رہے یہ حکم صرف عدت کے زمانہ کے لیے نہیں ہے بلکہ غیر محرم سے پردہ کرنا اور بلاضرورت شرعی بات چیت کرنے سے احتراز ہر وقت ضروری ہے۔

(۴) یہ کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۸ ص۴۲۲)

شوہر بغیر خلوت ومباشرت فوت ہوجائے تو عدت لازم ہے

سوال: کسی آدمی نے ایک بالغہ عورت سے نکاح کیا اور بغیر خلوت صحیحہ کے ہی فوت ہوگیا، اس صورت میں اس عورت پر عدت ہوگی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں عدت وفات لازم ہے اور اس کی عدت چار ماہ دس دن (یعنی ایک سوتیس دن) ہے کیونکہ قرآن کریم میں اس کا ذکر مطلق ہے۔ (**کمافی صرح فی الشامیة**)
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۱۹۹ جلد۱۰)

عورت رتقاء ناقابل جماع ہو تو اس پر بھی عدت ہوگی

سوال: ہندہ کا نکاح ہوا، خلوت کے بعد معلوم ہوا کہ وہ رتقاء ہے ناقابل جماع ہے تو اگر

اب وہ طلاق دے دے تو اس کو عدت گزارنی ہوگی یا نہیں؟ جیسا کہ درمختار میں ہے:

جواب: شامی میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ خلوت فاسدہ میں بھی عدت لازم ہے اور جو درمختار میں لکھا ہے وہ قدوری کی تفصیل پر مبنی ہے کہ مانع حسی ہو تو عدت نہیں مانع شرعی ہو تو واجب ہے مگر درمختار میں خود ہی اس کو مرجوح قرار دیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۹۸ ج ۱۰)

''نامرد کی بیوی پر بھی عدت ہے اگر خلوت ہو چکی''

سوال: زید کی شادی بچپن میں ہی ہوگئی جب پچیس سال کا ہو گیا تو اس کی بیوی سے معلوم ہوا کہ وہ نامرد ہے' ازدواجی ذمہ داری پر قادر نہیں ہو سکتا اور ڈاکٹر نے کہہ دیا ہے کہ وہ اچھا نہیں ہو سکتا تو زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی' اب زید کی بیوی عدت کرے یا نہیں؟

جواب: ظاہر یہ ہے کہ زید کی خلوت اپنی زوجہ سے ضرور ہوئی ہوگی۔ اگرچہ صحبت نہیں ہوئی لہٰذا اگر خلوت ہو چکی ہے تو اس کی عورت پر طلاق کے بعد عدت واجب ہے جو کہ تین حیض ہے۔ عدت کے بعد وہ دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ (کمافی البحر الرائق باب المهر)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۱۶ جلد ۱۰)

''حاملہ کی عدت وضع حمل (بچہ کی پیدائش) ہے''

سوال: ایک شخص نے اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دے دی' اب اس کی عدت کس طرح شمار ہوگی؟ اسی طرح اگر کوئی شخص حاملہ بیوی چھوڑ کر مر جائے تو اس کی عدت کس طرح شمار ہوگی؟

جواب: ان دونوں صورتوں میں اس عورت کی عدت ''وضع حمل'' تک ہے جو کہ دو سال تک ہو سکتی ہے جوں ہی وضع حمل ہوگا (بچہ پیدا ہوگا) اس کی عدت ختم ہو جائے گی اور یہ فوراً ہی دوسرے شخص سے شادی بھی کر سکتی ہے۔ قرآن کریم میں حاملہ عورتوں کی یہی عدت بیان کی گئی ہے۔ (کمافی الشامیة) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۹۲ ج ۱۰)

عدت میں زنا سے حمل ٹھہر جائے تو عدت ''وضع حمل'' ہوگی یا نہیں؟

سوال: اگر کسی عورت کے زمانہ عدت وفات میں زنا سے حمل ٹھہر جائے تو اس کی عدت کا کیا حکم ہے؟ اور یہی صورت اگر مطلقہ کے ساتھ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: عدت وفات کی صورت میں حمل ٹھہر جانے پر عدت چار ماہ دس دن ہی رہے گی البتہ اگر مطلقہ عورت کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔ بدائع میں امام کرخیؒ سے منقول

ہے کہ معتدہ وفات اور معتدہ طلاق میں اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن امام محمدؒ سے منقول ہے کہ عدت طلاق میں تو عدت وضع حمل بن جائے گی لیکن عدت وفات میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ علامہ شامی کہتے ہیں کہ یہی صحیح قول ہے۔ (**کذافی الشامیة**) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۰۷ ج ۱۰)

عدت کی ابتداء زوال نکاح سے شمار ہوگی

سوال: ایک عورت اپنے خاوند سے چار سال تک جدا رہی اور ایک دوسرے سے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ اب جبکہ خاوند نے خلع کر دیا ہے تو کیا اس عورت پر عدت ہوگی یا نہیں؟

جواب: صورت مرقومہ کے مطابق میاں بیوی کے ایک عرصہ تک علیحدہ رہنے کے باوجود ان کا نکاح باقی ہے' زوال نکاح چونکہ خلع کرنے یا طلاق دینے سے آتا ہے اس لیے یہ مدت زوال نکاح سے شروع ہو کر عورت پر عدت لازم ہے۔

لما قال علاؤ الدین الحصکفیؒ: ومبداء العدّة بعدالطلاق وبعدالموت علی الفور. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ج۲ ص ۶۶۲' باب العدّة' مطلب فی وطی المعتدة بشبهة)

(قال المرغینانیؒ: وابتداء العدّة فی الطلاق عقیب الطّلاق. (الهدایة ج۲ ص ۴۰۴' کتاب الطلاق' باب العدّة) وَمِثْلُهٗ فی الهندیة ج۱ ص ۵۳۱ کتاب الطلاق' فی الباب الثالث عشر فی العدّة) فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۵۳۸.

ایک عورت سے دو مرد شادی کا دعویٰ کریں اور تاریخ نہ بتائیں تو دونوں نکاح فسخ سمجھے جائیں گے

سوال: زید و عمرو دونوں اس بات کے مدعی ہیں کہ ہندہ ہماری منکوحہ ہے اور ہندہ ان دونوں کے ساتھ بزعم خود بطور نکاح صحیح آباد بھی رہی ہے۔ ان دونوں نے محکمہ شریعت میں دعویٰ کیا اور ہر ایک نے ثبوت بھی پیش کیا' قاضی نے دونوں نکاح ناجائز قرار دے کر دونوں سے عورت کو علیحدہ کر دیا۔ اب یہ عورت دوسرے نکاح کے واسطے خواہ ان میں سے کسی کے ہمراہ کرے حسب قواعد شرعیہ کے تو عدت گزارے گی یا کہ نہیں؟

جواب: درمختار میں دو آدمیوں کے دعویٰ کے بارے میں جو لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں جب کہ کسی نے ان دونوں میں سے کوئی تاریخ اپنے نکاح کی بیان نہ کی تو دونوں کا نکاح

ساقط ہوجائے گا اوران میں سے کسی کا بھی نکاح ثابت نہ ہوا۔لہٰذا نکاح کسی کا بھی ثابت نہ ہوا اس لیے نکاح ثانی کے لیے عورت کو عدت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند صفحہ ۱۹۰ ج ۱۰)

عدت وفات ہر حال میں ضروری ہے چاہے میاں بیوی دونوں نابالغ ہوں یا کوئی ایک نابالغ ہو

سوال: شوہر نابالغ ہے اور زوجہ بھی نابالغہ ہے یا شوہر بالغ ہے اور زوجہ نابالغہ ہے ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر مر جائے تو عدت لازم آئے گی یا نہیں؟

جواب: موت کی عدت بہرحال دس دن چار ماہ ہے' خواہ شوہر اور بیوی میں سے کوئی بالغ ہو یا نہیں ہو۔ (کذافی الدر المختار باب العدة) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۸۸ ج ۱۰)

جہاں شوہر انتقال کرے وہیں عدت گزارنی چاہیے

سوال: زید کا انتقال ہوگیا ہے اور بیوی عدت میں ہے' زید کے سوا کوئی اور اس کا نگران کار نہیں' کیا ایسی صورت میں بیوہ کو زمانہ عدت میں دوسرے شہر یا قصبہ یا گاؤں میں جہاں اس کی ضروریات کی پوری نگہداشت ہوسکتی ہے منتقل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً ماں باپ' بھائی وغیرہ کے گھر؟

جواب: درمختار میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کو اس مکان میں عدت پوری کرنی چاہیے جس میں عدت واجب ہوئی ہے یعنی جس مکان میں وہ بوقت موت شوہر وہاں موجود تھی اور رہتی تھی مگر یہ کہ وہ مکان کسی دوسرے کا ہو اور اس کو وہاں رہنے نہ دے یا وہ مکان منہدم ہوجائے یا منہدم ہونے کا خطرہ ہو' الغرض یہ کہ موجودہ حالت میں عورت کو اسی مکان میں عدت گزارنا چاہیے اور اس کی ضروریات کا سامان وہیں کر دینا چاہیے۔

مگر یہ کہ وہاں عورت کو جان و مال یا آبرو کے بارے میں خوف لاحق ہو یا ضروریات کا انتظام کرنے والا کوئی نہ ہو' آسانی سے ضروریات پوری نہ ہوسکیں اور یہ بھی ممکن نہ ہو کہ کوئی بھائی یا دوسرے قریبی رشتہ دار اس کے پاس رہ کر اس کی حفاظت کر سکیں تو وہ دوسری محفوظ و مامون جگہ منتقل ہوسکتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۸۸ ج ۱۰)

عدت کے اندر عورت کا کسی کی غمی یا شادی میں جانا درست نہیں

سوال: ایک عورت عدت میں ہے اس کے بھائی یا قریبی رشتہ دار کے ہاں موت ہوگئی تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عورت کو عدت میں بلاضرورت مکان سے نکلنا یا کسی کی غمی یا شادی میں شریک، ہونا درست نہیں ہے۔ (کذافی الدر المختار باب العدة) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۹۹ ج ۱۰)

عدت میں عورت کے لیے زیب وزینت جائز نہیں

سوال: ایک بیوہ عدت کے دوران زینت کرنے سے باز نہیں آتی اور برملا کہیں کی کہیں چلی جاتی ہے' کیا ایسی عورت کا نکاح عدت سے پہلے ہوسکتا ہے؟

جواب: عدت کے اندر نکاح کرنا باطل ہے۔ بیوہ کو ایام عدت میں جو کہ چار مہینہ اور دس روز ہے' زیب وزینت کرنا رنگے ہوئے کپڑے پہننا' مثلاً سرخ وزرد اور زیور ریشمی کپڑا' خوشبو وغیرہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ عورت کو شوہر کا چار ماہ دس دن سوگ کرنا ہے اس کے علاوہ کسی اور کا تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ (الحدیث) عورت کو مکان کے اندر ہی رہنا لازم ہے اور اگر کسی ضروری کام کے لیے باہر نکلنا ضروری ہو دن میں یا رات کے ابتدائی حصہ میں باہر نکلنا درست ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ عدت میں عورت کو دن اور رات کے بعض میں نکلنا جائز ہے اور عدت کے دوران نکاح کرنا صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۰۶ ج ۱۰)

نومسلمہ کے ساتھ نکاح کیلئے عدت شرط ہے یا نہیں؟

سوال: ایک ہندو لڑکی ہے۔ اس نے ہندو دھرم کے مطابق نکاح کیا ہے اس کا شوہر ابھی زندہ ہے مگر وہ لڑکی ایک مسلم لڑکے کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی' اب وہ مسلمان ہوگئی اور اس لڑکے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں نومسلمہ عورت تین حیض آنے کے بعد حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے گزرنے پر اپنے شوہر سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اس درمیان میں اگر وہ ہندو شوہر اسلام قبول کرلے عورت اسی کی ہے۔ بلاتجدید نکاح میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو دوسرے تین حیض عدت کے پورے کر کے کسی مسلمان کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے۔

کماقاله الشامی تفصیلاً لم تبن حتیٰ تحیض ثلاثا او تمضی ثلاثة اشهر قبل اسلام الاخر اقامة لشرط الفرقة مقام السبب (درمختار) وهل تجب العدة بعد مضی هذه المدة فان کانت المرأة حربیة فلا لانه لاعدة علی الحربیة وان کانت هی المسلمة فخرجت الینا فتمت الحیض هنا فکذالک عند ابی حنیفة خلافا لهما لان المهاجرة لاعدة علیها عنده خلافالهما کما

سیاتی بدائع وهدایه وجزم الطحاوی بوجوبها قال فی البحر وینبغی حمله علی اختیار قولهما. شامی ج ۲ ص ۵۳۷ باب النکاح الکافر.

اور حیلۃ الناجزۃ میں ہے کہ اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اس پر ان تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گزارنا واجب ہے اور امام صاحب کے نزدیک عدت واجب نہیں۔ (البتہ اگر عورت حاملہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک بھی وضع حمل سے قبل اس کا نکاح جائز نہیں) اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جائے۔ امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ص ۹۲) فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۴۰۴۔

"شوہر پر عدت نہیں ہے"

سوال: میری اہلیہ کے انتقال کے ۳۳ دن کے بعد میرے سالے نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا' کیا مجھ کو عورت کی طرح عدت گزارنے کے لیے کچھ رکنا چاہیے تھا؟

جواب: مرد پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے۔ عورت کے مرنے کے فوراً بعد اس کی بھتیجی سے مرد کا نکاح جائز ہے۔ کذافی باب العدة الشامیة تربص یلزم المرأة ...... الخ

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۱۳ ج ۱۰)

جس کی عدت وضع حمل ہو' اگر دوا سے حمل گرادے تو عدت پوری ہوگی یا نہیں؟

سوال: عورت مطلقہ جس کی عدت وضع حمل ہو' وہ اپنی مدت حمل پوری ہونے سے پہلے اگر اپنے حمل کو کسی دوا وغیرہ سے ساقط کر دیوے تو اس کی عدت پوری ہو جاوے گی یا نہیں؟

جواب: اگر مطلقہ حاملہ کسی حیلہ وتدبیر سے حمل کو ساقط کرادے تو اگر اس حمل کے بعض اعضاء ظاہر ہو گئے تھے مثل ہاتھ پیر وغیرہ کے تو عدت اس کی پوری ہو جاتی ہے۔

وسقط ظهر بعض خلقه کید اور جل ...... الخ' ولد الخ وتنقضی به العدّة الخ درمختار. (واذا اسقطت سقطا ان استبان بعض خلقه انقضت به العدة لانه ولد والا فلا (ردالمحتار باب العدة ج۲ص ۸۳۱' ط.س. ج۳ص ۵۱۲) ظفیر. فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۰ ص ۲۱۳.

(الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار ط.س. ج۳ص ۵۱۲)

شوہر کے عیسائی ہوتے ہی عورت نکاح سے خارج ہوگئی مگر اس پر عدت لازم ہے

سوال: زید نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا اب اس کا نکاح اس کی مسلمان بیوی کے ساتھ باقی رہا یا نہیں؟ اس کی مسلمان بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس پر عدت واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کب سے؟

جواب: ''درمختار میں ہے کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کا مرتد ہوجانا فوری فسخ ہے'' اور باقی جو تفصیل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے اس کی بیوی نکاح سے فوراً خارج ہوگئی۔ عدت اس پر لازم ہے عدت کے بعد وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے اور عدت شوہر کے مرتد ہونے کے وقت سے شمار ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۲۱۴ ج۱۰)

بیوی مرتد ہوجائے تو اس پر بھی عدت لازم ہے

سوال: اگر کوئی عورت (معاذ اللہ) مرتد ہوجائے تو اس کا نکاح فسخ ہونے کی وجہ سے اس پر عدت ہے یا نہیں؟

جواب: اس مرتدہ پر بھی عدت واجب ہے۔ شامیہ میں ہے کہ شوہر مرتد ہو یا بیوی ہو عدت واجب ہے جو کہ حیض سے شمار ہوگی۔ الخ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۲۱۴ ج۱۰)

عدت کے ضروری احکام

سوال: آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ شریعت میں عورت کو عدت کس طرح کرنا چاہیے' بڑی بوڑھیاں کہتی ہیں جس عورت کا شوہر مر جائے وہ عورت عدت کے اندر سر میں تیل نہیں ڈال سکتی' خواہ کتنا ہی سر میں درد ہو اور تینوں کپڑے عورت کو سفید پہننے چاہئیں' ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہننا چاہئیں وغیرہ' آپ سے گزارش ہے کہ شریعت میں جس طرح عورت کو عدت گزارنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں؟

جواب: عدت کے ضروری احکام یہ ہیں:

(۱).........شوہر کی وفات کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہو تو مکمل چار قمری مہینے اور اس سے دس دن اوپر عدت گزارے۔ اگر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ کو انتقال ہوا ہو تو ایک سو تیس دن پورے کرے۔ (گنتی کے اعتبار سے ہر حال میں

ایک سو تیس دن ہے)

(۲)........عدت گزارنے کے لیے گھر میں کسی مخصوص جگہ بیٹھنا ضروری نہیں' گھر بھر میں جہاں جی چاہے رہے چلے پھرے۔

(۳)........عدت میں عورت کو بناؤ سنگھار کرنا' چوڑیاں پہننا' زیور پہننا' خوشبو لگانا' سرمہ لگانا' پان کھا کر منہ لال کرنا' مسی ملنا' سر میں تیل ڈالنا' کنگھی کرنا' مہندی لگانا' ریشمی رنگے اور پھول دار اچھے کپڑے پہننا جائز نہیں ایسے معمولی کپڑے پہنے جن میں زینت نہ ہو۔

(۴)........سر دھونا اور نہانا عدت میں جائز ہے اور سر میں درد ہو تو تیل لگانا بھی جائز ہے۔ضرورت کے وقت موٹے دندانوں کی کنگھی کرنا بھی جائز ہے' علاج کے طور پر سرمہ لگانا بھی جائز ہے مگر رات کو لگائے دن کو صاف کر دے۔

(۵)........عدت کے دوران گھر سے نکلنا جائز نہیں۔البتہ اگر وہ اتنی غریب ہے کہ اس کے پاس گزارے کے لیے خرچ نہیں تو پردہ کے ساتھ محنت مزدوری کے لیے جا سکتی ہے لیکن رات کو واپس اپنے گھر آ کر گزارے اور دن میں کام سے فارغ ہو کر فوراً آ جائے۔ بلا ضرورت باہر رہنا جائز نہیں۔

(۶)........اسی طرح اگر بیمار ہو جائے تو علاج کے لیے مجبوری سے حکیم ڈاکٹر کے پاس جانا بھی جائز ہے۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۴۱۰ جلد ۵)

ایام عدت میں عورت کا پنشن کیلئے جانا

سوال: میرا شوہر فوت ہو گیا ہے اور مجھے ہر ماہ اپنی پنشن کے لیے اپنے متعلقہ دفتر جانا پڑتا ہے جبکہ دفتر والے میرے بغیر کسی اور کو پنشن نہیں دیتے' غربت وافلاس کی یہ حالت ہے کہ اس کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا' تو کیا میں دوران عدت پنشن لینے کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہوں یا نہیں؟

جواب: اگرچہ عورت کے لیے دوران عدت گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے مگر ضرورت شدیدہ کو شریعت مطہرہ نے مستثنیٰ کیا ہے اس لیے اگر آپ کا بغیر پنشن کے گزارہ نہیں ہوتا ہو تو آپ اس مجبوری کی وجہ سے پنشن لینے کے لیے جا سکتی ہیں۔مگر ضرورت پورا ہوتے ہی فوراً واپس آنا ضروری ہے۔

قال العلامة الحصكفیؒ: وتعتدان ای معتدة طلاق و موت فی بیت و جبت فیه ولایخرجان منه الا ان تخرج اویتهدم المنزل اوتخاف انهدامه اوتلف مالها اولا تجد کراء البیت ونحو ذٰلک من الضرورات فتخرج لأقرب موضع الیه. (الدرالمختار علیٰ صدرردالمحتار ج۳ص۵۳۶ فصل فی

الحداد) (قال العلامة ابن نجیم المصری رحمه الله: فقالوا لاتخرج المعتدة عن طلاق او موت الاّ لضرورة لأن المطلقة تخرج للضرورة بحسبها لیلاً کان اونهاراً والمعتدة عن موت کذٰلک (البحرالرائق ج ۴ص ۱۵۳ فصل فی الحداد). فتاوی حقانیه ج ۴ ص ۵۴۰.

وفات کی عدت معاف نہیں ہوسکتی

سوال: ہمارے محلے میں ایک عورت کا شوہر مرگیا' جب اس کا جنازہ جانے لگا تو محلے کی عورتوں نے اسے گھر کے دروازے سے باہر نکال دیا اور یہ کہا کہ جو عورت روتے ہوئے گھر سے باہر نکال دی جائے وہ عدت نہیں کرتی' آپ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیے کہ یہ بات کس حد تک ٹھیک ہے؟

جواب: ان عورتوں کی یہ بات بالکل غلط ہے کہ عورت پر وفات کی عدت لازم ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۴۱۰ جلد ۵)

حاملہ کی عدت ضروری ہے

سوال: میری بیٹی کو میرے داماد نے غصے میں آ کر میرے ہی گھر میں میری موجودگی میں طلاق دیدی کیونکہ وہ میری بیٹی کو رکھنے کے لیے تیار نہ تھا۔ ایک مولوی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حاملہ پر طلاق نہیں ہوتی اور جب تک طلاق نہیں ہوتی تو عدت لازم نہیں۔ جب کہ میرا داماد مصر ہے کہ طلاق ہوجاتی ہے' عدت لازم ہے اس کو عدت میں رکھا جائے جب تک وضع حمل نہ ہو کیا طلاق ہوگئی؟ اور عدت لازم ہے؟

جواب: حمل کی حالت میں طلاق ہوجاتی ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے جب بچے کی پیدائش ہوجائے تو عدت ختم ہوجاتی ہے' آپ کے داماد نے اگر ایک یا دو طلاق رجعی دی ہیں تو عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے اور عدت کے بعد فریقین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ اگر تین طلاقیں دیں تو رجوع نہیں کرسکتا' بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۴۱۱ ج ۵)

پچاس سالہ عورت کی عدت کتنی ہوگی؟

سوال: بیوہ عورت جس کی عمر پچاس سال سے کم ہے اور بغیر حمل کے ہے اس کی عدت کی مدت کتنی ہوگی اور وہ گھر میں معمولی کام کاج مثلاً جھاڑو دینا یا روٹی پکانا وغیرہ کرسکتی ہے یا نہیں جبکہ اس کے ساتھ بہو بھی رہتی ہے؟

جواب: شوہر کی وفات کی عدت حاملہ کے لیے وضع حمل ہے اور جو عورت حاملہ نہ ہو اس کی

عدت چار مہینے دس دن ہے خواہ بوڑھی ہو یا جوان یا نابالغ عدت کے دوران گھر کا کام کاج کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۴۱۱ ج۵)

کیا شہید کی بیوہ کی بھی عدت ہوتی ہے؟

سوال: اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کہ شہید کو مردہ کہا جائے بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن ہمیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا' مقصد یہ کہ جس طرح ایک عورت اپنے شوہر کے مرنے کے بعد عدت کرتی ہے کیا شہید کی بیوی کو بھی عدت کرنا ضروری ہے؟

جواب: شہید کی بیوہ کے ذمہ بھی عدت ہے اور عدت کے بعد وہ دوسری جگہ عقد بھی کرسکتی ہے۔ قرآن مجید کی آیت کا مطلب آپ نے صحیح نہیں سمجھا کیونکہ جہاں یہ فرمایا کہ شہیدوں کو مردہ مت کہو وہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ زندہ تو ہیں مگر تم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی زندگی سے ہماری دنیا کی زندگی مراد نہیں بلکہ ایسی زندگی مراد ہے جو ہمارے حواس اور شعور سے بالاتر ہے اس لیے شہدوں پر دنیا میں وفات پانے والے لوگوں کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کا جنازہ پڑھا جاتا ہے ان کی وراثت تقسیم ہوتی ہے ان کی بیواؤں پر عدت لازم ہے اور عدت کے بعد ان کو دوسرا نکاح کرنا بھی جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۴۱۲ ج۵)

عورت کو عدت میں ہسپتال میں داخل کرنا

سوال: ایک خاتون عدت میں ہے طبیعت خراب ہوگئی' دوا لانے کیلئے وہ ڈاکٹر کے پاس جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر طبیعت زیادہ خراب ہوجائے اور ہسپتال میں داخل کرنے کی ضرورت پیش آئے تو ہسپتال میں داخل کرنا کیسا ہے؟

جواب: ڈاکٹر کو معائنہ و تشخیص کے لیے گھر بلایا جائے۔ اگر طبیعت زیادہ خراب ہو اور کوئی مسلمان دیندار تجربہ کار ڈاکٹر یا حکیم ہسپتال میں داخل کرکے علاج کرانے کا مشورہ دے اور اس کی شدید ضرورت ظاہر کرے تو ہسپتال میں داخل ہوکر علاج کرانے کی گنجائش ہے۔ ضرورت سے زیادہ باہر نہ رہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم دیو بندص ۴۲۳ ج ۱۰)

عدت وفات میں جوؤں کی تلفی کیلئے شیمپو استعمال کرنا

سوال: جناب مفتی صاحب! میرے شوہر کی وفات کو تقریباً دو ماہ ہوگئے ہیں اور مجھے سر میں جوؤں کی سخت شکایت ہے' کیا ازروئے شرع جوؤں کی تلفی کے لیے ملنے والا شیمپو استعمال کرسکتی ہوں یا نہیں؟

جواب: اگرچہ عدت وفات کے دوران معتدہ کے لیے زیب وزینت کرنا جائز نہیں مگر بعض حالات ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں جن میں ایک بیماری بھی ہے اس لیے آپ جوؤں کو ختم کرنے کے لیے ایسی ادویات استعمال کرسکتی ہیں جن میں خوشبو نہ ہو چونکہ جوؤں کی تلفی کے لیے ملنے والے شیمپو میں خوشبو ہوتی ہے اس لیے اس کا استعمال شرعاً جائز نہیں تاہم اگر کوئی ایسا شیمپو ہو جو بغیر خوشبو کے ہو تو اس کا استعمال مرخص ہے۔

قال الحصکفیؒ: والدّهن ولو بلاطيب كزيت خالص ...... الا بعذر راجع للجميع اذا الضرورات تبيح المحظورات. قال ابن عابدينؒ: اوتشتكى رأسها فتدهن وتمشط بالاسنان الغليظة المتباعدة من غيرارادة الزينة لان هذا تدا ولا زينة (ردالمحتار ج٦ ص٧١٦، فصل فی الحداد)
(قال ابن نجيمؒ: قولهُ الَّا بعذرٍ متعلق بالجميع لا بالدهن وحدهٗ فلها لبس الحرير للحكّة والقمل ولها الاكتحال للضرورة. (البحرالرائق ج۴ص۱۵۰ فصل فی الاحداد) وَمِثْلُهٗ فی امداد الفتاویٰ ج۲ ص۵۱۱ باب العدّة والحداد). فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۵۴۹.

ماں اپنی عدت میں بیٹے کی شادی میں کیسے شریک ہو؟

سوال: ایک عورت بیوہ عدت میں ہے اس دوران وہ بیٹے کا نکاح کرنا چاہتی ہے اس میں کیسے شریک ہو؟
جواب: ماں عدت کے زمانے میں اپنے بیٹے کے نکاح کا مشورہ دے سکتی ہے، ممنوع نہیں ہے۔ البتہ شادی کی خوشی کے کاموں میں خود حصہ نہ لے، زمانہ عدت میں جو سادا لباس پہن رکھا ہے وہی لباس پہنے رہے، عمدہ نیا لباس نہ پہنے، مہندی وغیرہ لگا کر زیب وزینت اختیار نہ کرے، گھر سے باہر نہ نکلے تاکہ سوگ قائم رہے جب تک عدت کا زمانہ ہے اس وقت تک سوگ ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۴۲۷، ج۱۰)

دارالحرب میں نومسلم عورت کی عدت کا حکم

سوال: اگر کوئی غیرمسلم شادی شدہ عورت دارالحرب میں مسلمان ہوجائے تو کیا یہ عورت عدت گزار کر کسی مسلمان مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر کرسکتی ہے تو عدت گزارنے کا کیا طریقہ ہوگا؟
جواب: جب کوئی غیرمسلم عورت دارالحرب میں مسلمان ہوجائے اور وہاں قاضی شرعی نہ ہو تو اولاً تین حیض عدت گزار کر پہلے شوہر سے آزاد ہوجائے گی اور پھر تین حیض عدت گزارنے کے

بعد کسی مسلمان مرد سے اس کا نکاح صحیح اور درست ہے۔

لما قال العلامة الحصكفیؒ: ولو اسلم احدهما ثمه لم تبن حتّٰی تحیض ثلاثاً اوتمضی ثلثة اشهر قبل اسلام الآخر. قال ابن عابدینؒ: وهل تجب العدّة بعد مضی هذه المدة. (ردالمحتار ج۲ص ۱۴۲ باب النكاح الكافر)

(قال العلامة المرغینانی رحمه الله: واذ اسلمت المرأة فی دارالحرب وزوجها كافرا واسلم الحربی وتحته مجوسية لم يقع الفرقة عليها حتّٰی تحيض ثلٰث حيض ثم تبين من زوجها. (الهداية ج۲ص۴۲ باب النكاح اهل الشّرک) وَمِثْلُهُ فی شرح الوقاية ج۲ص ۶۱ باب النكاح الرقيق والكافر). فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۵۴۲.

ہر بیوی کے لیے عدت وفات اپنے اپنے گھر میں گزارنا لازمی ہے

سوال: اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور ہر ایک کا مکان الگ الگ ہو اور شوہر کسی ایک بیوی کے مکان میں وفات پا جائے تو دوسری بیوی عدت وفات کہاں گزارے؟

جواب: عورت جس گھر میں رہتی ہو وہ اسی گھر میں ہی عدت وفات وطلاق گزارے۔ حتیٰ کہ اگر یہ عورت اپنی سوکن کے ہاں اظہار تعزیت کے لیے گئی ہو تو واپس آ کر عدت کے ایام اپنے ہی گھر میں گزارے۔

قال العلامة علاؤالدين الحصكفی رحمه الله: طلقت اومات وهی زائرة فی غیرمسكنها عادت اليه فوراً لوجوبه عليها وتعتدان ای معتدة طلاق و موت فی بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه الا ان تخرج. (الدرالمختار علٰی هامش ردّالمحتار ج۳ص ۵۳۶ باب العدة فصل فی الحدار).

(قال فی الهندية: علی المعتدة ان تعتد فی المنزل الذی يضاف اليها بالسّكنی حال وقوع الفرقة والموت كذافی الكافی: لو كانت زائرة اهليها اوكانت فی غيربيتها لامرحين وقوع الطلاق انتقلت الٰی بيت سكناها بلا تاخير. (الفتاویٰ الهندية ج ۱ ص۵۳۵ الباب الرابع عشر فی الحداد) وَمِثْلُهُ فی البحرالرائق ج۴ ص۱۵۴ فصل فی الاحداد)

(فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۵۴۶)

عدت وفات کے دوران غیر ملک کی شہریت باقی رکھنے کیلئے وہاں کا سفر کرنا؟

سوال: امریکہ میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ رہتی ہوں میرے شوہر راندیر میں رہتے تھے۔ وہ بیمار تھے اس وجہ سے میں راندیر آئی۔ بحکم الٰہی ۲۵ فروری ۹۷ء کو میرے خاوند کا انتقال ہو گیا۔ راندیر میں میرے شوہر کا مکان ہے اور میرا اپنا ذاتی مکان بھی ہے۔ میں فی الحال اپنے گھر میں عدت گزار رہی ہوں امریکن قانون کے مطابق وہاں مجھے جانا ضروری ہے اگر میں اس وقت وہاں چلی جاؤں تو مجھے وہاں کی شہریت حاصل ہو جائے گی تو ان حالات میں عدت کے زمانہ میں امریکہ کا سفر کر سکتی ہوں؟ جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں؟

جواب: احقر کے فتاویٰ رحیمیہ میں ہے عدت کا معاملہ بہت اہم ہے فی زماننا اس میں بہت لاپروائی برت رہے ہیں، معمولی معمولی باتوں کو بہانہ بنا کر عدت کے شرعی قواعد کی خلاف ورزی کر گزرتے ہیں۔ الخ (فتاویٰ رحیمہ ج ۵ صفحہ ۴۰۴) عدت کے زمانے میں سفر نہ کرنا چاہیے۔ حتیٰ کہ حج جیسے عظیم الشان عبادت کے لیے بھی سفر کی اجازت نہیں ہے۔ (المعتده لا تسافر لا لحج ولا لغیره) (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶۲۲ کتاب الطلاق باب نمبر ۱۴ فی الحداد)

درمختار میں ہے: (وتعتدان) ای معتدة طلاق و موت فی بیت وجبت فیه ولا تخرجان منه......الخ) (درمختار مع ردالمحتار ج ۲ ص ۸۵۸)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس بات کی پوری پوری کوشش کی جائے کہ یہاں ہی عدت پوری ہو جائے حکومت کے سامنے عدت کا عذر پیش کر کے مہلت طلب کی جائے اور یہیں عدت پوری کی جائے۔ عدت میں اتنا طویل سفر بہت نامناسب ہے۔ بہت سے شرعی احکام کی خلاف ورزی ہوگی۔ آپ نے سوال میں جو عذر پیش کیا ہے اس عذر کی وجہ سے خود کو اس فضیلت سے محروم نہ کیا جائے۔ ماشاء اللہ راندیر میں آپ کا عالیشان مکان ہے بچے وہاں (امریکہ) رہ کر آپ کی خدمت کر سکتے ہیں اس عمر میں شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کر کے غیر وطن میں جانا بالکل مناسب نہیں ہے۔ آپ یہاں رہ کر بھی باعزت زندگی گزار سکتی ہیں۔ لہٰذا عدت کے زمانہ میں اتنے طویل سفر کا خیال ترک کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۳۰ ج ۱۰)

عدت کس پر واجب ہوتی ہے

سوال: ہمارے یہاں عورتوں کا ایک غلط عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اگر بیٹی کا انتقال ہو جائے تو اس لڑکی کی ماں عدت کرتی ہے، ساس اور سسر کا انتقال ہو تو اس کی بہو اگر زیادہ بہوئیں ہوں تو یہ سب عدت اور گھونگھٹ کرتی ہیں' میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ عدت صرف اس پر فرض ہے جس کا شوہر انتقال کر جائے نہ کہ بیٹی' ساس اور سسر اور کوئی عزیز رشتہ دار کے انتقال پر عدت کرنا فرض ہے' یہ سب کہاں تک درست ہے؟

جواب: عدت اسی عورت کے ذمہ ہے جس کے شوہر کا انتقال ہوا ہو اس کے ساتھ دوسری عورت کا عدت میں بیٹھنا فضول حرکت ہے۔ البتہ نامحرموں سے پردہ اور گھونگھٹ عدت کے بغیر بھی ہر عورت پر لازم ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۴۰۹ ج ۵)

رخصتی سے قبل بیوہ کی عدت

سوال: ایک لڑکی کا نکاح ہوا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ اس کا شوہر ایک حادثہ میں فوت ہو گیا' اب کیا اس عورت کو عدت گزارنا ہوگی یا نہیں؟ اور مہر ملے گا اگر ملے گا تو کتنا ملے گا؟

جواب: اگر رخصتی سے قبل شوہر کا انتقال ہو جائے تب بھی لڑکی کے ذمہ عدت وفات چار مہینے دس دن لازم ہے اور وہ پورے مہر کی مستحق ہے جو مرحوم کے ترکہ میں سے ادا کیا جائے گا اور وہ شوہر کے ترکہ میں بیوہ کے حصہ کی بھی مستحق ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۴۱۰ ج ۵)

بوقت نکاح غلطی سے دوسری لڑکی کا نام بتا کر نکاح پڑھایا گیا تو الخ

سوال:۔ سوال یہ ہے کہ ایک شخص کے دو لڑکی تھیں ایک کا نام خدیجہ دوسری کا نام زینب۔ ان دونوں کے باپ نے خدیجہ جو بڑی لڑکی ہے اس کے نکاح کے وقت بھول کر کے زینب جو چھوٹی بیٹی ہے اس کا نام لے کر نکاح پڑھا دیا اور بڑی بیٹی کو نوشہ کے سپرد کر دیا اور دولہا اس کو اپنے گھر لے جا کر بود و باش یعنی زن وشوی کر رہا ہے اب مسئول یہ ہے کہ یہ نکاح از روئے شرع شریف جائز ہوگا یا نہ جواب عنایت فرما دیں؟

الجواب:۔ قال فی الدرغلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورها لم یصح للجهالة . وکذالوغلط فی اسم ابنته الااذاکانت حاضرةً واشارالیها فیصح ولوله بنتان ارادتزویج الکبریٰ فغلط فسماها

باسم الصغریٰ صح للصغریٰ خانیہ ا ہ ص ۴۵۰ ج ۲ کتاب النکاح

صورت مسئولہ میں اگر مسماۃ خدیجہ مجلس نکاح میں حاضر نہ تھی اور اس کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا کہ اس کا نکاح کرتا ہوں تو مسماۃ خدیجہ سے نکاح منعقد نہیں ہوا بلکہ اس مرد کا نکاح مسماۃ زینب سے منعقد ہو گیا ہے پس اب مرد سے مسماۃ زینب کو طلاق دلوادی جائے اور خدیجہ سے اس کا نکاح دوبارہ کر دیا جائے اگر ایسا نہ ہوا تو عمر بھر خدیجہ سے زنا ہوگا اور زوجین واولیائے زوجین سب گنہگار ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

۲۷ جمادی الاولیٰ ۶ ۴۶ ھ امداد الاحکام ج ۲ ص ۲۲۶

باب ثبوت النّسب

(نسب ثابت ہونے اور نہ ہونے کا بیان)

جدید نظام تولید کا شرعی حکم

سوال: بعض یورپی ممالک میں جدید نظام تولید کے لیے اجنبیہ خواتین کے ارحام کو بطور اجارہ لیتے ہیں یعنی میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط کے بعد جب اس کی نشو و نما کا مرحلہ آتا ہے تو بجائے بیوی کے رحم میں رکھنے کے کسی اجنبی عورت کو معاوضہ دے کر نشو و نما کے لیے اس کے رحم کو استعمال کیا جاتا ہے، کیا یہ طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگرچہ اس طریقہ سے ہونے والا بچہ اصحاب نطفہ سے منسوب ہوگا مگر اس ثبوت سے کسی اجنبیہ کے رحم کو بطور اجارہ لینا جائز نہیں ہوتا بلکہ شریعت مقدسہ میں اس قسم کی اشیاء صرف اپنے خاوند کے استعمال کے لیے جائز ہیں، دوسروں کے لیے ان کا استعمال کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔

لما قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ: نِسَآءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ. (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۲۳)

(روی العلامہ جلال الدین السیوطیؒ: عن ابن سیرینؒ وحسن بن زیاد لا یعار الفرج. (الدرالمنثور ج۶ ص۵ سورۃ الشوریٰ) وَمِثْلُہٗ فی جواھر الفتاویٰ ج ا ص ۲۰۷ فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۵۶۰۔

منکوحہ غیر مطلقہ کا دوسرے مرد سے نکاح اور اس کی اولاد

سوال: ایک عورت جس کا خاوند زندہ ہے وہ وہاں سے نکل کر دوسری جگہ نکاح کر کے بیٹھ گئی ہے اور پہلے خاوند نے اسے طلاق نہیں دی ہے وہ اولاد جو دوسرے خاوند سے ہوئی ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ اور اس اولاد کا دیگر نسلوں سے رشتہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: غیر مطلقہ عورت کا نکاح ثانی ناجائز اور باطل ہے اور جو اولاد دوسرے شوہر سے ہوئی وہ شرعاً پہلے شوہر کی طرف منسوب ہوگی کیونکہ ارشاد نبوی ہے کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زنا کار کے لیے پتھر ہے پھر جب کہ اس اولاد کا نسب پہلے شوہر سے ثابت ہے تو ان سے رشتہ کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۷ ج ۱۱)

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت

سوال: آج کل ایک خاص انجکشن کے ذریعے مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچایا جاتا ہے جس سے پھر بچہ پیدا ہوتا ہے' اولاد کے حصول کے لیے اس طریقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سول میں ذکر شدہ طریقہ جسے ٹیسٹ ٹیوب بے بی یا تلقیح صناعی بھی کہتے ہیں مفاسد کثیرہ پر مشتمل ہونے اور فحاشی و بے دینی کا ذریعہ بننے کی وجہ سے باتفاق علماء جائز نہیں۔ تاہم اگر کسی میاں بیوی کے ہاں اولاد پیدا نہ ہوتی ہو اور دونوں میں اولاد کے لیے مطلوبہ صلاحیت موجود ہو لیکن خاوند کسی وجہ سے اپنا مادہ منویہ بیوی کے رحم میں پہنچانے پر قادر نہ ہو یا عورت کے رحم میں امساک و استقرار کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے بچے کی پیدائش ممکن نہ رہے تو اس صورت میں مصنوعی نسل کشی کا یہ طریقہ جائز رہے گا۔ بشرطیکہ مادہ منویہ عورت کے اپنے خاوند کا ہی ہو' دونوں کی رضامندی ہو اور دونوں کے سامنے یہ عمل قرار پا رہا ہوں اور مستند مسلمان ڈاکٹر یہ طریقہ تجویز کرے۔

قال فی یسئلونک فی الدین والحیاۃ: وقد قرر الفقهاء ان حمل المرأۃ بهٰذه الطریقة الصناعیّة یعد جریمة خلقیة واجتماعیة وجنایة شرعیة ...... بل هُناک من الفقهاء من قررأن هذه العلمیة فی معنی الزنی وتستوجب التعزیز والتادیب ولو لاصورة الجریمة فیها مستورة بعض الشئی لکان حکمها الجلد الذی شرعه اللّٰه للزانی أما اذا کانت هناک امرأۃ متزوجة برجل وهی صالحة للانجاب وهو کذٰلک صالح

للانجاب ولكن هذا الزوج لايستطيع بسبب ماان يدخل مادته التناسلية وتحقن فی رحم زوجته هو ورأى الطب المستقيم ان هذا هوالطريق الوحيد والايسر للحمل فلا مانع شرعاً من ذلک ...... وهذه الحالة تكون نظرة الشريعة الٰی التلقيح الصناعی بين الزّوجين كنظرتها الٰی علاج الامراض والعلل ونظرتها الٰی استبقاء العترة الزوجية الطيبة بين هذين الزوجين. (يسئلونک فی الدين والحياة ج ا ص ۲۵۱)

(وقال الشيخ الوهبة الزحيلی: التلقيح الصناعی هو استدخال المنی لرحم المرأة بدون الجماع فان كان بماء الرجل لزوجته جاز شرعاً اذ لا محذورفيه ...... وأما كان بماء رجل اجنبی عن المرأة لازواج بينهما فهو حرام لانه بمعنی الزنا الذی هو القاء ماء رجل فی رحم امرأة ليس بينهما رابطة زوجية ويعد هذا العمل ايضاً منافياً للمستوی الانسانی ومضارعاً للتلقيح فی دائرة النبات والحيوان. (الفقه الاسلامی وَاَدِلَّتُهٗ ج۳ص ۵۵۹ المبحث الرابع. الالتلقيح الصناعی) (فتاویٰ حقانيه ج ۴ ص ۵۵۸.

زنا سے حمل کے بعد نکاح ہواور چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہو

سوال: ایک عورت کے زنا سے حمل قرار دیا گیااوراس کا نکاح کردیا گیا' نکاح سے چھ ماہ کے اندراندر بچہ پیدا ہوااس کانسب نکاح سے ثابت ہوگایانہیں؟

جواب: نکاح سے پہلے زنا سے جوحمل ہےاور بعد میں جونکاح ہوااور نکاح سے چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوگیاتو نسب اس کا نکاح سے ثابت نہ ہوگا۔

البتہ جو بچہ چھ ماہ کے بعد پیدا ہوتو وہ بچہ حلالی اور ثابت النسب ہوگا۔ چاہے عورت کا نکاح زانی سے ہویا کسی دوسرے شخص سے ہو۔ (دارالعلوم دیوبندص ۱۸ جلد۱۱)

طلاق کے بعد دوسال سے پہلے جو بچہ پیدا ہواوہ شوہر کا ہے

سوال: زید نے اپنی بیوی کوطلاق دی' طلاق کے ایک سال بچہ پیدا ہواعورت دعویٰ کرتی ہے کہ زید کے نطفہ سے ہےاوراس نے لباس وخوردونوش کا مقدمہ دائر کردیامگراس کے پاس پورا ثبوت نہیں ہےتو کیاحکم ہے؟

جواب: اس صورت میں نسب شرعاً اس بچے کا زید سے ثابت ہےاورعورت کا دعویٰ صحیح ہے

جیسا کہ درمختار میں ہے کہ اگر مطلقہ عورت کے دو سال کے اندر اندر بچہ پیدا ہو تو بغیر دعویٰ کے احتیاطاً نسب اس کے شوہر سے ثابت ہو جائے گا۔ (دارالعلوم دیو بند ص ۳۵ ج ۱۱)

زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا

سوال: ہندہ اپنے حمل کے بارے میں زید کا قبل از نکاح نطفہ ناجائز ثابت کرتی ہے اور زید کو اس سے انکار ہے اپنے اپنے دعوے میں دونوں کے بیانات حلفیہ ہیں' شرعاً کس کا بیان قابل تسلیم ہے؟

جواب: زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا ''لحدیث النبوی الشریف'' لہٰذا وہ حمل زید سے ثابت نہ ہوگا بلکہ ہندہ ہی سے اس کا نسب ثابت ہے کیونکہ ولد الزنا کا نسب صرف ماں سے ثابت ہوتا ہے اور ماں ہی کی میراث کا وہ بچہ مستحق ہے۔

قادیانی سے نکاح درست نہیں اور نہ ہی اس سے بچہ کا نسب ثابت ہوگا

سوال: ایک شخص نے جو ابتداء سے قادیانی مذہب رکھتا تھا اپنے کو چھپا کر ایک اہلسنت مسلمان لڑکی سے عقد کر لیا لیکن وہ اب تک قادیانی مذہب ہی رکھتا ہے' آیا نکاح ابتداء صحیح ہوا یا نہیں اور مہر اور نفقہ عورت کو ملے گا یا نہیں؟ اور بچہ کا نسبت ثابت اور صحیح ہوگا یا نہیں؟ بچہ کا خرچ اور پرورش کس کے ذمہ ہوگی؟

جواب: نکاح مذکور صحیح نہیں ہوا' مہر و نفقہ کچھ لازم نہ ہوگا اور اولاد صحیح النسب اور ثابت النسب نہ ہوگی البتہ ماں سے نسب ثابت ہوگا وہ ہی نفقہ کی ذمہ دار اور ان کی وارث ہے۔ کمافی الدر المختار فقط

جماع کے وقت کنڈوم (ساتھی) کا استعمال کرنا

سوال: کیا شادی شدہ آدمی کے لیے بوقت جماع کنڈوم (ساتھی) استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کنڈوم (ساتھی) کا حکم عزل کی طرح ہے اس لیے فی نفسہ جماع کے وقت کنڈوم کا استعمال مباح ہے مگر بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے۔ بدون بیوی کی اجازت کے مکروہ ہے تاہم اگر کوئی شرعی عذر ہو تو بلا اجازت عزل کرنے یا کنڈوم استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة الحصکفیؒ: ویعزل عن الحرة باذنها لکن فی الخانیة انه

یباح فی زماننا لفساده قال الکمال فلیعتبر عذراً مسقطاً لاذنها۔
(الدر المختار علیٰ ھامش ردالمحتار ج ۲ ص ۴۱۲ باب نکاح الرقیق)
(قال العلامۃ ابن نجیم المصریؒ: لان العزل جائز عن امۃ نفسہ بغیر اذنها والاذن فی العزل عن الحرۃ لها ولا یباع بغیره لانه حقها' وفی الخانیۃ ذکر فی الکتاب انه لایباح بغیر اذنها وقالو فی زماننا یباح سوءِ الزمان۔ الخ
(البحرالرائق ج۳ص ۳۰۰ کتاب النکاح' باب نکاح الرقیق) وَمِثْلُهٗ فی الھدایۃ ج۲ ص ۳۱۱ باب نکاح الرقیق) (فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۵۵۹)

نکاح کے باوجود شوہر کہے کہ میرا بچہ نہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: زید ہندہ کو تہمت لگاتا ہے کہ تو بدکار ہے اور یہ لڑکی میرے نطفہ سے نہیں ہے تو جولڑکی زید اور ہندہ کے نکاح میں رہتے ہوئے پیدا ہوئی ہے اس لڑکی کا نسب زید سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت میں لڑکی کا نسب زید سے ثابت ہے زید کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا۔ لحدیث النبوی الولد للفراش وللعاهر الحجر (ترمذی) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

چار بیوی ہوتے ہوئے پانچویں سے شادی کی اس سے ہونے والی اولاد کا حکم

سوال: ایک شخص کی چار بیویاں موجود ہیں ان سے اولاد بھی ہے' چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں عورت سے نکاح کیا اس سے اولاد بھی پیدا ہوگئی۔ اب وہ شخص مرگیا' عورت پنجم اور اس کی اولاد کو اس کی میراث ملے گی یا نہیں؟ اور پانچویں عورت کی اولاد جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے ساتھ نکاح فاسد تھا یا باطل؟ ہر ایک کے احکام میراث وعدت ونسب بیان فرمادیں؟

جواب: درمختار میں ہے کہ نکاح فاسد یعنی وہ نکاح جس میں نکاح صحیح ہونے کی کوئی شرط مفقود ہو جیسے عدت غیر میں نکاح یا پانچویں عورت سے نکاح وغیرہ تو اس میں نسب بھی ثابت ہوگا اور عدت ہوگی اگر مباشرت کی گئی۔ الخ۔ دراصل اس بارے میں فقہاء کی عبارتیں مختلف ہیں' بعض عبارات سے عدت کا ثبوت اور نسب کا ثبوت بھی معلوم ہوتا ہے اور بعض سے نہیں ہوتا چونکہ نسب کے باب میں احتیاط کی جاتی ہے اور جس طرح ممکن ہو نسب کو ثابت کیا جاتا ہے اس لیے اولاد کا نسب ثابت کیا جائے گا اور میراث کا حکم بھی کیا جائے گا۔ نکاح فاسد اور باطل میں عدت کے سوا دیگر امور میں کوئی

فرق نہیں ہے۔ جیسا کہ شامی نے اس بات کی صراحت کی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۸ ج ۱۱)

خاوند کے مادہ تولید کا کسی اجنبیہ کے رحم میں نشو ونما پانا

سوال: جدید طریقہ تولید میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے مادہ منویہ کو ملا کر ٹیوب کے ذریعے کسی اجنبیہ کے رحم میں رکھا جاتا ہے اور یہ مادہ اس کے رحم میں نشو ونما پا کر بچہ بن کر پیدا ہو جاتا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ اس بچے کا نسب کس سے ثابت ہوگا اور اس اجنبیہ کی کیا حیثیت ہوگی؟

جواب: ثبوت نسب کے لیے ابتدائی وقت سے میاں بیوی کے نطفوں کا اختلاط ہونا کافی ہے چونکہ صورت مسئولہ میں جدید طریقہ تولید میں ابتداء میاں بیوی کا نطفہ مختلط ہو جاتا ہے اور اس اختلاط سے وہ ایک علقہ کی صورت اختیار کرتا ہے اور پھر کسی اجنبیہ کے رحم میں رکھا جاتا ہے تو ثبوت نسب کے لیے اختلاط کی صورت تک یعنی علقہ بننے تک کا زمانہ کافی ہے باقی یہ اجنبیہ ہونے والے بچے کے لیے بمنزلہ مرضعہ کے ہوگی اس کے حقیقی ماں باپ وہی میاں بیوی ہیں جن کا یہ نطفہ تھا۔

لما قال العلامة ابوبکر الکاسانی رحمه الله: النسب الثابت بالنکاح لاینقطع الاباللعان. (بدائع الصنائع ج۳ص ۲۴۲ باب النسب) (فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۵۵۹.

معروف النسب کا نسب کسی کے کہنے سے ختم نہیں ہوتا

سوال: زید کی زبانی اور تحریری اقرار سے اور سرکاری کاغذات سے عمر کا زید کا بیٹا ہونا ثابت ہوتا ہے کیا دو تین ٹرسٹیوں کے یہ کہنے سے کہ رجسٹر پیدائش میں ماں کے نام سے داخلہ ہے اس لیے بیٹا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیا باپ کے اقرار سے زیادہ ٹرسٹیوں کے کہنے کی وقعت ہے؟ تمام اہل شہر عمر کو زید کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں اور ٹرسٹی بھی عمر کو وقف میں سے تنخواہ دیتے ہیں۔ اگرچہ زید عمر کو دستاویز وقف میں محروم کر گیا ہو اس صورت میں عمر کا نسب زید سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: شامی میں ہے کہ نسب کو جہاں تک ممکن ہو ثابت کیا جائے گا۔ یعنی نسب ثابت کرنے میں جہاں تک ممکن ہو احتیاط کی جاتی ہے اور نسب ثابت کیا جاتا ہے۔ لہٰذا معروف النسب کا نسب ٹرسٹیوں کے کہنے سے منتفی نہیں ہو سکتا اور جب کہ زید کا زبانی و تحریری اقرار اس بات کا موجود ہے کہ عمر اس کا بیٹا ہے اور عام لوگ بھی اس کو جانتے ہیں تو اب وہ نسب کسی کے نفی کرنے سے اور انکار کرنے سے منتفی نہیں ہوگا اور زید نے اگر وقف کی دستاویز میں اس کا حصہ نہیں رکھا تو اس سے عمر کا نسب زید سے منتفی نہیں ہوگا۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۳۲ جلد ۱۱)

شوہر کے مرنے کے بعد دو برس کے اندر بچہ ہو تو وہ ثابت النسب کہا جائیگا

سوال: عمر کے فوت ہونے کے بائیس ماہ بعد عمر کی بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہوا' شرعاً یہ بچہ عمر کا متصور ہوگا؟ یا کوئی اور حکم ہے؟

جواب: جس عورت کا خاوند مر جائے اس کے اگر دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہو تو وہ مرنے والے شوہر سے ثابت النسب ہے اس کو ولد الحرام کہنا درست نہیں ہے اور صورت مسئولہ میں چونکہ بائیس ماہ میں بچہ پیدا ہوا جو کہ دو برس سے کم مدت ہے تو بالیقین اس بچہ کا نسب متوفی سے ثابت ہے۔ الدر المختار میں ہے کہ معتدہ وفات کے بچے کا نسب اس کے مرحوم شوہر سے دو سال سے کم عرصے میں پیدا ہونے پر ثابت ہوگا' دو برس کے بعد والا نہیں۔ (دار العلوم دیوبند ص ۳۷ ج ۱۱)

بچہ کا نسب باپ سے ثابت ہوتا ہے

سوال: زید کا باپ شیخ یا سید ہے تو زید اور اس کی اولاد شیخ یا سید شمار ہوگی یا نہیں؟

جواب: نسب باپ کی طرف سے ہوتا ہے جس کا باپ شیخ یا سید ہو تو وہ بھی شیخ یا سید ہے اور اس سے آگے کی اس کی اولاد (بیٹے' پوتے' پڑپوتے وغیرہ) بھی شیخ یا سید ہی شمار ہوں گی۔ (کماھو معروف فی الفقہ) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۳۴ ج ۱۱)

عدت کے دوران سالی سے نکاح کرنا اور اس سے پیدا ہونے والے بچہ کے نسب کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی' طلاق کی وجہ یہ تھی کہ موصوف کی بیوی کو شک تھا کہ اس کے سالی سے ناجائز تعلقات ہیں اور اسی وجہ سے دونوں اکثر اوقات خلوت میں رہتے ہیں۔ اب یہ عورت حاملہ ہے اور اس کا شوہر سالی سے نکاح کر کے فرار ہو گیا ہے اور ان کے ہاں ایک بچہ بھی پیدا ہو گیا ہے' تو کیا اس بچے کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ کے مطابق دوران عدت سالی کے ساتھ نکاح جائز نہیں' اگر کر لیا جائے تو نکاح فاسد ہوگا جو واجب الفسخ ہے۔ جہاں تک بچے کا تعلق ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح فاسد سے پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہوتا ہے اس لیے اس بچے کا نسب اپنے باپ سے ثابت ہے۔ تاہم ان دونوں کے لیے زوجہ اول مطلقہ کی عدت ختم ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے۔ بدون اس کے دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

لما قال العلامة الکاسانیؒ: ان تزوج احداھما بعد الاخریٰ جاز نکاح الا ولیٰ وفسد نکاح الثانیة. (بدائع الصنائع ج۲ ص ۲۶۰ کتاب النکاح)

وقال ایضاً: واما نکاح الفاسد فلاحکم لهٗ قبل الدخول واما بعد الدخول فیتعلق به احکام منها ثبوت النسب. (بدائع الصنائع ج۲ ص۳۲۵ باب ثبوت النسب)

(**وفی الهندیة: وان تزوجهما فی عقد تین فنکاح الاخیرة فاسد یجب علیه ان یفارقها ...... یجب الاقل من المسمی ومن مهرالمثل وعلیها العدة ویثبت النسب ویعتزل عن امرأته حتیٰ تنقضی عدة اختها.** (الفتاویٰ الهندیة ج۱ ص۲۷۷/۲۷۸ کتاب النکاح' القسم الرابع المحرمات بالجمع) (فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۵۷۰)

حاملہ من الزنا سے نکاح کے بعد بچہ کا نسب

سوال: ایک شخص نے آزادعورت سے زنا کیا' حاملہ ہونے کے بعداس شخص نے مزنیہ سے نکاح کر کے معاملہ کو دبا دیا لیکن زنا سے جو بچہ پیدا ہوا اور شخص مذکور یہ اقرار کرے کہ یہ بچہ میرے نطفہ سے ہے تو کیا اس سے نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟

جواب: زنا سے نسب کبھی ثابت نہیں ہوتا مذکورہ شخص کا دعویٰ نسب نا قابل التفات ہے تاہم اگر نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو پھر قضاء ناکح سے نسب ثابت ہوگا اور اگر نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہو تو پھر اگر خاوند یہ اقرار کرے کہ یہ بچہ میرا ہے اگر چہ نسب کے ثبوت کے لیے یہ اقرار مفید نہیں لیکن اس کے اقرار نسب سے یہ بچہ میراث لے سکتا ہے جبکہ زنا کا اقرار کر کے بچے کے نسب کا دعویٰ کرنے سے نہ نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ میراث میں حصہ مل سکتا ہے۔

قال فی الهندیة: ولو زنی بامرأة فحملت ثم تزوجها فولدته ان جاء ت به لستة اشهر فصاعد ثبت نسبه الا ان یدعیه ولم یقل انه من الزنا اما ان قال انه منی من الزنا فلایثبت نسبهٗ ولا یرث منه. (الفتاویٰ الهندیة ج۱ ص ۵۴۰ فی الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب. کتاب الطلاق)

(قال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالیٰ: واذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بولد لاقل من ستة اشهر منذیوم تزوجها لم یثبت نسبه. (فتح القدیر ج۴ ص۱۷۸ باب ثبوت النسب' کتاب الطلاق) وَمِثْلُهٗ فی البحرالرائق ج۴ ص۱۵۵ باب ثبوت النسب' کتاب الطلاق) (فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۵۶۷)

سوتیلی ماں سے نکاح باطل ہے اور اس کی اولاد صحیح النسب نہیں

سوال: ایک شخص نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ یہ لڑکی اپنے باپ سے سمجھی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کی وارث ہوگی یا نہیں؟

جواب: فتاویٰ شامی باب المہر میں ہے کہ نکاح محارم میں نسب اور عدت ثابت نہیں ہوتے۔ ''کتاب الحدود میں ہے کہ ایسا نکاح چونکہ زنائے محض ہے اس لیے نسب کا ثابت نہ ہونا اور عدت نہ ہونا لازم ہے۔'' لہٰذا اس نکاح سے بھی نہ نسب ثابت ہوگا نہ اس عورت پر عدت لازم ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۷۴ ج ۱۱)

بنی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضلیت

سوال: بنی فاطمہ کے علاوہ دوسرے خواہ وہ صدیقی ہوں، فاروقی، عثمانی، علوی، عباسی وغیرہ ہوں، نسباً سید ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہو سکتے تو سیادت نسبی کے دعویداروں کے لیے شریعت میں کوئی وعید ہے یا نہیں؟ اگر یہ لوگ نسباً سید ہیں تو کیا دلیل ہے؟ ''سید'' نسب ہونا بنی فاطمہ میں منحصر ہے یا نہیں؟

جواب: بے شمار صحیح روایات سے اہل بیت کا سید ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اہل بیت کے جس قدر مناقب احادیث میں مذکور ہیں ان کی بناء پر یہ حکم لگا دینا بے جا نہیں کہ بطون قریش میں سب سے بہتر اور اشرف نسب کے اعتبار سے اہل بیت ہیں۔ البتہ اہل بیت کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے محقق اور راجح یہ ہے کہ وہ اہل بیت صرف بنی فاطمہ نہیں ہیں جن میں صدقہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور جن کے لیے صدقہ کھانا جائز نہیں۔

ہدایہ میں ہے کہ وہ لوگ آل علیؓ، آل عباسؓ، آل جعفرؓ، آل عقیلؓ اور آل حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم بن عبدالمطلب ہیں۔

یہ حضرات سب اہل بیت کہلاتے ہیں اور ان میں بنی فاطمہ اور بھی زیادہ افضل ہیں۔ روایات میں جس قدر فضائل بنی فاطمہ کے مذکور ہیں اوروں کے نہیں۔ نیز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا قرب بنی فاطمہ کو حاصل ہے اوروں کو نہیں۔ شاید اسی وجہ سے قدیم زمانہ سے برابر یہ عرف چلا آ رہا ہے کہ بنی فاطمہ کو ہی سید کہتے ہیں۔ الغرض یہ عرف بے وجہ اور بے اصل نہیں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے منبر پر تشریف فرما ہوئے آپ کے برابر میں ننھے حسن بن علیؓ بیٹھے تھے آپ ایک مرتبہ لوگوں پر نظر ڈالتے دوسری بار ان پر۔ اور فرمایا کہ میرا

یہ بیٹا (سید) سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اُمت کے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (الحدیث)

اس روایت سے اگرچہ بنی فاطمہ کے سیادت نسبی میں منحصر ہونے پر استدلال نہیں کر سکتے۔ البتہ یہ ضرور کہنا ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زبان مبارک سے کسی کے سید ہونے کا اعلان فرمانا بیشک اس کی سیادت نسبی کے لیے کافی ہے اور وہ بھی طغرائے امتیاز ہے۔ جس کے باعث تمام اہل بیت سے فاطمیین کا رتبہ زیادہ ہونا چاہیے۔ اہل بیت اگرچہ سید ہیں لیکن بنی فاطمہ سیادت نسبی میں بلاشبہ اوروں سے بڑھ کر ہیں کیونکہ بنی فاطمہ کا نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے۔

طبرانی میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عورت کی اولاد اپنے عصبات کی طرف منسوب ہوتی ہے اور ان کا عصبہ باپ ہوتا ہے سوائے فاطمہ کی اولاد کے' کیونکہ میں ہی ان کا عصبہ ہوں۔ لہٰذا میں ہی ان کا باپ ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ تمام اہل بیت سید ہیں لیکن جس کو سیادت نسبی کہنا چاہیے وہ بنی فاطمہ میں منحصر ہے۔ بنی فاطمہ سے بڑھ کر نسباً کوئی سید نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہر مؤنث کی اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے مگر بنی فاطمہ اس سے مستثنیٰ ہیں ان کی عصبیت میری طرف منسوب ہے اور میں ان کا باپ ہوں۔

یہی اجزاء ہیں جن کے باعث قدیم زمانے سے یہ عرف چلا آتا ہے کہ بنی فاطمہ کے سوا اور کسی کو خواہ اہل بیت سے ہی کیوں نہ ہو سید نہیں کہتے۔ اب اگر اس عرف کی بناء پر کوئی صدیقی' فاروقی' علوی' عباسی یا عثمانی خود کو سید کہے تو اس کا یہ دعویٰ مسموع نہیں ہوگا بلکہ صرف بنی فاطمہ کو ہی سید کہا جائے گا۔

لیکن اگر بنی فاطمہ کے سوا دوسرے اہل بیت اپنی سیادت نسبی کے مدعی ہوں تو چونکہ اہل بیت ہونے کی وجہ سے ان کی سیادت نسبی بے اصل نہیں اگرچہ عرف میں اب ان کو سید نہیں کہا جاتا اس لیے ان کے حق میں اس دعویٰ کی نسب شریعت میں کوئی وعید نہیں۔ البتہ اگر کوئی عثمانی' علوی یا عباسی اپنے آپ کو سید کہلائے اور وہ یہ جانتا ہو کہ ہم کسی طرح نسباً سید نہیں ہو سکتے ایسے مدعیان سیادت نسبی کے لیے شدید وعید ہیں۔

کیونکہ مسلم شریف میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں میرا باپ ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں "اس پر جنت حرام ہے" (الحدیث) یعنی وہ عذاب وسزا پائے بغیر جنت میں داخل نہ ہوگا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص باوجود اس کے کہ فاطمی نہ ہو اور اپنے آپ کو سید کہے تو چونکہ

عرف میں سید کا اطلاق بنی فاطمہ پر اطلاق کیا جاتا ہے اس لیے ضمناً اس کا دعویٰ یہ ہوا کہ وہ بنی فاطمہ میں سے ہے حالانکہ خود جانتا ہے کہ وہ بنی فاطمہ میں سے نہیں۔ بلاشبہ ایسے شخص کے حق میں وہی شدید وعید ہے جو حدیث میں ذکر کی گئی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۸ ج ۱۱)

حضرت فاطمہ کی اولاد کے سوا سب کا نسب باپ سے ثابت ہوتا ہے

سوال: ظاہر ہے کہ شریعت حقہ میں نسب باپ کی طرف سے ثابت ہوتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ بنی فاطمہ کا نسب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت کیا جاتا ہے؟ اگر عورت کی طرف سے نسب ثابت ہو سکتا ہے تو ایک سید لڑکی اور فاروقی یا صدیقی مرد سے اولاد پیدا ہو تو نسب باپ کی طرف سے ثابت ہوگا یا ماں کی طرف سے؟ یا دونوں کی طرف سے؟ مختار مسلک کیا ہے؟

جواب: حاکم اور طبرانی کی روایت میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ہر عورت کی اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بچوں کے کہ ان کا ولی اور عصبہ میں ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گو نسب باپ کی طرف سے ثابت ہوتا ہے لیکن بنی فاطمہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نسب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واسطہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور یہ صرف حضرت فاطمہ کے سیدۃ النساء ہونے اور ان کی عنایت، شرافت و عظمت کی وجہ سے ہوا ہے جو حضرت حسن اور حسینؓ کی خصوصیت ہے۔ آئندہ کسی عورت کی جانب سے خواہ وہ سید ہی کیوں نہ ہو نسب ثابت نہ ہوگا بلکہ باپ کا اعتبار ہوگا۔ باپ اگر فاروقی ہو تو بچہ بھی فاروقی اور باپ اگر صدیقی ہوگا تو بچہ بھی صدیقی ہوگا۔

(نسب کے ثبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے عصبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سید آل نبی ہونے کی نسبت ان کی طرف ہوگی۔ البتہ والد کی جگہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی نام ہوگا کیونکہ وہ وال ہیں۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری بیویوں سے ہونے والی اولاد کی نسب سید ہونے کی طرف نہیں ہوگی بلکہ وہ علوی کہلائیں گے۔) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۹ ج ۱۱)

باب الحضانة

(پرورش کے حق کا بیان)

ماں کے بعد نانی کو حق پرورش ہے

سوال: ایسی نابالغہ لڑکی جس کی عمر چار سال کی ہو اور ماں اس کی فوت ہو گئی ہو اور یوم پیدائش سے اپنی نانہال میں پرورش پائی ہو اور ماں نے قبل فوت ہونے کے اپنی ماں یعنی لڑکی کی نانی کے سپرد کر دیا ہو تا سن بلوغ اپنی نانی کے پاس رہے گی یا کہ لڑکی کا باپ جبراً لے سکتا ہے؟ اگر نانی کے پاس رہے گی تو کتنے سال تک؟ اور اس کی پرورش کے خرچہ کا دیندار لڑکی کا باپ ہوگا یا نہیں؟

(۲) جس صورت میں یہ خوف ہے کہ اگر دختر مذکورہ بالا اس کے باپ کے حوالہ کر دی جائے تو وہ اسے کسی عیسائی اسکول میں سپرد کر دے گا تو شرعاً ایسی لڑکی کو ایسے باپ کے حوالہ کر دینا چاہیے یا نانی کے پاس رہے گی؟

جواب: لڑکی نابالغہ بالغہ ہونے تک نانی کی پرورش میں رہے گی اور صورت مسئولہ میں حق حضانت نانی کو ہے۔ بشرطیکہ کوئی امر مسقط حق حضانت نہ ہو اور لڑکی کے خراجات اس کے باپ کے ذمہ لازم ہوں گے۔

قال الشامی واما النفقة علی الوالد اذا لم تتبرع بها فهل لهٗ الرجوع بها علی الاب قیل نعم......الخ. وقال فی الدرالمختار ثم ای بعد الام ام الام ......الخ. وفیه ایضاً فی مقام آخر والام والجدة لاب و ام احق بها بالصغیرة حتّٰی تحیض ای تبلغ ......الخ

(۲) حق پرورش نانی کا ہے بشرطیکہ یہ کہ کوئی امر مسقط حق حضانت نہ ہو۔ باپ نانی سے اس لڑکی کو بالغ ہونے تک نہیں لے سکتا۔

(وتجب النفقة بانواعها علی الحر لطفله یعم الانثی والجمع الفقیر

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب النفقة ج ۲ ص ۹۳۲' ط .س.
ج ۳ ص ۶۲۱) ظفیر

(یثبت للام الا ان تکون مرتدة الخ او فاجرة الخ ثم ای بعد الام بان ماتت الخ ام الام الخ والام والجدة احق بها ای بالصغیرة حتیٰ تحیض ای تبلغ فی ظاهر الروایة (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار باب الحضانة ج ۲ ص ۸۷۱ و ج ۲ ص ۸۸۱' ط.س. ج ۳ ص ۵۵۶.۵۵۵) ظفیر

(وغیرهما احق بها حتی تشتهی وقدر بتسع وبه یفتی وبنت احد عشر مشتهاة اتفاقاً زیلعی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدة کذلک وبه یفتی لکثرة الفساد زیلعی (ایضاً ج ۲ ص ۸۸۱' ط. س. ج ۳ ص ۵۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ مفتی بہ قول کے مطابق نانی کو پرورش کا حق زیادہ سے زیادہ گیارہ برس کی عمر تک ہے۔ واللہ اعلم) ظفیر (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۱ ص ۵۴)

ماں کے بعد نانی کو پرورش کا حق ہے پھوپھی کو نہیں

سوال: عبدالرحمٰن کا انتقال ہوا تو ایک بیوی اور لڑکا لڑکی نابالغ چھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد بچوں کی والدہ بھی فوت ہوگئی اور مرنے سے پہلے اس نے اپنی لڑکی اور لڑکا اپنی والدہ کے حوالے کردیئے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد عبدالرحمٰن کی بہن نے مال واسباب کی لالچ میں بچوں کو ان کی نانی سے چھین لیا' یہ چھیننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اب حق پرورش کسے حاصل ہے؟

جواب: والدہ کے بعد نابالغ بچوں کی پرورش کا حق نانی کو حاصل ہے۔ لہٰذا بچوں کی پھوپھی کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ان بچوں کو ان کی نانی سے زبردستی لے لے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۵ ج ۱۱)

ماں' نانی اور دادی کے بعد حق پرورش بہن کو ہے نانا وغیرہ کو نہیں

سوال: ایک لڑکی نابالغ ہے اس کی ماں نانی' دادی وغیرہ فوت ہو چکے ہیں اب اس کی بہن اور نانا اور ایک خالہ زاد بہن اور ماموں اس کی پرورش کے دعویدار ہیں۔ اب اس صورت میں حق پرورش کسے حاصل ہوگا اور باپ بھی اس بچی کا زندہ ہے جو اس کی پرورش کرسکتا ہے؟

جواب: والدہ کے بعد پرورش کا حق نانی اور پھر دادی کو حاصل ہے۔ اگر نانی اور دادی نہیں ہیں تو پھر یہ حق سگی بہن کو حاصل ہے اس کے ہوتے ہوئے ماموں یا نانا کو کچھ حق حاصل نہیں ہے

اور ولایت اور شادی وغیرہ کا اختیار اس کے باپ کو حاصل ہے۔ **ھکذا فی کتب الفقہ**

(دار العلوم دیوبند ص ۵۹ ج ۱۱)

پرورش کا حق ماں کو ہے نفقہ باپ کے ذمہ ہے' بدچلنی کی وجہ سے ماں کا حق ساقط ہو جائے گا

سوال: زید کی بیوی بدچلن ہے اس لیے زید نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ دو لڑکے پانچ سال اور تین سال کے ہیں' پرورش کا ذمہ دار کون ہے؟ اور ان کا خرچ کس کے ذمہ ہوگا؟

جواب: پرورش کا حق بچوں کی ماں کو ہے' لڑکے سات سال کی عمر تک اس کے پاس رہیں گے' نفقہ خرچ وغیرہ ان کے باپ کے ذمہ ہے لیکن ماں کی بدچلنی کی وجہ سے اگر بچوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو ماں کا حق ساقط ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اگر نانی' خالہ' پھوپھی وغیرہ موجود نہیں تو پھر باپ ان بچوں کو لے سکتا ہے۔ (**کذافی البحر الرائق**) (دار العلوم دیوبند ص ۵۷ ج ۱۱)

بچے کو دودھ پلوانا باپ کے ذمہ ہے

سوال: بچہ کو دودھ پلوانا والدین میں سے کس پر فرض ہے' خواہ وہ غریب ہوں یا امیر؟

جواب: دودھ پلوانا باپ کے ذمہ ہے۔ یعنی یہ کہ اگر ماں دودھ نہ پلائے تو باپ کسی دودھ پلانے والی کو مقرر کر لے تاکہ وہ ماں کے پاس رہ کر بچے کو دودھ پلائے لیکن اگر باپ غریب ہے اور ماں کو کوئی عذر نہیں ہے تو ماں کے ذمہ بچہ کو دودھ پلانا ضروری ہے۔ (**کذافی الدر المختار**)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۶۰ ج ۱۱)

خالہ اور چچا میں سے حق پرورش خالہ کو ہے

سوال: ایک نابالغ لڑکی کے والدین مر چکے ہیں صرف خالہ اور چچا موجود ہیں اس صورت میں پرورش کا حق کس کو ہے؟

جواب: اس صورت میں پرورش کا حق خالہ کو ہے اور اس کے نکاح کا ولی اس لڑکی کا چچا ہے۔ (**کذافی الدر المختار**) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۶۴ ج ۱۱)

ولد الزنا (زنا سے پیدا شدہ بچہ) کی پرورش گناہ نہیں

سوال: ایک عورت سے زنا صادر ہو گیا' اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جب لڑکی سات ماہ کی ہوئی تو ماں مر گئی اور اس لڑکی کا نانا اس کی پرورش کرتا رہا' اب لوگ اعتراض کرتے ہیں تو نانا اس کی

پرورش کرے یا نہیں؟

جواب: اس لڑکی کی پرورش کرنا کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ ثواب کا کام ہے اور ضروری ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے اس کی پرورش ترک کرنا' نانا کے لیے درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۸ ج ۱۱)

باپ کو بچی سے ملنے کی اجازت نہ دینا ظلم ہے

سوال: زید اور اس کی بیوی کے درمیان طلاق ہوگئی ان کی ایک بچی بھی ہے جس کی عمر تقریباً پونے دو سال ہے اور جو اپنی ماں کے پاس اپنے نانا کے گھر ہے۔ زید اپنی مطلقہ کو ایام عدت کا خرچ بھی دے چکا ہے۔ نیز بچی کی پرورش کا خرچ بھی وہ بذریعہ منی آرڈر متعدد بار بھیج چکا ہے جو کہ بچی کی ماں وصول نہیں کرتی۔ زید اپنی بچی سے ملنا چاہتا ہے جب کہ بچی کی ماں اور اس کے نانا بچی کو اپنے باپ سے قطعاً ملنے نہیں دیتے تو شریعت میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟ آیا زید اپنی بچی سے مل سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: باپ اپنی بچی سے جب چاہے مل سکتا ہے اس سے نہ ملنے دینا ظلم ہے۔ غالباً ان کو یہ خطرہ ہوگا کہ باپ بچی کو نہ لے جائے اور ماں سے جدا نہ کردے اگر ایسا اندیشہ ہو تو اس اندیشہ کا تدارک کرنا چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۲۳ ج ۵)

بچوں کی پرورش کا حق

سوال: میں نے اپنی بیوی کو بوجہ خلاف شرع کاموں کی مرتکب ہونے کے طلاق دے دی۔ الفاظ یوں ادا کیے میں نے اپنی بیوی کو جو میرے نکاح میں ہے اس کو طلاق دی۔ یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا تھا کیا یہ طلاق ہوگئی ہے مجھے اپنی بیوی کا مہر کتنے دن کے اندر اندر ادا کرنا چاہیے' میرے کم عمر بچے بچی ایک اڑھائی سال کی ایک ایک سال کی اسی کے پاس ہے وہ ان کو کتنے عرصہ تک اپنے پاس رکھ سکتی ہے؟ کیا مجھے ان بچیوں کا خرچہ دینا پڑے گا؟

جواب: آپ کی بیوی نکاح سے نکل گئی نکاح ٹوٹ گیا' بیوی حرام ہوگئی۔ اب دوبارہ رجوع یا تجدید نکاح کی کوئی صورت نہیں۔ مہر واجب ہے' جلد از جلد ادا کردینا چاہیے' لڑکیوں کو ماں اپنے پاس ان کے جوان ہونے تک (یعنی ۹ برس کی عمر تک) رکھ سکتی ہے۔ البتہ اگر ماں کی اخلاقی حالت خراب ہو یا وہ بچیوں کے غیر محارم میں نکاح کرلے تو اس کا حق پرورش ساقط ہوجائے گا' پرورش کا خرچ ہر حال میں باپ کے ذمہ ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۲۳ ج ۵)

بچہ سات سال کی عمر تک ماں کے پاس رہے گا اور لڑکی نو برس کی عمر تک

سوال: طلاق کی صورت میں بچوں کی پرورش کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

جواب: طلاق کے بعد بچہ سات سال کی عمر تک اپنی والدہ کے پاس رہتا ہے اس کے بعد بچی کا والد اس کو لے سکتا ہے اور لڑکی نو برس کی ہونے تک والدہ کے پاس رہتی ہے نو برس کی ہونے کے بعد باپ اس کو لے سکتا ہے نکاح کرانے کا اختیار اسی کو ہے۔ فی زمانہ فتویٰ اسی پر ہے کہ باپ نو برس کی عمر میں بچی کو واپس لے لے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۴۴ ج ۵)

بچہ کی تربیت کا حق والدہ کیلئے کب تک ہے؟

سوال: میرا ایک بچہ ہے اس کی عمر پانچ برس کی ہے وہ اس کی ماں کے پاس ہے ماں کے اخلاق خراب ہیں اس بناء پر اس کو لے سکتا ہوں یا نہیں کیونکہ بچہ کے اخلاق خراب ہونے کا ڈر ہے تو گنجائش ہے یا نہیں؟

جواب: حضانت (پرورش کا حق) کا حق والدہ کے لیے ہے وہ اس کو اس وقت تک اپنے پاس رکھ سکتی ہے جب تک اس کو کھانے پینے پہننے اور ناپا کی کی رفع کرنے میں ماں کی ضرورت پڑے اور اس کی مدت لڑکے کے لیے سات برس اور بچی کے لیے نو برس ہے یا حیض آنے تک اگر خدانخواستہ مرتد ہو جائے (نعوذ باللہ) یا بدچلن ہو یا پاگل ہو جائے یا بچہ کی غیر محرم کے ساتھ نکاح کر لے جس سے بچہ کی حفاظت نہ کر سکے تو والدہ کا حق پرورش باطل ہو جاتا ہے اور یہ حق اس کی نانی پڑنانی پھر دادی پڑدادی پھر بہنوں وغیرہ کے لیے ثابت ہو جاتا ہے۔ مقدم حق داروں کے ہوتے ہوئے آپ کو لینے کا حق نہیں پہنچتا۔ (ہدایہ ج ۲ ص ۴۱۴ درمختار شامی ج ۲ ص ۸۷۳ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۴۱)

بالغ ہونے تک لڑکیوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے

سوال: جناب مولانا صاحب السلام علیکم! طلاق دی ہوئی عورت کے پاس لڑکیاں جن میں ایک کی عمر چھ سال اور دو کی عمر تین سال ہے رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور طلاق دی ہوئی عورت اپنے میکے یعنی اپنی ماں کے گھر رہتی ہے مرد کے مکان سے کوئی نسبت نہیں اور نہ کبھی آئندہ رہ سکتی ہے۔ دونوں لڑکیوں کی نانی وغیرہ کہتی ہیں کہ ابھی بالکل بچہ ہے یہیں رہیں گی۔ مرد اس وجہ سے دریافت کرنا چاہتا ہے کہ طلاق دی ہوئی عورت کی بڑی بہن جس کی بیوہ ہونے کو آٹھ دس برس ہوئے اس نے ابھی تک دوسرا نکاح نہیں کیا اس وجہ سے اس کی ساس وسسر بہت محبت کرتے ہیں اور محبت سے پہلے کی طرح رکھ رہے ہیں اسی وجہ سے وہ دوسرا نکاح کرتی ہے اسی خیال سے اگر مرد لڑکیوں کو طلاق دی ہوئی عورت کے پاس رکھے اور وہیں خرچ بھیجے تو خرچ کی بدولت اور بچوں کی محبت کی وجہ سے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ لڑکیوں کو طلاق دی ہوئی عورت کے پاس رکھے یا اپنے ماں باپ یعنی لڑکیوں کے دادا دادی کے گھر رکھے؟ اور مرد کو پورا یقین ہے کہ اگر خرچ طلاق دی ہوئی

عورت کے پاس گھر جائے گا بچوں کے واسطے تو وہ ہرگز ہرگز دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہے۔ فقط
(خاکسار محمد عزیز خطوط نویس الہ آباد سٹی پوسٹ آفس الہ آباد: ۱۶ اپریل ۱۹۳۰ء یوم چہارشنبہ)

جواب: جب تک زوجہ مطلقہ دوسرا نکاح نہ کرے اس وقت تک وہ ان لڑکیوں کے بالغ ہونے تک ان کی پرورش کا حق رکھتی ہے۔ باپ کو لازم ہے کہ اس سے لڑکیوں کو بلاوجہ الگ نہ کرے بلکہ لڑکیوں کا خرچ ان کی ماں ہی کے پاس بھیجتا رہے اور جو وجہ شبہ کی سائل نے بیان کی ہے اس سے ماں کا حق پرورش باطل نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ اپنی اولاد کی محبت اور پرورش کی وجہ سے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس میں حرج کیا ہے بلکہ اس کو صبر کا اجر ملے گا۔ نکاح ثانی اس عورت پر لازم ہے جو رسم و رواج کی وجہ سے اس سے رکتی ہو حالانکہ اس کو اپنی عفت محفوظ نہ رہنے کا خطرہ ہو اور جس کو یہ خطرہ نہ ہو بلکہ اپنی اولاد کی پرورش کرنے کے لیے اپنے کو خاک میں ملادے اس پر نکاح ثانی لازم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ الاحکام جلد۲ ص ۸۶۷۔ (از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ)

باب النّفقه والسکّنٰی

(رہائش، نفقہ اور خرچ کا بیان)

بلاوجہ ماں باپ کے ہاں بیٹھنے والی عورت کا خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں

سوال: میری بیوی عرصہ سات ماہ سے اپنے والدین کے گھر ناراض ہوکر بیٹھ گئی ہے اور میں ہر ماہ باقاعدگی سے ان کا خرچہ اور بچوں کا خرچ مسلسل بھیج رہا ہوں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ آخر کب تک بھیجتا رہوں گا کیونکہ نہ ان کو میری فکر ہے اور نہ ہی لڑکی کے ماں باپ کو یہ فکر ہے کہ اپنی لڑکی کو شوہر کے پاس بھیجیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں ہر ماہ باقاعدگی سے ان کو خرچ وغیرہ بھیجتا رہوں یا نہیں؟

جواب: بیوی شوہر سے نان ونفقہ وصول کرنے کی اس وقت تک مستحق ہے جبکہ وہ اپنے شوہر کے گھر آباد ہو۔ اگر وہ شوہر کی اجازت ومنشاء کے بغیر بلاوجہ اپنے میکے میں جا بیٹھے تو وہ شرعاً ''ناشزہ'' (نافرمان) ہے اور ناشزہ کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۵ ص ۴۲۵)

شوہر کے ذمہ بیوی کا خرچ اور رہائش کا وجوب

سوال: نکاح ہو جانے کے بعد شوہر کے ذمہ بیوی کے کیا حقوق واجب ہو جاتے ہیں؟ مراد اس کی خبر گیری اور سہولت سے ہے کیا بیوی کو کھلانے پلانے کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے اور

کیا اسے الگ رکھنا ضروری ہے؟

جواب: نکاح ہوتے ہی عورت شوہر کی ذمہ داری میں داخل ہوجاتی ہے اور شوہر کے ذمہ اس کے وہ حقوق جو اس کی حفاظت اور زندگی سے متعلق ہیں واجب ہوجاتے ہیں اس لیے شوہر کے ذمہ بیوی کے کھانے پینے کا خرچ پہننے کے کپڑے اور رہنے کے لیے ایک چار دیواری اور چھت جس میں صرف بیوی کی عمل داری ہو دینا واجب ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن وسنت اور فقہ میں صراحتاً موجود ہے۔

جب تک نکاح باقی ہے بیوی کو نفقہ کا حق حاصل ہے

سوال: زید چار سال سے افریقہ چلا گیا اور اپنی بیوی کو چھوڑ گیا' تین سال تک اس نے اپنی بیوی کی خبر تک نہ لی' ناچار اس نے وکیل کی معرفت نان ونفقہ کے لیے نوٹس دیا تو اس نے دوسو روپیہ بھیج دیا۔ اب سنا جارہا ہے کہ وہ وہاں بے راہ روی میں مبتلا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے وطن جانا ہی نہیں ہے' اب نہ وہ خرچ دیتا ہے نہ آباد کرتا ہے' ایسی صورت میں عورت کیا کرے؟

جواب: **اقول باللہ التوفیق.** اس بارے میں حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ بغیر شوہر کے طلاق دیئے بیوی اس کے نکاح سے خارج نہ ہوگی۔ وہ نفقہ کے لیے عدالت سے رجوع کرے اور حکام اسے مجبور کریں کہ وہ اس کی خبر گیری کرے اور نفقہ دے ورنہ طلاق دے دے۔ خود حاکم تفریق نہیں کراسکتا۔ **کمافی سائر کتب الفقہ ولا یفرق بینھما بعجزہ عنھا بانواعھا الثلاثہ الخ الدر المختار' المحتار** (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۸۷ ج ۱۱)

شوہر نفقہ بند کردے تو کیا کیا جائے؟

سوال: شوہر ناراضگی کی بناء پر بیوی کا نفقہ بند کردے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: شریعت میں اس کا علاج یہ ہے کہ شوہر کو مجبور کیا جائے کہ وہ نان نفقہ دے یا جان چھوڑ دے (کیونکہ جب امساک بالمعروف (اچھے طریقہ سے بیوی کو رکھنا) نہ رہے تو طلاق دینا ضروری ہے' اس کو لٹکانا درست نہیں)۔ (**کمافی الدر المختار**) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند)

شوہر کی مرضی کیخلاف جب بیوی میکے چلی جائے تو نفقہ کا حق باقی نہیں رہتا

سوال: ایک عورت کے پیٹ میں بچہ مرگیا' ڈاکٹر نے آپریشن کیا تو اس کے صدمے سے دونوں شرم گاہوں کے سوراخ ایک ہی ہوگئے وہ شوہر کے کام کی نہیں رہی تو اس کے شوہر نے دوسرا

نکاح کرلیا' یہ عورت اس دوسری بیوی سے بھی لڑی اور اپنا دوسری بیوی کا زیور لے کر میکے چلی گئی اور کہتی ہے کہ میں نہیں لائی۔ اب شوہر کا خیال ہے کہ اگر طلاق دوں تو کوئی شخص اس سے نکاح نہیں کرے گا' یہ خیال ہے کہ اس کو اس کے باپ کے گھر ہی خرچہ بھیج دیا کرے؟

جواب: جب وہ عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف اپنے شوہر کے گھر سے میکے چلی گئی تو اس کا نفقہ ساقط ہوگیا۔ شوہر اگر اس کے وہاں رہتے ہوئے نفقہ نہ دے گا تو گنہگار نہیں ہوگا اور اگر دے تو یہ محض تبرع اور احسان ہے کچھ گناہ نہیں۔ جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے کہ شوہر کی نافرمان بیوی جو اس کی مرضی کے بغیر اس کے گھر سے چلی جائے اسے نفقہ نہیں ملے گا۔ الخ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۶۹ ج ۱۱)

بیوی کا حق مکان ہے بہتر ہونا ضروری نہیں

سوال: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں اور اس نے ہر ایک کو الگ مکان دیا ہوا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک بیوی مکان بدلنا چاہتی ہے کیونکہ ایک کے پاس چھپر کی اور دوسری کے پاس پکی چھت ہے' کیا شوہر کے ذمہ مکان بدل دینا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: شوہر پر کوئی گناہ نہیں' حق سکونت ادا ہوگیا۔ اب دوسری بیوی کو بدلنے کا حق نہیں اس کا حق یہ ہے کہ ایک گھر جس میں دوسری کا دخل نہ ہو اسے دے دیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۶۹ ج ۱۱)

ایسی دو بیویوں کے نفقہ کا حکم جن میں ایک کی اولاد زیادہ ہو

سوال: فیض گنج' فیض رساں حضرت مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! احقر کی دو زوجہ ہیں' ایک زوجہ سے ایک لڑکی ہوئی اور دوسری زوجہ سے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ پانچوں لڑکوں میں بڑا لڑکا تقریباً ۱۴ سال کا ہے اور سب اس سے چھوٹے ہیں۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ میری جو کمائی ہے اس میں سے دونوں زوجہ کو کس طرح سے دوں' اور دونوں زوجہ علیحدہ علیحدہ مکان میں رہتی ہیں اور جو لڑکے لڑکیاں ہیں ان کے رشتہ وشادی وغیرہ کا جو خرچ ہوئے' دونوں گھروں میں سے کیا جائے یا کہ جس بیوی کی اولاد ہو اس گھر سے خرچ کیا جائے اور زمینداروں میں عام رواج ہے کہ کپاس وغیرہ کھیتوں میں سے چن کر لاتی ہیں' دونوں زوجہ اپنی چنی ہوئی علیحدہ علیحدہ رکھیں یا کہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟ تحریر فرمائیں؟

جواب: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور دونوں صاحب اولاد ہوں ان کو زوجین میں مساوات اس طرح کرنا چاہیے کہ ہر زوجہ کا نفقہ الگ مقرر کرے اور اس میں دونوں بیویوں کو برابر رکھے' اور اولاد کا نفقہ علیحدہ مقرر کرے اور دونوں کی اولاد کو فرداً فرداً حاجت کے لحاظ سے برابر رکھے۔ یعنی ایک کی

ضروریات دس روپے میں مہیا ہوسکتی ہوں اس کے دس روپیہ اور ایک کی ضروریات پانچ روپیہ میں مہیا ہوں اس کے پانچ روپیہ مہیا کرے۔ گو مجموعہ ایک کی طرف زیادہ ہو مثلاً ہر بیوی کا ماہوار پندرہ روپیہ مقرر کردے اور ہر لڑکے لڑکی کا دس روپیہ ماہوار۔ اس صورت میں زیادہ اولاد والی کی طرف جو زیادہ رقم جائے گی وہ بیوی کے نفقہ میں زیادتی نہیں بلکہ یہ زیادتی اولاد کی وجہ سے ہے اس پر دوسری بیوی اگر اعتراض کرے تو لغو ہے اور متفرق اخراجات شادی وغیرہ کے اس ضابطہ سے علیحدہ ہیں جن میں یہ شخص مختار ہے۔ اس جواب سے سائل کے سب سوالات کا جواب نکل آیا۔ واللہ اعلم۔ امداد الاحکام ج ۲ ص ۸۸۷۔ (از تھانہ بھون، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ۳ رجب المرجب سن ۴۶)

شوہر بیوی کو نکال دے تو نفقہ اس پر واجب ہے اسی طرح طلاق کی عدت کا نفقہ اور جہیز کا سامان واپس دے گا

سوال: زید نے اپنی بیوی کو گھر سے اپنی مرضی سے نکال دیا اور اس کے گھر چھوڑ آیا اور ایک ماہ کا نفقہ دیا اور کہا کہ آئندہ بھی دیتا رہوں گا مگر اس کے بعد کچھ نہ دیا' پھر بعد میں طلاق دے دی۔ تو کیا اب اس کی مطلقہ بیوی اس سے گزشتہ زمانے کا نفقہ' عدت کے زمانے کا اور جہیز وغیرہ لے سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر شوہر اپنی مرضی سے بیوی کو گھر سے نکال دے تو اس کا نفقہ دینا واجب ہے لیکن چونکہ اس نے نہیں دیا بلکہ بعد میں طلاق دے دی تو اب اس کی بیوی صرف اس سے عدت کے نفقہ کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اسی طرح جہیز چونکہ اسی کی ملکیت ہے وہ بھی لے سکتی ہے۔ گزشتہ زمانے کا نفقہ دینا اب اس کے شوہر کے ذمہ نہیں ہے۔ ہاں اگر بخوشی دے دے تو دے سکتا ہے۔ (هكذا فى كتب الفقه' الدرالمختار وغیرہ) یا پھر قاضی وعدالت کے حکم سے شوہر پر لاگو کیا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ۰ ۷ ج ۱۱)

عدت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے

سوال: ایک عورت کا شوہر مر گیا ہے وہ اس کی عدت میں ہے۔ اب اس کا نفقہ کس پر واجب ہے؟ کیا سسر اخراجات دے گا اور اگر دے تو بیوہ کے باقی ماندہ حقوق میں سے اس کی کٹوتی کر سکتا ہے؟

جواب: اس کے اخراجات کسی کے ذمہ نہیں کیونکہ شوہر تو مر گیا' اس کے ذمہ عدت کا نفقہ نہیں۔ عورت کے سسر کے ذمہ بھی یہ اخراجات نہیں ہیں اگر وہ خرچ کرے گا تو تبرع اور احسان ہوگا جسے وہ اس کے باقی حقوق وراثت وغیرہ سے کاٹ نہیں سکتا۔ (لانفقة لمتو فى عنها زوجها. هداية) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ص ۹۵ ج ۱۱)

چھوٹے بچے کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

سوال: دوسالہ بچہ کا نفقہ کس سے وصول کیا جائے گا اور بچہ کی پرورش کا حق ماں وغیرہ کو کتنے عرصے تک ہے؟

جواب: اس کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے۔ حضانت کی مدت سات سال ہے۔ (الدر المختار باب النفقة) (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۴۶ ج ۵' فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۷ ج ۱۱)

طلاق غصہ میں نہیں تو کیا پیار میں دی جاتی ہے

سوال:۔ میرے شوہر غصے میں کئی بار لفظ ''طلاق'' کہہ چکے ہیں مگر وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہتے ہیں غصے میں طلاق نہیں ہوتی جبکہ میں کہتی ہوں کہ طلاق ہر حال میں ہو جاتی ہے۔ میری شادی کو صرف دو سال ہوئے ہیں اس درمیان تقریباً ۲۰ بار لفظ طلاق کہہ چکے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر طلاق دے دیتے ہیں اور پھر رجوع بھی کر لیتے ہیں۔ غصے میں کہتے ہیں کہ میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے مگر پھر بھی تم بے غیرت بن کر میرے گھر میں رہتی ہو۔ پھر جب غصہ ختم ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں تم اسی گھر میں رہو گی تم تو میری بیوی ہو اور ہمیشہ رہو گی۔

جواب:۔ جاہلیت کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ بدمزاج شوہر جب چاہتا طلاق دے دیتا اور پھر جب چاہتا رجوع کر لیتا' سو بار طلاق دینے کے بعد بھی وہ رجوع کا حق سمجھتا۔ اسلام نے اس جاہلی دستور کو مٹا دیا اور اس کی جگہ یہ قانون مقرر کیا کہ شوہر کو دو بار طلاق کے بعد تو رجوع کا حق ہے لیکن تیسری طلاق کے بعد بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ شوہر کو رجوع کا حق نہ ہو گا' سوائے اس صورت کے کہ اس مطلقہ عورت نے عدت کے بعد کسی اور جگہ نکاح کر کے وظیفۂ زوجیت ادا کیا ہو پھر وہ دوسرا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے تو اس کی عدت ختم ہونے کے بعد عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو گی۔

آپ کے شوہر نے پھر سے جاہلی دستور کو زندہ کر دیا ہے۔ آپ اس کے لئے قطعی حرام ہو چکی ہیں۔ اس منحوس سے فوراً علیحدگی اختیار کر لیجئے۔ اس کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ غصے میں طلاق نہیں ہوتی۔ طلاق غصے میں نہیں تو کیا پیار میں دی جاتی ہے؟ (آپ کے مسائل ج ۵ ص ۲۴۶)

غائب غیر مفقود الخبر کے ذمہ بیوی کا نفقہ

سوال: سلیمان کی شادی عائشہ سے ہوئی' سلیمان ایک ماہ کے بعد افریقہ چلا گیا' ستائیس برس گزر چکے ہیں اس نے کبھی افریقہ سے نان نفقہ نہیں بھیجا مگر افریقہ میں اس کے زندہ ہونے کا یقین ہے۔ بیوی میں افریقہ جانے کی طاقت نہیں ہے۔ بیوی کا نفقہ کس کے ذمہ ہے اور بیوی کو

اس صورت میں دوسرا نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: جب کہ سلیمان زندہ ہے اور مفقود الخبر بھی نہیں ہے تو بغیر سلیمان کے طلاق دیئے اس کی بیوی عائشہ دوسری جگہ شادی نہیں کر سکتی۔ عائشہ کا نفقہ سلیمان کے ذمے واجب ہے۔ جیسا کہ درمختار وغیرہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اس سے نفقہ وصول کرنے کا کوئی طریقہ اختیار کر لیا جائے چاہے بذریعہ عدالت یا اس کی جائیداد وغیرہ سے نکالا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۹۷ ج ۱۱)

والدین کا نفقہ اولاد کے ذمہ ہے

سوال: زید کے دو بیٹے ہیں وہ ان سے کہتا ہے کہ تم اپنی کمائی میں سے میرا حصہ علیحدہ کر دو شرعاً زید اور اس کی بیوی نادار ہیں۔ بیٹوں کے مال میں سے کچھ حصہ زید اور اس کی بیوی کا ہے یا نہیں؟ بیٹے کہتے ہیں کہ یہ ہم نے اپنی قوت بازو سے کمایا ہے ہماری کمائی میں آپ کا حصہ نہیں ہے' کیا حکم ہے؟

جواب: ماں باپ جب محتاج' نادار اور ضعیف ہوں تو ان کا نفقہ اولاد کے ذمہ واجب ہے۔ لہٰذا دونوں کے ذمہ ماں باپ کا خرچ لازم ہے۔ بقدر ضرورت پوشاک اور خوراک کے لیے ان کو دیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور حصہ لازم نہیں ہے۔ (**کماجاء فی الدرالمختار وغیرہ من کتب الفقہ**) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۷ ج ۱۱)

بیوی شوہر کو اپنے گھر میں آنے سے نہیں روک سکتی

سوال: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو کہے کہ تجھے خدا کا واسطہ تو میرے پاس نہ آیا کر' یا اس گھر میں مت آ حالانکہ گھر شوہر کا ہے تو ایسی حالت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: بیوی کو یہ حق نہیں کہ وہ شوہر کو اس کے گھر میں آنے سے روکے اور منع کرے نہ شوہر کو اس میں عورت کا کہنا ماننا ضروری ہے۔ عورت کو کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ خواہ مخواہ شوہر کو اپنے پاس آنے سے روکے اسے ایسا کہنا درست نہیں ہے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۵۷ ج ۱۱)

بیوی جان کے خوف سے میکے رہے تو بھی نفقہ ملے گا؟

سوال: ایک عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ رہنے میں جان کا خوف ہے' تو کیا وہ اپنے شوہر سے علیحدہ رہ کر نان نفقہ لے سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی حالت خوف اور مجبوری میں عورت اپنے شوہر سے گھر بیٹھے نفقہ لے سکتی ہے کیونکہ اس حالت میں وہ ناشزہ (نافرمان) نہیں ہے اور اس کا اس مجبوری میں شوہر کے گھر نہ جانا

نافرمانی اور نشوز نہیں ہوگا۔

شامی میں ہے کہ وہ عورت جس کے شوہر کی رہائش ملحدین کے علاقے میں ہو پھر وہ عورت جان کے خوف سے وہاں جانے سے رُک جائے اور نفقہ طلب کرے تو میری رائے ہے کہ اسے نفقہ ملے گا اور اسی طرح فسادِ زمانہ کی بناء پر شوہر بیوی کو ساتھ سفر میں لے جانے کا حق نہیں رکھتا۔ اس صورت میں بھی فتویٰ اسی پر ہے کہ نفقہ عورت کو ملے گا۔ (ملخص' فتاویٰ شامی) (دارالعلوم دیوبند ص ۸۷ ج ۱۱)

زچہ خانے کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہے

سوال: بچہ کی پیدائش پر جو مصارف زچہ خانے (میٹرنٹی ہوم) میں آتے ہیں وہ کس کے ذمے ہیں؟

جواب: یہ مصارف شوہر کے ذمہ واجب ہیں۔ (دارالعلوم دیوبند)

باپ نہ ہونے کی صورت میں نابالغ اولاد کا نفقہ ماں کے ذمے واجب ہے

سوال: ننھی مریم کا باپ مر گیا ہے ایک چچازاد بھائی اور ماں موجود ہے۔ بچی کے نفقہ کا کفیل کون ہے؟ اور کس عمر تک ہے؟ مریم ایسی قوم کی لڑکی جس کی سات آٹھ سالہ لڑکی اپنی محنت سے روٹی حاصل کر سکتی ہے؟

جواب: باپ نہ ہونے کی صورت میں نابالغ اولاد کا نفقہ ان کی ماں کے ذمے ہے۔ شامی میں ماں کو دوسرے اقرباء سے زیادہ احق قرار دیا گیا ہے۔ باقی یہ نفقہ کی کفالت اسی وقت تک ہے جب تک وہ خود کوئی محنت نہ کر سکیں اور جب کہ سات آٹھ سالہ بچہ اس قوم کا کو دکسب حلال کر سکتا ہے تو ان کا نفقہ بھی صرف اتنی عمر تک واجب ہوگا۔ شامی میں ہے خیر الرملی کا قول ہے کہ اگر عورت اپنی سلائی وغیرہ کی محنت سے مستغنی ہو سکے تو اس کا نفقہ اسی کی محنت اور کمائی میں واجب ہوگا۔ الخ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۸۳ ج ۱۱)

نادار بہن کا نفقہ بھائیوں پر ہے

سوال: زید کا انتقال ہو گیا جس کی ایک لڑکی نابالغ ہے اور لڑکی کا ایک سگا بھائی اور ایک اخیافی بھائی ہے۔ اب شریعت کی رو سے اس لڑکی کا نفقہ اور اجازت نکاح کس کے ذمہ واجب ہے؟

جواب: لڑکی نابالغہ ہو یا بالغہ' اگر وہ محتاج ہے تو اس کا نفقہ بھائیوں پر بقدر وراثت واجب ہے۔ لہٰذا ان بھائیوں پر اس طرح کہ اخیافی بھائی پر چھٹا حصہ اور باقی عینی (سگے) بھائی پر واجب ہے۔ (کیونکہ وراثت کا حساب بھی اسی طرح ہے جیسا کہ درمختار میں صراحت سے لکھا ہے اور

ولایت نکاح عصوبتہ کے اعتبار سے ہے۔لہٰذا نکاح کا ولی اس صورت میں سگا بھائی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے)(دارالعلوم دیوبندص ۹۳ ج ۱۱)

نفقہ کی مقدار

سوال: نان نفقہ کا نقدی مقدار ماہانہ اور سالانہ کتنی ہونی چاہیے؟ شرعاً اس کی تعیین یا اندازہ ہے یا کہ ملک و وسعت کے مطابق ہے؟

جواب: اس کی کوئی مقدار شرعاً معین نہیں ہے۔متوسط نفقہ جس زمانہ میں نرخ اجناس وغیرہ کے اعتبار سے ہوتا ہے اس کی مقدار باہمی مصالحت سے یا برادری جماعت کے مشورے سے طے ہو اور شوہر اسے تسلیم کرے تو وہی مقدار مقرر ہو سکتی ہے۔(جیسا کہ باب النفقۃ شامی میں لکھا ہے)

(دارالعلوم دیوبندص ۸۴ ج ۱۱)

شوہر بیوی کو ہر قسم کی ملازمت سے روک سکتا ہے

سوال: بیوی ملازمت کرنا چاہتی ہے اور شوہر اجازت نہیں دیتا تو کیا اجازت کے بغیر ملازمت کر سکتی ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں بیوی کو ملازمت کرنا جائز نہیں ہے۔ (خیر الفتاویٰ)

خاوند کی تنخواہ پر بیوی کا حق ہے یا نہیں؟

سوال: خاوند کی تنخواہ پر پہلا حق بیوی کا ہے یا والدین کا؟

جواب: تنخواہ کمانے والے کی ملکیت ہے' خاوند کے ذمہ بیوی کا نان نفقہ ہر حال میں واجب ہے' خواہ بیوی مالدار ہو یا غریب والدین اور چھوٹے بھائی بہنوں کا خرچہ بھی لڑکے پر واجب ہے جب کہ وہ تنگ دست ہو۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ باپ جب غریب اور تنگدست ہو اور اس کے چھوٹے بچے محتاج ہوں اور بڑا بیٹا مالدار ہو تو اس بیٹے کو اپنے باپ اور باپ کی چھوٹی اولاد کے نفقہ کے لیے مجبور کیا جائے گا۔

غنی ذوی الارحام کا نفقہ شرعاً واجب نہیں لیکن پھر بھی والدین کی جانی و مالی خدمت بچوں پر اخلاقاً فرض ہے۔(خیر الفتاویٰ)

بلا عذر بیوی سے کب تک علیحدہ رہ سکتے ہیں؟

سوال: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ دستور بنایا تھا کہ مرد اپنی بیوی سے صرف چار ماہ علیحدہ رہ سکتا ہے کیا اس سے زیادہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ آئمہ میں سے کسی کا

یہ مذہب ہے یا نہیں؟

جواب: بلاعذر چار ماہ سے زائد علیحدہ نہیں رہنا چاہیے مالکیہ کے ہاں اگر بقصد اضرار اتنی مدت بیوی سے علیحدہ رہا تو وہ بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ (احکام القرآن ابن عربی شامیہ وغیرہ) (خیر الفتاویٰ)

نافرمانی کی صورت میں نفقہ واجب نہیں رہتا

سوال: یہاں اس قسم کا رواج ہے کہ بعد شادی عورت خاوند کے گھر ایک سال رہتی ہے۔ ایک سال بعد بیوی کا باپ اس کو اپنے گھر لے جاتا ہے' بعد اس کے دو سال گزرتے ہیں' دو سال کے عرصہ میں بہت دفعہ خاوند نے اپنی بیوی کے لانے کے واسطے چند آدمی بھیجے مگر بیوی کے والد نے اپنی لڑکی کو رخصت نہیں کیا' اور اب بیوی کا والد خرچہ ایک روپیہ یومیہ لینا چاہتا ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: شوہر کے ذمہ اس صورت میں نان نفقہ وغیرہ اور ایک روپیہ روزانہ کچھ نہیں ہے کیونکہ نشوز اس صورت میں عورت کی طرف سے پایا گیا ہے ایسی حالت میں نفقہ زوجہ کا ساقط ہو جاتا ہے۔

درمختار میں ہے: لانفقة لاحدی عشرة الخ وخارجة من بیته بغیر حق. الخ وفی الشامی وتجب النفقة من حین العقد الصحیح وان لم ینتقل الٰی منزل الزوج اذا لم یطالبها الخ (ص ٦۴٦) پس قید اذا لم یطالبها سے معلوم ہوا کہ اگر شوہر طلب کرے اور عورت اس کے گھر بعد طلب کے نہ آوے اور کوئی وجہ شرعی امتناع کی نہ ہو تو نفقہ اس کا ساقط ہو جاتا ہے۔ (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار باب النفقة ج ۲ ص ۸۸۹ .ط.س.ج ۳ ص ۵۷۵.۱۲ ظفیر)

(ردالمحتار باب النفقة ج ۲ ص ۸۸۹ .ط.س.ج ۳ ص ۵۷۵.۱۲ ظفیر)

دارالعلوم دیوبند ج ۱۱ ص ۸۷.

باب الایمان والنذور

(قسم کھانے اور نذر کرنے کے مسائل کا بیان)

جھوٹی قسم کا کفارہ کیا ہے؟

سوال: ایک شخص نے کورٹ میں جھوٹی قسم کھا کر گواہی دی ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ کیا اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: جھوٹی قسم کھانے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔ اس کے لیے کفارہ بھی نہیں۔ ہمیشہ بارگاہ خداوندی میں توبہ و استغفار کرتا رہے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے۔ اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(فالغموس هو الحلف على امر مامن يتعمد الكذب فيه فهذه اليمين ياثم صاحبا لقوله عليه السلام من حلف كاذبا ادخله الله النار ولا كفارة فيها الا التوبة والاستغفار. هدايه كتاب الايمان ج۲ ص ۴۷۸) (فتاویٰ رحيميه ج ۹ ص ۲۳.

قرآن پر حلف لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر یا اس کو ہاتھ میں لے کر کسی امر یا نہی کے فعل یا ترک مثلاً نماز روزے کی پابندی کرنے، نشہ کرنے اور جوا کھیلنے سے باز آنے پر قسم و عہد کرانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ نفس کلام اللہ مخلوق نہیں مگر قرآن ان حروف اور آواز کے ساتھ مخلوق ہے اس لیے یہ غیر اللہ ہے اور غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔ اگرچہ قسم ہو جاتی ہے۔ بکر کہتا ہے کہ یہ نہ شرک ہے نہ بدعت اور نہ حکم ہے نہ منع بلکہ یہ ترغیب الی الامر اور نہی عن المنکر ہے اس لیے اس پر قرآن سے عہد لینا جائز ہے؟

جواب: شامی میں اور ہندیہ میں مضمرات کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ ہمارے زمانے میں قسم

ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور اسی پر فیصلہ ہے اور یہی ہمارا اعتقاد ہے۔ محمد بن مقاتل رازی نے بھی کہا ہے کہ یہ قسم ہے اور اسی کو ہمارے جمہور مشائخ نے لیا ہے۔ یہی قول اس لیے مؤید ہے کہ قرآن صفت الٰہی ہے۔ جس پر قسم کھانا درست ہے جیسے اللہ کی عزت اور اس کے جلال کی قسم کھانا۔ الخ

لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن پر حلف کرنا متعارف ہے اور ایسا ہی ہے جیسے "بعزة اللّٰہ و جلاله" کہہ کر قسم کھانا۔ اس لیے اس کو شرک و بدعت کہنا درست نہیں ہے اور کسی سے گناہ چھوڑنے پر عہد کرانا عمدہ کام ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۵ ج ۱۲)

قسم "اللہ تعالیٰ" کی کھانی چاہیے

سوال: قسم کس طرح کھانی چاہیے؛ مثلاً آئندہ زمانے میں کوئی کام نہیں کرنا تو اس پر قسم کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا ضروری ہے یا غیر اللہ کی قسم سے بھی منعقد ہو جاتی ہے؟ بیان فرمائیں

جواب: قسم صرف اللہ تعالیٰ کی کھانی چاہیے غیر اللہ کی قسم کھانا حرام اور گناہ ہے اور اس سے قسم نہیں ہوتی لیکن بعض شرطیہ الفاظ ہیں جن سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

ایمان کی "قسم" کھانا کیسا ہے؟

سوال: مسلمان کو ایمان کی قسم کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قسم اللہ تعالیٰ کی کھانی چاہیے اللہ کے سوا ایمان وغیرہ کی قسم نہ کھانی چاہیے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۶ ج ۱۲)

"انشاء اللہ" کے ساتھ قسم کھانا

سوال: میرے والد نے مجھ سے مرغ نہ کھانے کا عہد کیا کہ میں انشاء اللہ آئندہ مرغ نہیں کھاؤں گا' اب مجھے مرغ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: آپ کے لیے مرغ کھانا جائز ہے کیونکہ انشاء اللہ کہنے سے قسم نہیں رہتی۔ یہ بہت اچھا کیا کہ انشاء اللہ اس کے ساتھ کہہ لیا (جیسا کہ کتب فقہ الدرالمختار وغیرہ میں تصریح ہے کہ اگر قسم کے ساتھ انشاء اللہ کہہ لیا تو قسم باطل ہو جاتی ہے) (دارالعلوم دیوبند ص ۳۲ ج ۱۲)

نابالغ بچے کا قرآن پر حلف کرنا غیر معتبر ہے

سوال: ایک نابالغ بچے یا بچی نے قرآن پر حلف کیا کہ آئندہ وہ فلاں گناہ کا کام نہیں کرے گا' پھر اس نے وہ کام کر لیا تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور قرآن اٹھانے پر گناہ ہوگا یا نہیں یا جس نے اس سے قرآن اٹھوایا وہ گنہگار ہوگا؟

جواب: بچے کا قرآن اٹھانا اس کی قسم کھانا غیر معتبر ہے۔ قرآن اُٹھانے یا اٹھوانے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا' وہ بچہ یا بچی اگر وہ کام پھر کرلے تو کفارہ وغیرہ نہیں لازم ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱۲)

کلمہ پڑھ کر عہد کرنے سے قسم ہوگی یا نہیں؟

سوال: کسی نے اس طور سے قسم کھائی ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' خدا گواہ ہے ''اگر میں یہ کام کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ناامید ہوجاؤں'' پھر وہ اس کام کی مرتکب ہوگئی تو اس صورت میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: درمختار میں ہے کہ ان الفاظ سے قسم منعقد نہیں ہوتی اور صحیح یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہیں ہوتا مگر اس میں گناہ ہے۔ لہٰذا توبہ واستغفار کرے۔

(درمختار کتاب الایمان میں شفاعت سے بری ہونے کی قسم کے لیے لکھا ہے کہ یہ قسم نہیں اور اس کے خلاف کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ اسی طرح خدا کو گواہ کرکے قسم کھانے کے بعد خلاف کرنے سے استغفار ہے کفارہ نہیں) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۹ ج ۱۲)

دوسرے کو قسم دی کہ اللہ کی قسم ''تمہیں یہ کام کرنا ہے'' کا کیا حکم ہے؟

سوال: (الف) نے (ب) کو کہا کہ اللہ کی قسم! تمہیں یہ کام کرنا ہے اور پھر (ب) نے یہ کام نہیں کیا تو اب (الف) حانث ہوگی یا نہیں؟

جواب: (الف) حانث ہوگی۔ (کیونکہ اس نے قسم کھائی ہے اور جب بات پوری نہیں ہوئی تو حنث (قسم کو توڑنا) لازم آئے گا اور درمختار میں لکھا ہے کہ اس طرح کی قسم کھانے پر حانث ہونے سے کفارہ لازم آئے گا۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۳۸ ج ۱۲)

شوہر نے بیوی سے کہا اگر تو فلاں سے بات کرے تو تجھے طلاق کی قسم

سوال: زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا ''اگر تو میری بہن کے گھر گئی یا بہن سے بات چیت کی اسی طرح میری بھاوج سے بات چیت کی تو تجھے طلاق کی قسم'' تاہم ہندہ باز نہ آئی اور زید نے جن جن لوگوں سے بات کرنے سے منع کیا تھا ان سب سے بات کرلی اور زید کی بہن کے گھر بھی گئی تو

ہندہ زید کے نکاح میں رہے گی یا نہیں؟ اور اس پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ دلائل سے آراستہ فرما کر ممنون فرمائیں؟ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۵ ج نمبر ۵) پر "طلاق کی قسم" اس لفظ سے طلاق رجعی کے وقوع کا فیصلہ فرمایا ہے صورت مسئولہ کا کیا حکم ہوگا؟ وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا

جواب: صورت مسئولہ میں اور (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۵ ج ۵) کے جس سوال و جواب کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں فرق ہے۔ فتاویٰ رحیمیہ کے سوال کی نوعیت یہ ہے "بیوی نے کہا آپ جوا چھوڑ دیجئے اور میری طلاق کی قسم کھایئے اس پر شوہر نے کہا مجھے طلاق کی قسم منظور ہے" شوہر کے جواب کی وجہ سے یمین کے انعقاد کا اور اس کے خلاف کرنے (یعنی جوا کھیلنے) پر ایک طلاق رجعی کے وقوع کا حکم لگایا گیا ہے مگر صورت مسئولہ میں صرف شوہر کا یہ قول مذکور ہے "اگر تو میری بہن کے گھر گئی یا میری بہن یا میری بھاوج سے بات کی تو تجھے طلاق کی قسم" اس میں یمین کی نسبت بیوی کی طرف ہے اور سوال میں بیوی کا جواب مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں نہ شوہر کے حق میں یمین کا انعقاد ہوا نہ بیوی کے حق میں (البتہ اگر بیوی نے جواب میں یہ کہا ہوتا "ہاں مجھے یہ منظور ہے" تو بیوی کے حق میں یمین منعقد ہو جاتی۔ درمختار میں ہے:

ولو قال علیک عهد الله ان فعلت کذا فقال نعم فالحالف المجیب.

شامی میں ہے: **(قوله فالحالف المجیب) ولا یمین علی المبتدی وان نوی الیمین خانیة و فتح ای لا سناده الحلف الی المخاطب فلایمکن ان یکون الحالف غیره (درمختار و شامی ج۳ص ۱۹۱ کتاب الایمان قبیل کتاب الحدود) فقط والله اعلم بالصواب. (فتاویٰ رحیمیه ج ۹ ص ۲۷)**

"اگر میں نے فلاں چیز چرائی ہو تو مجھ پر ہزار روزے فرض ہوں"

سوال: ایک شخص نے دوسرے کا کچھ مال چرالیا اور پوچھ گچھ پر اس کو قسم دلائی گئی کہ کہہ "اگر میں نے چرایا ہے تو مجھ پر ہزار روزے فرض ہوں یا واجب ہوں" اس نے یہ قسم کھالی۔ شریعت کے مطابق روزے واجب ہوں گے یا نہیں؟ ایسا ہی اگر وہ یہ کہے کہ آئندہ میں اگر چراؤں تو مجھ پر ہزار روزے واجب ہوں؟

جواب: دونوں صورتوں میں روزے فرض ہو جائیں گے۔ (جیسا کہ الاشباہ والنظائر اور الدرالمختار کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے) (دارالعلوم دیوبند ص ۳۹ ج ۱۲)

''اگر ایسا کروں تو اپنے باپ کی نہیں'' کہنا قسم نہیں

سوال: اگر کوئی یہ کہہ دے کہ اگر میں آپ کے (شوہر کے) گھر جاؤں تو اپنے باپ کی بلکہ کسی بھنگی سے ہوں' اس کے بعد اگر چلی جائے تو کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس میں کچھ کفارہ نہیں ہے۔ جانا درست ہے۔ (دار العلوم دیو بند ص ۳۹ ج ۱۲)

یہ کہنا ''ایسا کروں تو خدا اور رسول سے بیزار ہوں'' قسم ہے

سوال: کسی نے یہ نذر کی کہ اگر فلاں چیز لوں تو خدا اور رسولؐ سے بیزار ہوں اور اب وہ اس پر قائم ہے کہ وہ چیز لے لے تو اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس نے اس کام کو کر لیا جس کے چھوڑنے کی قسم کھائی تھی تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے اور کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کپڑا دے اگر یہ نہ ہو سکے تو تین دن مسلسل روزے رکھے۔ (کما جاء فی القرآن) اور آئندہ ایسی قسم نہ کھائے۔ (دار العلوم دیو بند ص ۴۰ ج ۱۲)

ناجائز بات پر حلف لینا درست نہیں مگر قسم توڑنے سے کفارہ لازم آئیگا

سوال: چالیس پچاس آدمیوں نے قسم کھائی کہ ہفتہ کو اناج جمع کریں گے اور اسے فروخت کر کے روپیہ جمع کیا جائے گا اور جب کوئی عزیز مرے گا تو اس کی تجہیز و تکفین کریں گے اور سال بھر میں جس قدر روپیہ جمع ہو تو گیارہویں کے موسم میں بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کی جائے اس بات پر قسم کھانا اور اصرار کرنا کیسا ہے؟ اور کفارہ لازم ہے یا نہیں؟

جواب: اس بات پر قسم دینا اور قسم کھانا حرام ہے اور ایسی قسم کھانا بھی حرام ہے۔ ایسی قسم کو توڑ دینا ضروری ہے۔ ایسی قسم پر اصرار کرنا جائز نہیں ہے اور کفارہ دینا لازم ہوگا۔ (تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے) (دار العلوم دیو بند ص ۴۰ ج ۱۲)

ہر جمعہ کے روزہ کی نذر مانی تو کیا خاص جمعہ ہی کا روزہ ضروری ہے؟ اور کسی وجہ سے نہ رکھ سکا تو کیا حکم ہے؟

سوال: زید بیمار تھا اس نے نذر مانی کہ اگر میں صحت یاب ہو جاؤں تو ہر جمعہ کو روزہ رکھا کروں گا' اللہ نے صحت دے دی تو کیا زید کو خاص جمعہ ہی کا روزہ ضروری ہے؟ یا ہفتہ میں کسی دن روزہ رکھنے سے نذر ادا ہو جائے گی؟ اور کیا زندگی بھر کے ہر جمعہ کو روزہ رکھنا پڑے گا؟ جب کہ نیت میں پوری زندگی کا ہر

جمعہ شامل ہے، پھر کسی عذر سے جمعہ کا روزہ نہ رکھ پائے تو قضاء رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ صورت مسئولہ میں جب زید نے جمعہ کے دن کی تخصیص کر کے نذر مانی ہے اور اس کی نیت جمعہ ہی کے دن روزہ رکھنے کی ہے تو شرط پوری ہونے پر صرف ہر جمعہ کا روزہ رکھنا لازم ہوگا' ہفتہ میں کسی اور دن روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا اور اگر کسی مجبوری یا عذر سے جمعہ کا روزہ نہ رکھ سکے تو دوسرے دن اس کی قضا کرے اور چونکہ زید نے "ہر جمعہ" کہا ہے اور زندگی بھر روزہ رکھنے کی نیت تھی تو پوری زندگی ہر جمعہ کا روزہ لازم ہے۔ آئندہ شیخ فانی ہونے کی وجہ سے یا ذریعہ معیشت کے سخت اور مشقت طلب ہونے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو روزہ کا فدیہ ادا کرے اور اگر غربت کی وجہ سے فدیہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو استغفار کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: واذا نذر بصوم کل خمیس یاتی علیه فافطر خمیسا واحدا فعلیه قضاء ہ' کذافی المحیط ولواخر القضاء حتیٰ صار شیخاً فانیاً و کان النذر بصیام الا بدفعجز لذلک او باشتغا لیه بالمعیشة لکن صناعته شاقة له ان یفطر ویطعم لکل یوم مسکیناً علی ماتقدم وان لم یقدر علیٰ ذلک لعسرته یستغفر اللّٰه انه هو الغفور الرحیم. ولو لم یقدر لشدة الزمان کالحر له ان یفطر وینتظر الشتاء فیقضی' کذا فی فتح القدیر. (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۳۵ ج ۱' الباب السادس فی النذر)

وان جعل علی نفسه ان یصوم الیوم الذی یقدم فیه فلان وجعل علیٰ نفسه ان یصوم الیوم الذی یعافی فیه فلان ابدا فعوفی فلان فی الیوم الذی قدم فیه فلان فعلیه صوم ذلک الیوم وحده ابداً ولا شئی علیه غیرذلک' کذافی المحیط (عالمگیری ص ۱۳۴ ج ۱ باب نمبر ۶ فی النذر) فقط واللہ اعلم بالصواب: ۲۱ ذی الحجه ۱۴۰۵ھ) (فتاویٰ رحیمیه ص ۲۷)

کسی بھی وجہ سے قسم کے خلاف کیا تو کفارہ ہوگا

سوال: کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کے گھر نہ جاؤں گی اور نہ وہاں کھانا کھاؤں گی لیکن اس کی والدہ اسے مجبور کر کے لے گئی اور وہاں کھانا بھی کھلایا' اب آئندہ عمر میں وہاں جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور گنہگار رہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں قسم ٹوٹ گئی اور کفارہ لازم ہو گیا۔ اب آئندہ وہاں جانا درست ہے اور بغیر کسی کفارہ کے جا سکتی ہے۔ اس صورت میں گناہ کچھ نہ ہوا۔ کسی وجہ سے یا کسی مجبوری سے قسم

توڑی جائے تو کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔ (ملخص مولانا اشرف علی تھانویؒ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

کفارہ قسم کتنا ہے؟ اور کیا تھوڑا تھوڑا ادا کرنا صحیح ہے؟

سوال: کفارہ قسم کیا ہے؟ اور اگر کوئی شخص کفارہ اس طرح ادا کرے کہ آج کچھ دیا اور تھوڑا ہفتہ دو ہفتہ کے بعد مساکین کو دیا تو کیا کفارہ ادا ہو جائے گا؟

جواب: قرآن کریم میں قسم کا کفارہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اولاً غلام آزاد کرے۔ اگر میسر نہ ہو تو دو وقت دس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو یا تین روزے رکھے۔ کھانا ایک مسکین کو بھی دس دن تک دونوں وقت کھلایا جا سکتا ہے یا نقد دے دے اور تھوڑا تھوڑا کر کے دینا بھی درست ہے۔ بشرطیکہ دس مسکینوں کو پہنچ جائے یا یہ کہ ایک مسکین کو دس دن کھلا دیا جائے یا نقد دے دیا جائے۔ (ملخص دارالعلوم دیوبند)

دوسرے کو قسم دینے کا حکم

فرمایا: کسی کو قسم دینے سے اس پر قسم کا پورا کرنا لازم نہیں ہوتا۔ (حسن العزیز ج ۳ ص ۶۱)

ایک حرام قسم کا حکم

فرمایا: ایسی قسم (کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب نہ ہو) خود حرام ہے۔ (حسن العزیز ج ۱ ص ۴۰)

قسم کے ساتھ فوراً انشاء اللہ کہنے کا حکم

فرمایا: ہمارے امام صاحب کا فتویٰ ہے کہ اگر قسم کے متصل ہی انشاء اللہ کہہ لیا جائے قسم نہیں ہوئی اور اگر بیچ میں فصل ہو جائے تو قسم ہو جائے گی۔ (الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۱۶۰) (اشرف الاحکام ص ۱۶۹)

مالدار کا کفارہ میں روزے رکھنا کافی نہیں

سوال: قسم کے کفارے میں مالدار شخص روزے رکھ لے تو کفارہ ادا ہو گا یا نہیں؟

جواب: کفارہ اس کا ادا نہ ہو گا کیونکہ روزے رکھنے کے لیے دس مسکینوں کو کھلانے کی استطاعت مفقود (موجود نہ ہونا) ہونا ضروری ہے اور مالدار میں یہ استطاعت موجود ہے۔ لہٰذا مساکین کو کھانا کھلانا ہی ضروری ہے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۶۴ ج ۱۲)

ماں کے کہنے سے قسم توڑنا

سوال: کسی نے غصہ میں قسم کھائی کہ کپڑے کی اچکن نہیں پہنوں گا' اب وہ نہ پہنے تو ماں کو

رنج ہوگا' وہ کہتی ہیں کہ اچکن پہن لو' کیا کریں؟

جواب: اس شخص کو اچکن پہن لینی چاہیے اور والدہ کو ناراض نہیں کرنا چاہیے۔ ایسی چھوٹی موٹی باتوں کی قسم والدہ کے کہنے پر توڑ دینی چاہیے کیونکہ ان کی اچھے کاموں میں اطاعت ضروری ہے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۴۶ ج ۱۲)

''ایسا کروں تو دین وایمان سے خارج ہوجاؤں'' کہنے کا حکم

سوال: کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کام نہ کروں گی اگر کیا تو دین وایمان سے خارج ہوجاؤں اور اگر اب وہ کام کرے گی تو مسلمان رہے گی یا نہیں؟

جواب: اس کام کو کرنے سے کافر نہ ہوگی۔ البتہ قسم کا کفارہ لازم ہے۔ (اور ایسا کرنے سے آئندہ گریز کرے اور ایسا کہنا گناہ ہے اس لیے توبہ واستغفار بھی کرے۔ مرتب) اس طرح کہنے سے قسم منعقد ہوجاتی ہے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۵۰ ج ۱۲)

غصہ میں بھی قسم منعقد ہوجاتی ہے

سوال: ایک خاتون نے غصہ کی حالت میں قسم کھائی کہ اگر تم نے مجھ سے مذاق کیا تو میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گی۔ اگر بات کرے گی تو کیا ہوگا؟ کیونکہ قسم اس نے غصہ میں کھائی تھی؟

جواب: قسم غصہ میں کھائی جائے یا بغیر غصہ کے' دونوں صورتوں میں منعقد ہوجائے گی اور قسم کے خلاف کرنے سے کفارہ لازم ہوجائے گا اس لیے اگر اس سے بات کر لی تو قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ لازم ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۰ ج ۱۲)

مسلمان سے قطع تعلق کی قسم توڑ دینی چاہیے

سوال: بہن بھائی' یا ماں بیٹے یا دو دوستوں یا سہیلیوں یا رشتہ داروں میں کسی قسم کا تنازع ہوجائے اور شدت اتنی بڑھی کہ کوئی ایک آپس میں نہ ملنے اور بات نہ کرنے کی قسم کھالے اور بعد میں دوسرا فریق نادم ہوکر ملنا چاہے یا بات کرنا چاہے تو قسم کھانے والے پر کیا لازم ہے؟ کیونکہ پہلا فریق اپنی غلطی پر اللہ کے سامنے بھی نادم ہے اور توبہ کرتا ہے؟

جواب: جب دوسرا فریق اپنی غلطی پر نادم ہے اور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ کے نزدیک اس کا قصور معاف ہوگیا۔ ''کما جاء فی الحدیث'' گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔ (الحدیث) تو اب فریق اول کو چاہیے کہ وہ اپنی خطا فریق ثانی سے معاف

کرائے اور قسم کھانے والے فریق کو چاہیے کہ جب وہ توبہ کرے تو اس کا قصور معاف کر دیں کیونکہ جب حق تعالیٰ بندہ کے ہر قسم کے گناہ معاف فرماتا ہے تو بندوں کو بھی چاہیے کہ اگر کسی شخص سے کچھ قصور ہو جائے اور وہ نادم ہو کر قصور معاف کرائے تو اس کا قصور معاف کر دیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (درگزر کو لازم پکڑ اور اچھائی کا حکم کر اور جاہلوں سے اعراض کر) (الآیۃ) لہٰذا قسم کھانے والوں کو چاہیے کہ وہ اپنی قسم کا لحاظ نہ کریں قسم کو توڑ دیں اور اس کا کفارہ دے دیں اور اپنے رشتہ داروں، اولادوں، بہن بھائیوں اور دوستوں سے شریعت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے بات چیت اور تعلقات کو پھر سے قائم کرلیں۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۵۲ ج ۱۲)

''یہ کام کروں تو میری ماں کو طلاق ہے'' قسم نہیں ہے

سوال: پنجاب کے بعض علاقوں میں رواج ہے کہ بعض لوگ قسم کھاتے وقت اکثر یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر میں فلاں بات کروں یا کام کروں تو میری ماں پر طلاق ہے حالانکہ ماں کو طلاق دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیا یہ قسم ہے؟ اور اس کے خلاف کرنے پر شریعت میں کوئی مواخذہ یا کفارہ وغیرہ لازم آتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس سے قسم منعقد نہیں ہوتی اور نہ کچھ کفارہ لازم آتا ہے اور ایسا کہنا جائز نہیں ہے ایسا کہنے والے کو اس سے توبہ کرنا ضروری ہے (کیونکہ یہ بیہودہ اور گناہ والے الفاظ ہیں جن سے والدہ کی گستاخی ہوتی ہے) اور اگر صرف یہ ہی جملہ کہا ہے تو قسم نہیں ہوئی لیکن اگر اس کے ساتھ صحیح قسم بھی کھائی ہو تو خلاف کرنے کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۵۳ ج ۱۲)

مسجد میں کون سے افعال مباح بھی جائز نہیں

فرمایا: کہ مسجد میں وہ فعل مباح بھی جائز نہیں جس کے لیے مسجد نہیں بنائی گئی۔ حتیٰ کہ اپنی گم شدہ چیز کے لیے اعلان کرنا، خرید و فروخت کرنا، دنیا کی باتیں کرنا، ان کے لیے جمع ہو کر بیٹھنا، بدبو دار چیز کھانا جائز نہیں جس کی علت ملائکہ کی تاذی (یعنی فرشتوں کو اس سے تکلیف پہنچنا) فرمائی گئی اور ملائکہ کو معاصی سے جو ایذا ہوتی ہے وہ ایسی چیزوں کے کھانے سے بدرجہا زیادہ ہے اس لیے مسجد میں کوئی معصیت کرنا بھی جائز نہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۶۲) (اشرف الاحکام ص ۱۶۸)

دل میں قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی

سوال: ایک عورت نے دل میں قسم کھائی کہ فلاں عورت سے بات نہیں کرے گی لیکن بعد

میں اس نے بات کر لی تو شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک زبان سے قسم کے الفاظ کہہ کر قسم نہ توڑے اس پر کفارہ نہیں آتا۔ جیسا کہ کتب فقہ میں ہے کس قسم کا رکن الفاظ کا استعمال ہے۔ الخ (دارالعلوم دیوبند ص ۵۷ ج ۱۲)

ستر ہزار ۷۰۰۰۰ رکعت نفل پڑھنے کی منت مانی ہو تو کیا کرے

سوال: میرے نوجوان لڑکے کے قمر حسین نے میری خطرناک بیماری سے گھبرا کر منت مان لی ہے کہ میری صحت کے بعد ستر ہزار ۷۰۰۰۰ رکعت نماز نفل ادا کرے گا وہ چونکہ جسمانی لحاظ سے کمزور ہے اور سارا دن مصروفیت سے کاروبار سنبھالتا ہے اس لیے اب وہ ان نفلوں کو آٹھ آٹھ رکعت کر کے ۲۴ رکعت تک ادا کرتا ہے اس صورت میں ان کے ادا ہونے میں تقریباً آٹھ نو سال کا عرصہ لگ جائے گا۔ کیا ایسی صورت میں کوئی کفارہ وغیرہ ہوسکتا ہے کہ جس کے ادا کرنے کے بعد یہ سب نفلیں ساقط اور معاف ہو جائیں یا یہ نوافل گھر کے دوسرے افراد بھی تقسیم کر کے ادا کر سکتے ہیں؟ بہر حال اس کی کوئی صورت آپ تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: نفل نماز کی منت میں رکعتوں کی تعداد کے مطابق روزانہ رات دن میں جتنی رکعتیں کھڑے کھڑے ادا کر سکے ادا کر سکتا ہے۔ مدت کی تعیین نہیں ہے لیکن جلد سبکدوش ہو جانے کی کوشش جاری رہے۔ اس کے لیے کوئی کفارہ وغیرہ بدل نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وكان من جنسه واجب ...... وهو عبادة مقصودة خرج الوضوء وتكفين الميت ووجد الشرط المعلق به لزم الناذر لحديث من نذر وسمى فعليه الوفاء بما سمى كصوم و صلاة و صدقة ووقف واعتكاف درمختار مع الشامی مطلب فی احكام النذر ج. ۳ص ۷۳۵) (فتاویٰ رحیمیہ ج ۹ ص ۲۳)

غیر اللہ کی قسم کھانے کا حکم

سوال: غیر اللہ کی قسم کھانا کیسا ہے جائز ہے یا نہیں؟ دلیل سے بیان کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے آباؤ اجداد کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ پس جو شخص قسم کھائے تو اللہ کی کھائے ورنہ چپ رہے۔ (متفق علیہ) ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی عظمت ملحوظ ہوتی ہے اور عظمت کاملہ حقیقتاً صرف اللہ کو ہی ہے کسی دوسرے کی اس میں شرکت نہیں۔

بالکل یہی بات مشکوۃ شریف کی شرح مرقاۃ میں ملاعلی قاریؒ نے تحریر فرمائی ہے۔

اور اصل بات اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرما دینا ہی ممانعت کی کافی دلیل ہے۔ فقط (دارالعلوم دیوبند ص ۷۳ ج ۱۲)

کون سی قسم میں کفارہ لازم آتا ہے اور کس میں نہیں آتا

سوال: سنا ہے کہ قسم کی کئی قسمیں ہیں' کفارہ کون سی قسم میں لازم آتا ہے؟

جواب: قسم تین طرح کی ہوتی ہے: اول: یہ کہ گزشتہ واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے مثلاً قسم کھا کر یوں کہے کہ میں نے فلاں کام نہیں کیا حالانکہ اس نے کیا تھا' محض الزام کو ٹالنے کے لیے جھوٹی قسم کھالی یا مثلاً قسم کھا کر یوں کہے کہ فلاں آدمی نے یہ جرم کیا ہے حالانکہ اس بے چارے نے نہیں کیا تھا محض اس پر الزام دھرنے کے لیے جھوٹی قسم کھالی' ایسی جھوٹی قسم ''یمین غموس'' کہلاتی ہے اور یہ سخت گناہ کبیرہ ہے اس کا وبال بڑا سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دن رات توبہ و استغفار کرے اور معافی مانگے' یہی اس کا کفارہ ہے اس کے سوا کوئی کفارہ نہیں۔

دوم: یہ کہ گزشتہ واقعہ پر بے علمی کی وجہ سے جھوٹی قسم کھالے مثلاً قسم کھا کر کہا کہ زید آ گیا ہے حالانکہ زید نہیں آیا تھا مگر اس کو دھوکہ ہوا اور اس نے یہ سمجھ کر کہ واقعی زید آ گیا ہے جھوٹی قسم کھائی اس پر بھی کفارہ نہیں اور اس کو یمین لغو کہتے ہیں۔

سوم: یہ کہ آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھالے اور پھر قسم کو توڑ ڈالے اس کو ''یمین منعدہ'' کہتے ہیں ایسی سم توڑنے پر کفارہ لازم آتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۷۰ ج ۴)

رسول پاک کی قسم کھانا جائز نہیں

سوال: گزارش ہے کہ میری والدہ نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں سینما کی چوکھٹ پر قدم رکھوں تو مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم۔ اب وہ یہ قسم توڑنا چاہتی ہے' اس کا کفارہ کیا ادا کیا جائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں اور ایسی قسم کے توڑنے کا کوئی کفارہ نہیں بلکہ اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔ آپ کے مسائل ج ۴ ص ۲۷۷۔

قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر یا بلا رکھے قسم اُٹھانا

سوال: (الف) نے قرآن پاک کی موجودگی میں قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں آج کے بعد رشوت نہیں لوں گا۔ (ب) نے قرآن پاک کی موجودگی میں قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ

میں آج کے بعد رشوت نہیں لوں گا۔ کیا ان دونوں قسموں میں کوئی فرق ہے؟

جواب: کوئی فرق نہیں، قرآن پاک کی قسم کھانے سے قسم ہو جاتی ہے۔ (ایضاً)

لفظ ''بخدا'' یا ''واللہ'' کے ساتھ قسم ہو جائے گی

سوال: میں نے ایک کاروبار شروع کیا اور میں نے اپنے ایک دوست سے باتوں باتوں میں بے اختیاری طور پر یہ کہہ دیا کہ بخدا اگر مجھے اس کاروبار میں نقصان ہوا تو میں یہ کاروبار بند کر دوں گا، میرا قسم کھانے کا ارادہ نہیں تھا لیکن غلطی سے میرے منہ سے بخدا کا لفظ نکل گیا مجھے کاروبار میں نقصان ہوا ہے لیکن میں نے یہ کاروبار بند نہیں کیا ہے لیکن میں نے قسم توڑ دی ہے؟ اگر ایسا ہی ہوا ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ نیز کیا ''واللہ'' کہنے سے قسم ہو جاتی ہے؟

جواب: لفظ ''بخدا'' کہنے سے قسم ہو گئی اور چونکہ آپ نے قسم توڑ دی اس لیے قسم توڑنے کا کفارہ لازم ہے اور وہ ہے دس محتاجوں کو دو مرتبہ کھانا کھلانا اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھنا ''واللہ'' کہنے سے بھی قسم ہو جاتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۷۷ ج ۴)

جھوٹی قسم اُٹھانا سخت گناہ ہے، کفارہ اس کا توبہ ہے

سوال: آج سے تقریباً ۱۷ سال پہلے میں نویں یا دسویں جماعت کا امتحان دے رہی تھی، امتحان کے سلسلے میں مجھے سٹی کورٹ جانا پڑا اور وہاں پر حلف نامہ بھرا تھا، امتحان دینے کے سلسلے میں اور مجھے یاد نہیں کہ اس حلف نامہ میں کیا لکھا تھا آیا کہ حلف نامہ میں صحیح باتیں لکھوائی تھیں یا غلط یاد نہیں؟

ابھی تقریباً دو ماہ ہوئے میں نے نیا شناختی کارڈ بنوایا ہے، شناختی کارڈ کے فارم میں ایک جگہ حلف نامہ ہے جس میں لکھا ہے کہ پہلے پاسپورٹ بنوایا ہے یا نہیں؟ میں نے لکھ دیا کہ نہیں بنوایا ہے حالانکہ پہلے پاسپورٹ بنوایا ہے اس لحاظ سے حلف نامہ میں غلط بیانی سے کام لیا۔ اس لحاظ سے جو غلط میں نے کی اس کا بعد میں خیال آیا اب مجھے یہ بتائیے کہ میں اپنی غلطی کس طرح سے دور کروں چونکہ مجھے حلف نامہ کی اہمیت کے بارے میں بعد میں معلوم ہوا؟

جواب: جھوٹی قسم اُٹھانا بہت سخت گناہ ہے اس سے خوب ندامت کے ساتھ توبہ کرنا چاہیے، یہی اس کا کفارہ ہے۔

جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے

سوال: اگر کوئی شخص جذباتی ہو کر غصے میں یا جان بوجھ کر قرآن کی قسم کھالے تو اس کے لیے

کیا حکم ہے؟ یہ گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ اس کی صفائی کی کیا صورت ہے؟

جواب: جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے اس کا کفارہ توبہ واستغفار ہے اور اگر یوں قسم کھائی کہ فلاں کام نہیں کروں گا اور پھر قسم توڑی تو دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے اگر نہیں کھلا سکتا ہے تو تین دن کے روزے رکھے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

ماموں زاد بھائی سے بہن رہنے کی قسم کھائی تو اب اس سے شادی کیسے کریں؟

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے نہایت مجبوری کے تحت اپنے ماموں زاد بھائی کے سامنے یہ قسم کھائی تھی کہ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں تمہاری بہن ہوں اور بہن بن کر رہوں گی اور بہن کے تمام حقوق پورے کروں گی۔" یہ بات کئی سال پہلے کی ہے اب میں ڈاکٹر بن چکی ہوں اور وہ بھی ڈاکٹر ہے میرے ماں باپ میری شادی اس سے کرنا چاہتے ہیں' میں سخت پریشان ہوں کیونکہ میں قسم توڑنا چاہتی ہوں آپ یہ بتائیں کہ قسم توڑنے کی صورت میں مجھے کیا کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟ اور آپ یہ بھی بتادیں کہ قسم توڑنے کی صورت میں مجھے کیا بہت سخت گناہ ہوگا؟ مجھ پر قیامت کے دن عذاب ہوگا؟

جواب: آپ پر قسم توڑنے کا کوئی گناہ نہیں آپ ماموں زاد سے شادی کر کے قسم توڑ دیں اس کے بعد کفارہ ادا کریں۔

شریعت کے کسی کام پر اہل برادری سے عہد لینا

سوال: اور اہل برادری نے پنچایت سے یہ کہا کہ کلمہ پڑھو اس کے بعد کہا گیا کہ اگر اس ہمارے حکم کو کوئی توڑے تو وہ خدا اور رسول سے پھرے' اس قسم کی قسم کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر شریعت کے کام پر ایسا عہد لیا جاوے کہ جو کوئی اس حکم شریعت کو توڑے وہ گویا خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے تو یہ جائز ہے لیکن برادری کے حکم پر مطلقاً ایسا عہد لینا درست نہیں ہے چاہے وہ حکم موافق شریعت کے ہو یا نہ ہو اس کی تعمیل کریں اور جو کوئی اس حکم کو توڑے وہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے۔ تو ایسا عہد لینا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۷)

کن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی

تمہیں خدا کی قسم کہنے سے قسم لازم نہیں ہوتی

سوال: ایک شخص نے مجھ سے اپنا کام کرانے کے لیے بہت زور ڈالا اور اللہ کی قسم دی کہ تمہیں یہ کام ضرور کرنا ہے لیکن میں نے اس شخص کا کام نہیں کیا' اب میں پریشان ہوں کہ میں نے باوجود اس کے قسم دلانے کے اس کا کام نہیں کیا' کیا مجھے اس شخص نے جو اللہ کی قسم دلائی تھی اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا جب کہ میں نے اپنی زبان سے اللہ کی قسم نہیں کھائی؟

جواب: صرف دوسرے کے کہنے سے کہ تمہیں اللہ کی قسم ہے' قسم لازم نہیں ہوتی۔ جب تک اس کے کہنے پر خود قسم نہ کھائے۔ پس اگر آپ نے خود قسم نہیں کھائی تھی تو آپ کے ذمہ کفارہ نہیں اور اگر آپ نے قسم کھائی تھی تو کفارہ لازم ہے۔

بچوں کی قسم گناہ ہے اس سے توبہ کرنی چاہیے

سوال: میری بیوی اور سالی میں ایک بہت ہی معمولی بات پر جھگڑا ہوگیا اس دوران غصہ کی حالت میں میری بیوی نے میرے بچوں کی قسم کھائی کہ آئندہ میں اپنے میکے نہیں جاؤں گی (جبکہ میرے دو ہی بچے ہیں) اب وہ اپنی قسم پر پشیمان ہے اور اپنے میکے جانا چاہتی ہے' آپ بتائیں اس قسم کا کتاب وسنت کی رو سے کیا کفارہ ہوگا اور وہ کس طرح ادا کیا جائے؟ تاکہ یہ قسم ختم ہو جائے اور وہ دوبارہ اپنے میکے جانا شروع کردے؟

جواب: بچوں کی قسم کھانا گناہ ہے اس سے توبہ کی جائے اور یہ قسم لازم نہیں ہوتی اور نہ اس کے کفارے کی ضرورت ہے۔

تمہیں میری قسم ''یا دودھ نہیں بخشوں گی'' کہنے سے قسم نہیں ہوتی

سوال: محترم میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ماں اپنے بیٹے کو یہ کہے کہ تمہیں میری

قسم ہے اگر تم فلاں کام کرو یا یہ کہے کہ اگر تم نے یہ کام کیا میں تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی اور بیٹا اس قسم کو توڑ دیتا ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ''تمہیں میری قسم'' کہنے سے قسم نہیں ہوتی اسی طرح ''دودھ نہیں بخشوں گی'' کے لفظ سے بھی قسم نہیں ہوتی اس لیے اگر اس شخص نے اپنی والدہ کے حکم کے خلاف کیا تو قسم نہیں ٹوٹی نہ اس پر کوئی کفارہ لازم ہے البتہ اس کو اپنی والدہ کی نافرمانی کا گناہ ہوگا۔ بشرط یہ کہ والدہ نے جائز بات کہی ہو۔

قرآن مجید کی طرف اشارہ کرنے سے قسم نہیں ہوئی

سوال: میں اپنی بیوی کو کچھ رقم دیتا ہوں، رقم دینے میں کچھ تاخیر ہوگئی، میری بیوی نے غصہ میں آ کر کہا آئندہ میں آپ سے پیسے نہیں مانگوں گی، سامنے قرآن پڑا ہے (اشارہ کر کے) اور قرآن شریف سامنے موجود تھا آیا یہ قسم ہوگئی اور اگر اس قسم کو میری بیوی توڑ دے تو کیا کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟

جواب: قرآن کریم کی طرف اشارہ کرنے سے قسم نہیں ہوئی۔

باب النذر

(نذر اور منت کا بیان)

منت اور نذر کسے کہتے ہیں؟

سوال: نذر کسے کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟ اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: نذر اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے ذمے کوئی عبادت کا کام واجب کرنے کو کہتے ہیں، چاہے مطلق ہو یا کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے۔ حکم یہ ہے کہ اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ نذر کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ: مثلاً اگر میرا اس فلاں کام ہوگیا یا بیمار کو شفاء ہوگئی تو میں اللہ کے واسطے اس قدر روپیہ وغیرہ صدقہ کروں گی یا گائے یا بکری وغیرہ اللہ کے نام پر ذبح کروں گی اور محتاجوں کو کھلاؤں گی یا اس قدر روزے رکھوں گی یا کہے اتنی نفلیں پڑھوں گی وغیرہ۔ (جیسا کہ درمختار وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے) نذر صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے جائز ہے۔

نذر کی شرائط اور اس کا حکم

سوال: کیا نذر ماننے کی شرائط بھی ہیں یا ہر قسم کی نذر ماننا جائز ہے؟ مثلاً تبلیغ کے لیے تعزیہ نکالنے، یا تعزیہ پر رقم چڑھانے، چادر چڑھانے یا میلاد کرانے کی نذر کرنا وغیرہ؟

جواب: نذر کے واجب الایفاء ہونے (نذر پوری کرنے کے) کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کی جنس سے کوئی واجب مقصود (یعنی جس چیز کی نذر مانی جارہی ہے اس کی جنس شریعت میں موجود ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ جنس بذات خود شریعت میں عبادت مقصود (فرض و واجب) بھی ہو۔ جیسا کہ نماز و روزہ۔ تب جا کر نذر کرنے والے پر نذر لازم ہوگی۔ مرتب) بالذات ہونا چاہیے جیسے کہ روزہ یا نماز کی نذر۔ تو ایسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے کہ اگر کوئی شخص شرط سے معلق یا مطلق نذر کرے اور اس نذر کی جس سے کوئی واجب ہو اور عبادت مقصودہ ہو تو اگر شرط پائی جائے گی تو نذر کرنے والے پر لازم ہوگی جیسا کہ روزہ وغیرہ اور وہ نذر لازم نہیں ہوگی جس کی جنس سے (اس جیسا) کوئی فرض اسلامی عبادت نہ ہو جیسے مریض کی عیادت، جنازے کے ساتھ جانے یا مسجد میں داخل ہونے کی نذر پوری کرنا لازم نہیں ہے (کیونکہ یہ خود عبادت مقصودہ نہیں ہیں)۔ الخ

اس لئے اگر ایسی چیز کی منت مانی گئی جس کی جنس سے کوئی واجب عبادت نہیں تو نذر کا ایفاء (نذر کو پورا کرنا) واجب نہ ہوگا۔

اور تعزیہ وغیرہ یہ سب بدعت امور ہیں جس کے متعلق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو ہماری دین میں کوئی عمل ایجاد کرے جو دین سے نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔ (مشکوٰۃ) اس قسم کے افعال سے تبلیغ کا ہونا ہی پہلے غلط ہے اور اگر اس ایسا ہوتا بھی ہو تو اسلام ایسی چیزوں سے بے نیاز ہے کیونکہ حق بلند اور غالب ہوتا ہے اس پر کوئی چیز غالب نہیں ہوسکتی۔ البتہ مسلمان کو یہ لازم ہے کہ تعزیہ داری اور اس کی رسموں کی تردید و تقبیح (رد اور قباحت بیان کریں) اور اس کی احداث فی الدین (دین میں نئی بات یعنی بدعت) اور بدعت ثابت کرے تا کہ یہ بدعت گل ہوجائے یہ نہیں کہ ایک بدعت کر کے دوسری بدعت کو روکنے کی کوشش کی جائے۔ (اسلام کی تبلیغ کے لیے بدعت نہیں بلکہ سنت کا احیاء (زندہ کرنا) ضروری ہے اور اسی سے تبلیغ اسلام ہوسکتی ہے۔) (دارالعلوم دیوبند)

شیرینی بانٹنے کی نذر اور اس کا حکم

سوال: کسی خاتون نے نذر کی کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو اس قدر شیرینی تقسیم کروں گی، کام پورا ہونے کے بعد اب وہ شیرینی ہی تقسیم کرے یا اس کے بدلے تیل یا اور کچھ مسجد میں بھی دے سکتی ہے؟

جواب: شیرینی بانٹنا ہی ضروری نہیں ہے (کیونکہ مقصود رقم کا اللہ کے لیے اخراج و صدقہ ہے) اس لیے فقراء و مساکین کو وہ رقم صدقہ کرسکتا ہے۔ البتہ مسجد میں اس رقم سے خرید کر کوئی چیز نہ دے کیونکہ نذر واجب التصدیق (صدقہ کرنا واجب) ہے اور یہ فقراء کا حق ہے مسجد پر خرچ کرنا

درست نہ ہوگا۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۷۶ ج ۱۲)

نذر پوری نہ ہوئی تو نذر میں کہی ہوئی رقم کا کیا کریں؟

سوال: ایک شخص کی والدہ بیمار تھی اس نے نذر مانی کہ میں اللہ کے واسطے مسجد میں اتنی رقم دوں گا جب کہ اس کی والدہ تندرست ہوئے بغیر انتقال کر گئی اب وہ یہ روپیہ مسجد میں دے یا برادری کو کھلا دے؟

جواب: یہ رقم اللہ واسطے دینا بہتر ہے خواہ مسجد میں دے یا محتاجوں کو دے اس میں ثواب ملتا ہے مگر برادری کی روٹی میں صرف کرنا درست نہیں ہے اور اس کا ثواب بھی نہیں ہے۔ (کیونکہ ردالمحتار وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ صورت میں رقم خرچ کرنا ضروری نہیں ہے لیکن ایصال ثواب کی نیت سے غریبوں کو دے دینا یا مسجد میں لگا دینا بہتر ہے۔ (ملخص) (دارالعلوم دیوبند)

نذر کی قربانی سے نفس واجب قربانی ادا نہیں ہوگی

سوال: شخصے بدیں طور نذر کرد کہ اگر ثورے بمسمی وشیق عندالعوام والجہال از بیمارش بہ شود۔ واللہ بوقت قربانی آنرا قربانی کنم حالانکہ آں شخص مذکور تو نگر است دریں صورت نذرش درست است یا نہ و برو قربانی دیگر واجب است یا آں ثور مذکور کفایت کند۔

جواب: قال فی ردالمحتار قال فی البدائع ولو نذران یضحی شاۃ وذلک فی ایام النحر وھو موسر فعلیه ان یضحی بشاتین عندنا شاۃ بالنذر و شاۃ بایجاب الشرع ابتداً الا اذا عنی به الا خبار عن الواجب علیه فلا یلزمه الا واحدۃ ولو قبل ایام النحر لزمه شاتان بلا خلاف الخ ج۵ ص ۲۰۳ کتاب الاضحیة.

پس بصورت مسئولہ اگر نذر مذکور قبل ایام نحر واقع شدہ علاوہ قربانی ثور مذکور قربانی دیگر برو واجب شود نفاہ۔ (ردالمحتار کتاب الاضحیة ج۵ ص ۲۷۹، ط.س.ج۶ ص ۳۰۲) ظفیر. (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۲ ص ۷۳)

سوال کی مزید تفصیل

سوال: مکرر متعلق نمبر ۸۳۸ مندرجہ رجسٹر ندا یاد پڑتا ہے کہ الفاظ نذر کے شروع میں یہ الفاظ بھی کہا تھا کہ اگر آج سے لے کر فی وقت ڈیڑھ روٹی سے زیادہ کھاؤں الخ یہ لفظ دوام اور ہمیشگی پر دلالت [illegible] ہے یا نہیں اور اس کا کہنا بھی یقینی نہیں۔

(۲) اس شخص نے جو پانچ سات منٹ کے بعد یہ لفظ کہے کہ فلاں روز تک نذر کرتا ہوں تو یہ الفاظ نذر سابق کے ساتھ ملحق ہوں گے یا جدید نذر ان الفاظ سے منعقد ہوگی؟

جواب: اگر بالفرض یہ لفظ بھی نذر کے شروع میں ہو کہ اگر آج سے لے کر الخ تب بھی چونکہ کوئی لفظ دوام ہیشگی کی نذر کا نہیں کہا اس لیے وہ نذر اسی دن کے متعلق ہوئی کیونکہ انتہاء کچھ بیان نہیں کی گئی اور یہ بصورت یقین کے ہے اور شک سے کچھ حکم ثابت نہیں ہوتا۔

(۲) اور دوسرا جز نذر جدید ہے ملحق بالنذر الاول نہیں ہے اس لیے وہ نذر اس قدر ایام کی ہوگی جو اس نے ذکر کیا۔

منت کا گوشت وغیرہ صدقہ ہوگا خود کھانا درست نہیں

سوال: کسی نے مصیبت میں نذر مانی کہ "اے اللہ اگر اس مصیبت سے مجھ کو نجات دے تو تیرے نام کا ایک بکرا ذبح کروں گا یا کچھ روپیہ کی شیرینی تقسیم کروں گا" کام پورا ہو گیا اب بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت مسکینوں کو تقسیم کر دیں یا خود بھی کھا سکتے ہیں؟ جبکہ مالدار بھی ہیں؟

جواب: یہ گوشت وغیرہ محتاجوں کو دینا ضروری ہے کیونکہ نذر (واجب التصدق) صدقہ کرنا واجب ہوتی ہے۔ (دار العلوم دیوبند ص ۳۷۵ ج ۱۲)

تاریخ سے پہلے بھی نذر کرنا جائز ہے

سوال: کسی نے اگر یہ نذر مانی کہ میں اتنا دودھ (یا کوئی اور چیز) فلاں تاریخ کو ہر ماہ خیرات کر دیا کروں گی تو کیا اس تاریخ سے پہلے اگر ادا کر دیا تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: مقررہ تاریخ سے پہلے بھی خیرات کر دینا درست ہے۔ (جیسا کہ کتاب الایمان شامی میں لکھا ہے) (دار العلوم دیوبند ص ۷۸ ج ۱۲)

ماں نے بیٹے کے بیل کی قربانی نذر مانی' بیٹا راضی نہیں کیا کرے؟

سوال: خالد کے دو بیل بیمار ہو گئے اس کی ماں نے نذر مانی کہ اگر یہ بیل اچھے ہو گئے تو ایک بیل قربانی کروں گی جب بیل اچھے ہو گئے تو خالد اپنی ماں کو نذر پورا کرنے سے منع کرتا ہے' ایفاء نذر کیوں کر ہو؟

جواب: اس بکری میں شرائط قربانی کا لحاظ رکھنا چاہیے البتہ اگر کسی بکری کو متعین کر دیا ہے تو اس کو ہر حال نذر کے پورا کرنے کے لیے ذبح کر کے صدقہ کر سکتا ہے خواہ شرائط قربانی اس میں پائی جاویں یا نہ پائی جاویں۔

(۲) خالد کے مملوکہ بیلوں میں بدون اجازت خالد کے اس کی والدہ کسی بیل کو ذبح نہیں کرسکتی بلکہ اس کو اور بیل خرید کر ذبح کر کے نذر پوری کرنی چاہیے کیونکہ دوسرے کے ملک میں اس کو اختیار نہیں ہے۔ پس اگر اس کی والدہ کی غرض نذر سے یہ تھی کہ انہیں دو بیلوں مملوکہ خالد میں سے ایک کو ذبح کروں گی تو وہ نذر منعقد نہیں ہوئی۔

لقوله عليه السلام ولا نذر لابن ادم فيما لايملك الحديث اوكمال قال صلى الله عليه وسلم

اور اگر مطلق بیل کا ذبح کرنا نذر کیا تھا تو نذر صحیح ہوگئی۔ پس اس صورت میں دوسرا بیل خرید کر نذر پوری کرے۔

(۱) ولوقال لله على ان ذبح جزوراً واتصدق بلحمه فذبح مكانه سبع شياه جازووجهه لايخفى (درمختار) وهو ان السبع تقوم مقامه فى الضحايا والهدايا (ردالمحتار مطلب احكام النذرج ۳ ص ۹۲ ط س ج ۳ ص ۷۴۰) ظفير

(۲) نذر ان يتصدق بالف من ماله و هو يملك دونها لزمه مايملك منها فقط هوالمختار لانه فيما لم يملك لم يوجد النذرالخ قال مالى فى المساكين صدقة ولا مال لم يصح اتفاقاً (درمختار) و شرط صحة النذر ان يكون المنذور ملكا للناذر ردالمحتار مطلب فى احكام النذرج ۳ ص ۹۷ ط س ج ۳ ص ۷۴۱) ظفير (۳) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من الله ان يطع الله فليطعه (مشكوٰة باب فى النذور ج ۸ ص ۲۹۷ فيه دليل على من نذر طاعة يلزم الوفاء به (حاشيه مشكوٰة) فتاویٰ دارالعلوم ديوبند ج ۱۲ ص ۷۷

نذر معین میں گوشت کے بجائے زندہ جانور دینا

سوال: شخصے نذر معین کردہ است کہ فلاں روز یا ہر ماہ گوسفندے خواہم واو ہنوز گوسفند را ذبح کردہ مساکین را تقسیم کند یا زندہ یکے محتاج را بد ہد ایں ہم جائز است یا نہ یا عوض آں...... گوسفند قیمت نقد یا اناج بدہد روا باشد یا نہ؟

جواب: خواہ ذبح کردہ صدقہ کند یا زندہ قیمتش را صدقہ کند ہمہ جائز است۔

(ولو تركت الاضحية ومضت ايامها تصدق بها حية ناذر فاعلى تصدق لمعينة ولو فقيراً ولو ذبحها تصدق بلحمها تصدق بقيمة النقصان ايضاً ولا ياكل الناذر منها فان اكل تصدق بقيمة ما اكل (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار كتاب الاضحية ج۵ ص ۲۸۹ و ج۵ ص ۲۸۰' ط. س. ج۶ ص ۳۲۰) (دار العلوم ديوبند ج ۱۲ ص ۷۹).

ایصال ثواب

ایصال ثواب کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع کیا جائے

سوال: میں ذکر کرنے سے پہلے ایک بار سورۃ فاتحہ تین بار قل ھو اللہ شریف اول آخر درود شریف پڑھ کر اس طرح دعا کرتی ہوں یا اللہ اس کا ثواب میرے مخدوم ومکرم حضرت دامت برکاتہم سے لے کر میرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک میرے سلسلہ کے تمام مشائخ کرام تک پہنچادے اوران کے فیوض وبرکات سے ہمیں بھی حصہ نصیب فرمادے؟

جواب: حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے سلسلے کے مطابق گیارہ بار درود شریف اور ۳ بار قل ھو اللہ شریف پڑھ کر (اوراس کے ساتھ اگر سورۃ فاتحہ بھی پڑھ لی جائے تو بہت اچھا ہے) ایصال ثواب کیا جائے اور ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک سے کی جاے باقی ٹھیک ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۲۱۶ ج ۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نوافل سے ایصال ثواب کرنا

سوال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے لیے روزانہ سورہ یٰسین کی تلاوت کرتا تھا' اب کچھ عرصہ سے یہ عمل دو رکعت نفل کے ذریعے ادا کرتا ہوں کیا اس طرح کرنے میں ذات پاک کے احترام میں کوئی کوتاہی تو نہیں؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ کے لیے بدنی اور مالی عبادات کے ذریعے ایصال ثواب کا اہتمام کرنا محبت کی بات ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۲۱۶ ج ۳)

لاپتہ شخص کیلئے ایصال ثواب جائز ہے

سوال: میرے شوہر بارہ سال سے لاپتہ ہیں' گمشدگی کے وقت ان کی عمر کم وبیش ۴۱ سال تھی؛

ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ وہ زندہ ہیں یا ان کا انتقال ہو گیا ہے، ہم لوگوں نے فال ناموں اور دوسرے متعدد طریقوں سے معلوم کیا تو یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ اگر ان کا انتقال ہو گیا ہو تو ان کی روح کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی وغیرہ کرائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہم لوگ سب پریشان ہیں کہ اگر ان کا انتقال ہو گیا ہے تو ان کے لیے، ہم لوگوں نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا ہے؟ آپ بتائیں کہ اس مسئلے کا شریعت میں کیا حل ہے آپ کی بڑی مہربانی ہوگی؟

جواب: جب تک خاص شرائط کے ساتھ عدالت ان کی وفات کا فیصلہ نہ کرے اس وقت تک ان کی وفات کا حکم تو جاری نہیں ہوگا تاہم ایصال ثواب میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ایصال ثواب تو زندہ کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور یہ فال ناموں کے ذریعہ سے پتہ چلانا غلط ہے ان پر یقین کرنا بھی جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۲۵ ج ۳)

زندوں کو بھی ایصال ثواب کرنا جائز ہے

سوال۔ کیا جس طرح میت کو قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے اس طرح اگر کوئی شخص اپنے زندہ والدین کو قرآن کا ختم پڑھ کر ثواب پہنچائے تو ان کو اس کا ثواب پہنچے گا اور کیا وہ ایسا کر سکتا ہے۔

جواب۔ زندہ لوگوں کو بھی ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے مردوں کو ایصال ثواب کا اہتمام اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ خود عمل کرنے سے قاصر ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ برسر روزگار کو کچھ ہدیہ بھیج دیں تو اس کو بھی پہنچ جائے گا مگر زیادہ اہتمام ایسے لوگوں کو دینے کا کیا جاتا ہے جو خود کمانے سے معذور ہوں۔

ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن پر اجرت لینا باتفاق جائز نہیں

اور قوی دلائل کے ساتھ یہ بات واضح کر دی ہے کہ تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کو جن متاخرین فقہاء نے جائز قرار دیا ہے اس کی علت ایک ایسی دینی ضرورت ہے جس میں خلل آنے سے پورے دین کا نظام مختل ہو جاتا ہے اس لیے اس کو ایسی ہی ضرورت کے مواقع میں محدود رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے مردوں کو ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن کرانا یا کوئی دوسرا وظیفہ پڑھوانا اجرت کے ساتھ حرام ہے کیونکہ اس پر کسی دینی ضرورت کا مدار نہیں اور اجرت لے کر پڑھنا حرام ہوا تو اس طرح پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں گنہگار ہوئے اور جب پڑھنے والے کو کوئی ثواب نہ ملا تو وہ میت کو کیا پہنچائے گا؟

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر فقہاء کی بہت سی تصریحات تاج الشریعت، عینی شرح ہدایہ حاشیہ خیر الدین اور بحر الرائق سے نقل کی ہیں اور خیر الدین رملی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ایصال ثواب کے لیے قبر پر قرآن پڑھوانا یا اجرت دے کر ختم کروانا صحابہ کرام وتابعین اور اسلاف اُمت سے

کہیں منقول نہیں اس لیے بدعت ہے۔ (تفسیر معارف القرآن جلد ا صفحہ ۴۹ ااز سیدی ومرشدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع)

فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۴۵۵ میں ہے کہ ''ثواب میت کو پہنچانا بلا قید تاریخ وغیرہ اگر ہوتو عین ثواب ہے اور جب تحقیقات اور التزامات مروجہ ہوں تو نادرست ہے اور قابل مواخذہ ہوجاتا ہے۔'' (اشرف الاحکام ص ۳۴۰)

ایصال ثواب کی حقیقت

وصول ثواب کے لیے اس پر اول عامل کو ثواب ملنا شرط ہے اور ثواب ملنے کے لیے ایمان شرط ہے۔ پس غیر مومن کے اس عمل یعنی اعطاء وانفاق کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔ (امداد الفتاویٰ جلد ا ص ۵۴۶)

پس اگر اپنے کسی عمل (ہدایہ میں ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کے لیے قرار دے خواہ وہ نماز ہو کہ روزہ کہ صدقہ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۴۵۱) یہ ہے ایصال ثواب کی حقیقت۔ (بندہ احقر قریشی غفرلہ) کا ثواب پہنچانا مقصود ہو تو چاہیے کہ خود پہلے وہ عمل کرے یہ نہیں کہ عمل کرنے سے پہلے ہی اس کا ثواب کسی کو بخش دے۔ مثلاً اگر کسی غریب یا مسکین کو کھانا کھلا کر ایصال ثواب کرنا ہو تو اس مسکین کے کھانا کھا چکنے کے بعد ایصال ثواب کرنا چاہیے اور بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہو کر بہ خشوع وخضوع عرض کرے کہ یا اللہ میرے اس عمل کو قبول فرما اور اس کا ثواب فلاں فلاں مردے کو پہنچا دے۔

ردالمختار جلد ا ص ۹۶۳ میں ہے: **ویقرا من القرآن ماتیسر له الیٰ قوله اللّٰهم او صل ثواب ماقرأناه الیٰ فلان او الیهم.**

''یعنی قرآن پاک میں سے جو پڑھنا اسے آسان معلوم ہو پڑھے اس کے بعد یوں کہے کہ اے اللہ جو میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں کو یا ان کی طرف پہنچا دے۔'' (اشرف الاحکام ص ۳۴۰)

میت کو قرآن خوانی کا ثواب پہنچانے کا صحیح طریقہ

سوال: کسی کے انتقال کرنے کے بعد مرحوم کو ثواب پہنچانے کی خاطر قرآن خوانی کروانا درست ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیلی وضاحت فرمائیں؟

جواب: حافظ سیوطیؒ شرح الصدور میں لکھتے ہیں کہ جمہور سلف اور آئمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد) کے نزدیک میت کو تلاوت قرآن کریم کا ثواب پہنچتا ہے لیکن اس مسئلہ میں ہمارے امام شافعی کا اختلاف ہے۔

نیز انہوں نے امام قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام فتویٰ دیا کرتے تھے

کہ میت کو تلاوت قرآن کریم کا ثواب نہیں پہنچتا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی کسی شاگرد کو خواب میں ان کی زیارت ہوئی اور ان سے دریافت کیا کہ آپ زندگی میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے اب تو مشاہدہ ہو گیا ہوگا اب کیا رائے ہے؟ فرمانے لگے کہ میں دنیا میں یہ فتویٰ دیا کرتا تھا لیکن یہاں آخرت میں جو اللہ تعالیٰ کے کرم کا مشاہدہ کیا تو اس فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ میت کو قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب پہنچتا ہے۔ امام محی الدین نووی شافعی شرح المہذب (ج ۵ صفحہ ۳۱۱) میں لکھتے ہیں کہ قبر کی زیارت کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ جس قدر ہو سکے قرآن خوانی کی تلاوت کرے اس کے بعد اہل قبور کے لیے دعا کرے۔ امام شافعی نے نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس پر ہمارے اصحاب متفق ہیں۔ فقہائے حنفیہ مالکیہ اور حنابلہ کی کتابوں میں بھی ایصال ثواب کی تصریحات موجود ہیں اس لیے میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی تو بلاشبہ درست ہے لیکن اس میں چند امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اول یہ کہ جو لوگ بھی قرآن خوانی میں شریک ہوں ان کا مطمح نظر محض رضائے الٰہی ہو۔ اہل میت کی شرم اور دکھاوے کی وجہ سے مجبور نہ ہوں اور شریک نہ ہونے والوں پر کوئی نکیر نہ کی جائے بلکہ انفرادی تلاوت کو اجتماعی قرآن خوانی پر ترجیح دی جائے کہ اس میں اخلاص زیادہ ہے۔ دوم یہ کہ قرآن کریم کی تلاوت صحیح کی جائے غلط سلط نہ پڑھا جائے ورنہ اس حدیث کا مصداق ہوگا۔ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ سوم یہ کہ قرآن خوانی کسی معاوضہ پر نہ ہو ورنہ قرآن پڑھنے والوں کو ہی ثواب نہیں ہوگا میت کو کیا ثواب پہنچائیں گے۔ ہمارے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قرآن خوانی کے لیے دعوت کرنا اور صلحاء قراء کو ختم کے لیے یا سورۃ انعام یا سورۃ اخلاص کی قرأت کے لیے جمع کرنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ بزازیہ) (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۳۵ ج ۳)

والدین ناراض ہو کر وفات پا گئے ہیں تو کیا کیا جائے؟

سوال: جس کے والدین ناراض ہو کر وفات پا گئے ہوں تو اس کی تلافی کی کیا شکل ہے؟

جواب: تلاوت قرآن اور صدقہ وخیرات سے ان کی ارواح کو ثواب بخشش ان کے لیے استغفار کرتا رہے۔ ان کا قرض ہو تو ادا کرے استطاعت ہو ان کی طرف سے حج کرے یا کرائے تو انشاء اللہ وہ راضی ہو جائیں گے اور اولاد مطیع سمجھی جائے گی۔ حدیث شریف میں جو شخص اپنی ماں یا باپ کی طرف سے حج ادا کرے گا تو وہ ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور ان کی ارواح کو بشارت دی جائے گی اور عند اللہ اولاد مطیع وفرمانبردار سمجھی جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب اللعب والغناء والتصاویر
(کھیل کود، موسیقی اور تصاویر وغیرہ کے متعلق متفرق مسائل)

کرنسی نوٹ پر تصویر چھاپنا ناجائز ہے

سوال: گزارش خدمت ہے کہ ''جنگ'' جمعہ ایڈیشن میں تصویر اتروانے اور بنانے کے بارے میں آپ نے کافی تفصیل بیان کی جس میں حدیث بھی بیان کی گئی ہے مگر ایک بات پھر بھی توجہ طلب ہے کہ پاکستان میں اس وقت جو نوٹ اور سکے چل رہے ہیں ان پر بھی قائداعظم کی تصویر واقع ہے، میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ان نوٹوں اور سکوں کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟ اگر یہ تصویروں والے نوٹ جیب میں موجود ہوں تو کیا نماز ہو جاتی ہے؟ اور اگر نماز ہو جاتی ہے تو تصویریں حرام اور گناہ کبیرہ کیوں ہیں؟

جواب: تصویر حرام ہے بلاشبہ حرام ہے، قطعی حرام ہے اس کو نہ کسی تاویل سے جائز کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی کی کوئی تاویل کسی حرام کو حلال کر سکتی ہے۔ جہاں تک کرنسی نوٹ کا تعلق ہے حکومت کا فرض ہے کہ ان پر تصویر ہرگز نہ چھاپے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ حکومت سے اس گناہ کے ترک کرنے کا مطالبہ کریں، باقی نماز ہو جائے گی۔ آپ کے مسائل ج ۷ ص ۵۸۔

قانونی مجبوری کی وجہ سے فوٹو بنوانا

سوال: آپ نے لکھا ہے کہ شریعت نے کسی بھی جاندار کے فوٹو بنانے کو حرام قرار دیا ہے لیکن قومی شناختی کارڈ بنوانے کے لیے فوٹو کی شرط مردوں کے لیے لازمی ہے۔ اسی طرح پاسپورٹ بنوانے کے لیے بھی لازمی ہے۔ اسی طرح ملازمت کے سلسلے میں بھی فوٹو کی ضرورت ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ آدمی مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر اگر فوٹو بنواتا ہے تو اس سلسلے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ جب کہ مندرجہ بالا کاموں کے لیے حکومت نے فوٹو کو لازمی قرار دیا ہے اب چونکہ اس ملک میں الحمدللہ اسلامی طرز حکومت نافذ ہو رہا ہے تو کیا حکومت کو علماء نے کوئی ایسی تجویز

بھی دی ہے کہ فوٹو وغیرہ کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے؟

جواب: قانونی مجبوری کی وجہ سے جو فوٹو بنوائے جاتے ہیں وہ عذر کی وجہ سے لائق معافی ہو سکتے ہیں۔ آپ کا یہ خیال صحیح ہے کہ اسلامی حکومت کو فوٹو کا استعمال ممنوع قرار دینا چاہیے۔ غالباً حکومت نے چند ظاہری فوائد کی بناء پر فوٹو کی شرط کئی جگہ لگا رکھی ہے لیکن اول تو جو چیز شرعاً ممنوع اور زبان نبوت سے موجب لعنت قرار دی گئی ہو چند مادی فوائد کی بناء پر اس کا ارتکاب کرنا کسی حکومت کے شایان شان نہیں۔ دوسرے یہ فوائد بھی محض وہمی ہیں واقعی نہیں۔ جب یہ فوٹو کی لعنت قوم پر مسلط نہیں تھی اس وقت اتنی جعل سازیاں اور بے ایمانیاں نہیں ہوتی تھیں جتنی اب ہوتی ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۵۴ ج ۷)

گھروں میں فوٹو لگانا یا فوٹو والے ڈبے رکھنا

سوال: گھروں میں اپنے بزرگوں اور جانوروں کے فوٹو لگانا کیسا ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں؟ جن ڈبوں وغیرہ پر فوٹو بنا ہو (اور عام طور پر بہت سی اشیاء پر فوٹو بنے ہوتے ہیں) ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: گھروں میں فوٹو چسپاں کرنا جائز نہیں۔ ہر جاندار کا فوٹو ممنوع ہے جن ڈبوں یا چیزوں پر فوٹو ہوتا ہے اسے مٹا دینا چاہیے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۵ ج ۷)

والد یا کسی اور کی تصویر رکھنے کا گناہ کس کو ہوگا

سوال: اگر کسی گھر میں کسی کے والد، دادا یا کسی عزیز کی تصویر فریم میں لگا کر میز پر رکھی ہو تو تصویر رکھنے کا گناہ رکھنے والے کو ہوگا یا باپ، دادا جو کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں وہ بھی اس گناہ کی لپیٹ میں آئیں گے؟

جواب: اگر باپ دادا کی زندگی میں تصویریں لگتی تھیں اور منع نہیں کرتے تھے تو اس گناہ کی لپیٹ میں وہ بھی آئیں گے اور ان کی زندگی میں یہ حرام کام نہیں ہوتا تھا نہ انہوں نے ہونے دیا تو ان پر کوئی گناہ نہیں، کرنے والے اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۵۶ ج ۷)

شناختی کارڈ پر عورتوں کی تصویر لازمی قرار دینے والے گناہ گار ہیں

سوال: آج مورخہ جون ۱۹۸۴ء کو روزنامہ جنگ میں یہ خبر پڑھی کہ وفاقی حکومت نے قومی شناختی کارڈوں پر خواتین کی تصویریں چسپاں کرنا لازمی قرار دیا ہے، اس سلسلے میں نیشنل رجسٹریشن ایکٹ مجریہ ۸۳ء میں باقاعدہ ترمیم کر دی گئی ہے؟

آپ سے گزارش ہے کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں خواتین کے پردہ کی اہمیت کیا ہے اس

لیے کہ شناختی کارڈوں پر خواتین کی تصویریں چسپاں کرنا ان کو بے پردہ کرنے کے مترادف ہے۔ میں آپ کے توسط سے یہ اہم مسئلہ حکومت کے اہلکاروں کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ اپنے اس فیصلے کو تبدیل کردیں اور مسلمان خواتین کے لیے شناختی کارڈوں کی پابندی ختم کردی جائے؟

جواب: یہ قانون شرعی نقطہ نظر سے نہایت غلط ہے اور اس قانون کو نافذ کرنے والے گناہ گار ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۵۹ ج ۷)

گڑیوں کا گھر میں رکھنا

سوال: (۱) گھر میں گڑیوں کا سجانا یا رکھنا' دیواروں پر یا کہیں پر اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲) اسلام نے جاندار شے کی تصویر بنانا گناہ قرار دیا ہے تو پھر مصور لوگ جاندار شے کی تصویر بناتے ہیں تو کیا یہ گناہ نہیں؟

جواب: (۱) گڑیوں کی اگر شکل صورت' آنکھ' کان' ناک وغیرہ بنی ہوئی ہو تو وہ مورتی اور بت کے حکم میں ہیں' ان کا رکھنا یا بچیوں کا ان سے کھیلنا جائز نہیں اور اگر مورتی واضح نہ ہو تو بچیوں کو ان سے کھیلنے کی اجازت ہے۔

جواب: (۲) جاندار کی تصویر بنانا اور کھینچنا بلاشبہ گناہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر شدید عذاب کی خبر دی ہے۔

حدیث میں ہے: **عن عبداللّٰہ بن مسعود قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اشد الناس عذابًا عنداللّٰہ المصورون. متفق علیہ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۵)**

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب دیئے جانے والے لوگ تصویریں بنانے والے ہیں۔'' (آپ کے مسائل ص ۶۲ ج ۷)

گھروں میں اپنے بزرگوں اور قرآن پڑھتے بچے یا دعا مانگتی ہوئی عورت کی تصویر بھی ناجائز ہے

سوال: گھروں میں عام طور پر لوگ اپنے بزرگوں یا قرآن مجید پڑھتا ہوا بچہ یا دعا مانگتی ہوئی خاتون کا فوٹو لگاتے ہیں' اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: گھروں میں تصویریں آویزاں کرنا گمراہ اُمتوں کا دستور ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ چیز ممنوع قرار دی گئی ہے۔ حدیث میں فرمایا ہے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (آپ کے مسائل ص ۶۴ ج ۷)

جاندار کی اشکال کے کھلونے گھر میں رکھنا جائز نہیں

سوال: آج کل ہمارے گھروں میں بچوں کے کھلونے تقریباً ہر جگہ موجود ہیں، کوئی جانوروں کی شکل کے بنے ہوئے ہیں، کوئی گڑیا وغیرہ مورتی کی صورت میں وہاں قرآن کی تلاوت، نماز، سجدہ کی ادائیگی کرتے ہیں، بعض اوقات نماز کے لیے وضو کریں یا سلام پھیریں تو نظر پڑ جاتی ہے یا ذکر میں مصروف ہو تو بچے کھیلتے ہوئے سامنے آ جاتے ہیں، اس صورت پر روشنی ڈالیں؟

جواب: گھروں میں جو بچیاں گڑیا بناتی ہیں اور جن کے نقوش نمایاں نہیں ہوتے محض ایک ہیولا سا ہوتا ہے ان کے ساتھ بچیوں کا کھیلنا جائز ہے اور ان کو گھر میں رکھنا بھی درست ہے لیکن پلاسٹک کے جو کھلونے بازار میں ملتے ہیں وہ تو پوری مورتیاں ہوتی ہیں، ان مجسموں کی خرید وفروخت اور ان کا گھر میں رکھنا ناجائز ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل ایسے بت گھروں میں رکھنے کا رواج چل نکلا ہے اور ان کی بدولت ہمارا گھر بت خانوں کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ گویا شیطان نے کھلونے کے بہانے بت شکن قوم کو بت فروش اور بت تراش بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس آفت سے بچائے۔ (آپ کے مسائل ص ۶۴ ج ۷)

درخت کی تصویر کیوں جائز ہے؟ جبکہ وہ بھی جاندار ہے؟

سوال: اسلام میں تصویر بنانے کی ممانعت آئی ہے۔ عرض یہ ہے کہ اگر جاندار کی تصویر بنانے کی ممانعت ہے تو کیا درخت جو جاندار ہیں ان کی تصویر بنانا بھی اس حکم میں داخل ہے جبکہ لوگوں سے سنا ہے اور کچھ دین دار حضرات کے گھروں میں بھی مختلف تصاویر درختوں کی دیکھی ہیں؟

جواب: جن چیزوں میں حس و حرکت ہو اسے ''جاندار'' کہتے ہیں۔ درخت میں ایسی جان نہیں، اس لیے اس کی تصویر جائز ہے۔ آپ کے مسائل ج ۷ ص ۶۶۔

میڈیکل کالج میں داخلے کے لیے لڑکی کو فوٹو بنوانا

سوال: امسال میڈیکل کالج میں داخل ہونا چاہتی ہوں مگر حکومت کے رائج کردہ اصول کے مطابق میڈیکل کالج کے امیدوار کا فوٹو کاغذات کے ساتھ ہونا ضروری ہے جب کہ اس کی جگہ فنگر پرنٹس سے بھی کام چلایا جا سکتا ہے مگر ہم حکومت کے اصول کی وجہ سے مجبور ہیں۔ اب ملک میں لیڈی

ڈاکٹرز کی اہمیت سے بھی انکار نہیں ہوسکتا' اگر خواتین ڈاکٹرز نہ بنیں تو مجبوراً ہمیں ہر بات کے لیے مرد ڈاکٹروں کے پاس جانا پڑے گا جو طبیعت گوارا نہیں کرتی۔ اس سلسلے میں بھی قرآن وحدیث کے حوالے سے کچھ بتایئے کہ اپنے کہنے سننے والوں کو بھی مطمئن کیا جاسکے؟ اور اس سے زیادہ اپنے آپ کو؟

جواب: فوٹو بنانا شرعاً حرام ہے لیکن جہاں گورنمنٹ کے قانون کی مجبوری ہو وہاں آدمی معذور ہے اس کا وبال قانون بنانے والوں کی گردن پر ہوگا جہاں تک لڑکیوں کو ڈاکٹر بنانے کا تعلق ہے میں اس کی ضرورت کا قائل نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۶۵ ج ۷)

(حضرت مفتی صاحب کی اس بارے میں جو رائے ہے وہ غالباً کالجوں کے ماحول اور لڑکیوں کے بلاضرورت کالجوں میں داخلے کی وجہ سے ہے ورنہ ضرورت کے تحت چند خواتین کا ڈاکٹر ہونا جائز ہے۔)

خواتین کیلئے ہاکی کھیلنے کے جواز پر فتویٰ کی حیثیت

سوال: پچھلے ہفتہ کے اخبار جہاں میں ''کتاب وسنت کی روشنی'' میں ایک فتویٰ نظر سے گزرا جس کا مقصد یہ تھا کہ موجودہ دور میں زنانہ ہاکی ٹیمیں نئے تقاضوں کے مطابق ہیں' میں آپ سے اس فتویٰ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کیا آپ بھی حافظ صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟ اگر آپ بھی عورتوں کی ہاکی ٹیموں کو جائز سمجھتے ہیں تو برائے مہربانی حدیث اور فقہائے کرام کے حوالے بھی دیں؟ اگر آپ اسے ناجائز سمجھتے ہیں اور یقیناً سمجھتے ہوں گے تو ابھی تک آپ لوگوں نے اس کے بارے میں کوئی نوٹس کیوں نہیں لیا؟ یہ اسلام سے ایک مذاق نہیں ہے؟

جواب: اسلامی صفحہ میں اس پر ہم اپنی رائے کا اظہار کرچکے ہیں اس لیے آپ کا یہ ارشاد تو صحیح نہیں کہ ابھی تک اس کا نوٹس کیوں نہیں لیا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ دور جدید جس طرح کھیل کو رواج دے دیا گیا کہ گویا پوری قوم کھیل کے لیے پیدا ہوئی ہے اور اس کھیل کو بھی زندگی کا اہم ترین کارنامہ فرض کرلیا گیا ہے' کھیل کا ایسا مشغلہ تو مردوں کے لیے بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ عورتوں کے لیے جائز ہو پھر ہاکی مردانہ کھیل ہے زنانہ نہیں اس لیے خواتین کو اس میدان میں لانا صنف نازک کی اہانت وتذلیل بھی ہے اب اگر مرد مردانگی چھوڑنے پر اور خواتین مردانگی دکھانے پر بھی اتر آئیں تو اس کا کیا علاج؟ (آپ کے مسائل ص ۳۲۱ ج ۷)

کھیل کیلئے کونسا لباس ہو؟

سوال: بہت سے کھیل ایسے ہوتے ہیں جو کہ مرد شرٹ نیکر پہن کر کھیلتے ہیں اس کے علاوہ

جب کشتی کھیلتے ہیں تو صرف نیکر پہنا ہوتا ہے اور باقی سارا جسم برہنہ ہوتا ہے' اسی طرح آج کل سب لڑکے بھی تنگ پتلون اور شرٹ پہنتے ہیں جن کے گریبان اکثر کھلے ہوتے ہیں' کیا اس طرح کے کپڑے پہننا مردوں کے لیے اسلام میں جائز ہے؟

جواب: ناف سے گھٹنے تک کا حصہ بدن ستر ہے' اسے لوگوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں اور ایسا تنگ لباس بھی پہننا جائز نہیں جس سے اندرونی اعضاء کی بناوٹ نمایاں ہو۔ (آپ کے مسائل ج ۷ ص ۳۲۶)

کیا اسلام نے لڑکیوں کو کھیلنے کی اجازت دی ہے؟

سوال: کیا اسلام لڑکیوں کو کھیلنے کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: جو کھیل لڑکیوں کے لیے مناسب ہو اور اس میں بے پردگی کا احتمال نہ ہو اس کی اجازت ہے ورنہ نہیں اس لیے آپ کو وضاحت کرنی چاہیے کہ آپ کیسے کھیل کے بارے میں دریافت چاہتے ہیں؟ آج کل بہت سے کھیل بے خدا تہذیبوں اور بے غیرت قوموں نے ایسے بھی رائج کر رکھے ہیں جو نہ صرف اسلامی حدود سے متجاوز ہیں بلکہ انسانی وقار اور نسوانی حیاء کے بھی خلاف ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۳۲۶ ج ۷)

کتاب الحظر والاباحۃ

(جائز ناجائز کے مسائل)

(پردہ' بناؤ سنگھار' خاندانی منصوبہ بندی' گھریلو رسومات اور عام جائز و ناجائز کے مسائل)

پردے کا صحیح مفہوم

سوال: میں شرعی پردہ کرتی ہوں کیونکہ دینی مدرسہ کی طالبہ ہوں اور مجھے پریشانی جب ہوتی ہے جب میں کسی تقریب وغیرہ میں مجبوراً جاتی ہوں تو اپنا برقعہ نہیں اتارتی جس کی وجہ سے لوگ مجھے برقع اتارنے پر مجبور کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ پردہ کا ذکر تو قرآن میں نہیں آیا بس اوڑھنی کا ذکر آیا ہے حالانکہ انہوں نے پورا مفہوم اور اس کی تفسیر وغیرہ نہیں پڑھی ہے۔ بس صرف یہ کہتے ہیں کہ جب اسلام نے چادر کا ذکر کیا ہے تو اتنا پردہ کیوں کرتی ہو؟ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام نے اتنی سختی نہیں رکھی جتنی آپ طے

کرتی ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ چہرہ ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کھلے رہیں حالانکہ میں یہی کہتی ہوں ان سے کہ اس کا ذکر تو صرف نماز میں آیا ہے پردہ میں نہیں اور آج کل اس فتنے کے دور میں تو عورت پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ مکمل پردہ کرے بلکہ ہاتھ چہرہ وغیرہ چھپائے' پردہ کے متعلق آپ مجھے ذرا تفصیل سے بتادیجئے تا کہ ان لوگوں کے علم میں یہ بات آجائے کہ شرعی پردہ کہتے کسے ہیں؟ اور کتنا کرنا چاہیے؟

جواب: آپ کے خیالات صحیح ہیں۔ عورت کو چہرے کا پردہ لازم ہے کیونکہ گندی اور بیمار نظریں اسی پر پڑتی ہیں۔ چہرہ' ہاتھ اور پاؤں عورت کا ستر ہیں' یعنی نماز میں ان اعضاء کا چھپانا ضروری نہیں لیکن گندی نظروں سے ان اعضاء کا حتی الوسع چھپانا ضروری ہے۔

کیا صرف برقعہ پہن لینا کافی ہے یا کہ دل میں شرم وحیا بھی ہو؟

سوال: خواتین کے پردے کے بارے میں اسلام کیا حکم دیتا ہے؟ کیا صرف برقعہ پہن لینا پردے میں شامل ہوجاتا ہے؟ آج کل میرے دوستوں میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے چند دوست کہتے ہیں کہ برقعہ پہن لینے کے نام کا کہاں حکم ہے' وہ کہتے ہیں صرف حیاء کا نام پردہ ہے' میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ پردے کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ تفصیلاً بتائیں؟

جواب: آپ کے دوستوں کا یہ ارشاد تو اپنی جگہ صحیح ہے کہ ''شرم وحیا کا نام پردہ ہے'' مگر ان کا یہ فقرہ نامکمل اور ادھورا ہے انہیں اس کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہیے کہ شرم وحیا کی شکلیں معین کرنے کے لیے ہم عقل سلیم اور وحی آسمانی کے محتاج ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ شرم وحیا ایک اندرونی کیفیت ہے اس کا ظہور کسی نہ کسی قالب اور شکل میں ہوگا اور اگر وہ قالب عقل وفطرت کے مطابق ہے تو شرم وحیاء کا مظاہرہ بھی صحیح ہوگا اور اگر ایسے قالب کو عقل صحیح اور فطرت سلیمہ قبول نہیں کرتی تو شرم و حیا کا دعویٰ اس پاکیزہ صفت سے مذاق تصور ہوگا۔ فرض کیجئے کوئی صاحب بقائمی ہوش وہوس قید لباس سے آزاد ہوں' بدن کے سارے کپڑے اتار پھینکیں اور لباس عریانی زیب تن فرما کر شرم وحیا کا مظاہرہ کریں تو غالباً آپ کے دوست بھی ان صاحب کے دعویٰ شرم وحیاء کو تسلیم کرنے سے قاصر ہوں گے اور اسے شرم وحیاء کے ایسے مظاہرے کا مشورہ دیں گے جو عقل وفطرت سے ہم آہنگ ہو۔ سوال ہوگا کہ عقل وفطرت کے صحیح ہونے کا معیار کیا ہے؟ اور یہ فیصلہ کس طرح ہو کہ شرم وحیا کا فلاں مظاہرہ عقل وفطرت کے مطابق ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں کسی اور قوم کو پریشانی ہو تو ہو مگر اہل اسلام کو کوئی الجھن نہیں۔ ان کے پاس خالق فطرت کے عطا کردہ اصول زندگی اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہیں جو اس نے عقل وفطرت

کے تمام گوشوں کو سامنے رکھ کر وضع فرمائے ہیں' اپنے اصول زندگی کا نام ''اسلام'' ہے۔ پس خدا تعالیٰ اور اس کا مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرم وحیا کے جو مظاہرے تجویز کیے ہیں وہ فطرت کی آوازیں ہیں اور عقل سلیم ان کی حکمت و گہرائی پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ آئیے ذرا دیکھیں کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مقدسہ میں اس سلسلے میں کیا ہدایات دی گئی ہیں۔

(۱) صنف نازک کی وضع و ساخت بھی فطرت نے ایسی بنائی ہے کہ اسے سراپا ستر کہنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ خالق فطرت نے بلا ضرورت اس کے گھر سے نکلنے کو برداشت نہیں کیا تاکہ گوہر آبدار ناپاک نظروں کی ہوس سے گرد آلود نہ ہو جائے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: ''اور ٹکی رہو اپنے گھروں میں اور مت نکلو پہلی جاہلیت کی طرح بن ٹھن کر۔'' (الاحزاب ۳۳)

''پہلی جاہلیت'' سے مراد قبل از اسلام کا دور ہے جس میں عورتیں بے حجابانہ بازاروں میں اپنی نسوانیت کی نمائش کیا کرتی تھیں۔ ''پہلی جاہلیت'' کے لفظ سے گویا پیشین گوئی کر دی گئی ہے کہ انسانیت پر ایک ''دوسری جاہلیت'' کا دور بھی آنے والا ہے جس میں عورتیں اپنی فطری خصوصیات کے تقاضوں کو جاہلیت جدیدہ کے سیلاب کی نذر کر دیں گی۔

قرآن کی طرح صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صنف نازک کو سراپا ستر قرار دے کر بلا ضرورت اس کے باہر نکلنے کو ناجائز فرمایا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''عورت سراپا ستر ہے۔ پس جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک کرتا ہے۔'' (مشکوٰۃ' ترمذی)

(۲) اور اگر ضروری حوائج (ضروری حاجات) کے لیے اسے گھر سے باہر قدم رکھنا پڑے تو اسے حکم دیا گیا کہ وہ ایسی بڑی چادر اوڑھ کر باہر نکلے جس سے پورا بدن سر سے پاؤں تک ڈھک جائے۔ سورہ احزاب آیت ۶۹ میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں' صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ (جب باہر نکلیں تو) اپنے اوپر بڑی چادریں جھکا لیا کریں۔''

مطلب یہ ہے کہ ان کو بڑی چادر میں لپیٹ کر نکلنا چاہیے اور چہرہ پر چادر کا گھونگھٹ ہونا چاہیے۔ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دور میں خواتین

اسلام کا یہی معمول تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ہے کہ خواتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز کے لیے مسجد آتی تھیں تو اپنی چادروں میں اس طرح لپٹی ہوئی تھیں کہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

مسجد میں حاضری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سننے کی ان کو ممانعت نہیں تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو یہ بھی تلقین فرماتے تھے کہ ان کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ان کے لیے بہتر ہے۔ (ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۹۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دقت نظر اور خواتین کی عزت و حرمت کا اندازہ کیجئے کہ مسجد نبویؐ جس میں ادا کی گئی ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کے بجائے اپنے گھر پر نماز پڑھنے کو افضل اور بہتر فرماتے ہیں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جو نماز ادا کی جائے اس کا مقابلہ تو شاید ہی پوری اُمت کی نمازیں بھی نہ کر سکیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اقتداء میں نماز پڑھنے کے بجائے عورتوں کے لیے اپنے گھر پر نماز پڑھنے کو افضل قرار دیتے ہیں۔ یہ ہے شرم و حیاء اور عفت و عظمت کا وہ بلند ترین مقام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اسلام کو عطا کیا تھا اور جو بدقسمتی سے تہذیب جدید کے بازار میں آج ٹکے سیر بک رہا ہے۔ مسجد اور گھر کے درمیان تو پھر بھی فاصلہ ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے قانون ستر کا یہاں تک لحاظ کیا ہے کہ عورت کے لیے اپنے مکان کے حصوں کو تقسیم کر کے فرمایا کہ فلاں حصے میں اس کا نماز پڑھنا فلاں حصے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''عورت کی سب سے افضل نماز وہ ہے جو اپنے گھر کی چار دیواری میں ادا کرے اور اس کا اپنے مکان کے کمرے میں نماز ادا کرنا اپنے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور پچھلے کمرے میں نماز پڑھنا آگے کے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔'' (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

بہرحال ارشاد نبویؐ یہ ہے کہ عورت حتی الوسع گھر سے باہر نہ جائے اور اگر جانا پڑے تو بڑی چادر میں اس طرح لپٹ کر جائے کہ پہچانی تک نہ جائے چونکہ بڑی چادروں کا بار بار سنبھالنا مشکل تھا اس لیے شرفاء کے گھرانوں میں چادر کے بجائے برقعہ کا رواج ہوا۔ یہ مقصد ڈھیلے ڈھالے قسم کے دیسی برقعہ سے حاصل ہوسکتا تھا مگر شیطان نے اس کو فیشن کی بھٹی میں رنگ کر نسوانی نمائش کا ایک ذریعہ بنا ڈالا' میری بہت سی بہنیں ایسے برقعے پہنتی ہیں جن میں ستر سے زیادہ ان کی نمائش۔

نمایاں ہوتی ہے۔

(۳) عورت گھر سے باہر نکلے تو اسے صرف یہی تاکید نہیں کی گئی کہ چادر یا برقعہ اوڑھ کر نکلے بلکہ گوہر نایاب شرم وحیاء کو محفوظ رکھنے کے لیے مزید ہدایات بھی دی گئیں۔ مثلاً مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی نظریں نیچی اور اپنی عصمت کے پھول کو نظر بد کی باد سموم سے محفوظ رکھیں۔ سورۃ النور آیت ۳۰۔۳۱ میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اے نبی مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں' یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے۔'' (سورہ النور آیت ۳۰۔۳۱)

ترجمہ: اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کا اظہار نہ کریں مگر یہ کہ مجبوری سے خود کھل جائے۔ الخ ایک ہدایت یہ دی گئی ہے کہ عورتیں اسی طرح نہ چلیں جس سے ان کی مخفی زینت کا اظہار نامحرم کے لیے باعث کشش ہو۔ قرآن کی مندرجہ بالا آیت کے آخر میں فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اور اپنا پاؤں اس طرح نہ رکھیں کہ جس سے ان کی مخفی زینت ظاہر ہو جائے۔''

ایک ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اگر اچانک کسی نامحرم پر نظر پڑ جائے تو اسے فوراً ہٹالے اور دوبارہ قصداً دیکھنے کی کوشش نہ کرے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے علی اچانک نظر کے بعد دوبارہ نظر مت کرو پہلی تو (بے اختیار ہونے کی وجہ سے) تمہیں معاف ہے مگر دوسری کا گناہ ہوگا۔ (مسند احمد' دارمی' ترمذی' ابوداؤد' مشکوٰۃ)

پردہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال: ناچیز آپ سے پردہ کے بارے میں درج ذیل سوالات کا شرع متین کی رو سے جوابات کا خواہاں ہے؟

(۱) ایک مسلمان عورت کو اپنے رشتہ داروں میں سے کن کن مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے؟

(۲) مسلمان عورتوں کے لیے پردہ کی فرضیت قرآن مجید کی کن آیات سے ہوئی؟

(۳) ہمارے موجودہ معاشرے میں عورتوں کا بے پردہ باہر نکلنا اور دفاتر و فیکٹریوں میں ملازمت کرنا ایک معمول بن چکا ہے اور معیوب نہیں سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے بگڑے ہوئے ماحول میں مرد نگاہ کی حفاظت کیسے کر سکتے ہیں؟ راستوں میں اور بسوں میں باوجود کوشش کے بار

بار نظر پڑ جانے سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

جواب: ایسے رشتہ دار جن سے عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے جیسے باپ' دادا' بھائی' بھتیجے بھانجے' چچا' ماموں وغیرہ وہ عورت کے محرم کہلاتے ہیں۔ ان سے عورت کا پردہ نہیں اور وہ تمام لوگ جن سے نکاح ہوسکتا ہے ان سے لازم ہے جیسے ماموں زاد' چچازاد' پھوپھی زاد' خالہ زاد وغیرہ وغیرہ۔

(۲) پردہ کی فرضیت قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔ مثلاً سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ''اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''اور اپنی زیبائش کو کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوند کے یا اپنے باپ کے یا اپنے خاوند کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی ہم جنس عورتوں کے یا اپنی باندیوں کے یا ان ملازموں کے جو عورت کی زیب و زینت سے غرض نہیں رکھتے یا لڑکوں کے جو عورتوں کے اسرار سے بے خبر ہیں۔'' (سورہ النور آیت نمبر ۳۱)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ''اے نبی کہہ دیجئے اپنی عورتوں اور بیٹیوں کو اور مسلمانوں کو کہ نیچے لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔'' (سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۹)

(۳) عورت کا ایسی جگہ ملازمت کرنا حرام ہے جہاں اس کا اختلاط اجنبی مردوں سے ہوتا ہو اور ایسے گندے ماحول میں جو کہ ہمارے یہاں پیدا ہو چکا ہے۔ ایک ایسے شخص کو اپنی نگاہ کی حفاظت نہایت ضروری ہے جو اپنا ایمان سلامت لے جانا چاہتا ہو قصداً کسی نامحرم کی طرف نظر بالکل ہی نہ کی جائے اور اگر اچانک نظر بہک جائے تو فوراً ہٹالی جائے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۷ ج ۸)

کسی اجنبی عورت یا بے ریش لڑکے سے گانا سننا بدکاری میں شامل ہے

فرمایا: اجنبی عورت یا امرد مشتہی سے گانا سننا یہ بھی ایک قسم کی بدکاری ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی لڑکے کی آواز سننے میں نفس کی شرکت ہو اس سے قرآن شریف سننا بھی جائز نہیں۔ اکثر لوگ لڑکوں کو نعت کی غزلیں یاد کرا دیتے ہیں۔ یہ بھی جائز نہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بے ریش لڑکا مرغوب طبع ہو تو اس کی امامت بھی مکروہ ہے اور نابالغ کے پیچھے تو نماز ہی نہیں ہوتی تو جب امام بنا کر کھڑا کرنا جائز نہیں حالانکہ قرآن شریف ہی پڑھے گا تو گانا یا نعت وغیرہ سننا کیونکر جائز ہوگا۔ (الانتعاظ بالغیر ص ۱۸)۔ اشرف الاحکام ص ۱۶۷۔

اجنبی عورت کو بطور سیکرٹری رکھنا

سوال: آج کے دور میں مخلوط ملازمت کا سلسلہ چل رہا ہے۔ اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ پرائیویٹ آفس میں لیڈیز سیکرٹری رکھی جاتی ہے اور مالکان اپنی سیکرٹری سے خوش گپیوں میں مصروف ہوتے ہیں حالانکہ اسلام میں عورت کا نامحرم کے سامنے بے پردہ نکلنا حرام ہے۔ برائے مہربانی تحریر فرمائیں کہ اس مسئلے کے متعلق شرع کیا حکم دیتی ہے؟

جواب: حکم ظاہر ہے کہ اجنبی عورت سے خلوت کرنا اور اس سے خوش گپیوں میں مشغول ہونا شرعاً حرام ہے اس لیے عورت سیکرٹری رکھنا جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۹۰ ج ۸)

عورت بازار جائے تو کتنا پردہ کرے؟

سوال: اسلام میں آزاد عورت (یعنی آج کل کی گھریلو خاتون) کو غیر محرم سے پردہ کا کیا حکم ہے؟ خصوصاً سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ اور سورہ نور کی آیت نمبر ۳۱ میں پردہ کا جو حکم ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اور جہاں بھی پردہ کا حکم دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کا کیا حکم دیا ہے؟

جناب خصوصاً سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ اگر تفصیل سے سمجھا دیں تو مہربانی ہوگی؟

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ واسطے بیبیوں اپنی کے اور بیٹیوں اپنی کے اور بیبیوں مسلمانوں کی کے نزدیک کرلیں اور اپنے بڑی چادریں اپنی یہ بہت نزدیک ہے اس سے کہ پہچانی جاویں، پس نہ ایذا دی جاویں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔" (سورہ احزاب)

اور سورہ نور میں پردہ کے متعلق جو حکم آیا ہے وہ بھی تفصیل سے سمجھا دیں؟

جواب: پردہ کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر عورت کو گھر سے باہر جانے کی ضرورت پیش آئے تو بڑی چادر یا برقعہ سے اپنے پورے بدن کو ڈھانپ کر نکلے اور صرف راستہ دیکھنے کے لیے آنکھ کھلی رہے ان آیت کی تفسیر مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر معارف القرآن میں دیکھ لی جائے۔ (آپ کے مسائل ص ۹۲ ج ۸)

بے پردگی والی جگہ پر عورت کا جانا جائز نہیں؟

سوال: زید اپنی بیوی کو اس کے بھائی کے گھر جانے سے روکتا ہے کیونکہ اس کے بھائی کے گھر میں خدمت گار نوجوان ہیں جب کہ یہ خدمت گار گھر کے ایک مخصوص حصہ تک محدود ہیں؟ آپ اس مسئلہ کا تفصیلی و تحقیقی جواب تحریر فرمائیں؟

جواب: شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی بیوی کو ایسی جگہ جانے سے منع کرے جہاں غیرمحرم مردوں سے بے پردگی کا اندیشہ ہو۔ ہاں البتہ اگر بیوی کے بھائی کے گھر بے پردگی کا خطرہ نہ ہو اور خدمت گار مردوں کے لیے ایک کوئی مخصوص جگہ ہو تو پھر کبھی کبھی جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن پردہ کا اہتمام ضروری اور لازم ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۹۳ ج ۸)

گھر میں نوجوان ملازم سے پردہ کرنا ضروری ہے؟

سوال: ایک تعلیم یافتہ مسلمان جن کے کام کاج کرنے کے لیے ایک مسلمان نوجوان ملازم ہے جو رات دن ان کے گھر میں رہتا ہے جس کا ان کے اہل خانہ سے پردہ نہیں ہے سنا ہے کہ وہ اس ملازم کو اپنے گھر میں چھوڑ کر ایک ماہ کے لیے کہیں باہر کام پر گئے ہیں؟ پردہ شرعی کی چہل حدیث میں لکھا ہے کہ ایسا شخص جس کو اس کی پروا نہ ہو کہ اس کی گھر والیوں کے پاس کون آتا ہے کون جاتا ہے وہ دیوث ہے اور دیوث کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا؟ کیا اس قسم کا شخص اس صورت میں کہ وہ دینی کام سے جاتا ہے جنتی ہو جائے گا؟

جواب: ملازم سے پردہ ہے اور اس کا بغیر پردہ کے مستورات کے پاس جانا جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۹۳)

عورتوں کو تبلیغ کے لیے پردہ اسکرین پر آنا

سوال: عورتوں کے لیے پردہ کا حکم بہت شدید ہے یعنی یہ کہ عورت کو مرد سے اپنے ناخن تک چھپانے چاہئیں لیکن آج کل کی عورت دفتروں میں دکانوں میں (سیلز گرل) اور سڑکوں پر بے پردہ گھومتی ہے جو کہ ظاہر ہے غلط ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اگر عورت ٹیلی ویژن پر آتی ہے تو یقیناً اسے لاکھوں کی تعداد میں مرد دیکھتے ہیں اور آج کل ٹی وی پر عورتیں تبلیغ دین کے لیے آتی ہیں؟ کیا اس عمل سے وہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کر لیتی ہیں؟

جواب: جو عورتیں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو توڑ کر پردہ سکرین پر اپنی نمائش کرتی ہیں انہیں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ ہاں ابلیس اور ذریت ابلیس (شیطان کی اولاد) ان کے اس عمل سے ضرور خوش ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۹۳)

پردہ کے ضروری ہونے کی عقلی وعرفی دلیل

میں نے ایک بار مجمع میں کہا تھا کہ پردہ کے مسئلہ میں قرآن وحدیث کو بیچ میں لانے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ قرآن وحدیث کے بغیر ہی اس کی ضرورت ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کے

متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ کبھی ان لوگوں نے ریل میں سفر کیا ہوگا اور نوٹ بھی ساتھ لیے ہوں گے کبھی ایسا بھی کیا ہے کہ نوٹ جیب سے نکال کر باہر رکھ دیئے ہوں یا یہ کیا جاتا ہے کہ اندر کی جیب کے اندر بھی جو جیب ہے اس میں رکھے ہوں گے تو کیا اس طرح نوٹ کو چھپا کر رکھنے کا حکم قرآن پاک میں ہے؟ صرف اسی واسطے چھپا کر رکھا جاتا کہ اس اظہار میں خطرہ ہے اور یہ طبعی امر ہے اس لیے خطرہ کے سبب سے اس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح یہاں بھی سمجھئے۔ نیز غیرت کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ عورت کو پردہ میں رکھا جائے۔ یہ بھی ایک طبعی امر ہے جو شرعی حکم کے علاوہ پوشیدہ رکھنے (یعنی پردہ) کے ضروری ہونے کا تقاضا کرتا ہے بلکہ جو خطرہ یہاں نوٹ کو نکال کر سامنے رکھنے میں ہے اس سے زیادہ خطرہ عورت کو باہر نکالنے میں ہے۔ نوٹ تو دو چار ہزار ہی کے ہوں گے تو ان کی تو آپ کے دل میں ایسی قدر اور عورت کو اتنی بھی آپ کے نزدیک قدر نہیں؟ تعجب ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

پردہ کے ضروری ہونے کی لغوی دلیل

لغت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ عورتوں کا پردہ کرایا جائے کیونکہ اردو میں عورت کو عورت کہتے ہیں جس کے معنی لغت میں ہیں چھپانے کی چیز تو اس کے ساتھ یہ کہنا کہ عورتوں کو پردہ نہ کراؤ ایسا ہے جیسے یوں کہا جائے کہ کھانے کی چیز کو نہ کھاؤ' پہننے کی چیز کو نہ پہنو اور اس کا لغو ہونا ظاہر ہے۔ تو یہ قول بھی لغو ہے کہ عورتوں کا پردہ نہ کراؤ۔ ان کو عورت کہنا خود اس کی دلیل ہے کہ وہ پردہ میں رہنے کی چیز ہیں۔ (اسباب الغفلۃ دین و دنیا) اصلاح خواتین ص ۳۰۵۔

پردہ کے ضروری ہونے کی تمدنی شرعی دلیل

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" ترجمہ: (مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت اور آرائش ہیں) حق تعالیٰ نے یہاں البنون فرمایا البنات نہیں فرمایا۔ یعنی بیٹوں کو دنیاوی زندگی کی زینت بتلایا ہے بنات (لڑکیوں) کو بیان نہیں فرمایا۔

حق تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ لڑکیاں دنیا کی بھی زینت نہیں بلکہ صرف گھر کی زینت ہیں۔ اگر وہ بھی دنیا کی زینت ہوتیں تو حق تعالیٰ ان کو یہاں ذکر فرماتے۔ پس صرف لڑکوں کو دنیا کی زینت فرمانا اور لڑکیوں کو ذکر نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ لڑکیاں دنیا کی بھی زینت نہیں کیونکہ عرفاً دنیا کی زینت وہ سمجھی جاتی ہے جو منظر عام پر زینت بخش ہو۔ جو چیز منظر عام پر لانے کی نہیں

ہوتی وہ دنیا کی زینت نہیں ہوتی بلکہ زینت کے لیے تو ظہور ضروری ہے اس لیے بنون (لڑکوں) کو فرمایا کہ یہ دنیا کی زینت ہیں' لڑکیاں ایسی زینت نہیں کہ تم ان کو ساتھ لیے لیے پھرو اور سب دیکھیں کہ اتنی لڑکیاں ہیں اور ایسی آراستہ پیراستہ ہیں بلکہ وہ تو محض گھر کی زینت ہیں۔ اس سے عورتوں کے پردہ میں رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔

پردہ کے ضروری ہونے کی معاشرتی دلیل

عورتیں فطرتاً اور قانوناً مردوں کے تابع ہیں اور مرد محبت کی وجہ سے (عورتوں کے) تابع ہو جاتے ہیں اور یہ تابع رہنا محبت کے باقی رہنے تک ہے اور محبت کا باقی رہنا اس وقت تک ہے جب تک کہ پردہ باقی ہے اور یہ مسئلہ عقلی بھی ہے۔ چنانچہ ایک یورپین عورت نے اس کے متعلق ایک اخبار میں اپنی تقریر شائع کی ہے کہ عورتوں کے لیے جو بے پردگی کی کوشش کی جاتی ہے یہ عورتوں کے لیے سخت مضر ہے کیونکہ اس وقت تو مردوں کو عورت کی راحت رسانی کا پورا اہتمام ہے اور اس کا سبب محبت ہے اور محبت کا منشاء وسبب خصوصیت ہے اور مشاہدہ ہے کہ جو چیز عام ہو جاتی ہے اس سے قوی (اور خصوصی و گہرا) تعلق نہیں ہوتا اور یہ خصوصیت پردہ کی وجہ سے قائم رہتی ہے' پس محبت کی بنیاد پردہ ہے۔ اس انگریزن کی تقریر سے پردہ کی تاکید معلوم ہو رہی ہے۔ ہندوستان کے لوگوں کو شرم کرنا چاہیے کہ ایک یورپین عورت تو پردہ کی خوبی بیان کرے اور تم ایشیائی ہو کر پردہ کی مذمت کرتے ہو؟ (الفیض الحسن)

پردہ کے ضروری ہونے کی ایک اور عقلی دلیل

پردہ کے متعلق ایک موٹی سی بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جن کو مجنوں (پاگل) بنایا ہے ان کو آپ خود قید کر دیتے ہیں (ہاتھ پیر تک باندھ دیتے ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ نقص عقل موجب قید ہے (یعنی عقل کم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو قید میں رکھا جائے) جب یہ بات مسلم ہو گئی تو عورتوں کے لیے بھی اسی وجہ سے قید (پردہ) کی ضرورت ہے کیونکہ ان کا ناقص العقل کم عقل والا ہونا مسلم طے شدہ ہے۔ ہاں یہ فرق ضرور ہونا چاہیے کہ جیسا نقص کمی ہو ویسا ہی قید ہو' مجنوں کامل کے لیے قید بھی کامل ہوتی ہے کہ ایک کوٹھڑی بند کر دیتے ہیں' ہاتھ پیر باندھ دیتے ہیں اور مجنوں ناقص یعنی عورت کے لیے قید ناقص ہونا چاہیے کہ اس کو بلا اجازت گھر سے نکلنے کا اختیار نہ دیا جائے۔ (ملفوظات اشرفیہ)

عورت کی کلائی پردہ میں شامل ہے

سوال: آپ نے غیر محرم کو ہاتھ لگانے کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ عورت کا ہاتھ کلائی تک

پردہ کے حکم پر نہیں ہے حالانکہ کلائی ہاتھ کی گٹوں سے شروع ہوتی ہے جو کہ پردہ کے حکم میں ہے' کیا ہاتھ کی کلائی عورت کے پردہ کے حکم میں ہے؟ ضرور وضاحت فرمائیں؟ اگر کلائی عورت کی نماز میں کھلی رہ جائے تو اس کی نماز نہ ہوگی؟

جواب: کلائی گٹوں سے شروع ہوتی ہے اور گٹوں تک ہاتھ ستر میں شامل نہیں' گٹوں سے لے کر کلائی ستر میں شامل ہے اس میں آپ کو کیا اشکال ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا۔ (آپ کے مسائل ص ۹۶)

(سائلہ غالباً کلائی اور گٹوں میں فرق نہیں کر سکی' گٹے ہتھیلی کے بعد کا جوڑ ہیں اور کلائی وہ ہے جہاں چوڑیاں ہوتی ہیں۔ مرتب)

بے پردگی سے معاشرتی پیچیدگیاں پیدا ہو رہی ہے نہ کہ پردے سے

سوال: محترم! فیڈریشن آف پروفیشنل ویمن ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں فیڈریشن کی صدر ڈاکٹر سلیمہ احمد صاحبہ نے فرمایا! خواتین کو پردے میں بٹھانے سے معاشرتی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہے کیا ان محترمہ کا بیان درست ہے؟

جواب: ڈاکٹر صاحبہ کو جس پردہ میں پیچیدگیاں نظر آ رہی ہیں اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیا ہے۔ چنانچہ سورہ احزاب آیت ۳۳ میں خواتین اسلام کو حکم فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلائی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت شریفہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں عورتیں بے پردہ پھرتیں اور اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا اعلانیہ مظاہرہ کرتی اس بداخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کر سکتا ہے۔ اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔

یہ تو چار دیواری میں بیٹھنے کا حکم ہوا اور اگر کبھی باہر مجبوری میں خواتین کو گھر سے باہر قدم رکھنا پڑے تو وہ کس انداز سے نکلیں؟ اس کے لیے درج ذیل ہدایت فرمائی گئی۔ سورہ احزاب آیت نمبر ۵۹ میں ارشاد فرمایا: ''اے نبی کہہ دیجئے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر سے تھوڑی سی اپنی چادریں۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: یعنی بدن ڈھانپنے کے

ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیویں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لیے کھلی رہتی تھی یہ بڑی چادروں (جلابیب) سے سر لپیٹ کر اور سر چہرہ ڈھک کر نکلنے کا حکم چادر کا پردہ ہوا اور شرفاء کے یہاں برقع کا رواج پڑا جو درحقیقت اسی حکم کی تعمیل کی خوبصورت شکل ہے۔

بہرحال یہ ہیں شرعی پردہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے پاک ارشادات۔ اور یہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں کا ان احکام خداوندی پر عمل۔ نہ جانے ڈاکٹر صاحبہ کو پردہ کے اندر وہ کون سی پیچیدگیاں نظر آ گئیں جن کا علم (نعوذ باللہ) نہ اللہ کو ہوا نہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پاکیزہ خواتین رضی اللہ تعالیٰ عنھن کو۔ اللہ تعالیٰ عقل وایمان اور عفت وحیا کی محرومی سے پناہ میں رکھیں۔ (آپ کے مسائل ص ۹۷ ج ۸)

کیا گھر کی کھڑکیاں اور دروازے بند رکھنا ضروری ہے؟

سوال: محض شک کی بناء پر گھر کے دروازے' کھڑکیاں بند رکھنا کہ کہیں کسی غیر مرد کی نظر خواتین پر نہ پڑے حالانکہ بے پردگی کا قطعی امکان نہ ہو' کہاں تک درست ہے؟

جواب: گھر میں پردہ کا اہتمام تو ہونا چاہیے لیکن اگر مکان ایسا ہے کہ اس سے بے پردگی کا احتمال نہ ہو تو خوامخواہ شک میں پڑنا صحیح نہیں' شک اسلام کی تعلیم نہیں بلکہ ایک نفسیاتی مرض ہے جو گھر کے ماحول میں بداعتمادی کو جنم دیتا ہے اور جس سے رفتہ رفتہ گھر کا ماحول آتش کدہ بن جاتا ہے۔ البتہ دروازوں' کھڑکیوں سے اگر غیر نظروں کے گزرنے کا احتمال ہو تو ان پر پردے لگانے چاہئیں۔ (آپ کے مسائل ص ۹۷ ج ۸)

دودھ شریک بھائی سے پردہ کرنا

سوال: کیا کسی بہن کو اپنے دودھ شریف بھائی سے پردہ کرنا چاہیے؟

جواب: دودھ شریک بھائی اپنے حقیقی بھائی کی طرح محرم ہے اس سے پردہ نہیں البتہ اگر وہ بدنظر اور بدقماش ہو تو فتنہ سے بچنے کے لیے اس سے بھی پردہ لازم ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۰۰ ج ۸)

کیا پردہ عورت کیلئے قید ظلم ہے؟

آج کل ایسا مذاق بگڑ گیا ہے کہ کوئی پردہ کو خلاف فطرت کہتا ہے کوئی قید اور حبس کہتا ہے۔ ایک مسلمان انجینئر سے ایک پادری انجینئر نے کہا کہ مسلمانوں کا مذہب بہت اچھا ہے۔ اس میں سب

خوبیاں ہیں سوااس کے کہ عورتوں کوقید میں رکھا جاتا ہے۔ مسلمان انجینئر نے کہا! ہم نے تو کسی مسلمان عورت کوقید میں نہیں رکھا' کہا وہی قید جس کا نام تم نے پردہ رکھا ہے۔ مسلمان انجینئر نے پادری سے کہا کہ آپ یہ بتلائیے کہ قید کس کو کہتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ قید خلاف طبیعت کو کہتے ہیں اور جو قید طبیعت کے خلاف نہ ہواس کوقید ہرگز نہیں کہیں گے ورنہ پاخانہ میں جو آدمی پردہ کر کے بیٹھتا ہے اس کو بھی قید کہنا چاہیے کیونکہ پاخانہ میں آدمی تمام آدمیوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا ہے سب سے الگ ہو جاتا ہے مگر اس کو کوئی قید نہیں کہتا کیونکہ یہ طبیعت کے خلاف نہیں بلکہ طبیعت کے موافق ہے۔ اس لیے کوئی یہ نہیں کہتا کہ آج ہم اتنی دیر قید میں رہے اور فرض کرو اگر اسی پاخانہ میں کسی کو بلاضرورت بند کر دیا جائے کہ باہر سے زنجیر لگائیں اور ایک پہرہ دار کھڑا کر دیا جائے اور اس سے کہہ دیا جائے کہ خبردار! یہ آدمی یہاں سے نکلنے نہ پائے تو اس صورت میں بے شک یہ حبس (قید) طبیعت کے خلاف ہوگا اور اس کو ضرور قید کہیں گے اور اس صورت میں بند کرنے والے پر بے جا قید کرنے کا مقدمہ قائم ہوسکتا ہے۔

بتلائیے ان دونوں صورتوں میں کیا فرق ہے؟ فرق صرف یہ ہے کہ پہلی صورت میں حبس (قید) طبیعت کے خلاف نہیں اور دوسری صورت میں طبیعت کے خلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مطلق حبس (یعنی ہر پابندی اور روکنے) کو قید نہیں کہہ سکتے بلکہ طبیعت کے خلاف حبس کو قید کہتے ہیں۔ پس پہلے آپ کو یہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان عورتیں جو پردہ میں رہتی ہیں وہ ان کی طبیعت کے موافق ہے یا خلاف؟ اس کے بعد یہ کہنے کا حق تھا کہ پردہ قید ہے یا نہیں؟

میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ پردہ مسلمان عورتوں کی طبیعت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مسلمان عورت کے لیے حیا امر طبعی ہے (یعنی فطرت اور طبیعت کا تقاضا ہے) لہٰذا پردہ کا حبس طبیعت کے موافق ہوا اور اس کو قید کہنا غلط ہے۔ ان کی حیاء کا تقاضا یہی ہے کہ (عورتیں) پردہ میں مستور (چھپی) رہیں بلکہ اگر ان کو باہر پھرنے پر مجبور کیا جائے تو یہ طبیعت کے خلاف ہوگا اور اس کو قید کہنا چاہیے۔ (وعظ کساء النساء معارف حکیم الامت)

پردہ میں غلو اور عورت پر ظلم مردوں کی ذمہ داری

ایسا پردہ نہ ہونا چاہیے جو قید کا مصداق ہو یعنی پردہ تو ضرور ہو مگر پردہ میں اس کی دلجوئی کا سامان بھی مہیا ہو۔ یہ نہیں کہ میاں صاحب نماز کو جائیں تو باہر سے تالا لگا کر جائیں کسی سے اس کو ملنے نہ دیں' نہ اس کی دسراہت (دلجوئی) کا سامان کریں۔ بے شک پردہ میں عورتوں کی دلچسپی کا ایسا سامان (انتظام) کریں کہ ان کو باہر نکلنے کی ہوس ہی نہ ہو۔

سمجھنے کی بات ہے کہ اگر مردوں کو کسی وقت وحشت ہوتی ہے تو باہر جا کر ہم جنسوں میں دل بہلا سکتے ہیں، بے چاری عورتیں پردہ میں اکیلی کس طرح ہم جنسوں میں جا کر دل بہلائیں؟ تم کو چاہیے کہ یا تو خود اس کے پاس بیٹھو یا تم کو فرصت نہیں ہے تو اس کی کسی ہم جنس عورت کو اس کے پاس رکھو۔ اگر کسی وقت کسی بات پر وہ شکایت بھی کرے تو معمولی بات پر برامت مانو، تمہارے سوا اس کا کون ہے جس سے وہ شکایت کرنے جائے اس کی شکایت کو ناز و محبت پر محمول کرو۔ (معارف حکیم الامت)

پردہ کی وجہ سے بے خبری اور بھولے پن کا شبہ

ہندوستان کی عورتیں اکثر تو ایسی ہیں کہ ان کو اپنے سواد نیا کی کچھ خبر نہیں ہوتی چاہے ان پر کچھ ہی گزر جائے مگر اپنے کونے سے الگ نہیں ہوتیں۔ بس ان کی وہ شان ہے جو حق تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

اَلْمُحْصِنَاتُ الْغَافِلَاتُ الْمُؤْمِنَاتُ ''یعنی پاک دامن ہیں اور بھولی ہیں چالاک نہیں۔''

اس میں غافلات بھولی بھالی کا لفظ کیسا پیارا معلوم ہوتا ہے کہ واقعی نقشہ کھینچ دیا اور یہ صفت عورتوں کے اندر پردہ کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ان کو چار دیواری کے سواد نیا کی کچھ خبر نہیں ہوتی جس کو آج کل کہا جاتا ہے کہ عورتوں کے پردہ نے مسلمانوں کا تنزل کر دیا کیونکہ عورتوں کو قید میں رہنے کی وجہ سے دنیا کی کچھ خبر نہیں ہوتی نہ صنعت وحرفت سیکھتی ہیں نہ علوم وفنون سے آگاہ ہیں۔ بس کمانے کا سارا بوجھ مردوں پر رہتا ہے۔ دوسری قوموں کی عورتیں خود بھی صنعت وحرفت سے کماتی رہتی ہیں۔

تو صاحبو! میں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے عورتوں کی تعریف میں بے خبر فرمایا ہے کہ تو ہزار خبر داریاں اس بے خبری پر قربان ہیں۔ جب حق تعالیٰ عورتوں کے بھولے پن اور بے خبری کی تعریف فرماتے ہیں تو سمجھ لو اسی میں خیر ہے اور اس خبر داری میں خیر نہیں جس کو تم تجویز کرتے ہو۔ تجربہ خود بتلا دے گا اور جو قرآن کو نہ مانے گا اسے زمانہ ہی خود بتلا دے گا۔ قرآن کی تعلیم یہی ہے کہ عورتوں کے لیے غافل و بے خبر ہونا ہی اچھا ہے۔ (حقوق البیت) اصلاح خواتین ص ۳۱۲۔

احادیث سے ثبوت حجاب

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(ترجمہ): ''یعنی عورتوں کو اپنے گھروں سے باہر نکلنے کا حق نہیں ہے لیکن اس وقت کہ وہ مجبور و مضطر ہو جائیں۔'' (طبرانی)

(۲) ترمذی شریف ج ۱ صفحہ ۱۴۰ میں ہے: عورت چھپانے کی چیز ہے (یعنی عورت کے لیے پردہ ضروری ہے) کیونکہ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک جھانک کرتا ہے۔ (ترمذی

شریف) بدظن لوگ جو بری نظر سے عورت کو تاکتے ہیں وہ سب شیطان ہیں کیونکہ گلی کوچوں اور بازاروں میں ان شیاطین کی کمی نہیں ہوتی اس واسطے عورت کو چاہیے کہ بلاضرورت شدید (شدید ضرورت کے بغیر) گھر سے باہر نہ نکلے حتیٰ کہ نماز کے لیے مسجدوں میں بھی نہ جائے۔

بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عورتوں کو نماز کے لیے مسجد میں جانے کی اجازت تھی لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہدایت تھی کہ (بیوتھن خیر لھن) ان کے گھر ان کے حق میں (مسجد کی حاضری سے بہتر ہیں) (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۹۶)

ان احادیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں عورتوں کے لیے مسجد میں نہ جانے کا پسند فرماتے تھے۔

ترجمہ: ”حضرت ابوحمید ساعدی کی اہلیہ محترمہ حضرت اُم حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، عرض کیا حضرت مجھے بڑا شوق ہے کہ میں آپ کے پیچھے نماز پڑھا کروں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتی ہو لیکن تمہاری نماز تمہاری بند کوٹھری میں صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن کی نماز احاطہ کی نماز سے بہتر ہے اور احاطہ کی نماز محلّہ کی مسجد کی نماز سے افضل ہے اور محلّہ کی مسجد کی نماز ہماری مسجد (مسجد نبویؐ) میں آکر پڑھنے سے بہتر ہے۔ چنانچہ امام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمائش کر کے اپنے کمرے (کوٹھے) کے آخری کنارے (کونہ) میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا مسجد نماز پڑھنے کی جگہ بنوائی وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک ان کا وصال ہوا اور اپنے خدا کے حضور میں حاضر ہوئیں۔ (ترغیب ترہیب ج ۱ صفحہ ۱۸۷)

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا اور عورتوں کی حالت میں تبدیلی ہوئی اچھے لباس زینت خوشبو وغیرہ کے استعمال کا رواج ہوا تو حضرت عمر فاروق نے ان عورتوں کو جو مسجد میں آجاتی تھیں منع فرمایا۔ تمام صحابہ نے اس کو پسند فرمایا کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ البتہ بعض عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی شکایت کی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا: ترجمہ: ”یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو دیکھتے جو اس وقت عورتوں نے ایجاد کر لی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسجد میں جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔“

(صحیح بخاری شریف ج ۱ صفحہ ۱۲۰ پارہ ۴) (صحیح مسلم شریف ج ۱ صفحہ ۱۸۳)

بخاری شریف کی شرح (عینی) میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے روز کھڑے

ہو کر کنکریاں مارتے اور عورتوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے۔ (عینی شرح بخاری)

اس لیے فقہاء رحمہم اللہ نے بھی ممنوع اور مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا۔ (ترجمہ): "یعنی عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔ اگرچہ جمعہ میں اور عیدین میں اور وعظ کی مجلس میں ہو، چاہے بوڑھی ہو یا جوان، رات ہو یا دن، بوجہ فساد زمانہ مفتی بہ مذہب یہی ہے۔" (درمختار مع الشامی ج ۱ صفحہ ۵۲۹)

(۳) آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو نابینا صحابی سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہؓ ہم دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ (نابینا صحابی) حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ پردہ کرلو میں نے عرض کیا کیا یہ ایسے اندھے نہیں ہیں کہ ہمیں دیکھ نہ سکیں۔ جب یہ دیکھ نہیں سکتے تو ہم پردہ کیوں کریں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو کیا تم ان کو نہیں دیکھ سکتیں؟

(عن اُم مسلمة انها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم. الخ)
(مشكوة شريف صفحه ۲۶۹)

نیز ارشاد ہوا عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت ہی میں پشت پھیر کر جاتی ہے۔ یعنی عورت کا سامنا بھی وسوسہ انگیز ہوتا ہے اور شیطان کی طرح برے خیالات دل میں ڈالتا ہے اور جب پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو یہ حصہ بھی شہوت انگیز ہوتا ہے اور شیطان کو موقع دیتا ہے کہ وہ نفس کو برگشتہ کرے۔ (واللہ اعلم) (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۸ باب النظر الی المخطوبہ)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "یعنی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے اور کان زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا غیر کی آواز کو سننا ہے۔ یہاں تک کہ عورتوں کو جہری نماز پکار کر قرأت سے کرنا جائز نہیں اور زبان زنا کرتی ہے اور اس کا زنا غیر سے از راہ شہوت باتیں کرنا ہے۔ حتیٰ کہ جوان عورت کے لیے غیر محرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا غیر محرم کو پکڑنا (چھونا) ہے اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا غیر محرم کی طرف برے ارادے سے چلنا ہے اور دل میں خواہش وتمنا کرنا ہے اور پھر شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے"۔ (مسلم شریف ج ۲ صفحہ ۳۳۶، ابوداؤد شریف، ج ۱ صفحہ ۲۹۹)

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے بھائی سے جو باپ کی باندی کے بطن سے تھا پردہ کرنے کا حکم دیا۔ وہ عتبہ کے مشابہ تھا۔ چنانچہ وہ

لڑکا اپنی بہن سے تاحیات نہ مل سکا۔ (بخاری شریف ج ۱ صفحہ ۲۸۳)

(۶) ایک لڑکا جنگ میں شہید ہوگیا تو تفتیش حال کے لیے اس کی والدہ برقع میں حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حاضرین متعجب ہوکر کہنے لگے اس پریشانی میں بھی نقاب نہیں چھوڑا، صحابیہ نے جواب میں فرمایا کہ "میرا بیٹا گم ہوگیا ہے میری شرم و حیا تو نہیں گم ہوئی۔" (ابوداؤد شریف ج ۱ صفحہ ۳۴۴)

(۷) حضرت اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، حکم دیا تھا کہ عید کے روز مسلمانوں کی شان و شوکت بڑھانے کے لیے حیض والی عورتوں کو اور پردہ نشین عورتوں کو بھی لایا جائے۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث میں ذوات الخدور کا لفظ ہے جس کے معنی پردہ میں رہنے والی عورت ہوتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۲۵)

اس پردہ کی بناء پر ہدایت یہ فرمائی تھی کہ عورتیں بڑی چادریں اچھی طرح لپیٹ کر آئیں۔ کچھ عورتوں نے عرض کیا کہ اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو تو ارشاد فرمایا: اس کی کوئی ساتھی اپنی چادر میں اس کو چھپالے۔ (بہرحال پردہ ضروری ہے)

مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک زمانہ میں پردہ کا بڑا اہتمام تھا۔ چنانچہ احیاء العلوم میں ہے: **والنساء یخرجن متنقبات**: (یعنی عورتیں نقاب ڈال کر نکلا کرتی تھیں۔ صفحہ ۲۸ ج ۲)

طبعی (قضاء حاجت وغیرہ) (اور شرعی حج وغیرہ) ضرورت سے عورت کو کسی وقت باہر نکلنا پڑے تو قرآنی تعلیم اور ہدایت نبوی کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا کہ نگاہیں نیچی رکھیں۔ قرآن مجید میں ہے: "یعنی اور آپ مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں"۔ (سورہ نور)

کیا بیوی کو نیم عریاں لباس سے منع کرنا اس کی دل شکنی ہے؟

سوال: اگر بیوی نیم عریاں لباس پہنے مثلاً ساڑھی وغیرہ جس میں اس کا پیٹ ناف تک کھلا ہوتا ہے تو اس کا شوہر اس کو منع کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ ڈانٹ کر منع کردیتا ہے اس پر بیوی روتی ہے تو کیا یہ دل شکنی ہوگی؟ اور یہ گناہ ہوگا یا نہیں؟

جواب: بیوی اگر گناہ میں مبتلا ہو تو شوہر پر لازم ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اس کی اصلاح کی کوشش کرے اگر ڈانٹنے سے اصلاح ہو سکتی ہے تو یہ بھی کرے۔ اگر دل شکنی ہوتی ہوئی دیکھی تو دل شکنی کی پروانہ کرے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۰ ج ۸)

فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو بھائی بہن گلے مل سکتے ہیں؟

سوال: بھائی بہن ایک دوسرے کے گلے لگ کر مل سکتے ہیں؟

جواب: فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۵۰ ج ۸)

عورت کی آواز بھی شرعاً ستر ہے

سوال: بعض برادریوں میں شادی بیاہ کے موقع پر خصوصاً عورتوں کی مجالس ہوتی ہیں جن عورتیں جمع ہوتی ہیں اور لاؤڈ اسپیکر پر ایک عورت وعظ ونصیحت کرتی ہے۔ خوش الحانی سے نعتیں پڑھی جاتی ہیں غیر مرد سنتے ہیں اور خوش الحانی سے پڑھی گئی نعتوں میں لذت لیتے ہیں۔ یہ مجالس آیا ناجائز ہیں یا جائز۔ اگر غیر مرد اس میں دلچسپی لیں تو اس کا گناہ منتظمین پر ہوتا ہے یا نہیں؟ اس مقصد کے لیے صحیح لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے؟

جواب: عورت کی آواز شرعاً ستر ہے اور غیر مردوں کو اس کا سننا اور سنانا جائز نہیں۔ خصوصاً جب کہ موجب فتنہ (فتنہ کا اندیشہ) ہو، منتظمین یہ گانے والیاں اور سننے والے سبھی گنہگار ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور بددعا کے مستحق ہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

اجنبی مرد سے نرمی سے گفتگو کرنے کا نقصان

اس کی دلیل بھی خود اس آیت میں موجود ہے کہ **فلا تخضعن بالقول** کے بعد ہی بطور نتیجہ کے فرماتے ہیں **فیطمع الذی فی قلبه مرض** کہ اگر نرم لہجہ سے بات کی گئی تو جس کے دل میں روگ ہے اس کے دل میں لالچ پیدا ہوگا اور وہ لہجہ کی نرمی سے سمجھ لے گا کہ یہاں قابو چل سکتا ہے وہ اس کی تدبیریں اختیار کرے گا۔ دیکھئے خود حق تعالیٰ لہجہ کی نرمی کا یہ اثر بتا رہے ہیں پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ اس اثر کا انکار کرے۔ میں اپنی طرف سے تو نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ الفاظ قرآنی صاف بتلا رہے ہیں کہ عورتوں کا مردوں سے نرم گفتگو کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں لالچ پیدا ہوتی ہے۔ (اصلاح خواتین ص ۳۳۸)

دیور اور جیٹھ سے پردہ ضروری ہے
اس معاملے میں والدین کی باتیں نہ مانی جائیں

سوال: آج کل بہت سے جرائم دیور اور جیٹھ کی وجہ سے ہورہے ہیں۔ میری نگاہ سے ایک حدیث گزری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دیور بھابی سے پردہ نہ کرے تو اس پر ہلاکت ہو اور اگر بھائی اس سے پردہ نہ کرے تو اس پر ہلاکت ہو' میں نے جب یہ شرط اپنے گھر میں عائد کی یعنی اپنی بیوی سے دیور اور جیٹھ کے پردہ کے لیے کہا تو میرے گھر والوں نے مجھے گھر سے نکل جانے کی دھمکی دی۔ دوسری طرف یہ بھی ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے' ایک سنت پر عمل کرنے کے لیے دوسری سنت کو ترک کرنا پڑ رہا ہے' اگر کہیں یہ عمل ہوتا ہے تو معاشرے کے لوگ اسے بے غیرت کہتے ہیں کہ اپنے بھائیوں پر شک کرتا ہے' میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ قرآن وسنت کی روشنی میں اس نازک مسئلہ کا حل بتایا جائے؟

جواب: عورت اپنے دیور جیٹھ کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے' چہرے کا پردہ کرے' بے تکلفی کے ساتھ باتیں نہ کرے' ہنسی' مذاق نہ کرے' بس اتنا کافی ہے اس پر بیوی کو سمجھا لیجئے۔ آج کل چونکہ پردہ کا رواج نہیں اس لیے معیوب سمجھا جاتا ہے' والدین کی بے ادبی تو نہ کی جائے لیکن خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بات کہیں تو ان کے حکم کی تعمیل نہ کی جائے۔ (آپ کے مسائل ص ۵۸ ج ۸)

عورت کا مرد ڈاکٹر سے پوشیدہ جگہوں کا علاج کرنا

سوال: میرے دوست کی بیوی جنسی علاج کی غرض سے سول ہسپتال گئی' وہاں پر اس نے دیکھا کہ مرد ڈاکٹر عورتوں کو برہنہ کرکے ان کا چیک اپ کرتے ہیں' جب اس عورت کو مرد ڈاکٹر نے برہنہ ہونے کو کہا تو اس نے اپنا علاج کرانے سے انکار کردیا اور وہ گھر چلی آئی۔ یہ عورت ابھی تک اس جنسی مرض میں مبتلا ہے۔ کیا شریعت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ کوئی مرد علاج کی غرض سے کسی مسلمان خاتون کے پوشیدہ حصہ کو اپنے ہاتھ سے چھوئے؟ اگر نہیں تو آپ خود بتائیے کہ مسلمان خواتین کس طرح اپنے مذہب کے بتائے ہوئے اصولوں پر زندگی گزاریں جبکہ علاج کرانا بھی ضروری ہو جب کہ آج کل سرکاری زچہ خانوں میں سارے کام مرد ڈاکٹر کرتے ہیں اور شریعت میں تو پردے کی اتنی اہمیت ہے کہ عورت کا ناخن تک کوئی غیر محرم مرد نہیں دیکھ سکتا؟ مولوی صاحب میرا مقصد صرف مسئلہ معلوم کرنا نہیں بلکہ آپ عالم دین کا یہ فرض ہے کہ آپ اس بڑھتی ہوئی بے غیرتی

کوروکیں ورنہ مستقبل میں ہمارے ملک کا ایسا حال ہوگا جیسا کہ آج کل یورپ کا ہے؟

جواب: مسئلہ تو آپ نہیں پوچھنا چاہتے اور اس بڑھتی ہوئی بے غیرتی کا انسداد میرے اور آپ کے بس کا نہیں یہ حکومت کا فرض ہے کہ خواتین کی اس بے حرمتی کا فوری انسداد کرے۔ شرم و حیاء ہی انسانیت کا جوہر ہے یہ نہ ہو تو انسان انسان نہیں بلکہ آدمی نما جانور ہے۔ بدقسمتی سے جدید تہذیب میں شرم و حیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف یورپ میں ہی نہیں بلکہ کراچی میں بھی عورتیں سر برہنہ بازاروں میں گشت کرتی ہیں دفتروں میں اجنبی مردوں کے برابر بیٹھتی اور بے تکلفی میں ان سے ہاتھ ملاتی' درزیوں کو کپڑوں کا ناپ دیتی ہیں' ان سے اپنے بدن کی پیمائش کراتی ہیں اور یہ سب کچھ ترقی کے نام پر ہو رہا ہے۔ جس معاشرے میں نہ اسلامی احکام کا کوئی لحاظ ہو نہ خدا اور رسول سے شرم ہو نہ عورتوں کو مردوں سے شرم ہو نہ انہیں اپنی نسوانیت کا احساس ہو وہاں اگر دائی جنائی کا کام بھی مردوں کے سپرد کر دیا جائے تو تہذیب جدید کے فلسفہ کے عین مطابق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بڑے گھرانوں کی بیگمات کو اس سانحہ کا علم ہے مگر ان کی طرف سے کبھی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں ہوئی جہاں تک ناگزیر حالات میں اجنبی مرد سے علاج کرانے کا تعلق ہے شریعت نے اس کی اجازت دی ہے مگر اسی کے ساتھ اس کی حدود بھی متعین کی ہیں۔ (یعنی انتہائی ضرورت اور لیڈی ڈاکٹر کی عدم دستیابی میں مرد ڈاکٹر سے علاج کرا سکتی ہے اور ضرورت سے زائد ستر نہ کھولے)۔ (آپ کے مسائل ص ۶۴ ج ۸)

لیڈی ڈاکٹر کو ہسپتال میں کتنا پردہ کرنا چاہیے؟

سوال: میں ڈاکٹر ہوں کیا میں اس طرح پردہ کر سکتی ہوں کہ گھر سے باہر تو چادر اس طرح اوڑھوں کہ پورا چہرہ ڈھک جائے اور مریضوں کے سامنے یا ہسپتال میں اس طرح کہ بال وغیرہ سب ڈھکے رہیں اور صرف چہرہ کھلا رہے؟

جواب: کوئی ایسی نقاب پہن لی جائے کہ نامحرموں کو چہرہ نظر نہ آئے۔ (آپ کے مسائل ص ۶۶ ج ۸)

برقعہ یا چادر میں صرف آنکھیں کھلی رکھنا جائز ہے

سوال: پردے کے بارے میں پوچھنا ہے کہ آج کل اس طرح برقعہ یا چادر اوڑھتے ہیں کہ ماتھے تک بال وغیرہ ڈھک جاتے ہیں اور نیچے سے چہرہ ناک تک صرف آنکھیں کھلی رہتی ہیں یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ طریقہ صحیح ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۶۶ ج ۸)

عورت اپنے محرم کے سامنے کتنا جسم کھلا رکھ سکتی ہے؟

سوال: عورت محرم کے سامنے کس حد تک جسم کھلا رکھ سکتی ہے؟ مثلاً ایک بہن اپنے بھائی کے سامنے؟
جواب: گھٹنے سے نیچے کا اور سینے سے اوپر کا حصہ سر، چہرہ بازو محرم کے سامنے کھولنا جائز ہے۔
(آپ کے مسائل ص ۱۶۷ ج ۸)

عورتوں کیلئے بازار میں جانے کا شرعی حکم

سوال: مسلمان عورتوں کو بازار میں جانا شریعت میں حلال ہے یا حرام یا مکروہ؟ شرعی دلیل کے ساتھ بیان کریں؟

جواب: **قال اللّٰہ تعالیٰ وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى الآية وقال اللّٰہ تعالیٰ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِيْنَةٍ وقال اللّٰہ تعالیٰ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ**

اس سے معلوم ہوا کہ زینت کے ساتھ عورت کو بازار میں یا مجمع میں نکلنا یا کسی محرم کے سامنے آنا قطعاً حرام ہے۔ البتہ اگر کوئی ضروری حاجت ہو اور ہیئۃ رثہ وثیاب بذلہ یعنی میلے کچیلے کپڑوں میں (بناؤ سنگار کیے بغیر) پردہ کر کے نکلے تو جائز ہے۔

لقوله تعالیٰ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ وَلقوله تعالیٰ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا.

(امداد الفتاویٰ ۴.۱۹۷ ص ۴. ۱۲۴)

عورت کو ضرورت کے وقت منہ ڈھانک کر خواہ تنہا یا کسی محرم یا ثقہ (معتبرہ) عورت کے ساتھ محارم (رشتہ دار) سے ملنے کے واسطے اور دیگر حوائج ضروریہ (ضروریات) کے واسطے گھر سے نکلنا جائز ہے مگر سفر کرنا بغیر محرم کے جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۱۹) اصلاح خواتین ص ۳۵۵۔

لڑکوں کا عورت لیکچرار سے تعلیم حاصل کرنا

سوال: اسلام کی رو سے یہ حکم ہے کہ عورت کو بے پردہ ہو کر باہر نہیں نکلنا چاہیے اب جبکہ خواتین طلبہ کے کالجز میں بھی آ چکی ہیں تو ہمیں پریڈ کے دوران ان سے سوال بھی پوچھنا پڑتا ہے تو پڑھانے والی گناہ گار ہیں کہ پڑھنے والے جب کہ ہم مجبور ہیں؟

جواب: عورتوں کا بے پردہ نکلنا جاہلیت جدید کا تحفہ ہے۔ شاید وہ وقت عنقریب آیا چاہتا ہے جس کی حدیث پاک میں خبر دی گئی ہے کہ مرد وعورت سر بازار جنسی خواہش پوری کیا کریں گے اور ان میں سب سے شریف آدمی وہ ہوگا جو صرف اتنا کہہ سکے گا کہ میاں اس کو کسی اوٹ میں لے جائے جہاں تک آپ کی مجبوری کا تعلق ہے بڑی حد تک یہ مجبوری مصنوعی ہے طلبہ اور جہاں بہت

سے مطالبات کرتے رہتے ہیں ان کے لیے احتجاج کرتے ہیں' کیا حکومت سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتے کہ انہیں اس گنہگار زندگی سے بچایا جائے؟ (آپ کے مسائل ص ۶۸ ج ۸)

عورتوں کا آفس میں بے پردہ کام کرنا

سوال: عورتوں کا بینکوں' آفسوں میں مردوں کے ساتھ کام کرنا کیسا ہے؟

جواب: عورتوں کا بے پردہ غیر مردوں کے ساتھ دفاتر میں کام کرنا مغربی تہذیب کا شاخسانہ ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ (آپ کے مسائل ص ۶۹ ج ۸)

مزدور عورتیں اور نوکرانیاں جو گھروں میں کام کرتی ہیں ان سے پردہ ہے یا نہیں؟

سوال: جو عورتیں کھانا پکاتی ہیں وہ اکثر گھر میں بے احتیاطی سے رہتی ہیں' سر کھلا رکھتی ہیں اور بعض اوقات آٹا گوندھنے میں کہنیاں کھلی رہتی ہیں تو ان کے بارے میں ستر کا کیا حکم ہے؟ آیا ضرورت کی وجہ سے یہ امور ان کے لیے درست ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مالک مکان کو کس طور سے احتیاط کرنی چاہیے؟

جواب: سر کھولنے کی تو کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ ذراعین (کلائیاں) میں امام ابو یوسف اجازت دیتے ہیں' کمافی کتاب الکراھیۃ من الھدایۃ اور مواضع غیر مباحہ کو (یعنی جن اعضاء کا چھپانا ضروری ہے) اگر عورت نہ ڈھانکے تو مرد کو غض بصرہ (نگاہ نیچی رکھنا) واجب ہے اور نظر فجاءۃ (یعنی اچانک نگاہ پڑ جانا) معصیت نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۔۲۰۰) اصلاح خواتین ص ۳۵۳۔

عورت کو ملازمت کرنا ممنوع قرار کیوں نہیں دیتے؟

سوال: اگر مذہب اسلام عورتوں کو اس قسم کی اجازت نہیں دیتا تو کیا اسلامی مملکت کی حیثیت سے ہمارا فرض نہیں کہ عورتوں کی ملازمت کو ممنوع قرار دیا جائے یا کم از کم ان کے لیے پردہ یا علیحدگی لازمی قرار دی جائے؟

جواب: بلاشبہ فرض ہے اور جب کبھی صحیح اسلامی مملکت قائم ہوئی انشاء اللہ عورت کی یہ تذلیل نہ ہوگی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

ازواج مطہرات پر حجاب کی حیثیت قرآن سے پردہ کا ثبوت

سوال: ازواج مطہرات پر حجاب فرض تھا یا واجب؟

جواب: فرض تھا۔

سوال: اور عام مومنات کو اور ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم برابر ہے یا فرق ہے؟

جواب: برابر ہے مگر احترام وعظمت کے اعتبار سے شدت وضعف کا فرق ہے۔

سوال: اگر ہے تو کس وجہ سے ہے؟

جواب: لقوله تعالٰی لستن كاحد من النساء .الخ ؟

ترجمہ: "اے ازواج مطہرات تم دوسری عورتوں میں سے کسی کی طرح نہیں ہو۔ یعنی تمہارا مرتبہ اونچا ہے۔"

سوال: اور قرآن مجید کی کس آیت سے حکم پردہ کی تائید ہوتی ہے؟

جواب: یایها النبی قل لازواجک ونساء المومنین الآیة . (الاحزاب آیت نمبر ۳۳) (آپ کے مسائل ص۹۱ ج ۸)

بہنوئی سے پردہ ضروری ہے چاہے اس نے سالی کو بچپن سے بیٹی کی طرح پالا ہو

سوال: میں اپنے بہنوئی (دولہا بھائی) کے پاس رہتی ہوں' بچپن ہی سے انہوں نے مجھے اپنی بیٹی کی طرح پالا ہے۔ مجھے بہت چاہتے ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا بہنوئی سے پردہ ہے یا نہیں؟ بہنوئی سے نکاح نہیں ہوسکتا اس لیے میرے خیال میں ان سے پردہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ہے تو میں کیا کروں؟ میرا یہ مسئلہ اسلامی مسئلہ کے ساتھ ساتھ ذہنی اور نفسیاتی مسئلہ بن گیا ہے کیونکہ میری بہت خواہش ہے کہ میں نیک بن جاؤں' اس مقصد کے لیے میں نے ہر برائی کو اپنے دل پر پتھر رکھ کر ختم کردیا ہے لیکن یہ مسئلہ میرے بس کا روگ نہیں۔ باجی مجھے بہت چاہتی ہیں' اپنے آپ سے نہیں جدا کرسکتیں کیونکہ وہ بہت بیمار رہتی ہیں' ان کی کوئی بیٹی بھی نہیں ہے' سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن جس انسان کے چوبیس گھنٹے ساتھ رہا جائے اس سے پردہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس لیے میں ہر وقت پریشان رہتی ہوں' شدید ذہنی الجھن کا شکار ہوں' ہر وقت خوف خدا اور خدا کے عذاب کے کھٹکے نے مجھ سے میرا چین چھین لیا ہے' لوگ میری حالت پر شک کرتے ہیں اس مسئلہ کو جب بتاتی ہوں تو کوئی بھی یقین نہیں کرتا کہ میں اتنے سے مسئلے کے لیے اتنی پریشان ہوں' وہ اسے چھوٹا سا مسئلہ ہی سمجھتے ہیں لیکن میں اپنے ضمیر کو کس کونے میں سلاؤں جو ہر وقت مجھ کو پریشان کیے رکھتا ہے' میری عمر ۱۹ سال ہے' سیکنڈ ایئر کی طالبہ ہوں؟

جواب: پردہ تو بہنوئی سے بھی ہے لیکن اس صورت میں چادر کا پردہ کافی ہے۔ بلاضرورت بات نہ کی جائے نہ بلاضرورت سامنے آیا جائے اور حتی الوسع پورے بدن کو چھپا کر رکھا جائے اور اس میں کوتاہی ہو جائے تو توبہ واستغفار سے اس کی تلافی کی جائے۔ (آپ کے مسائل ص ۷۱ ج ۸)

منہ بولا باپ بھائی بیٹا اجنبی ہے' شرعاً ان سے پردہ لازم ہے؟

سوال: شریعت میں منہ بولے بیٹے باپ یا بھائی کی کیا حیثیت ہے؟ (سوال میں تلخیص کی گئی ہے)؟

جواب: شریعت میں منہ بولے بیٹے باپ یا بھائی کی کوئی حیثیت نہیں وہ بدستور اجنبی رہتے ہیں اور ان سے عورت کو پردہ کرنا لازم ہے اس منہ بولے کے چکر میں سینکڑوں خاندان اپنی عزت وآبرو نیلام کر چکے ہیں اس لیے اس عورت کا یہ کہنا کہ میں منہ بولے بھائی سے ضرور ملوں گی خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور بے حیائی کی بات ہے اور یہ کہنا کہ میرا ضمیر صاف ہے کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ گفتگو ضمیر کے صاف ہونے نہ ہونے پر نہیں' کسی کے ضمیر کی خبر یا تو اس کو ہوگی یا اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ کس کا ضمیر کس حد تک صاف ہے' گفتگو تو اس پر ہے کہ جب منہ بولا بھائی شرعاً اجنبی ہے تو اجنبی مرد سے شوہر کی طویل غیر حاضری میں مسلسل ملنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ اگر اس کا ضمیر صاف بھی ہو تب بھی تہمت اور انگشت نمائی کا موقع تو ہے اور حدیث میں ایسے مواقع سے بچنے کی تاکید آئی ہے۔ حدیث میں ہے؟ **اتقوا مقام التهمة (الحديث)**

ترجمہ: ''تہمت کے مقام سے بچو'' (آپ کے مسائل ص ۷۲ ج ۸)

کیا شادی میں عورتوں کیلئے پردے میں کوئی تخفیف ہے؟

سوال: اکثر خواتین پردہ کرتی ہیں جب کہ شادی وغیرہ میں پردہ نہیں کرتیں حالانکہ وہاں ان کا سامنا مردوں سے بھی ہوتا ہے۔ اگر سامنا نہ بھی ہو تو مووی اور تصاویر میں یہ کسر پوری کر دیتے ہیں کہ باپردہ خواتین کو مرد حضرات بھی دیکھ لیتے ہیں' کیا یہ پردہ مناسب ہے؟ جبکہ میرے خیال میں شادی یا دوسری ایسی تقاریب میں بھی باپردہ رہنا چاہیے' چاہے مرد نہ بھی ہوں لیکن مووی بن رہی ہو' آپ بتائیے کہ کیا یہ پردہ دار خواتین کہلانے کی مستحق ہیں؟

جواب: آپ کا خیال صحیح ہے ایسی عورتیں پردہ دار نہیں بلکہ پردہ در ہیں۔ (آپ کے مسائل صفحہ ۷۶ ج ۸)

پردے کی حدود کیا ہے؟

سوال: اسلام میں صحیح پردہ کیا ہے؟ کیا ہاتھ پاؤں چہرہ آنکھیں کھلی رکھی جاسکتی ہیں' بہت سی لڑکیوں

کو اکثر چہرہ کھولے پردہ کرتے دیکھا ہے جب کہ میرے خیال میں چہرہ بھی پردہ کی چیز ہے مسلک حنفی اور اسلام میں ہاتھ پہنچوں تک پیر اور آنکھیں کھلی رکھنے کی اجازت ہے یا ہاتھ اور پاؤں پر بھی موزے اور دستانے استعمال کیے جائیں؟ مطلب یہ کہ آپ درست طریقہ پردہ کا وضاحت سے بتلایئے؟

جواب: پردہ میں ہاتھ پاؤں اور آنکھیں کھلی رہیں چہرہ چھپانا چاہیے۔(آپ کے مسائل صفحہ ۱۰۷ ج ۸)

چہرہ کا پردہ واجب ہونے کی شرعی دلیل

یایھا النّبی قل لّازواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنین یدنین علیھنّ من جلا بیبھنّ ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین.

ترجمہ: "اے پیغمبر اپنی بیبیوں اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ سر سے نیچی کر لیا کریں اپنے چہرہ کے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔"

یعنی کسی ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو چادر سے سر اور چہرہ بھی چھپالیا جائے۔جیسا کہ سورہ نور کے ختم کے قریب غیر متبرجات بزینتہ میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔(نمبرا بیان القرآن ۹۔۱۱۶۵ احزاب)

یدنین علیھن من جلابیبھن کی تفسیر میں صاحب درمنثور نے محمد ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اس کے معنی پوچھے تو انہوں نے چادر میں سر کے ساتھ چہرہ بھی چھپالیا اور ایک آنکھ کھلی رہنے دی اور اس حکم کی جو علت وہاں مذکور ہے ذٰلک ادنٰی ان یعرفن الخ اس کا حاصل بھی خوف فتنہ ہے۔گو فتنہ کے انواع مختلف ہوں۔(نمبر۲ بیان القرآن ص ۸۔۳۳ نور)

ایک شبہ اور اس کا جواب

پردہ کی آیت کے متعلق کسی صاحب نے ذکر کیا کہ اس (حکم) کی مخاطب تو ازواج مطہرات ہیں۔فرمایا لوگوں (کی سمجھ) میں بڑی کجی ہوگئی ہے۔اللہ تعالیٰ ایمان محفوظ رکھے۔اس قدر فتنے ہیں۔حالانکہ یہ موٹی سی بات ہے کہ اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو سمجھنا چاہیے کہ وہاں تو فتنہ کا احتمال کم تھا جب وہاں انسداد کیا گیا (یعنی پردہ کا حکم کیا گیا) یہاں تو بدرجہ اولیٰ اور زیادہ ضروری ہے (کیونکہ یہاں تو واقعی فتنہ کا احتمال ہے) فرمایا تعجب نہیں کچھ زمانہ بعد یہ کجی پیدا ہو کہ کلام مجید کے ہم مخاطب ہی نہیں کیونکہ (اس وقت) ہم موجود ہی نہیں تھے۔(نمبرا حسن العزیز نمبرا ص ۱۶۳ ملفوظ ص ۲۶۱)

چہرہ کا پردہ واجب ہونے کی قطعی دلیل

یایھا النّبی قل لّازواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنین یدنین علیھنّ من

جلا بیبھنّ ذٰلک ادنیٰ ان یعرفن. (احزاب)

ترجمہ: ''اے پیغمبر کہہ دیجئے اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہ نیچے لٹکا لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی چادریں۔''

اس آیت میں گھر سے باہر نکلنے کے ضابطہ کی تعلیم ہے کہ جو (نکلنا) کسی سفر وغیرہ کی ضرورت سے واقع ہو اس وقت بھی بے حجاب مت ہو بلکہ اپنی چادر کا پلہ اپنے چہرہ پر لٹکا لیں تاکہ چہرہ کسی کو نظر نہ آئے۔ ظاہر ہے کہ اس تصریح کے بعد اس کہنے کی گنجائش کب ہے کہ چہرہ کا چھپانا فرض اور واجب نہیں۔ (نمبر۲ القول الصواب فی تحقیق مسئلہ الحجاب ص ۱۰)

چہرہ کا پردہ ضروری ہونے کی ایک اور دلیل

اِحْرَامُ الرَّجُلِ فِیْ رَأسِہٖ وَاِحْرَامُ الْمَرْاَۃِ فِیْ وَجْھِھَا

(یعنی مرد کا احرام اس کے سر میں اور عورت کا احرام اس کے چہرہ میں ہے۔) مطلب یہ ہے کہ حج میں مردوں کو سر ڈھانکنا حرام ہے اور عورتوں کو چہرہ پر کپڑا ڈالنا ناجائز ہے مگر اس سے یہ استنباط نہیں ہوسکتا کہ پردہ عورتوں کو نہ کرنا چاہیے بلکہ اس سے تو اور پردہ کے تاکد (ضروری ہونے) پر استدلال ہوتا ہے کہ عورت کو ساری عمر چہرہ ڈھانکنا ضروری ہے۔ صرف حج میں اس کو منہ کھولنا چاہیے اگر یہ حج کی خصوصیت نہ ہوتی تو احرام المرأۃ فی وجھھا کے معنی کچھ نہیں ہوں گے۔ اگر عورت کو ساری عمر چہرہ کھولنا جائز ہوتا تو اس کے کیا معنی کہ عورت کا احرام چہرہ میں ہے۔ اسی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورت کے لیے چہرہ کا (پردہ) بہت قابل اہتمام ہے۔

احرام میں حکم دیا گیا ہے کہ مرد سر کھلا رکھیں اور عورتیں چہرہ کھلا رکھیں مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ کپڑا چہرہ سے نہ لگے یہ نہیں کہ اجنبی مردوں کو چہرہ دکھلاتی پھریں۔ پس (احرام میں بھی) عورتیں اپنے چہرہ پر اس طرح کپڑا لٹکائیں کہ چہرہ سے علیحدہ رہے۔ (نمبر ا الحج المبرور۔ التبلیغ ج ۳)

عورت کے لیے چہرہ کھولنے اور مردوں کو دیکھنے کا شرعی حکم

آیات واحادیث وروایات فقہیہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لیے اصلی حکم "احتجاب واستتار بجمیع اعضائھا وارکانھا" (یعنی پورے جسم اور تمام اعضاء کا پردہ اور خود پردہ میں رہنا شرعاً) ثابت ہے۔ البتہ جہاں ضرورت شدیدہ ہو یا بسبب کبرسن (بڑھاپے کی وجہ سے) مطلقاً فتنہ کا احتمال اور خواہش باقی نہیں وہاں چہرہ اور ہتھیلی کا کھولنا جائز ہے اور یہی مطلب ہے ان کے ستر نہ ہونے کا۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ مشتہات عورتوں کو اجنبی کے سامنے آنا ازروئے قرآن وحدیث وفقہ ناجائز ہے اور ضرورت میں برقعہ اوڑھ کر نکلے۔

(آیات واحادیث وروایات فقیہہ اصل کتاب میں موجود ہیں)۔(امدادالفتاویٰ)

اور چہرہ کھولنے یا نہ کھولنے کی سب تفصیل عورت کے فعل میں ہے باقی جو مرد کا فعل ہے یعنی نظر کرنا اس کا جدا حکم ہے۔ یعنی چہرہ کھولنے کا جواز نظر کرنے کے جواز کو مستلزم نہیں۔ پس جس صورت میں عورت کو کسی عضو کا کھولنا جائز ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مرد کو اس کا دیکھنا بھی جائز ہو بلکہ وہ محل محرم یا احتمال شہوت کی صورت میں غض بصر (نگاہ نیچی رکھنے) کا مامور رہے گا۔ چنانچہ خود آیت میں اس کی دلیل موجود ہے۔ **قل للمؤمنین یغضوا** ۔(امدادالفتاویٰ)

عورت کی آواز کا پردہ

عورت کی آواز کے عورت ہونے میں اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ عورت نہیں۔ (امدادالفتاویٰ)

لیکن عوارض کی وجہ سے بعض جائز امور کا ناجائز ہوجانا فقہ میں معروف ومشہور ہے اس لیے فتنہ کی وجہ سے عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے۔(امدادالفتاویٰ)

بعض فقہاء نے عورت کی آواز کو عورت (ستر) کہا ہے گو بدن مستور (پردہ) ہی میں ہو کیونکہ گفتگو اور کلام سے بھی عشق ہوجاتا ہے اور آواز سے بھی میلان ہوجاتا ہے۔(ملفوظات اشرفیہ)

عورت کی آواز تو بے شک عورت ہوتی ہے اس کو آہستہ بولنا چاہیے تاکہ کبھی کوئی آواز سن کر عاشق نہ ہوجائے۔ اس کے زور سے بولنے میں فتنہ ہے اس لیے (عورت کو) زور سے نہ بولنا چاہیے۔(الافاضات الیومیہ)

عورت کی قرأت اور نعت وغیرہ اجنبی مرد کو سننا جائز نہیں

اجنبی عورت یا مرد مشتہی سے گانا سننا یہ بھی ایک قسم کی بدکاری ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی لڑکے کی آواز سننے میں نفس کی شرارت ہو تو اس سے قرآن سننا بھی جائز نہیں۔ (دعوت عبدیت)

سوال: میں نے اپنے گھر میں عرصہ سے تجوید سکھائی ہے اللہ کا شکر ہے باقاعدہ پڑھنے لگی ہیں جن لوگوں کو اس امر کی اطلاع ہے وہ کبھی آکر کہتے ہیں کہ ہم سننا چاہتے ہیں اور ہیں معتمد لوگ تو پردہ کے ساتھ سنوادینا جائز ہے یا نہیں؟ اگرچہ ایسا کیا نہیں اب جیسا حکم ہوگا ویسا کروں گا؟

جواب: ہرگز جائز نہیں۔ **لانہ اسماع صوت المرأۃ بلا ضرورت شرعیۃ** (کیونکہ

عورت کی آواز کو بغیر شرعی ضرورت کے سنانا ہے اس لیے جائز نہیں۔) (امداد الفتاویٰ)

امرد اور عورت کی آواز اگر بلا قصد بھی کان میں پڑے تو کانوں کو بند کرلے۔ حضرت مولانا گنگوہی نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے روایت کی تھی کہ دہلی میں ایک شخص تھا اس نے ایک بار گانا گایا تھا اس کی وجہ سے تمام در و دیوار میں ایک زلزلہ سا آ گیا تھا۔

اسی طرح سے بعض اوقات کسی کی آواز سننے سے نفس میں مذموم ہیجان برا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

اگر قرآن شریف سن کر نفسانی کیفیت پیدا ہو تو محمود نہ ہوگی (بلکہ فتنہ کی وجہ سے مذموم اور ممنوع ہوگی) مثلاً کسی امرد سے قرآن شریف سنا اور اس کی آواز یا صورت سے قلب میں کیفیت پیدا ہوئی تو یہاں اسباب کو نہ دیکھیں گے آثار کو دیکھیں گے اور ظاہر ہے کہ وہ کیفیت یقیناً نفسانی ہوگی۔ (اس لیے ناجائز ہونے کا حکم لگایا جائے گا) (ملفوظات اشرفیہ) اصلاح خواتین ص ۳۳۰ تا ۳۳۲۔

عورت کے بناؤ سنگھار کے مسائل

عورتوں کا فیشن کیلئے بال اور بھنویں کٹوانا

سوال: کیا شریعت میں جائز ہے کہ عورتیں اپنی بھنویں بنائیں اور دوسروں کو دکھائیں اور اصلی بھنویں منڈوا کر سرمہ یا کسی اور کالی چیز سے نقلی بنائیں یا کچھ کم و بیش بال رہنے دیں؟ آج ملک بھر میں کم از کم میرے خیال کے مطابق ۷۵ فیصد پڑھی لکھی عورتیں بال کٹوا کر گھوم رہی ہیں اور ان کے سروں پر دوپٹے نہیں ہوتے' اگر کسی کے پاس دوپٹہ ہو بھی تو گلے میں رسی کی مانند ڈالا ہوتا ہے اور اگر ان سے کہیں کہ یہ اسلام میں جائز نہیں تو جواب ملتا ہے کہ ''اب ترقی کا دور ہے' اس میں سب کچھ جائز ہے اور پھر مرد بھی تو بال کٹواتے ہیں اور ہم مردوں کے شانہ بشانہ چل رہی ہیں اور مغربی لوگ بھی تو بال کٹواتے ہیں جو ہم سے زیادہ کر چکے ہیں؟

جواب: اس مسئلے کا حل واضح ہے کہ ایسی عورتوں کو نہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے نہ دین اسلام کی' ان کو ترقی کی ضرورت ہے لیکن مرنے کے بعد اس کی حقیقت معلوم ہوگی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو اس کو ہر کام میں اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو دیکھنا لازم ہے۔ آپ کے مسائل ج ۷ ص ۱۲۲۔

عورتوں کیلئے کس قسم کا میک اپ جائز ہے؟

سوال: ہماری خواتین اس بات پر بحث کرتی ہیں کہ انسان اپنی خوبصورتی کے لیے میک اپ کر سکتا ہے' معلوم یہ کرنا ہے کہ مذہب اسلام کی رو سے خواتین کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ بحثیت مسلمان میک اپ کریں جس میں سرخی پاؤڈر نیل پالش شامل ہے' کیا اس حالت میں محفل وعظ میں شرکت کرنا قرآن خوانی اور نماز وغیرہ پڑھنا صحیح ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے ایسا میک اپ کرنا جس سے اللہ تعالیٰ کی فطری تخلیق میں تغیر کرنے کی کوشش ہو جائز نہیں' مثلاً اپنے فطری اور خلقی باتوں کے ساتھ دوسرے انسانوں کے بالوں کو ملانا ہاں انسان کے علاوہ دوسرے کے مصنوعی بالوں کو ملانا جائز ہے جبکہ اس میک اپ میں سرخی پاؤڈر شامل ہے۔ البتہ ناخن پالش سے احتراز کیا جائے کیونکہ ناخن پالش دور کیے بغیر نہ وضو ہوتا ہے اور نہ ہی غسل۔ ناخن پالش کو ہر وضو کے لیے ہٹانا کار مشکل (مشکل کام) ہے اور جب ناخن پالش کو ہٹائے بغیر وضو یا غسل صحیح نہ ہوگا تو نماز بھی نہ ہوگی اس لیے ناخن پالش کی لعنت سے احتراز لازم ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

کیا عورت چہرے اور بازوؤں کے بال صاف کر سکتی ہے؟ نیز بھنوؤں کا حکم

سوال: میرے چہرے اور بازوؤں پر کافی گھنے بال ہیں' کیا میں ان بالوں کو صاف کر سکتی ہوں؟ اس میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟

جواب: صاف کر سکتی ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۱۲۳ ج ۷)

بھنوؤں کو صحیح کرنا

سوال: میری بھنویں آپس میں ملی ہوئی ہیں' میں بھنویں تو نہیں بناتی ہوں مگر بھنویں الگ کرنے کے لیے درمیان میں سے بال صاف کر دیتی ہوں' کیا میرا یہ عمل درست ہے؟

جواب: یہ عمل درست نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۱۳۵ ج ۷)

عورت کو پلکیں بنوانا کیسا ہے؟

سوال: لڑکیاں جو آج کل پلکیں بناتی ہیں کیا یہ جائز ہے؟ اور میں نے ایک کتاب میں پڑھا

تھا کہ عورت کو جسم کے ساتھ لوہا لگانا حرام ہے' کیا یہ درست ہے؟

جواب: پلکیں بنوانے کا فعل جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے' بنانے والی پر بھی اور بنوانے والی پر بھی۔ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۷۶)

ترجمہ: "حضرت ابوریحانہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں سے منع فرمایا ہے' بالوں کے ساتھ بال جوڑنے سے جسم پر گندوانے سے اور بال نوچنے سے۔ الخ"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۲۳)

چہرے اور بازوؤں کے بال کاٹنا عورت کیلئے کیسا ہے؟

سوال: کیا خواتین کے لیے چہرے' بازوؤں اور بھنوؤں کے درمیان کا رواں صاف کرنا گناہ ہے؟ جواب مدلل دیجئے گا؟

جواب: محض زیبائش کے لیے تو فطری بناوٹ کو بدلنا جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بال نوچنے اور نچوانے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۸۱) البتہ اگر عورت کے چہرے پر غیر معتاد (عادت کے برخلاف) بال اُگ آئیں تو ان کے صاف کرنے کی فقہاء نے اجازت لکھی ہے۔ اسی طرح جن بالوں سے شوہر کو نفرت ہو ان کے صاف کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ (مگر اس سے سر کے بال کٹوانے کی اجازت نہ سمجھ لی جائے) (آپ کے مسائل ص ۱۲۴ ج ۷)

عورتوں کو زینت میں اعتدال کی ضرورت

فرمایا: عورتوں کو زینت میں انہماک نہ ہونا چاہیے باقی اعتدال کے ساتھ تو زینت ضروری ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ مرد بی بی کو ترک زینت پر مار سکتا ہے مگر یہ نہ ہونا چاہیے کہ رات دن اسی فکر میں رہیں۔ (جواہر اشرفیہ ص ۳۴ بحوالہ خیر الاثاث) اشرف الاحکام ص ۱۸۹۔

بڑھتے ہوئے ناخن مکروہ ہیں

سوال: کیا بڑھتے ہوئے ناخن مکروہ ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! سخت مکروہ ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۱۲۹ ج ۷)

عورت کو سر کے بالوں کو دو چوٹیاں بنانا کیسا ہے؟

سوال: مسئلہ یوں ہے کہ میں کالج کی طالبہ ہوں اور اکثر دو چوٹی باندھ لیتی ہوں لیکن ایک دن میری سہیلی نے مجھے بتایا کہ دو چوٹی کا باندھنا سخت گناہ ہے اور مجھے قبر کے مردے کا حال بتایا

کہ جس کے پیروں کے انگوٹھے میں بال بندھ گئے تھے۔ میں نے تصدیق کے لیے اپنی خالہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی مجھے یہ کہا کہ یہ گناہ ہے اور مزید یہ بھی بتایا کہ میک اپ کرنا' ٹائیٹ کپڑے اور فیشن ایبل کپڑے پہننا بھی گناہ ہے اور ساتھ میں وہی واقعہ جو کہ میری سہیلی نے سنایا تھا۔ سنایا اس دن سے آج تک میں نے دو چوٹی نہیں باندھی لیکن میری دوسری سہیلی کا کہنا ہے کہ یہ سب وہم پرستی کی باتیں ہیں۔ وہ اصرار بھی کرتی ہے کہ میں دو چوٹی باندھوں' برائے مہربانی مجھے اسی ہفتہ کے صفحہ میں جواب دے کر اس پریشانی سے نجات دلائیں؟ میں آپ کی بہت مشکور ہوں گی؟

جواب: اس مسئلہ میں ایک اصولی قاعدہ سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمان کو ایسی وضع' قطع اور لباس کی ایسی تراش خراش کرنے کی اجازت نہیں جس میں کافروں یا فاسقوں اور بدکاروں کی مشابہت پائی جائے۔ اگر کوئی شخص خواہ مومن مرد ہو یا عورت ایسا کرے گا تو اس کو کافروں کی شکل وصورت محبوب ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی موجب ہے دو چوٹیوں کا فیشن بھی غلط ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۲۴ ج ۷)

بیوٹی پارلرز کی شرعی حیثیت

سوال: (الف) ہمارے شہر کراچی میں بیوٹی پارلرز کی بہتات ہے۔ اسلام میں ان بیوٹی پارلرز کے بارے میں کیا احکام ہیں؟ شہر کے مصروف کاروباری مراکز میں مرد کاروباری حضرات کے ساتھ بیوٹی پارلرز کی دکانیں کھلی ہوئی ہیں' برائے مہربانی شرع کے لحاظ سے ان بیوٹی پارلرز کے لیے کیا حکم ہے تحریر کریں؟ کیا مرد اور عورت ساتھ ساتھ کاروبار کر سکتے ہیں؟

(ب) کیا خواتین کا بیوٹی پارلرز کا کام سیکھنا اور اس کو بطور پیشہ اپنانا اسلام میں جائز ہے؟

(ج) بیوٹی پارلرز میں جس انداز سے خواتین کا بناؤ سنگھار کیا جاتا ہے کیا وہ اسلام میں جائز ہے؟ کیونکہ بیوٹی پارلرز سے واپس آنے کے بعد عورت اور مرد میں فرق معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے' ہمارے بیوٹی پارلرز میں خواتین کے بال جس انداز سے کاٹے جاتے ہیں کیا وہ شرع کے لحاظ سے جائز ہیں؟

(د) بعض بیوٹی پارلرز کی آڑ میں لڑکیاں سپلائی کرنے کا کاروبار بھی ہوتا ہے' شرع کے لحاظ سے ایسے کاروبار کے لیے کیا حکم ہے؟ جس سے ملک میں فحاشی پھیلنے لگے؟

جواب: خواتین کو آرائش وزیبائش کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ حدود کے اندر ہو لیکن موجودہ دور میں بیوٹی پارلرز کا جو پیشہ کیا جاتا ہے اس میں چند در چند قباحتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے یہ پیشہ حرام ہے اور وہ قباحتیں مختصراً یہ ہیں:

اول: بعض جگہ مرد اس کام کو کرتے ہیں اور یہ خالصتاً بے حیائی ہے۔
دوم: ایسی خواتین بازاروں میں حسن کی نمائش کرتی پھرتی ہیں' یہ بھی بے حیائی ہے۔
سوم: جیسا کہ آپ نے نمبر۳ میں لکھا ہے بیوٹی پارلرز سے واپس آنے کے بعد مرد وعورت لڑکے اور لڑکی میں امتیاز مشکل ہوتا ہے حالانکہ مرد کا عورتوں اور عورت کا مردوں کی مشابہت کرنا موجب لعنت ہے۔
چہارم: جیسا کہ آپ نے نمبر۴ میں لکھا ہے یہ مراکز حسن' فحاشی کے خفیہ اڈے بھی ہیں۔
پنجم: عام تجربہ یہ ہے کہ ایسے کاروبار کرنے والوں کو (خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں) دین و ایمان سے کوئی واسطہ نہیں رہ جاتا ہے اس لیے یہ ظاہری زیبائش باطنی بگاڑ کا ذریعہ بھی ہے۔
(آپ کے مسائل ص۱۲۵ ج۷)

عورتوں کو بال چھوٹے کرنا موجب لعنت ہے

سوال: آج کل جو عورتیں اپنے سر کے بال فیشن کے طور پر چھوٹے کرواتی یا لڑکوں کی طرح بہت چھوٹے رکھتی ہیں ان کے لیے اسلام میں کیا حکم ہے؟
جواب: حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔'' (مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۳۸۰ بحوالہ بخاری) یہ حدیث آپ کے سوال کا جواب ہے۔
ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر۔'' (الحدیث) (آپ کے مسائل ص۱۲۷)

عورت کو آڑی مانگ نکالنا

سوال: میں نے اکثر بوڑھی خواتین سے سن رکھا ہے کہ لڑکیوں یا عورتوں کو آڑی مانگ نکالنا اسلام کی رو سے جائز نہیں وہ اس لیے کہ جب عورت کا انتقال ہوتا ہے تو اس کے بالوں سے بیچ کی مانگ نکالی جاتی ہے اور آڑی مانگ نکال نکال کر عادت ہو جاتی ہے اور پھر بیچ کی مانگ نکالنے میں مشکل ہوتا ہے۔ آپ فرمائیے کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا یہ بات درست ہے؟
جواب: ٹیڑھی مانگ نکالنا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ مسلمانوں میں اس کا رواج گمراہ قوموں کی تقلید سے ہوا ہے اس لیے ترک کرنا واجب ہے۔ (آپ کے مسائل ص۱۲۸)

عورتوں کیلئے بلیچ کریم کا استعمال جائز ہے

سوال: سوال یہ ہے کہ عورتوں کے منہ پر کالے بال ہوتے ہیں جس سے منہ کالا لگتا ہے اور ایسا لگتا ہے جیسے مونچھیں نکلی ہوئی ہوں اس کے لیے ایک کریم آتی ہے جس کو لگانے سے بال جلد کی رنگت جیسے ہو جاتے ہیں اور لگتا نہیں ہے کہ چہرے پر بال ہوں اس کو بلیچ کرنا کہتے ہیں تو کیا اس طرح بال کے رنگ کو بدلنے سے گناہ ہوتا ہے؟ اگر چہرہ سفید ہو اور بال کالے ہوں تو چہرہ برا لگتا ہے اس لیے لڑکیاں اور عورتیں بلیچ کرتی ہیں تو کیا یہ کرنا گناہ ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے چہرے کے بال نوچ کر صاف کرنا یا ان کی حیثیت تبدیل کرنا جائز ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۱۳۰ ج ۷)

عورت کو مردوں والا روپ بنانا

سوال: ہمارے خاندان میں ایک عورت ہے جس نے بچپن سے مردانہ چال ڈھال اختیار کی ہے، مردانہ لباس پہنتی ہے، مردوں جیسے بال رکھتی ہے، الغرض خود کو مرد کہتی ہے اور اگر خاندان کا کوئی مرد اس کو عورت کہتا ہے تو جھگڑا کرتی ہے اس کے علاوہ یہ عورت روزے اور نماز سخت پابندی سے ادا کرتی ہے اور خود کو لوگوں کے سامنے ایک دیندار اور صحیح مرد پیش کرتی ہے اور حقیقت میں وہ دیندار بھی ہے، آپ مجھے بتائیں کہ کیا شریعت کی رو سے یہ جائز ہے؟ اس عورت کی عمر اب چالیس سال کے برابر ہوگی؟

جواب: عورت کو مرد کی اور مرد کو عورت کی مشابہت حرام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ نمبر ۸۷۴) (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۳۵ ج ۷)

بھنوؤں کے بال بڑھ جائیں تو کٹوانا جائز ہے، اکھیڑنا جائز نہیں

سوال: بھنوؤں کے بال بڑھ جانے پر یا بے زیب ہونے پر کٹوائے یا موچنے سے اکھیڑے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بال بڑھ جائیں تو ان کو کٹوانا تو جائز ہے مگر موچنے سے اکھیڑنا درست نہیں۔

(آپ کے مسائل ص ۱۳۵ ج ۷)

عورتوں کو مختلف رنگوں کے کپڑے پہننا جائز ہے

سوال: ہمارے بزرگ چند رنگوں کے کپڑے، چوڑیاں (مثلاً کالے، نیلے رنگ) پہننے منع کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ فلاں رنگ کے کپڑے پہننے سے مصیبت آجاتی ہے؟ یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: مختلف رنگوں کی چوڑیاں اور کپڑے پہننا جائز ہے اور یہ خیال کہ فلاں رنگ سے مصیبت آئے گی محض توہم پرستی ہے رنگوں سے کچھ نہیں ہوتا اعمال سے انسان اللہ کی نظر میں مقبول یا مردود ہوتا ہے اور اس کے برے اعمال سے مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ آپ کے مسائل ج ۷ ص ۱۴۴۔

عورتوں کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تک ہونی چاہیے

سوال: آپ نے فرمایا تھا کہ ٹخنوں تک شلوار ہونی چاہیے تو یہ حکم عورتوں کے لیے بھی ہے یا صرف مردوں کے لیے مخصوص ہے اور ہر وقت یا صرف نماز تک کے لیے ہے؟

جواب: نہیں یہ مردوں کا حکم ہے۔ عورتوں کی شلوار ٹخنوں سے ہمیشہ نیچے تک ہونی چاہیے۔
(آپ کے مسائل ص ۱۴۴ ج ۷)

لباس میں تین چیزیں حرام ہیں

سوال: مردوں اور عورتوں کو لباس پہننے میں کیا احتیاط کرنی چاہیے؟

جواب: لباس میں تین چیزیں حرام ہیں:

۱- مردوں کو عورتوں اور عورتوں کو مردوں کی وضع کا لباس پہننا

۲- وضع قطع اور لباس کی تراش خراش میں فاسقوں اور بدکاروں کی مشابہت کرنا

۳- فخر و مباہات کے انداز کا لباس پہننا۔ اب یہ خود بھی دیکھ لیجئے کہ آپ کے لباس میں ان باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے یا نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۱۵۸ ج ۷)

عورتوں کو سونے' چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی پہننا

سوال: کیا عورتوں کی انگوٹھی کے بارے میں کوئی خاص حکم ہے؟

جواب: عورتوں کو سونے چاندی کے علاوہ اور کسی دھات کی انگوٹھی پہننا درست نہیں ہے۔
(آپ کے مسائل ص ۱۶۵ ج ۷)

بیل بوٹم پتلون پہننا لڑکے لڑکیوں کیلئے

سوال: بیل بوٹم پتلون پہننے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بیل بوٹم پتلون غیروں اور فاسقوں کا لباس شمار کیا جاتا ہے' دینداروں کے لیے برکتی رحمتی لباس چھوڑ کر غیروں اور فاسقوں کی وضع قطع طرز اختیار کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔

مالابدمنہ میں ہے مسلم را تشبہ بہ کفار و فساق حرام است

(ترجمہ): مسلمان کے لیے کافروں اور فاسقوں کی مشابہت حرام ہے۔ صفحہ ۱۳۱ کافروں اور فاسقوں کے لباس وغیرہ کے ساتھ جس درجہ کی مشابہت ہوگی اس درجہ ممانعت کا حکم عائد ہوگا جس لباس میں پوری مشابہت ہوگی وہ ناجائز اور حرام شمار ہوگا اور جس لباس میں تھوڑی مشابہت ہوگی وہ مکروہ شمار ہوگا۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ لڑکوں کی دیکھا دیکھی لڑکیاں بھی بیل بوٹم پتلون پہننے لگی ہیں۔ یہاں تک کہ بھائی بہن ایک دوسرے کی پتلون پہنتے ہیں اور اس کو کمال سمجھتے ہیں۔ یہ اخلاق کی کمزوری اور ذہنیت کے بگاڑ کی علامت ہے۔

عورتوں کو لازم ہے کہ مردوں کے طرز کے لباس سے بچیں نیز مردوں کو لازم ہے کہ عورتوں کے طرز کا لباس اختیار نہ کریں کہ موجب لعنت ہے۔ حدیث میں ہے:

ترجمہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس مرد پر جو عورت جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مرد جیسا لباس پہنے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۸۳)

اسی طرح مسلمانوں کو لازم ہے کہ غیروں کے لباس اور طرز طریقہ سے بچ کر رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **من تشبه بقوم فهو منهم** (یعنی جس آدمی نے کسی قوم کی صورت مشابہت اختیار کی تو وہ عقیدہ اور صورتاً اس قوم کا شکار بن جائے گا۔) (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۵)

اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو منع کیا کہ زعفران سے رنگے ہوئے لال کپڑے کافروں کا لباس ہے اس کو مت پہنو۔ ایک اور حدیث میں ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں عربی کمان تھی اور ایک شخصؓ (صحابیؓ) کے ہاتھ میں فارسی کمان تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو پھینک دو اور عربی کمان اختیار کر۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۳۹)

مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس اس سے بہتر نعم البدل موجود ہے تو دوسرے قوم کے پاس بھیک کیوں مانگتے ہو۔

بزرگان دین ہدایت فرماتے ہیں کہ یعنی کریموں اور پاک بازلوگوں کی مشابہت اختیار کرو۔ اگرچہ تم ان جیسے نہ ہو بے شک کریموں اور پاک بازوں کی مشابہت اختیار کرنے میں دین و دنیا کی بھلائی اور کامیابی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

ترجمہ: یعنی تمہارے جوانوں میں سب سے بہتر جوان وہ ہے جو بزرگوں کی مشابہت اختیار کرے اور تمہارے بوڑھوں میں سب سے بدترین بوڑھا وہ ہے جو نوجوانوں کی مشابہت اختیار کرے۔ (کنز العمال ج ا صفحہ ۱۲۹)

علامہ ابن حجر ہیثمیؒ (متوفی ۹۷۳ھ) اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر میں محدث مالک بن دینار کی روایت سے ایک نبی کی وحی نقل کی ہے۔

ترجمہ: یعنی خدا نے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اے نبی اپنی قوم سے کہہ دو کہ وہ میرے دشمنوں کے داخل ہونے کی جگہ سے داخل نہ ہوں، میرے دشمنوں کے لباس جیسا لباس نہ پہنیں اور میرے دشمنوں کی سواریوں پر سوار نہ ہوں اور میرے دشمنوں کے کھانے جیسا کھانا نہ کھائیں، یعنی تمہارے اور ان کے درمیان امتیاز ضروری ہے ورنہ تمہاری قوم بھی اسی طرح میرے دشمنوں کے زمرے میں داخل ہو جائے گی جیسے وہ میرے دشمن ہیں۔ (کتاب الزواجر عن اقتراب الکبائر صفحہ ۱۱ ج ۱) (فتاویٰ رحیمیہ)

عورت کے زیادہ لمبے بال کاٹ کر کم کرنا

سوال: میری بارہ سالہ بچی کے بال بہت لمبے اور گھنے ہیں جو سرین تک پہنچتے ہیں، بالوں کو دھونا اور صاف رکھنا اس کے لیے مشکل ہے جوئیں پڑنے کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں بالوں کی لمبائی قدرے کم کر دی جائے تو لڑکی با آسانی اپنے بالوں کو سنبھال سکے گی تو قدرے بال کٹوا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گھنے اور لمبے بال عورتوں اور بچیوں کے لیے باعث زینت ہیں۔ آسمانوں پر فرشتوں کی تسبیح ہے۔ (ترجمہ): پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی ہے اور عورتوں کو لٹوں اور چوٹیوں سے۔ (روح البیان صفحہ ۲۲۲، ج ۱، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۲۴۰/۶)

لہٰذا بالوں کو چھوٹا نہ کیا جائے۔ البتہ اتنے بڑے ہوں کہ سرین سے بھی نیچے ہو جائے اور عیب دار معلوم ہونے لگیں تو سرین سے نیچے والے حصے کے بالوں کو کاٹا جا سکتا ہے۔ فقط (فتاویٰ رحیمیہ)

"خاندانی منصوبہ بندی"

بانجھ پن کے اسباب

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لانے کے باوجود اولاد کا نہ ہونا مشیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔ ممکن ہے کہ میاں اور بیوی میں ہر لحاظ سے (بچے کی پیدائش کی) صلاحیت موجود ہو لیکن جب اللہ تعالیٰ ہی نہ چاہے تو دنیا بھر میں گھومنے اور بہتر سے بہتر علاج کرانے کے باوجود محروم ہمیشہ کے لیے محروم ہی رہتا ہے۔

اس باطنی اور حقیقی سبب کے علاوہ ''اہل طبائع'' کے نزدیک کچھ ظاہری اسباب اور عوامل کا بھی اثر رہتا ہے۔ اگرچہ امام رازی رحمۃ اللہ نے تفسیر کبیر میں اس کا سختی سے انکار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ کسی کے نطفہ میں بچے کی پیدائش کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نتیجہ ہے۔ طبعی اسباب کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں لیکن زیر نظر مسئلہ پر بحث کرنے کے لیے ہمیں ان طبعی اسباب کو مدنظر رکھنا ہوگا تا کہ اصل مسئلہ کے فہم وادراک میں کوئی دشواری نہ رہے۔ جملہ ضروری اور موقوف علیہ امور اور وسائل وذرائع کے اختیار کر لینے کے باوجود اولاد نہ ہونے کے چند عوارض ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

(الف): ممکن ہے کہ مرد کے مادہ تولید یعنی نطفہ میں وہ صلاحیت ہی نہ ہو کہ جس سے بچہ پیدا ہو۔

(ب): یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قصور عورت کی طرف سے ہو' عورت میں قصور ہونے کے مختلف اسباب ہیں۔ کبھی مادہ تولید میں صلاحیت نہیں ہوتی اور بعض اوقات مادہ تولید میں صلاحیت تو موجود ہوتی ہے لیکن ''رحم'' میں استقرار کی طاقت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے نطفہ مقررہ مدت تک ''رحم مادر'' میں نہیں رہ سکتا۔ انفرادی نقصان کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اگر اس جوڑے کے درمیان جدائی ہو جائے تو کسی ایک طرف کے ذی صلاحیت ہونے کی صورت میں کسی دوسرے ذی صلاحیت فرد سے رشتہ ہو جانے کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور میں یہ پہچان لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعے آسانی سے ہو سکتی ہے۔

(ج): ممکن ہے کہ دونوں جانب قصور کی وجہ سے یہ جوڑا عمر بھر بچے کی نعمت سے محروم رہے۔ جوڑے کی تبدیلی کے باوجود کسی ایک طرف سے ثمر آور ہونے کی امیدیں بہت کم ہوتی ہیں۔ فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۵۹۶۔

مانع حمل تدابیر کو قتل اولاد کا حکم دینا

سوال: سورہ بنی اسرائیل کی آیت: ''اور تم اپنی اولاد کو مال کے خوف سے قتل نہ کرو'' کی تفسیر میں مولانا مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں آج کل کی مانع حمل تدابیر کو بھی قتل اولاد میں شامل کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ موجودہ دور میں جو نامناسب تقسیم رزق اور دولت انسان نے خود قائم کی ہے وہ غاصب کے لیے تو پابند مسائل نہیں لیکن مظلوم اپنے حصے سے محروم ہے۔ اس صورت حال میں اگر وہ اپنی انفرادی حیثیت سے صرف مستقبل کے خوف سے مانع حمل تدابیر اختیار کرتا ہے تو کیا یہ خلاف حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا؟

ذات باری تعالیٰ پر یقین کامل اپنی جگہ اور اسی کی عطا کی ہوئی عقل سلیم ہمیں غور وفکر کی

دعوت بھی دیتی ہے۔ یہ بھی وجہ ہے کہ ہم بارش، دھوپ، آندھی، طوفان سے بچاؤ کی تدابیر کرتے ہیں تا کہ ایسے بھی بیٹھے رہتے ہیں کہ یہ سب اسی کے حکم سے ہوتا ہے اور یہ بھی اس کی رحمت ہے۔ مقصد کہنے کا یہ کہ جب ایک وجود کو اس نے زندگی دینی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی لیکن انسان صرف اپنی مصلحت کی بناء پر اس کے برخلاف تدابیر کرنے کی سعی کرے تو کیا یہ خلاف حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار ہوگا؟

جواب: منع حمل کی تدابیر کو قتل اولاد کا حکم دینا تو مشکل ہے۔ البتہ فقر کے خوف کی جو علت جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اندیشہ فقر کی بناء پر مانع حمل تدابیر اختیار کرنا غیر پسندیدہ فعل ہے اور آپ کا اس کو دوسری تدابیر پر قیاس کرنا صحیح نہیں اس لیے کہ دوسری جائز تدابیر کی تو نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ ان کا حکم فرمایا گیا ہے جب کہ منع حمل کی تدبیر کو ناپسند فرمایا گیا ہے۔ بہر حال منع حمل کی تدابیر مکروہ ہیں جب کہ ان کا منشاء محض اندیشہ فقر ہو اور اگر دوسری کوئی ضرورت موجود ہو مثلاً عورت کی صحت متحمل نہیں یا وہ اوپر تلے کے بچوں کی پرورش کرنے سے قاصر ہے تو مانع حمل تدابیر میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۳۴۶ ج ۷)

خاندانی منصوبہ بندی کا شرعی حکم

سوال: ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے شہروں اور دیہاتوں میں بھرپور پروپیگنڈہ کر کے عوام کو اور مسلمان قوم کو یہ تاکید کی جارہی ہے کہ وہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کر کے کم بچے پیدا کریں اور اپنے گھر اور ملک کو خوشحال بنائیں۔

محترم! اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جو انسان بھی دنیا میں جنم لیتا ہے اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے نہ کہ انسان کے ہاتھ میں ہے بلکہ انسان تو اس قدر گناہ گار اور سیاہ کار ہوتا ہے کہ وہ تو اس قابل بھی نہیں ہوتا کہ اسے رزق دیے جائیں اسے جو رزق ملتا ہے وہ بھی ان معصوم بچوں کے ہی طفیل ملتا ہے تو کیا بچوں کی پیدائش کو روکنے اور خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنے کی اسلام میں کوئی گنجائش ہے؟

جواب: خاندانی منصوبہ بندی کی جو تحریکیں آج عالمی سطح پر چل رہی ہیں ان کے بارے میں تو علمائے اُمت فرما چکے ہیں کہ یہ صحیح نہیں۔ البتہ کسی خاص عذر کی حالت میں جب کہ اطباء کے نزدیک عورت مزید بچوں کی پیدائش کے لائق نہ ہو علاجاً ضبط ولادت کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۴۷)

ضبط ولادت کی مختلف اقسام اور ان کا حکم

سوال: (۱) ضبط ولادت اور اسقاط حمل میں کیا فرق ہے؟ کون سا حرام ہے اور کون سا جائز؟

(۲) ایک لیڈی ڈاکٹر جو ضبط ولادت کا کام کرتی ہے اور دوائیں دیتی ہے اس کی کمائی حلال ہے یا حرام؟

جواب: ضبط تولید کے مختلف انواع ہیں: (۱) مانع حمل دوائیاں یا گولیاں استعمال کرنا (۲) حمل نہ ٹھہرنے کے لیے آپریشن کرانا (۳) حمل ٹھہر جانے کے بعد اس کو دواؤں سے ضائع کرانا (۴) اسقاط حمل کرانا (۵) یا مادہ منویہ اندر جانے سے روکنے کے لیے پلاسٹک کوئل استعمال کرنا۔

یہ سب اقسام ہیں: لہٰذا فقر اور احتیاجی کے خوف سے یا کثرت اولاد کو روکنے کے واسطے مذکورہ انواع میں سے جس کو بھی اختیار کیا جائے گا وہ ضبط تولید میں آئے گا اور ضبط تولید کے عمل کرنے اور کرانے والا دونوں گنہگار ہوں گے۔

مذکورہ بالا حالات میں ڈاکٹر کے لیے دوائیاں دینا بھی گناہ ہوگا یہ کہ کوئی مریض ایسا ہو کہ حمل کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور حمل بھی آبسا کہ اس میں جان پیدا نہ ہوئی ہو چار ماہ کی مدت سے کم ہو اس سے قبل اسقاط کرا سکتا ہے۔ ایسی خاص صورت میں ڈاکٹر بھی گنہگار نہ ہوگا اور مانع حمل اور اسقاط کی دوائی استعمال کرنے والا بھی گنہگار نہ ہوگا۔ (آپ کے مسائل ص ۳۴۷ ج ۷)

خاندانی منصوبہ بندی کا حدیث سے جواز ثابت کرنا غلط ہے

سوال: آج صفرا بائی ہسپتال نارتھ ناظم آباد جانے کا اتفاق ہوا وہاں ہسپتال کے مختلف شعبوں اور کوریڈور میں خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق ایک اشتہار دیکھا جس میں نفس کو مارنا جہاد عظیم قرار دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ نس بندی کی تعریف کی گئی تھی اور اسے بھی نفس کو مارنے سے تعبیر کیا گیا تھا اور ایک حدیث کا حوالہ تھا کہ ''مال کی قلت اور اولاد کی کثرت سے پناہ مانگو'' یعنی یہ حدیث قرآن کی ان تعلیمات کی بالکل ضد ہے جس میں اولاد کو فقر کے ڈر سے قتل سے منع کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ ہر ذی روح کو رزق دیتا ہے۔ کیا یہ حدیث قرآن کی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے؟ امید ہے کہ اس حدیث کی وضاحت فرمائیں گے؟

جواب: حدیث تو صحیح ہے مگر اس کا جو مطلب لیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مصائب کی مشقت سے اللہ کی پناہ مانگو اس کو اولاد کی بندش کے ساتھ جوڑنا غلط ہے اور نس بندی کو نفس کشی کہنا بھی محض اختراع ہے۔ نفس کشی کا مفہوم یہ ہے کہ نفس کو ناجائز اور غیر ضروری خواہشوں سے باز رکھا جائے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۴۷ ج ۷)

خاندانی منصوبہ بندی کی شرعی حیثیت

سوال: خاندانی منصوبہ بندی یا بچوں کی پیدائش کی روک تھام کے کسی بھی طریقہ پر عمل کرنا

گناہ صغیرہ ہے؟ گناہ کبیرہ ہے؟ یا شرک ہے؟

جواب: منع حمل کی تدابیر اگر بطور علاج کے ہو کہ عورت کی صحت متحمل نہیں تو بلا کراہت جائز ہے ورنہ مکروہ ہے اور اس نیت سے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا کہ بڑھتی ہوئی آبادی کو کنٹرول کیا جائے، شرعاً گناہ ہے، گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ اس کی مجھے تحقیق نہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۳۴۹ ج ۷)

مانع حمل ادویات اور غبارے استعمال کرنا

سوال: آج کل لوگ جماع کے وقت عام طور پر مانع حمل ادویات استعمال کرتے ہیں یا اس کی جگہ آج کل مختلف قسم کے غبارے چل رہے ہیں جن سے حمل قرار نہیں پاتا، کیا ایسا عمل جس سے حمل قرار نہ پائے جائز ہے؟ نیز کیا ان غباروں کا استعمال درست ہے؟

جواب: جائز ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۵۳ ج ۷)

قومی خودکشی

ان لازمی نتائج وخطرات کے علاوہ ایک ایسا منصوبہ جو ہمارے مسلم معاشرہ کے شرعی ومعاشی اور اخلاقی اقدار کے کسی پہلو سے بھی جوڑ نہیں کھا رہا موجودہ سنگین حالات میں جو بھارت جیسے عیار سامراج کے مقابلہ کی شکل ہمارے سامنے ہے ضروری ہے کہ اس منصوبہ کے اس مہلک پہلو پر بھی توجہ کی جائے جس کا خمیازہ ساری قوم وملت کو بھگتنے کا اندیشہ ہے۔ اس وقت جب کہ ظاہری اسباب میں ہماری کامیابی کا تمام تر دارومدار اس ملک کی عددی قوت اور افرادی اضافہ پر ایسی سکیموں کو زیر بحث لانا بھی قومی خودکشی کے مترادف ہے جن سے تجدید نسل یا نسل کشی کی حوصلہ افزائی ہو۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۶۰۷)

حمل کی تکلیف کے پیش نظر اسقاط کی تدبیر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں میری اہلیہ کو تین ماہ کا حمل ہے اس کو ہر مرتبہ حمل سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ ڈاکٹرنی کا مشورہ یہ ہے کہ حمل گرادیا جائے اور آپریشن کرالیا جائے، ڈاکٹرنی کا مشورہ قابل عمل ہے یا نہیں؟

جواب: سورت میں مولانا حکم سعید رشید اجمیری صاحب دامت برکاتہم حاذق اور عالم باعمل ہیں ان کو یا کسی اور حکیم حاذق دیندار کو دکھلایا جائے اور ان کے مشورہ کے مطابق عمل کیا جائے، محض ڈاکٹرنی کے کہنے سے حمل گرانا نہیں چاہیے، حمل میں تکلیف تو ہوگی مگر اس کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ”ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور

بالخصوص ماں کے ساتھ زیادہ کیونکہ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور پھر بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا اکثر تیس مہینہ میں پورا ہوتے ہے۔'' (قرآن مجید پارہ نمبر ۲۶ سورہ احقاف آیت نمبر ۱۵)

تفسیر مواہب الرحمٰن میں ہے: **حملته امه کرھاو وضعته کرھاً** تکلیف کے ساتھ اس کی ماں اس کا حمل رکھتی ہے اور تکلیف کے ساتھ اس کو جنتی ہے (ف) یعنی فرزند کے حمل میں اس کی ماں کو متلی شروع ہوتی ہے جس سے وہ بار بار قے کرتی ہے اور غذا ہضم نہ ہونے سے بیمار کی طرح زرد پڑ جاتی ہے اور جب پیٹ میں بچہ بڑا ہوتا ہے تو تعب ومشقت کے ساتھ اس کے بوجھ کو کرب کے ساتھ اٹھائے رہتی ہے۔ غرض کہ جب تک پیٹ میں رہتا ہے تب تک اس کو بچہ کی وجہ سے ہر طرح کی تکلیف و بے چینی لاحق رہتی ہے۔ پھر جب اس کو جنتی ہے تو اس حالت میں بھی جننا ایسی درد و تکلیف کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کو جان پر نوبت آجاتی ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے وہ کمال محبت سے صدمہ اپنی جان پر لیتی ہے اور یہ نہیں چاہتی کہ بچہ کی جان کو کچھ تکلیف پہنچے۔ پھر پیدا ہونے کے بعد بھی سینہ سے لگائے ہوئے اس کو اپنے بدن کا خون پلاتی ہے اور اپنے خون کو نہیں بلکہ اسی کا منہ تاکا کرتی ہے۔ اگر کسی وقت اس کا چہرہ ملول دیکھا تو بے انتہا محبت سے کملا جاتی ہے اور انہیں چاہتی کہ یہ ملول ہو بلکہ اس کی بلا و بیماری اپنی جان پر اوڑھ لینا چاہتی ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن صفحہ ۲۱ جلد نمبر ۲۶)

مذکورہ آیت وتفسیر سے ثابت ہوا کہ استقرار حمل سے لے کر وضع حمل تک عورت کو تکلیف ہوتی ہے۔ تکلیف کے بغیر یہ مراحل طے نہیں ہوتے مگر اس تکلیف پر عورت کو بہت اجر و ثواب ملتا ہے۔ محبوب سبحانی حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں ایک روایت بیان فرمائی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اور جو عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اسے اتنا اجر دیا جاتا ہے جتنا رات کو عبادت کرنے والے دن کو روزہ رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو ملتا ہے۔ جب اسے دردزہ لاحق ہوتا ہے تو ہر درد کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہ ماں کے پستان چوستا ہے تو ہر مرتبہ پستان چوسنے کے بدلے میں عورت کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہ شیر خوارگی کے ایام پورے کر لیتا ہے تو آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے اے عورت تو نے سابقہ زمانے کا عمل پورا کر لیا۔ (اب جو زمانہ باقی ہے اس میں اپنا عمل شروع کر)۔'' (غنیۃ الطالبین صفحہ ۹۳ فصل فی آداب النکاح)

بچہ کی ولادت کے وقت یا مدت نفاس میں خدانخواستہ اگر عورت کا انتقال ہو جائے تو اسے شہادت کا ثواب ملتا ہے اور وہ شہید کہلائے گی۔ شامی میں ہے:

قوله (والنفساء) ظاهره سواءً مات وقت الوضع او بعده قبل انقضاء مدت النفاس قوله وقد عدهم السيوطی الخ ای فی التثبيت نحو الثلاثين الخ شامی صفحه ۸۵۳ ج ا باب الشهيد.

غایۃ الاوطار میں ہے اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا مدت نفاس میں وہ شہیدہ ہے۔ (غایۃ الاوطار صفحہ ۴۲۷ ج ۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (مفتی عبدالرحیم لاجپوری)

پانچ مہینہ کی حمل کے متعلق ڈاکٹروں کی رائے اسقاط کی ہے تو کیا اسقاط درست ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہے جس کے حمل کا پانچواں مہینہ چل رہا ہے لیکن صورتحال یہ ہے کہ ڈاکٹروں نے کئی مرتبہ بچے کا اسکان (خصوصی مشین سے بچہ کو دیکھنا) کیا اور بتلایا کہ بچہ کی حالت اچھی نہیں ہے اس کی ماں کی جان بھی خطرہ میں ہو سکتی ہے کیونکہ بچہ کے اندر کئی قسم کے نقصانات ہیں؟

۱- دل بائیں جانب کے بجائے دائیں جانب ہے

۲- دل میں بجائے چار منافذ کے ایک منفذ ہے

۳- بچہ اگر عندالولادت زندہ بھی رہا تو نیلا رنگ ہوگا' نیز پیدا ہوتے ہی اس کا آپریشن کرنا ہوگا اور اس کے بعد بچہ کی حیات بھی موہومہ (یقینی نہیں ہے) ہے اور ولادت کے وقت تکلیف بھی بہت ہوگی' ان کی ماں پر ان باتوں کا بڑا اثر ہے ان حالات کی وجہ سے کچھ لوگوں کا اصرار ہے کہ اسقاط کیا جائے' ایک طبیب عالم اور ایک حکیم حاذق نے بھی یہی رائے دی ہے' ایسی صورت حال میں اسقاط کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: حمل کا پانچواں مہینہ ہے۔ بچہ کے اعضاء مکمل بن چکے ہوں گے اور روح پڑ چکی ہوگی ایسی حالت میں اسقاط حمل کی اجازت نہیں۔ ڈاکٹر جو بات کہہ رہے ہیں اس کا سو فیصد صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ حال ہی میں ایک جنین کے متعلق ڈاکٹری رپورٹ یہ تھی کہ بچہ کا صرف ایک پیر ہے دوسرا پیر نہیں ہے۔ ماشاء اللہ وہ بچہ صحیح سالم پیدا ہوا' دونوں پیر صحیح سلامت ہیں۔ لہٰذا اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے' دعاء کا سلسلہ جاری رکھیں' بوقت ولادت بچہ کی والدہ کو مؤطا امام کھول کر بتایا جائے۔ انشاء اللہ ولادت آسان ہوگی نیز ولادت کی سہولت کے جو مجرب اور صحیح عمل ہیں انہیں بھی اختیار کیا جائے۔

شامی میں ہے: **وفی الذخيرة لو ارادت القاء الماء بعد وصوله الی الرحم**

قالوا ان مضت مدة ینفخ فیه الروح لایباح لها وقبله اختلف المشائخ فیه الخ. (شامی ج۵ صفحه ۳۲۹ قبیل باب الاستبراء)
نیز درمختار میں ہے: ویکره ان تسعی لاسقاط حملها وجاز لعذر حیث لا یتصور.
شامی میں ہے: (قوله ویکره الخ) ای مطلقاً قبل التصور وبعده علی ما اختاره فی الخانیة کما قبیل الاستبراء وقال الا انهالا تأثم. الخ(درمختار و شامی صفحه ۳۷۹ ج۵ قبیل کتاب احیاء الموات)
غایة الاوطار میں ہے: ویکره ان تسعی لاسقاط حملها جاز بعذر حیث لایتصور اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جبکہ حمل کی صورت نہ بن گئی ہو (حمل گرانا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بن گئی ہو) عذر اسقاط یہ ہے کہ مثلاً عورت لڑکے کو دودھ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اس کے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہیں ہے اور ہلاکت طفل کا خوف ہے تو اس صورت میں حمل کا گرادینا علاج وغیرہ سے درست ہے۔ جب تک حمل ٹھہرا ہوا عضاء نہ بن گئے ہوں۔(غایۃ الاوطار ۲۴۹/۴ باب الاستبراء) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ جلد۱۰ص۱۹۲)

حاملہ کا مٹی کھانا

سوال: حاملہ عورت کو مٹی کھانے کی رغبت پیدا ہوتی ہے تو مٹی کھانا جائز ہے یا نہیں؟
جواب: اتنی مقدار کھانے کی اجازت ہے کہ صحت کے لیے مضر نہ ہو۔
فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اکل طین مکروه ذکر فی فتاویٰ ابی اللیث ذکر شمس الائمة الحلوانی فی شرح صومه اذا کان یخاف علی نفسه انه لو اکله او ورثه ذلک علة او ماخة لا یباح له التناول وکذلک هذا فی کل شیئی سوی الطین وان کان یتناول منه قلیلا او کان یفعل ذلک احیاناً لا بأس به الخ. فتاویٰ عالمگیری صفحه ۲۳۷ ج۶ کتاب کراهیة. فقط والله اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیه جلد۱۰ ص۱۴۳)

شدید تکلیف کی وجہ سے آپریشن کر کے بچہ دانی نکلوانا کیسا ہے؟

سوال: میری اہلیہ کو جب سے حمل ٹھہرتا ہے اس وقت سے ولادت تک تکلیف رہتی ہے، چکر

آتے ہیں کہیں جانا ہو تو راستے میں وقفہ وقفہ سے آرام کرتے ہوئے جانا پڑتا ہے اور میری اہلیہ ایک پاؤں سے معذور ہے اور بچہ اس طرف رہتا ہے جس کی وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور جب بچہ کی ولادت ہوتی ہے تو وہ الٹا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ اس کے بعد جو حمل رہے گا تو عورت کی جان خطرہ میں ہے تو ایسی حالت میں آپریشن کر کے بچہ دانی نکلوانے کی اجازت ہے؟

جواب: نکاح کا مقصد توالد وتناسل ہے اور کثرت اولاد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فخر کا سبب بھی ہے جس عورت کو اولاد زیادہ ہو ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننے والی ہو کہ (قیامت کے دن) تمہارے کثرت تعداد کی بناء پر میں دوسری اُمتوں پر فخر کر سکوں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۷ کتاب النکاح)

نیز حدیث میں ہے یعنی ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے چچا کی ایک لڑکی ہے جو حسین وجمیل اور صاحب مال ہے لیکن وہ بانجھ ہے کیا میں اس سے نکاح کروں۔ آپ نے دو یا تین مرتبہ اسے منع فرمایا' پھر ارشاد فرمایا بچے جننے والی سیاہ فام عورت مجھے اس خوبصورت مالدار بانجھ عورت سے زیادہ پسند ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں تمہاری کثرت تعداد سے دیگر اُمتوں پر فخر کروں گا۔

(مصنف عبدالرزاق' صفحہ ۱۶۰' صفحہ ۱۶۱' ج ۶' باب النکاح الابکار والمرأۃ العقیم)

شامی میں ہے: فی الحدیث سَوْدَاءُ وَلُوْدٌ خَیْرٌ مِنْ حَسْنَاءِ عَقِیْمٌ.

حدیث میں ہے بچے جننے کے قابل سیاہ فام عورت خوبصورت بانجھ عورت سے بہتر ہے۔

(شامی صفحہ ۳۶۰ ج ۲ کتاب النکاح)

نیز حدیث میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کرو نسل بڑھاؤ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۱۷۳ ج ۶ باب وجوب النکاح وفضلہا) (جامع الصغیر للعلامۃ السیوطی صفحہ ۱۱۱ حرف التاء)

نیز حدیث میں ہے: اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح کرنا میری سنت ہے جو شخص میری سنت پر عمل نہ کرے وہ میری جماعت سے نہیں۔ پس نکاح کرو میں تمہارے ذریعے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔ (ابن ماجہ شریف صفحہ ۳۴ باب ماجاء فی فضل النکاح)

ایام حمل کے مشقت ولادت کی تکلیف بعدہ رضاعت اور بچہ کی تربیت وغیرہ وغیرہ کے سلسلہ میں جو بھی تکلیف اور پریشانی برداشت کی جائے گی یہ سب انشاء اللہ موجب اجر وثواب ہے اور حمل و ولادت یہ مرحلہ ہی تکلیف کا ہے اور عموماً سب ہی کو یہ تکلیف ہوتی ہے۔ قرآن سے ثابت ہے:

حملته امهٗ کرهاً و وضعتهٗ کرهاً ''اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا۔'' (قرآن مجید پارہ نمبر ۲۶ رکوع نمبر ۲ سورہ ۱۵ حقاف)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فرامین اور ارشادات اور آپ کی پسند فرمودہ چیز کے پیش نظر مسئلہ بڑا نازک بن جاتا ہے اور اس سلسلہ میں غیر مسلم ڈاکٹر کی رائے قابل عمل نہیں ہوسکتی۔ علاج اور تدبیر سے کچھ مدت کے لیے حمل روکا جاسکتا ہے مگر بچہ دانی نکلوا کر ہمیشہ کے لیے خدا کی نعمت سے محروم ہونے کی کوشش کفران نعمت ہے اس کے لیے مسلمان دیندار حکیم حاذق یا مسلمان دیندار تجربہ کار ڈاکٹر کا فیصلہ قابل قبول ہوسکتا ہے۔ اہلیہ کو سورت میں حضرت حکیم سعد رشید اجمیری صاحب مدظلہ کو دکھایا جاوے اور ان سے علاج کر دیا جائے۔ علاج کے بعد اگر حکیم صاحب آپریشن کرنے اور بچہ دانی نکلوانے کا فیصلہ کریں تو ان کا فیصلہ قابل عمل ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۱۰ ص ۱۸۸)

اڑھائی ماہ کا حمل ساقط کرانا

سوال: میں شادی شدہ ہوں اور میرے تین بیٹے ہیں' آخری بیٹے کی عمر ۸ ماہ ہے۔ میری اہلیہ کی طبیعت ہر وقت خراب رہتی ہے۔ ڈاکٹروں کو دکھایا تو وہ کہتے ہیں کہ اہلیہ کو حمل رہ گیا ہے اور تقریباً دو اڑھائی ماہ کے درمیان کا ہے اور رحم پر ورم ہے' جس کی وجہ سے بچہ کی رحم میں جس طرح پرورش ہونی چاہیے وہ نہ ہوسکے گی اس لیے بچہ کی ماں کے لیے خطرہ ہے' اہلیہ کمزور بھی ہے وہ حمل ساقط کرانے کے لیے کہہ رہے ہیں اور آپریشن کرکے بچہ دانی نکلوانے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ آپ شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

جواب: بچہ کے بال انگلیاں پیر وغیرہ اعضاء بن گئے ہوں اور بچہ میں جان پڑ گئی ہو جس کی مدت ۱۲۰ دن ہے۔ (یعنی چار ماہ) ایسی حالت میں کسی کے نزدیک بھی حمل گرانا جائز نہیں ہے' حرام اور گناہ ہے اور اس سے قبل اگر شرعی عذر کی وجہ سے اسقاط حمل کرایا جائے مثلاً شیر خوار بچہ ہو اور استقرار حمل کی وجہ سے عورت کا دودھ خشک ہوگیا (اور بچہ کا باپ اس کے دودھ کا انتظام نہ کرسکتا ہو) اور اس وجہ سے بچہ کی جان کو خطرہ لاحق ہوگیا ہو تو حمل ساقط کرا دینے کی گنجائش ہے ورنہ گناہ ہے۔

شامی میں ہے: وفی الذخیرة لو ارادت القاء الماء بعد وصوله الی الرحم قالو ان خصت ممدت ینفخ فیه الروح الخ (شامی صفحه ۳۲۹ ج۵) قبیل باب الستر آء (فتاویٰ رحیمیه صفحه ۲۵۵ ج ۲).

نیز درمختار میں ہے: ویکره ان تسعی لاسقاط حملها وجاز لعذر حیث لایتصور.

شامی میں ہے: (قوله ویکره الخ) ای مطلقاً قبل التصور وبعد. علی مااختاره فی الخانیة کماقد مناه.

درمختار وشامی ج ۵ صفحہ ۳۷۹ قبیل کتاب احیاء الموات میں جو کچھ مذکور ہے ان عبارات فقہیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں حمل دو اڑھائی ماہ کے درمیان کا ہے۔ اہلیہ کا کسی مسلمان دیندار تجربہ کار حکیم سے علاج کرائیں۔ اگر ان کی رائے یہ ہو کہ عورت کی حالت بہت نازک ہے علاج سے اصلاح کی اور اچھا ہونے کی امید نہیں ہے اور آئندہ خطرہ ہے تو ایسی صورت میں حمل ساقط کرایا جا سکتا ہے اس بارے میں غیر مسلم ڈاکٹر کی رائے قابل عمل نہیں ہے۔ آپریشن کر کے بچہ دانی (رحم) نکلوا کر ہمیشہ کے لیے خود کو اولاد کی نعمت سے محروم کر لینے کی کوشش کفران نعمت اور شریعت کے اعتبار سے یہ بات نکاح کے مقصد اور منشاء کے خلاف ہے۔ کسی مسلمان دیندار تجربہ کار حکیم یا ڈاکٹر کا مشورہ ہو تو کچھ مدت کے لیے حمل کو رکوایا جا سکتا ہے مگر آپریشن کر کے ہمیشہ کے لیے صلاحیت تولید کو ختم کر دینا شرعاً جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ مسلمان دیندار تجربہ کار حکیم یا ڈاکٹر کے علاج کے بعد یہ فیصلہ کریں کہ اب آپریشن کے سوا کوئی صورت نہیں ہے۔ عورت کی جان کو سخت خطرہ ہے تو ایسی مجبوری اور اضطرار کی صورت میں اس کی گنجائش ہو سکتی ہے اس صورت میں بھی غیر مسلم ڈاکٹر کی رائے قابل عمل نہیں ہو سکتی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ)

عورت کے شکم میں بچہ مر جائے تو نکالے یا نہیں؟

سوال: اگر حاملہ عورت کے شکم میں بچہ مر جائے تو عورت کو بچانے کے لیے بچہ کو کاٹ کر کے نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بچہ کی موت کا پورا یقین ہو اور عورت کے انتقال کا خوف ہو تو عورت کی جان بچانے کی خاطر بچہ کو کاٹ کر نکالنا جائز ہے۔ بچہ زندہ ہو تو کاٹنا جائز نہیں ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۸۴۰ باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت)

بچہ کا تولد نہ ہوتا ہو تو اس کو کاٹ کر نکالنا کیسا ہے؟

سوال: عورت حاملہ ہے بچہ تولد نہیں ہوتا ڈاکٹرنی کہتی ہے کہ بچہ کو ماں کے پیٹ میں سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالے تو عورت کی جان بچ سکتی ہے تو ایسی حالت میں بچہ کو کاٹے یا نہیں؟

جواب: بچہ زندہ ہو تو کاٹنے کی شرعاً اجازت نہیں۔ بچہ کٹنے پر ماں کی زندگی کی گارنٹی کون دے سکتا ہے۔ لہٰذا آپریشن کر کے دونوں کی زندگی بچانے کی کوشش کی جائے۔ زندگی خدا کے قبضہ میں ہے۔ درمختار میں ہے:

(حامل ماتت وولدها حی) یضطرب (شق بطنها) من الایسر (ویخرج ولدها) ولو بالعکس وخیف علی الام قطع اخرج لومیتا والا لا کما فی

كراهية الاختيار. (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۸۴۰ باب صلوٰة الجنائز مطلب فی دفن المیت).

بچی کو جہیز میں ٹی وی دینے والا گناہ میں برابر کا شریک ہے

سوال: گزارش ہے کہ میری دو بیٹیاں ہیں' بڑی بیٹی کی شادی میں نے کردی ہے اس کی شادی پر میں نے ٹی وی جہیز میں دیا تھا۔ یہ خیال تھا کہ ٹی وی ناجائز تو ہے لیکن رسم دنیا اور بیوی اور بچوں کے اصرار پر دے دیا۔ اب پتہ چلا کہ ٹی وی تو اس کے استعمال کی وجہ سے حرام ہے' اپنی غلطی کا بہت افسوس ہوا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہا۔

مسئلہ یہ ہے کہ میں اس وقت دوسری بیٹی کی شادی کررہا ہوں۔ میں نے بیوی اور بچوں کو کہا ہے کہ ٹی وی کی جگہ پر سونے کا سیٹ دے دیں یا کوئی چیز اسی قیمت کی دے دیں لیکن سب لوگ میری مخالفت کررہے ہیں' میں جانتا ہوں کہ کسی کی پسند' ناپسند سے شرعی احکام تبدیل نہیں ہوسکتے؟ براہ مہربانی پوری تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں' میں بہت پریشان ہوں؟

جواب: جزاکم اللہ احسن الجزاء اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کا فہم نصیب فرمایا ہے۔ جس طرح پسند و ناپسند سے احکام نہیں بدلتے۔ اسی طرح بیوی بچے آپ کی قبر میں اور آپ ان کی قبر میں نہیں جائیں گے۔ جس بچی کی شادی کرنی ہے اس کو کہہ دیا جائے کہ ٹی وی تو میں لے کر نہیں دوں گا' زیورات کا سیٹ بنوالو یا نقد پیسے لے لو اور ان پیسوں سے جنت خریدو یا دوزخ خریدو' میں بری الذمہ ہوں' میں خود اژدھا خرید کر اس کو تمہارے گلے کا طوق نہیں بناؤں گا۔

عورتوں کا بیوٹی پارلر میں منہ دھلوانا

سوال: آج کل بیوٹی پارلر میں منہ دھلوانے کا فیشن بہت عام ہورہا ہے' عورتیں زیب وزینت کیلئے وہاں جاتی ہیں' چہرے پر سیاہ داغ دھبہ ہوں یا رنگ سیاہ ہو تو کریم وغیرہ لگا کر خاص انداز سے منہ دھوتے ہیں جس سے وقتی طور پر رنگ نکھر جاتا ہے اور خوبصورتی معلوم ہونے لگتی ہے' کیا یہ جائز ہے؟ عورت اپنے شوہر کے لیے زیب وزینت کیلئے وہاں جائے تو کیا حکم ہوگا؟ یہ سب کام عورتیں کرتی ہیں؟ بینوا توجروا

جواب: فضول خرچی اور لغو کام ہے بلکہ دھوکا بازی بھی ہے اپنے اصلی رنگ کو چھپانا اور مصنوعی خوبصورتی کی نمائش کرنا ہے اس قسم کے کاموں میں سے بچنا چاہیے۔ عورت اپنے شوہر کی خاطر سادہ اور پرانے طریقہ کے مطابق جو فیشن میں داخل نہ ہو اور فجار و فساق کفار کے ساتھ مشابہت لازم نہ آتی ہو ایسی زیب وزینت کرسکتی ہے بلکہ مطلوب ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰ ص ۱۶۰۔

عقائد کے متعلق متفرق مسائل

ایمان نام ہے خاص علوم کا یعنی اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دی ہے ان باتوں کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جاننا۔ ان علوم کا نام درجہ یقین میں (یعنی ان باتوں پر یقین رکھنا یہی) ایمان ہے۔ (العاقلات الغافلات ص ۳۱۲)

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ۔

"مطلب یہ ہے کہ کچھ ساری خوبی اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف لیکن اصل خوبی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر بھی اور فرشتوں کے وجود پر بھی اور سب آسمانی کتابوں پر بھی اور سب پیغمبروں پر بھی۔......الخ"

اس آیت میں دین کے تمام اجزاء کا ذکر آ گیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شریعت میں کل احکام کا حاصل تین چیزیں ہیں۔ (۱) عقائد (۲) اعمال (۳) اخلاق اور تمام جزئیات انہی کلیات کے تحت داخل ہیں۔ (الکمال فی الدین دین ودنیا ص ۱۹۰)

بر کے معنی بھلائی کے ہیں اور لام عہد کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صرف مشرق ومغرب کی طرف نماز میں منہ کر لینا کافی نہیں ہے کہ اسی پر قناعت کر لی جائے بلکہ کافی بھلائی وہ ہے جس کا ذکر آگے ہے۔ یعنی کافی بھلائی والا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن پر۔

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں ذات وصفات کے متعلق جس قدر احکام ہیں سب آ گئے۔

۲۔ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے میں جزاء وسزاء حساب وکتاب جنت ودوزخ وغیرہ کے سب احکام آ گئے۔

۳۔ والملئکة اور فرشتوں پر ایمان لائے یعنی ان کے موجود (ہونے) کا قائل ہو۔ اس میں تمام غیب کی باتیں داخل ہیں اور فرشتوں کی تخصیص اس واسطے کی گئی ہے کہ شریعت کے معلوم ہونے کا مدار اور واسطہ فرشتے ہی ہیں۔

۴۔ والکتاب اور کتاب (یعنی قرآن) پر ایمان لائے یہ قرآن ایسا جامع ہے کہ تمام آسمانی کتابوں پر حاوی ہے اس لیے اس پر ایمان لانا گویا سب کتابوں پر ایمان لانا ہے یا یہ کہا جائے کہ آسمانی کتابوں میں سے ہر کتاب دوسری کتاب پر ایمان لانے کا حکم کرتی ہے اور جو شخص ایک کتاب کو مان کر دوسری کا انکار کرے وہ حقیقت میں پہلی کتاب پر بھی ایمان نہیں رکھتا لیکن یہ حکم ایمان کا ہے اور عمل کرنا سب کتابوں پر جائز نہیں بلکہ عمل صرف مؤخر پر ہوگا (جو سب سے بعد میں ہوا اور وہ قرآن ہے) کیونکہ وہ مقدم (گزشتہ کتابوں کے لیے ناسخ ہے)

۵۔ والنبیین اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ یہاں تک اہم عقائد مذکور ہیں' آگے اخلاق و اعمال کا ذکر ہے۔ (وعظ الکمال فی الدین دین ودنیا ص ۱۹۰) اصلاح خواتین ص ۴۷'۴۸۔

ضروری عقائد کی تفصیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ یقین لائے اللہ پر اور اس کے سب فرشتوں پر اور اس کے سب پیغمبروں پر اور اس کی سب کتابوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر اور اس کے خیر پر بھی اور اس کے شر پر بھی۔ (روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے)

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے اور یقین لانا جنت پر اور دوزخ پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔ (فروع الایمان ص ۸) اصلاح خواتین ص ۴۸۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں یہ سب داخل ہیں۔ اس کی ذات پر ایمان لانا' اس کے صفات پر ایمان لانا' اس کو ایک جاننا۔ (فروع الایمان ص ۸)

اہلسنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی وحدانیت کا اور دوسری سب صفت کمال کا اعتقاد رکھے' یعنی یہ سمجھے کہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں' وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا' تمام جہان کو اسی نے پیدا کیا وہ بڑی قدرت والا ہے' وہ اپنے ارادے سے جو چاہتا ہے کرتا ہے' تمام عالم میں جو کچھ ہونے والا ہے اس نے سب سے پہلے ہی لکھ دیا تھا' اس جیسی کوئی چیز نہیں' اس کے علم وقدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہوسکتی' وہی سب کا خالق اور رازق ہے' وہی زندگی دیتا ہے' وہی موت دیتا ہے' وہی غالب ہے' حکمت والا ہے۔ (خطبات الاحکام ص ۱۵)

کلمہ طیبہ کی تشریح

توحید کی حقیقت

حضرت شارع علیہ السلام سے توحید کے دو معنی ثابت ہیں' ایک **لا معبود الا الله** (یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) دوسرے **لا مقصود الا الله** (یعنی اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں) پہلے کا ثبوت تو بالکل ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

ترجمہ: ''اور ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لیے خاص رکھیں'' اور تمام قرآن اس سے بھرا پڑا ہے اور یہی توحید ہے جس کے اتلاف (یعنی جس کے چھوڑنے) اور نقصان سے (آدمی) کافر اور مشرک ہو جاتا ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہنا پڑتا ہے یہ ہرگز معاف نہ ہوگا جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ (توحید) کے دوسرے معنی کا ثبوت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاء کو شرک اصغر فرمایا ہے۔

محمود بن لبید سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑی خوفناک چیز جس سے میں تم پر اندیشہ کرتا ہوں شرک اصغر ہے' لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ریاء (احمد) اور ظاہر ہے کہ ریا کاری میں غیر اللہ (اللہ کے سواء) معبود نہیں ہوتا۔ البتہ مقصود ضرور ہوتا ہے۔ جب غیر اللہ کا مقصود ہونا شرک ہوا تو توحید جو شرک کا مقابل ہے اس کی حقیقت یہ ہوگی کہ اللہ ہی مقصود ہو غیر اللہ بالکل مقصود نہ ہو یہی معنی لا مقصود الا اللہ کے۔ حوالہ بالا۔

کامل توحید

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)۔

فائدہ مطلب یہ ہے کہ جو جھاڑ پھونک بالکل نہ کرے اور بدشگونی یہ کہ مثلاً چھینکنے کو یا کسی جانور کے سامنے سے نکل جانے کو منحوس سمجھ کر وسوسہ میں مبتلا ہو جائیں۔

مؤثر حقیقی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں اس قدر وسوسہ نہ کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس سے ارشاد فرمایا: جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد مانگ اور اس بات کو جان لے کہ اگر تمام لوگ اس بات پر اتفاق کر لیں کہ تجھ کو کچھ نفع پہنچائیں تو ہرگز اس کے سواء کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے جو کہ اللہ نے تیرے واسطے لکھ دیا ہے اور اگر تمام لوگ اس پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کچھ نقصان پہنچائیں تو ہرگز اسکے سواء کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے تیرے واسطے لکھ دیا ہے۔ اصلاح خواتین ص ۵۰۔

شرک

شرک کی دو قسمیں ہیں، شرک فی العقیدہ اور شرک فی العمل۔

۱۔ شرک (فی العقیدہ) یعنی (عقیدہ میں شرک) یہ ہے کہ غیر اللہ کو مستحق عبادت سمجھا جائے یہی شرک ہے جس کے متعلق ارشاد ہوا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

ترجمہ: ''بے شک اللہ نہ بخشیں گے اس کو کہ ان کے ساتھ شرک کیا جائے اور بخش دیں گے اس سے کم کو جس شخص کے لیے چاہیں گے''

۲۔ شرک فی العمل (یعنی عمل میں شرک) یہ ہے کہ جو معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا چاہیے وہ غیر اللہ کے ساتھ کیا جائے۔ اس شرک میں اکثر عوام یا بالخصوص عورتیں کثرت سے مبتلا ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کی قسم کھانا، کسی کی منت ماننا، کسی چیز کو طبعاً مؤثر سمجھنا، کسی کے روبرو سجدہ تعظیم کرنا، بیت اللہ کے سواء کسی اور چیز کا طواف کرنا، کسی قبر پر بطور تقرب کچھ چڑھانا، اسی طرح کے اور ہزاروں افعال ہیں جو سخت معصیت ہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے گھروں میں اس کا پورا انسداد کریں۔ اصلاح خواتین ص ۵۱۔

شرک کی مختلف اقسام

شرک فی العلم

کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ اعتقاد کرنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر ہے۔ نجومی پنڈت سے غیب کی خبریں دریافت کرنا یا کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھ کر اس کو یقینی

سمجھنا۔ (جیسے آج کل عوام فالنامہ دیکھ کراس پر یقین کرتے ہیں) یا کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی (یہ سب شرک فی العلم ہے) اصلاح خواتین ۵۱۔

شرک فی التصرف

اللہ کے سوا کسی کو نفع ونقصان کا مختار سمجھنا کسی سے مرادیں مانگنا' روزی' اولاد مانگنا (یہ شرک فی التصرف ہے)۔حوالہ بالا۔

شرک فی العبادۃ

اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا' کسی کے نام کا جانور چھوڑنا' چڑھاوا چڑھانا' کسی کے نام کی منت ماننا' کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا' خدا کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے قول یا رسم کو ترجیح دینا' کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا' کسی کی دہائی دینا' کسی کے نام کا روزہ رکھنا' کسی جگہ کا کعبہ کا سا ادب کرنا (یہ شرک فی العبادۃ ہے) (تعلیم الدین ص ۱۳۔۱۴) اصلاح خواتین ص ۵۲۔

غیر اللہ کی منت ماننا

بعض لوگ غیر اللہ کی نذر مانتے ہیں' بعض لوگ تو کھلم کھلا کہتے ہیں کہ اے فلاں بزرگ اگر ہمارا کام ہوگیا تو آپ کے نام کا کھانا کریں گے یا آپ کی قبر پر غلاف چڑھائیں گے یا آپ کی قبر پختہ بنائیں گے یا آپ کی قبر کا طواف کریں گے۔ یہ تو بالکل شرک جلی ہے کیونکہ نذر (یعنی منت ماننا بھی) عبادت کی ایک قسم ہے۔ (ردالمختار اول احکام النذر وقبیل باب الاعتکاف) عبادت میں کسی کو شریک کرنا صریح شرک ہے اس کا علاج توبہ اور عقیدہ کی درستگی ہے۔ (اصلاح انقلاب) حوالہ بالا۔

قیامت وآخرت

آخرت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور آخرت کے دن پر ایمان لانے میں سب کچھ داخل ہے' قبر کے ثواب وعذاب پر ایمان لانا' حشر ونشر (یعنی دوبارہ زندہ کیے جانے پر) یقین رکھنا پل صراط پر اور حوض کوثر اور میزان اعمال (یعنی اعمال کے تولے جانے پر) اور قیامت کے واقعات پر یقین رکھنا۔ (فروع الایمان ص ۱۳)

یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ مرنے کے بعد قبر میں سوال ضرور ہوگا اور قبروں سے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور نامہ اعمال تولے جائیں گے اور سب اعمال کا حساب ہوگا اور نیک بندوں کو حوض کوثر سے پانی پلایا جائے گا' دوزخ پر پل صراط رکھا جائے گا جو بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز ہوگا' جنتی لوگ اس پر سے پار ہو کر جنت میں پہنچیں گے اور دوزخی کٹ کٹ کر گر پڑیں

گے اور قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت بھی کریں گے' جنت دوزخ ہمیشہ رہے گی نہ وہ کبھی فنا ہوگی نہ ان میں رہنے والے مریں گے۔ (خطبات الاحکام ص ۶۱)

جب آدمی مرجاتا ہے اگر دفن کیا جائے تو دفن کرنے کے بعد ورنہ جس حال میں ہو اس کے پاس دو فرشتے جن میں ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں آکر پوچھتے ہیں تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر مردہ ایمان دار ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے پھر اس کی سب طرح کی چین ہوتی ہے اور نہیں تو (اگر وہ ایمان دار نہ ہوا) وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں پھر اس پر بڑی سختی ہوتی ہے اور بعضوں کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے معاف کر دیتا ہے مگر یہ (قبر کی) باتیں مردے ہی کو معلوم ہوتی ہیں اور لوگ نہیں دیکھتے جیسا سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے پاس بیٹھا ہوا بے خبر ہے۔

اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی جتنی نشانیاں بتلائی ہیں سب ضرور ہونیوالی ہیں۔ جب ساری نشانیاں پوری ہو جائیں گی تب قیامت کا سامان شروع ہوگا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام خدا کے حکم سے صور پھونکیں گے' اس صور کے پھونکنے سے تمام زمین آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے' تمام مخلوقات مرجائیگی اور جو مر چکے ہیں انکی روحیں بے ہوش ہو جائینگی مگر اللہ تعالیٰ کو جن کا بچانا منظور ہے وہ اپنے حال پر رہینگے۔ ایک مدت اسی حالت پر گزر جائیگی۔

پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ تمام عالم دوبارہ پیدا ہو جائے گا دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اس سے پھر سارا عالم موجود ہو جائے گا' مردے زندہ ہو جائیں گے اور قیامت کے میدان میں سب اکٹھے ہوں گے اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے جائیں گے۔ آخر ہمارے پیغمبر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سفارش کریں گے۔

سب بھلے برے عمل تولے جائیں گے ان کا حساب ہوگا مگر بعض لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے' نیکوں کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو حوض کوثر کا پانی پلائیں گے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ پل صراط پر چلنا ہوگا جو نیک لوگ ہیں وہ اس پر سے پار ہو کر جنت میں پہنچ جائیں گے جو بدکار ہیں وہ اس پر سے دوزخ میں گر پڑیں گے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱' ۱۲) حوالہ بالا۔

جنت دوزخ

جنت پیدا ہو چکی ہے اور اس میں طرح طرح کی چین اور نعمتیں ہیں جنتیوں کو کسی طرح کا ڈر

اور غم نہ ہوگا اور اس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ اس سے نکلیں گے اور نہ وہاں مریں گے، جنت میں سب سے بڑی نعمت اللہ کا دیدار ہوگا، اس کی لذت میں تمام نعمتیں ہیچ معلوم ہوں گی۔

دوزخ بھی پیدا ہو چکی ہے اور اس میں سانپ بچھو اور طرح طرح کا عذاب ہے، دوزخیوں میں سے جن میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور بزرگوں کی سفارش سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے، خواہ کتنے ہی بڑے گنہگار ہوں اور جو لوگ کافر مشرک ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو موت بھی نہ آئے گی۔ (تعلیم الدین ص۱۲)

فائدہ: مردے کے لیے دعاء کرنے سے کچھ خیرات دے کر بخشنے سے اس کو ثواب پہنچتا ہے اور اس سے اس کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ (تعلیم الدین ص۱۱) اصلاح خواتین ص۵۴۔

تقدیر

دنیا میں بھلا برا جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سب کو اسکے واقع ہونے سے پہلے جانتا ہے اور اپنے جاننے کے موافق اسکو پیدا کرتا ہے اسی کا نام تقدیر ہے۔ (جس پر یقین رکھنا ضروری ہے) (تعلیم الدین ص۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک کہ تقدیر پر ایمان نہ لائے اس کی بھلائی پر بھی اور اس کی برائی پر بھی (یعنی اچھی تقدیر پر بھی اور بری پر بھی) یہاں تک کہ یہ یقین کرے کہ جو بات ہونے والی تھی وہ اس سے ہٹنے والی نہ تھی اور جو بات اس سے ہٹنے والی تھی وہ اس پر واقع ہونے والی نہ تھی۔
(ترمذی حیات المسلمین روح پنجم)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کی پانچ چیزوں سے فراغت فرمادی ہے۔ (یعنی بالکل طے کردی ہے)۔ (۱) اس کی عمر سے (۲) اور اس کے رزق سے (۳) اور اس کے عمل سے (۴) اور اس کے دفن ہونے (یعنی مرنے) کی جگہ سے (۵) اور یہ کہ انجام میں شقی (بدبخت) ہے یا سعید (نیک بخت)۔ (احمد بزار کبیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے نفع کی چیز کو کوشش سے حاصل کرو اور اللہ سے مدد چاہو اور ہمت مت ہارو اور اگر تجھ پر کوئی واقعہ (یعنی کوئی مصیبت یا ناکامی) ہو جائے تو یوں مت کہو کہ اگر میں یوں کرتا تو ایسا ایسا ہو جاتا۔ البتہ ایسے وقت میں یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہی مقدر فرمایا تھا اور جو اس کو منظور تھا اس نے وہی کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی سعادت (خوش نصیبی) میں سے ہے کہ اللہ

تعالیٰ سے خیر مانگے اور جو حکم اللہ تعالیٰ نے نافذ فرمایا اس پر راضی رہے اور آدمی کی شقاوت (بدبختی) میں سے ہے کہ اللہ سے خیر مانگنا ترک کر دے اور اللہ کے حکم سے ناخوش ہو۔ (ترمذی)

فائدہ: تقدیر پر راضی رہنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ دل میں بھی رنج نہ آنے پائے رنج غم ہونا تو طبعی بات ہے۔ یہ کس طرح اختیار میں ہو سکتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دل سے (یعنی عقل سے) اس کو پسند کرے (اور اس پر راضی ہو شکوہ شکایت ناشکری نہ کرے) جیسے پھوڑے والا خوشی سے ڈاکٹر کو آپریشن کرنے کی اجازت دیتا ہے مگر تکلیف اور دکھ ضروری ہوتا ہے (لیکن دل سے راضی ہوتا ہے)۔ (فروع الایمان ص ۲۸)

تقدیر پر اعتماد رکھنے میں یہ فائدے ہیں: ۱۔ کیسی ہی مصیبت یا پریشانی ہو اس (عقیدہ) سے دل مضبوط رہیگا (کیونکہ وہ) یہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا اسکے خلاف ہو نہیں سکتا تھا اور وہ جب چاہے گا اس (مصیبت) کو ختم کر دیگا۔ جب یہ سمجھ گیا تو اگر اس مصیبت کے دور ہونے میں دیر بھی لگے گی تو بھی پریشان اور مایوس اور دل کمزور نہ ہوگا اور یوں سمجھے گا کہ مصیبت خدا تعالیٰ کے چاہے بغیر دفع نہ ہوگی۔ سو یہ شخص سب تدبیروں کے ساتھ دعا میں بھی مشغول ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھے گا جو تمام راحتوں کی جڑ ہے۔ (حیات المسلمین ص ۸۸) حوالہ بالا۔

فرشتے

اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات کو نور سے پیدا کر کے ان کو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ کیا ہے ان کو فرشتے کہتے ہیں۔ ان کے سپرد بہت سے کام ہیں وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ ان میں چار فرشتے بہت مشہور ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام۔ (تعلیم الدین ص ۸)

چونکہ فرشتوں کا مرد یا عورت ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں اس لیے نہ ان کے مرد ہونے کا اعتقاد رکھے نہ عورت ہونے کا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالے کرے۔ (فروع الایمان ص ۱۳)

جو فرشتوں کے وجود کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ (خطبات الاحکام ص ۱۶) اصلاح خواتین ص ۵۶۔

نبوت ورسالت

بہت سے پیغمبروں (رسول) اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندوں کو سیدھی راہ بتلانے آئے اور وہ سب گناہوں سے پاک ہیں ان کی گنتی پوری طرح اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ (تعلیم الدین ص ۷)

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندے ہیں اور اس کے رسول

ہیں یعنی مخلوق کی ہدایت کے واسطے ان کو خدا نے بھیجا ہے اور وہ سچے ہیں جو خبریں اور جو احکام انہوں نے پہنچائے ہیں وہ برحق ہیں۔ (خطبات الاحکام ص ١٦)

پیغمبروں میں بعضوں کا رتبہ بعضوں سے بڑا ہے سب میں زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپؐ کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں آ سکتا' قیامت تک جتنے آدمی اور جن ہوں گے آپ سب کے پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں آسمان سے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے بہت سے پیغمبروں پر اتاریں تاکہ وہ اپنی اُمتوں کو دین کی باتیں بتلائیں۔ ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ توریت' انجیل' زبور' قرآن۔

قرآن مجید ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہوئی کتاب سے مراد قرآن مجید ہے' وہ خداوند قدوس کا کلام ہے' جبرائیل علیہ السلام اسکو لائے۔

قرآن مجید آخری کتاب ہے اب کوئی کتاب آسمان سے نہیں آئیگی۔ قیامت تک قرآن کا حکم چلتا رہیگا۔ دوسری کتابوں کو گمراہ لوگوں نے بہت کچھ بدل ڈالا مگر قرآن مجید کی نگہبانی (اور حفاظت) کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اسکو کوئی بدل نہیں سکتا۔ (تعلیم الدین ص ٦ خطبات الاحکام ص ١٦) حوالہ بالا۔

عقائد کی بعض خرابیاں

فصل: عقائد میں بعض عقائد غلط اور بعض واقع کے خلاف ہیں جن میں عورتیں مبتلا ہوتی ہیں۔ مثلاً عورتیں بہت سی اچھی چیزوں کو بری یا بری چیزوں کو اچھی سمجھتی ہیں جیسے بعض دنوں کو منحوس کہنا۔ اکثر عورتیں بدھ کے دن کو منحوس اور ذیقعدہ اور محرم کے مہینہ کو بے برکت اور منحوس سمجھتی ہیں اور غضب یہ کہ بعض مرد بھی اس میں ان کے ہم عقیدہ ہیں۔

یا مثلاً عورتوں کا عقیدہ ہے کہ اگر کسی دن کوا گھر میں بولے تو اس دن مہمان ضرور آتے ہیں' اسی طرح اگر آٹے میں پانی زیادہ ہو جائے تو سمجھا جاتا ہے کہ آج کوئی مہمان آنے والا ہے' بہت سے جانوروں کو منحوس سمجھ رکھا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قمری (فاختہ کے برابر سفید پرندہ) منحوس ہے اس کو گھر میں نہ پالو۔

اور بعض چیزوں کو مرد بھی منحوس سمجھتے ہیں جیسے الو کے بارے میں کہ یہ جس مقام پر بولتا ہے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے اس لیے وہ منحوس ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے' نہ الو منحوس ہے نہ اس کے بولنے سے کوئی جگہ ویران ہوتی ہے۔ یاد رکھو وہ جو بولتا ہے تو خدا کا ذکر کرتا ہے تو کیا خدا کے ذکر سے یہ نحوست آئی؟ (نعوذ باللہ) بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ ذاکر تو ہے لیکن اس کا ذکر جلالی ہے اس لیے اس کا اثر یہ پڑتا ہے حالانکہ خود (ذکر کی) یہ تقسیم اور یہ کہ جلالی میں یہ خاصیت ہوتی ہے بے اصل ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ الو ایسے مقام کو تلاش کرتا ہے جہاں یکسوئی (تنہائی) ہو اور اس کو اندیشہ نہ رہے اس لیے وہ ویرانوں میں بیٹھتا ہے۔ اب یہ دیکھئے کہ وہ ویرانی جو پہلے سے ہے وہ کہاں سے آئی سو وہ ہم لوگوں کے گناہ اور اعمال بد کی وجہ سے ہوئی ہے اس کے بعد الو اس مقام پر آتا ہے اور بولتا ہے۔ پس ویران کرنے والے ہم اور ہمارے گناہ ہوئے نہ کہ الو۔ اور جب یہ ہے منحوس گنہگار لوگ ہوئے الو کیوں منحوس ہوا۔ (وعظ تفصیل التوبہ دعوات عبدیت ص ۴۰/۷) اصلاح خواتین ص ۵۷۔

کوئی چیز منحوس نہیں

یہ اعتقاد کہ چیزوں میں نحوست ہوتی ہے غلط ہے اور جو کچھ نحوست ہوتی ہے وہ ان گناہوں کی بدولت ہوتی ہے۔ جو ہمارے اندر موجود ہیں مگر افسوس کہ ہم کو اپنے اندر نظر نہیں آتی دوسروں میں نظر آتی ہے نحوست خود اپنے اندر ہے کہ گناہ پر گناہ کیے چلے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ الو منحوس ہے اور قمری منحوس ہے۔

بعض لوگ اگر کسی عورت کی کالی زبان دیکھ لیتے ہیں تو اس کو منحوس سمجھتے ہیں یہ بھی لغو ہے۔

بعض عورتیں کیلے کے درخت کو منحوس سمجھتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ یہ درخت مردہ کے کام میں آتا ہے اس لیے اس کو گھر میں نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ شگون بد ہے اور مردہ کی چارپائی کو اور اس کے کپڑوں کو منحوس سمجھتے ہیں مگر تعجب ہے کہ اس کے کپڑوں کو منحوس سمجھا جاتا ہے لیکن اگر اس کا قیمتی دوشالہ (چادر) ہو یا اس کی جائیداد ہو تو اس کو منحوس نہیں سمجھتے حالانکہ اگر مردہ کے ساتھ تعلق سے یا اس کے لباس سے نحوست آئی ہے تو اس کی وجہ سے قیمتی کپڑوں میں بھی نحوست آنی چاہیے اور اگر مردے کی طرف نسبت کرنے سے ان چیزوں میں نحوست آئی ہے تو اس نسبت سے جائیداد میں بھی نحوست آنی چاہیے۔ یہ عقیدہ بالکل مہمل اور وہم ہے۔ مسلمانوں میں اس کا رواج ہندوؤں سے آیا ہے۔ (تفصیل التوبہ دعوات عبدیت ص ۴۰/۷) اصلاح خواتین ص ۵۸۔

بعض غلط قسم کے عقیدے

۱۔ ہمارے یہاں عورتیں کوے کے بولنے سے مہمان کے آنے کا شگون لیتی ہیں۔ (یعنی اگر کوا بولے تو سمجھتی ہیں کہ کوئی آنے والا ہے) سو یہ بے اصل ہے۔

۲۔ دستور ہے کہ جب کہیں کوئی جارہا ہو اور کوئی چھینک دے تو جانے والا واپس چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اب کام نہیں ہوگا۔ سو یہ (عقیدہ) غلط ہے۔ (اغلاط العوام متلقطاً)

۳۔ بعض عوام کسی خاص دن یا کسی خاص وقت میں سفر کرنے کو برا یا اچھا سمجھتے ہیں یہ کفار یا نجومیوں کا اعتقاد ہے۔

۴۔ بعض لوگ رات کو جھاڑو دینے کو یا منہ سے چراغ گل کرنے کو یا دوسرے کے کنگھا کرنے کو برا سمجھتے ہیں۔ اس کی کچھ اصل نہیں۔

۵۔ مشہور ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلی میں خارش ہونے سے کچھ ملتا ہے اس کی کچھ اصل نہیں۔

۶۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جانور بولنے سے موت پھیلتی ہے سو یہ محض بے اصل ہے۔

۷۔ اکثر عورتیں مردوں سے پہلے کھانا کھانے کو شرعاً معیوب سمجھتی ہیں، یہ بے اصل بات ہے۔

۸۔ مشہور ہے کہ چار پائی پر نماز پڑھنے سے بندر ہو جاتا ہے۔ سو یہ محض بے اصل ہے۔

۹۔ بعض عورتیں نماز پڑھ کر جانماز کا گوشہ یہ سمجھ کر اُلٹ دینا ضروری سمجھتی ہیں کہ شیطان اس پر نماز پڑھے گا سو اس کی بھی اصل نہیں۔

۱۰۔ مشہور ہے کہ جھاڑو مارنے سے جس کو ماری گئی اس کا جسم سوکھ جاتا ہے۔ جھاڑو پر تھکتا دو، سو یہ بے اصل ہے۔ (اغلاط العوام) اصلاح خواتین ص ۵۹۔

ٹونے ٹوٹکے

عقیدہ کے متعلق ایک گناہ عورتیں یہ کرتی ہیں کہ ٹونے ٹوٹکے کرتی ہیں۔ افسوس ہے کہ نہ شریعت کا لحاظ ہے نہ خدا کا خوف ہے۔

ایک گناہ عقیدہ کے متعلق یہ ہے کہ اکثر عورتیں منت مانتی ہیں کہ اگر ہمارا یہ کام ہو جائے تو ہم فلاں بزرگ کی نیاز دیں گے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہم تو ایصال ثواب کرتے ہیں اور ایصال ثواب میں کیا حرج ہے حالانکہ بالکل غلط ہے۔ وہاں محض ثواب کا پہنچانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہمارے اس فعل سے یہ خوش ہوں گے اور چونکہ یہ خدائی کارخانہ میں دخیل ہیں اس لیے ان کی خوشی سے ہمارا کام ہو جائے گا۔ سو یہ یاد رکھوا ے بیبیو! خدائی کارخانہ میں کوئی دخیل نہیں ہے نہ وہاں کسی کا کچھ اثر ہے۔ (تفصیل التوبہ ص ۴۳/۸) حوالہ بالا۔

اولاد پیدا ہونے کیلئے جادو منتر

اولاد کے پیدا ہونے میں اکثر لوگوں کی اور خصوصاً عورتوں کی یہ عادت ہے کہ کہیں منتر کراتی ہیں کہیں (تعویذ) گنڈے اور اس کی بھی پرواہ نہیں کرتیں کہ یہ شریعت کے موافق ہیں یا نہیں۔ اس میں بعض عورتیں یہاں تک بے باک ہیں کہ اگر کوئی ان سے یہ کہہ دے کہ تم فلانی (عورت) کے بچہ کو مار ڈالو تو تمہارے اولاد ہو جائے گی تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔ بعض دفعہ کسی کے بچہ پر ہولی دیوالی کے دنوں میں جادو کرا دیتی ہیں یا خود کر دیتی ہیں۔ بعض جاہل عورتیں ستیلا پوجتی ہیں؛

کہیں چوراہے پر کچھ رکھ دیتی ہیں۔ محض اس غرض سے کہ اولاد پیدا ہو پھر وہ اولاد بعض دفعہ ایسی خبیث (نالائق نافرمان) پیدا ہوتی ہے کہ بڑے ہو کر ماں باپ کو اتنا ستاتی ہے کہ وہ بھی یاد کرتے ہیں اس وقت وہ ایسی اولاد کو جس کی تمنا میں سینکڑوں گناہ کیے تھے ہزاروں مرتبہ کوستے ہیں۔ (لیکن اس وقت کوسنے سے کیا فائدہ) (اسباب الغفلۃ ص ۳۹۶ ملحقہ دین ودنیا) اصلاح خواتین ص ۶۰۔

نکاح ثانی کے متعلق کوتاہی

عقیدے کے متعلق ایک گناہ یہ ہے کہ تقریباً ساری عورتیں اور بہت سے مرد بھی نکاح ثانی (دوسرے نکاح کرنے) کو برا سمجھتے ہیں اور افسوس ہے کہ بعض لکھے پڑھے لوگ بھی یہ کہتے ہیں کہ صاحب نکاح ثانی فرض تو نہیں پھر اگر نہ کیا تو کیا حرج ہے؟ میں کہتا ہوں کہ نکاح ثانی فرض نہیں تو کیا نکاح اول فرض ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو نکاح اول کے ساتھ یہی معاملہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ کیا وجہ ہے کہ پہلے نکاح کے لیے اس قدر کوشش کی جاتی ہو کہ اگر لڑکی کی عمر چودہ پندرہ برس کی ہو جائے اور کہیں سے پیغام نہ آئے تو فکر پڑ جاتی ہے اور اس کے تذکرے کیے جاتے ہیں۔ بعض مقامات پر اس قدر جہالت ہے کہ اگر منگنی کے بعد لڑکے کا انتقال ہو جائے تب بھی نکاح نہیں کرتے اور لڑکی کو بٹھلائے رکھتے ہیں یہ سخت جہالت ہے۔

اور عورتوں سے زیادہ مردوں کی حالت پر افسوس ہے کہ وہ عقلمند ہونے کے باوجود بھی اس کو عیب سمجھتے ہیں اور بعض مرد اگرچہ زبان سے اس کو برا نہیں کہتے لیکن ایسی عورت کو جس نے دوسرا نکاح کر لیا ہو ذلیل سمجھتے ہیں اور ان کے دل میں اس کی اتنی عزت نہیں ہوتی جتنی اس عورت کی ہوتی ہے جو ساری عمر بیوہ بنی بیٹھی رہے۔ علماء اس بارے میں جتنی کوشش کرتے ہیں ان کا مقصود صرف یہ ہے کہ لوگوں کے دل سے اس کے عیب سمجھنے کا خیال نکل جائے۔

ہاں اگر کسی عورت پر پہلے شوہر کا بہت ہی رنج غالب ہو یا اس کے پاس چھوٹے چھوٹے بچے ہوں کہ پرورش کا انتظام نکاح کے بعد دشوار ہو یا بچوں کی جائیداد وغیرہ موجود ہو کہ اس کا انتظام اس کے سپرد ہو تو البتہ ایسی عورت کو اجازت ہے کہ وہ نکاح نہ کرے۔ بشرطیکہ مرد کی بالکل خواہش نہ ہو لیکن اگر کوئی مانع بھی نہ ہو اور پھر بھی عرف (رواج) کی شرم کی وجہ سے نکاح ثانی نہ کرے اور اس کو عیب سمجھے تو یہ سخت گناہ ہے۔ (تفصیل التوبہ دعوات عبدیت ص ۴۳) حوالہ بالا۔

الحمدللہ جلد ۱۰ ختم ہوئی